وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (آل عمران ۸۵)

اسلامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب وسنت، آثار صحابہ، اقوال تابعین وتبع تابعین اور فرامین ائمہ کی روشنی میں

تالیف: ابو حمزہ عبدالخالق صدیقی

ترتیب، تخریج واضافہ: حافظ حامد محمود الخضری

تقریظ: شیخ الحدیث عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ

انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور

فہرستِ مضامین

باب نمبر ۱:

تخلیق انسانیت اور بعثت انبیاء علیہم السلام

اللہ تعالیٰ نے سیّدنا آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے مٹی سے پیدا کیا اور انسانی شکل دے کر اس میں روح پھونکی، تو تمام فرشتوں کو انھیں سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب نے بات مان لی اور اطاعت کی، لیکن ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا:

﴿ وَ لَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝۱۱ ﴾ (الاعراف: ۱۱)

''اور ہم نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہاری صورت بنائی، پھر فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو ابلیس کے علاوہ تمام نے سجدہ کیا، وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہو سکا۔''

تخلیق انسانیت کا مقصد:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۳۰ ﴾ (البقرہ: ۳۰)

''اور جب تیرے ربّ نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں تو انہوں نے کہا کہ (اے اللہ!) کیا تو اس میں ایسے آدمی کو نائب بنائے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خونریزی کرے گا، اور ہم تو تیری تسبیح اور حمد و ثنا بیان رہتے ہیں۔ (اللہ نے) کہا: جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔''

اس آیت کریمہ میں بنی آدم پر ایک طرح کے احسان کا ذکر ہے کہ اللہ نے انہیں پیدا

کرنے سے پہلے فرشتوں کے سامنے ان کا ذکر کیا اور ان کی فضیلت بیان کی، یعنی فرمایا کہ میں ایک ایسی قوم پیدا کرنا چاہتا ہوں جس کی ایک نسل دوسری نسل کے بعد آتی رہے گی۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم خاص سے سمجھ لیا ہوگا کہ وہ زمین میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ فرشتوں کی یہ عرض بطور اعتراض تھی؛ نہ بنی آدم سے حسد کے طور پر تھی کہ پروردگار! ایسی مخلوق کے پیدا کرنے میں کون سی حکمت ہے؟ اگر عبادت مقصود ہے تو عبادت ہم کرتے ہی ہیں، تسبیح و تقدیس وتحمید ہر وقت ہماری زبانوں پر ہے اور پھر فساد وغیرہ سے پاک ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سوال کا جواب دیا کہ باوجود اس کے فساد کے، پھر بھی جن مصلحتوں اور حکمتوں کی بنا پر پیدا کر رہا ہوں، انہیں میں ہی جانتا ہوں، تمہارا علم ان تک نہیں پہنچ سکتا۔ میں جانتا ہوں کہ ان میں انبیاء اور رسول ہوں گے۔ ان میں صدیق اور شہید ہوں گے۔ ان میں عابد، زاہد،، اولیاء، ابرار، نیکوکار، قرب بارگاہ، علماء، صلحا، متقی، پرہیزگار، خوف الٰہی، حب باری تعالیٰ رکھنے والے بھی ہوں گے۔ میرے احکام کی بسر و چشم تعمیل کرنے والے، میرے نبیوں کے ارشاد پر لبیک پکارنے والے بھی ہوں گے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ملخصًا)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ (الذاریات: ۵۶)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمایا کہ وہ ذات اس سے بہت ہی بلند و بالا ہے کہ وہ کسی چیز کو بے کار پیدا کرے۔ اس نے تو تمھیں محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴾

(المؤمنون: ۱۱۵)

''کیا تم یہ گمان کیے بیٹھے ہو کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے، اور تم ہماری طرف دوبارہ لوٹائے نہیں جاؤ گے۔''

شیطان نے آدم علیہ السلام کو لغزش میں مبتلا کر دیا:

جب اللہ کے حکم پر تمام فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا، اس سجدہ سے مقصود آدم علیہ السلام کی تعظیم تھی یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت دے دی، پھر ان کی بیوی کو ان کی پسلی سے پیدا کیا، تاکہ آدم ان کے ذریعے سکون حاصل کریں، اور اللہ نے اپنی نعمت ان پر تمام کر دی کہ دونوں کو حکم دیا کہ جنت میں رہیں اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں۔

﴿ وَ قُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۪ وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾ (البقرہ:۳۵)

”اور ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو، اور اس میں جتنا چاہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ اور اس درخت کے قریب مت جاؤ، ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَ لَا تَعْرٰى وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَ لَا تَضْحٰى ﴾ (طٰہٰ:۱۱۸ تا ۱۱۹)

”اللہ نے آدم سے کہا کہ جنت میں نہ تمہیں بھوک لگے گی اور نہ تم ننگے ہو گے، نہ تمہیں پیاس لگے گی اور نہ گرمی۔“

اللہ تعالیٰ نے سیّدنا آدم علیہ السلام کے لیے جنت کی ہر نعمت مباح کر دی، سوائے اس درخت کے جس کا کھانا اللہ نے ان کے لیے ممنوع قرار دے دیا، تاکہ ان کے لیے اس ممنوع درخت کو کھانے کا کوئی عذر باقی رہ جائے۔ اور یہ ممانعت اللہ کی طرف سے ان کا امتحان تھا۔

چنانچہ ابلیس نے جب انہیں اس حال میں دیکھا تو اس کے حسد کی آگ بھڑک اُٹھی اور ان کے ساتھ مکر وفریب کی سوچ لی، تاکہ وہ وہ جن نعمتوں سے بہرہ مند ہو رہے ہیں، اور جو خوبصورت لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں ان سے چھن جائے، چنانچہ اس نے اللہ کے خلاف افترا پردازی کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے ربّ نے تمہیں اس درخت سے اس لیے منع کیا ہے کہ

اگر اسے کھا لو گے تو تم فرشتے بن جاؤ گے، پھر کھانے پینے کی محتاجی نہیں رہے گی یا تمہیں موت لاحق نہیں ہوگی اور جنت میں ہمیشہ ہمیش کے لیے رہو گے۔ اور ابلیس نے انہیں اپنی صداقت کا یقین دلانے کے لیے ذاتِ باری تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ میں تم دونوں کا انتہائی خیر خواہ ہوں جبھی یہ راز تمہیں بتا دیا ہے۔

﴿ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝۲۰ وَ قَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝۲۱ ﴾

(الاعراف: ۲۰۔ ۲۱)

”شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ پیدا کیا، تاکہ ان کے بدن کا جو حصہ ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا اسے دونوں کے سامنے ظاہر کر دے، اور کہا کہ تمھارے ربّ نے تمھیں اس درخت سے اس لیے منع کیا ہے کہ کہیں تم دونوں فرشتہ نہ بن جاؤ، یا جنت میں ہمیشہ رہنے والوں میں سے نہ بن جاؤ۔ اور ان دونوں کے سامنے خوب قسمیں کھائیں کہ میں تم دونوں کا بے حد خیر خواہ ہوں۔“

شیطان نے دونوں کو دھوکہ دے کر بلندی سے پستی میں پہنچا دیا۔ یعنی کہ اس نے ان دونوں کو ارتکاب معصیت کی ہمیت دلائی، چنانچہ جب انھوں نے اس شجرۂ ممنوعہ کو شیطان کے دھوکے میں آ کر کھا لیا، تو اس نافرمانی کا انجام فوراً ہی ان کے سامنے آ گیا کہ ان کے لباس ان کے جسموں سے الگ ہوئے تو جنت کے درختوں کے پتے لے لے کر اپنے جسموں پر چپکانے لگے تاکہ اپنی پردہ پوشی کریں۔ تب اللہ نے ان سے کہا، کیا میں نے تمھیں اس درخت کے کھانے سے نہیں روکا تھا، اور کہا نہیں تھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے۔

﴿ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَاۤ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَاۤ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۲۲ ﴾ (الاعراف: ۲۲)

’’پس اُس نے دونوں کو دھوکہ دے کر اپنے جال میں پھانس لیا، پس جب دونوں نے اس درخت کو چکھا تو ان کی شرمگاہیں دکھائی دینے لگیں اور دونوں اپنے جسم پر جنت کے پتے چسپاں کرنے لگے، اور ان دونوں کے ربّ نے انھیں پکارا کہ کیا میں نے تمھیں اس درخت سے نہیں روکا تھا، اور کہا نہیں تھا کہ بے شک شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے۔‘‘

آدم علیہ السلام کی توبہ، اور اللہ کا عطا کردہ معافی نامہ:

اس وقت انھوں نے اپنے ربّ سے کلمات سیکھے اور ان کے ذریعے توبہ کی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کرلی۔

﴿ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾

(البقرہ:۳۷)

’’آدم نے اپنے ربّ سے چند کلمات سیکھے، تو اللہ نے ان کی توبہ قبول کرلی، بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے۔‘‘

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ’’فَتَلَقّٰٓى آدَمُ مِنْ رَبِّهٖ كَلِمَاتٍ‘‘ کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے کہا: یاربّ! کیا تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے نہیں بنایا؟ اللہ نے کہا: ہاں، آدم نے کہا: اگر میں توبہ کروں اور اپنی حالت درست کرلوں، تو کیا تو مجھے دوبارہ جنت میں لوٹا دے گا؟ اللہ نے کہا: ہاں۔ [1]

معافی نامہ کا متن:

وہ کلمات جو اللہ نے آدم علیہ السلام کو سکھائے تاکہ ان کے ذریعہ اپنی توبہ کا اعلان کریں، یہ دعا تھی:

﴿ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ﴾

(الاعراف:۲۳)

---

[1] تفسیر طبری: ۱/۵۴۳.

''اے ہمارے رب! ہم نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا، اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہمارے حال پر رحم نہ کیا تو ہم بے شک خسارہ پانے والوں میں سے ہوں گے۔''

سفرِ ارضی اور ہدایت اور ضلالت کے رستے:

اللہ تعالیٰ نے آدم وحوا علیہما السلام سے خطاب فرمایا کہ اب تم زمین پر رہو گے، اور ہم تمھاری طرف ہدایت اُتاریں گے، تو جو میری بھیجی گئی ہدایت کی اتباع کرے گا، اسے نہ دنیا میں کسی کھوئی ہوئی چیز کا غم ہوگا، اور نہ آخرت میں اپنے انجام کے بارے میں کوئی خوف لاحق ہوگا۔ ارشاد فرمایا:

﴿قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۳۸﴾ (البقرہ:۳۸)

''ہم نے کہا: تم سب اس سے نیچے جاؤ، پھر اگر تمھیں میری طرف سے ہدایت آئے، تو جو لوگ میری ہدایت کی پابندی کریں گے، انھیں نہ تو کوئی خوف لاحق ہوگا اور نہ ہی وہ کسی غم میں مبتلا ہوں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى﴾ (طٰہٰ:۱۲۳)

''جو میری ہدایت کو مانے گا وہ نہ دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں اسے بدنصیبی لاحق ہوگی۔''

اور جو لوگ کفر کی راہ اختیار کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے، اُن کا ٹھکانہ جہنم ہوگا، جہاں وہ لوگ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۤىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۳۹﴾ (البقرہ:۳۹)

''اور جو لوگ کفر کریں گے اور ہماری نشانیوں کو جھٹلائیں گے وہی لوگ جہنم والے ہوں گے، اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

اولادِ آدم بڑھی، دنیا میں پھیلی اور پوری دنیا کی قابل سکونت زمین میں بس گئی اور مختلف قبیلوں، قوموں اور خاندانوں میں بٹ گئی:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۱۳ ﴾

(الحجرات:۱۳)

''اے لوگو! ہم نے تمھیں مرد اور عورت کے ملاپ سے پیدا کیا ہے، اور ہم نے تمھیں قوموں اور قبیلوں میں اس لیے بانٹ دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ ہیں جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہیں، بے شک اللہ بڑا جاننے والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔''

سلسلہ بعثت انبیاء ورسل علیہم السلام:

آدم علیہ السلام اور تمام انسانیت کو اللہ ربّ العزت نے فطرتِ اسلام پر تخلیق کیا۔ آدم علیہ السلام کے بعد مدتوں لوگ اسی شریعت حقہ پر قائم اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرتے رہے۔ پھر شیطان مردود نے انہیں گمراہ کیا اور غیر اللہ کی عبادت کرنے لگے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَ مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۲۱۳ ﴾ (البقرة:۲۱۳)

''پہلے سبھی لوگ ایک دین پر قائم تھے (پھر مرورِ زمانہ کے ساتھ ان میں اختلاف ہوگیا) تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مبعوث کیا، جن کا کام لوگوں کو جنت کی خوشخبری دینا، اور عذابِ نار سے ڈرانا تھا، اور ان کے ساتھ برحق کتابیں نازل کیں، تاکہ اللہ لوگوں کے درمیان اُس بات میں فیصلہ کردے جس میں انہوں نے آپس میں

اختلاف کیا، اور اُس میں اختلاف ان لوگوں نے کیا جنہیں کتاب دی گئی تھی، اور کھلی نشانیاں آ جانے کے باوجود صرف باہم دشمنی اور عناد کی وجہ سے اختلاف کیا، تو اللہ نے اپنے فضل وکرم سے اہل ایمان کی اس مختلف فیہ بات میں حق کی طرف رہنمائی کی، اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی ہدایت دیتا ہے۔''

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسر قرآن سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول مروی ہے کہ:

((کَانَ بَیْنَ نُوحٍ وَّ آدَمَ عَشْرَۃُ قُرُوْنٍ، کُلُّھُمْ عَلٰی شَرِیْعَۃٍ مِنَ الْحَقِّ، فَاخْتَلَفُوْا، فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیِّیْنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ.)) [1]

''آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان دس صدیوں کی مدت تھی۔ اس پوری مدت میں لوگ ایک ہی شریعت حقہ پر قائم رہے، پھر ان کے درمیان مرورِ زمانہ کے ساتھ اختلاف واقع ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو بشیر ونذیر بنا کر بھیجا۔''

سب سے پہلے انسان، سب سے پہلے نبی:

آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان ہونے کے ساتھ ساتھ سب سے پہلے نبی بھی تھے۔ چنانچہ سیّدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا: کہ اے اللہ کے رسول! کیا آدم علیہ السلام نبی تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((کَانَ آدَمُ نَبِیًّا مُکَلَّمًا کَانَ بَیْنَہُ وَبَیْنَ نُوحٍ عَشَرَۃَ قُرُوْنٍ وَکَانَتِ الرُّسُلُ ثَلَاثَمِائَۃٍ وَخَمْسَۃَ عَشَرَ.)) [1]

''ہاں! نبی تھے جو اللہ سے ہم کلام ہوئے۔ آدم اور نوح (علیہما السلام) کے درمیان دس صدیوں کی مدت تھی۔ اور تین سو پندرہ رسول تھے۔''

اس کے بعد اللہ تعالیٰ پے در پے انبیاء ورسل کو ان کی اقوام کی طرف بھیجتا رہا۔

---

[1] مستدرك حاکم: ۲/ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ تفسیر طبری: ۲/ ۱۹۴۔ سلسلة الصحیحة: ۷/ ۸۵۴۔ حاکم، ذہبی اور محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

[2] سلسلة الصحیحة، رقم: ۲۶٦۸۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّ جَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾﴾ (مؤمنون: ۴۴)

''پھر ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے، جب بھی کسی جماعت کے پاس اس کا رسول آیا، انہوں نے اسے جھٹلایا، تو ہم بھی انہیں یکے بعد دیگرے ہلاک کرتے گئے اور اُنہیں کہانیاں بناتے گئے، پس ایمان نہ لانے والوں سے دنیا پاک ہوتی گئی۔''

اولادِ آدم علیہ السلام میں سے پہلے رسول سیّدنا نوح علیہ السلام:

اولادِ آدم علیہ السلام میں سے پہلے رسول سیّدنا نوح علیہ السلام ہیں۔ صحیح بخاری کی حدیث شفاعت میں ہے۔ کہ لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آ کر کہیں گے کہ اے نوح! بیشک آپ زمین والوں کی طرف اللہ کے سب سے پہلے رسول ہیں۔ [1]

علامہ سندھی رقمطراز ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ نوح علیہ السلام سب سے پہلے رسول ہیں جو کفار کو ایمان کی دعوت دینے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ ان سے پہلے آدم وشیث وادریس علیہم السلام کفار کی طرف نہیں بلکہ مومنوں کو شریعت سکھانے کے لیے بھیجے گئے تھے کیونکہ نوح علیہ السلام سے پہلے کفر کا وجود نہ تھا۔ [2]

اور علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے ایک اور اشکال کا ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں: کہ سیّدنا نوح علیہ السلام زمین والوں کی طرف سب سے پہلے رسول ہیں، تو یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت والی حدیث سے متعارض ہے جس میں آیا ہے کہ مجھ سے پہلے انبیاء صرف اپنی قوموں کی طرف بھیجے جاتے تھے۔ اور میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ پھر ازالۂ تعارض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نوح علیہ السلام تو اپنی قوم ہی کی طرف مبعوث تھے۔ آپ کی اصل بعثت میں عموم نہیں تھا۔ البتہ یہ ہوا کہ طوفان نوح میں ہلاک ہونے کے بعد پوری دنیا میں جو لوگ باقی رہ گئے تھے ان کی قوم ہی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، رقم: ۳۳۴۰.

[2] شرح سنن ابن ماجہ: ۵۲۵/۴.

کے باقی ماندہ لوگ تھے۔ (تحفۃ الاحوذی: ۳/۲۹۷)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖۤ ۫ اِنِّیۡ لَکُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۲۵﴾ ﴾ (ھود: ۲۵)

''اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا (انہوں نے ان سے کہا کہ) میں تو تمہیں اللہ کے عذاب سے کھل کر ڈرانے والا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی ہدایت کے لیے سیّدنا ہود علیہ السلام کو مبعوث کیا تھا، جو انہی میں سے تھے۔ یہ لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ سیّدنا ہود علیہ السلام نے ان سے کہا: اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو جس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور تم جو اسے چھوڑ کر بتوں کی پرستش کرتے ہو تو یہ بہت بڑی افترا پردازی ہے، اس لیے کہ اللہ نے تمہیں کبھی نہیں کہا کہ اس کے بجائے اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں کی عبادت کرو۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاہُمۡ ہُوۡدًا ؕ قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ ؕ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا مُفۡتَرُوۡنَ ﴿۵۰﴾ ﴾ (ھود: ۵۰)

''اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا، انہوں نے کہا، اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، تم لوگ اللہ پر صرف افترا پردازی کرتے ہو۔''

مدائن حجر جو تبوک اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع تھا۔ صالح علیہ السلام ہود علیہ السلام کے سو سال کے بعد وہاں مبعوث ہوئے۔ انہوں نے بھی اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم لوگ صرف اللہ کی عبادت کرو جس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور تمہیں زمین میں آباد کیا، اور اسے آباد رکھنے کی تمہارے اندر صلاحیت ودیعت کی اس لیے تم لوگ شرک سے توبہ کرو اور اللہ کی طرف رجوع کرو، اللہ بڑا ہی قریب ہے اور اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِلٰی ثَمُوۡدَ اَخَاہُمۡ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ

غَيْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ۝۶۱﴾ (ھود: ۶۱)

''اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، انہوں نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، اور اس میں تمہیں آباد کیا، تو تم اس سے مغفرت طلب کرو، پھر اس کی جناب میں توبہ کرو، بے شک میرا ربّ قریب ہے اور دُعا قبول کرتا ہے۔''

اہل مدین کی طرف شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ۝۸۴ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝۸۵ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝۸۶﴾ (ہود: ۸۴-۸۶)

''اہل مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا، انہوں نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، اور ناپ تول میں کمی نہ کرو، میں تمہیں خوشحال دیکھ رہا ہوں، اور بے شک میں تمہارے بارے میں ایسے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں جو ہر چیز کو اپنے احاطے میں لے لے گا۔ اور اے میری قوم! تم عدل وانصاف کے ساتھ ناپ تول پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو، اور زمین میں فساد پھیلانے والے بن کر نہ رہو۔ اگر تم مومن ہو تو اللہ کا دیا جو حلال مال بچ جائے، وہ تمہارے لیے بہتر ہے، اور میں تم لوگوں کا نگہبان نہیں ہوں۔''

اسی طرح انبیاء ورسل علیہم السلام اللہ تعالیٰ یکے بعد دیگرے خاص اقوام کی طرف بھیجتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ كَمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ

وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۚ﴿۱۶۳﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۚ﴿۱۶۴﴾﴾ (النسآء:۱۶۳ـ۱۶۴)

”بے شک ہم نے آپ پر وحی اتاری ہے، جیسے نوح اوران کے بعد کے دوسرے انبیاء پر اُتاری تھی، اور جیسے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان پر وحی اتاری تھی، اور ہم نے داود کو زبور دیا تھا۔ اور ہم نے ایسے رسول بھیجے جن کے حالات ہم نے اس کے قبل آپ کو (بذریعہ وحی) بتا دیئے ہیں، اور ایسے بھی رسول بھیجے جن کے حالات ہم نے آپ کو نہیں بتائے ہیں، اور اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان پچیس انبیاء کے نام ذکر کیے ہیں، جن کے نام اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کیے ہیں، اکثر وبیشتر انبیاء کے نام معلوم نہیں ہیں۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے جن انبیاء کا نام لے کر ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہیں:

آدم، ادریس، نوح، ہود، صالح، ابراہیم، لوط، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، ایوب، شعیب، موسیٰ، ہارون، یونس، داود، سلیمان، الیاس، الیسع، زکریا، یحییٰ اور عیسیٰ علیہم السلام۔

اسی طرح بہت سے مفسرین کے نزدیک ذوالکفل بھی نبی ہیں۔ سلسلۂ نبوت ورسالت ہمارے آخری پیغمبر سیّد الانبیاء والمرسلین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾﴾ (الأحزاب:۴۰)

”محمد تم لوگوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، وہ تو اللہ کے رسول اور انبیاء کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔“ (تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۲۹، بتعدیل)

یہ آیت کریمہ نص صریح ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور جب کوئی نبی نہیں تو پھر بدرجۂ اولیٰ کوئی رسول بھی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ رسالت کا مقام نبوت سے اعلیٰ ہے کیونکہ ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔

بعثت انبیاء کا مقصد:

اللہ تعالیٰ نے انبیاء اس لیے مبعوث کیے تاکہ وہ ایمان والوں کو جنت کی خوشخبری دیں اور کافر کو عذابِ نار سے ڈرائیں، تاکہ قیامت کے دن انسانوں کے پاس اللہ کے سامنے احتجاج کرنے کے لیے کوئی بہانا باقی نہ رہے، کہ اے اللہ! تو نے ہماری ہدایت کے لیے رسول کیوں نہیں بھیجے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۱۶۵ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝۱۶۶﴾ (النسآء: ۱۶۵۔۱۶۶)

''ہم نے ایسے انبیاء بھیجے جو جنت کی خوشخبری دینے والے اور جہنم سے ڈرانے والے تھے، تاکہ رسولوں کی بعثت کے بعد، لوگوں کے پاس اللہ کے خلاف کوئی حجت نہ باقی رہے، اور اللہ بڑا زبردست اور بڑی حکمتوں والا ہے۔ (یہ کفار نہیں مانتے تو نہ مانیں) لیکن اللہ اس وحی کی شہادت دیتا ہے جو اس نے آپ پر اُتاری ہے، اس نے اسے اپنے علم کے مطابق اُتارا ہے، اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں، اور اللہ بحیثیت گواہ کافی ہے۔''

صحیحین میں سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عزوجل سے زیادہ کسی کو (بندوں کا) معافی مانگنا پسند نہیں۔''[1]

اس لیے اس نے جنت کی خوشخبری دینے اور جہنم سے ڈرانے کے لیے انبیاء مبعوث کیے، تاکہ لوگ انبیاء کی تعلیمات کو اپنا کر، اور اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر اللہ کی رضا کے حقدار بن جائیں۔

---

[1] صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، رقم: ۶۹۹۱ و ۶۹۹۴۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۴۶۳۴۔

باب نمبر ۲:

دین اسلام میں توحید کی اہمیت

توحید کا معنی ومفہوم:

توحید کا مادہ ''وحد'' ہے اور اس کے مصادر ''وحدًا''، ''وحدةً''، ''حِدَةً'' اور ''وُحُودًا'' آتے ہیں۔

توحید کا لغوی معنی ومفہوم ہے: ''اپنی ذات میں ایک ہونا، منفرد ہونا، یکتا ہونا، اکیلا ہونا۔ اور جو ہستی اپنی ذات میں ایک ہو، منفرد ہو، یکتا ہو، اُسے ''وَحِید''، ''وَحُدٌ'' یا ''وَحِد'' کہتے ہیں۔

اصطلاحِ شرع میں ''توحید'' یہ ہے کہ اللہ کو اس کی ذات اور صفات میں یکتا وتنہا مان کر اُس کی عبادت کرنا (کسی اور کو اُس کی صفات الوہیت اور عبادت میں شریک نہ ٹھہرانا۔)

المغنی المرید: ۱/۱۳

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں توحید کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''توحید کے چار بنیادی اور اساسی عقیدے ہیں:

۱: واجب الوجود اور ازلی اور ابدی صرف اللہ کی ذات ہے۔

۲: عرش، آسمانوں، زمین اور تمام جواہر کا خالق اللہ ہے۔ ان دو عقیدوں سے نہ مشرکین عرب نے اور یہود ونصاریٰ نے اختلاف نہیں کیا۔

۳: آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کا مدبر، متصرف اور منتظم صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

۴: عبادت اور پرستش کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ان آخری دو عقیدوں میں باہمی تلازم ہے اور ان دونوں عقیدوں میں بہت سے گروہوں نے اختلاف کیا ہے۔ [1]

توحید کی ضرورت:

ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کی صحیح تعلیم وتربیت کے ذریعے نشوونما کرے تاکہ بچہ جب بڑا ہو تو عقیدۂ توحید پر گامزن ہو اور دین اسلام کا سچا پیروکار بنے۔ اپنے مسائل کا حل اسی دین اسلام میں تلاش کرے۔ کیونکہ یہی اللہ کا وہ سچا اور مکمل دین ہے جس میں کوئی کجی نہیں، کوئی کمی نہیں۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ وہ اس صحیح، سچے اور مکمل دین کو چھوڑ کر ادیانِ باطلہ کے پیروکار بن کر ضلالت وگمراہی کے سمندروں میں غرقاب ہو گئے ہیں۔

توحید کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا عقیدہ ایمان کا جزوِ اعظم اور دین اسلام کا اصل الاصول ہے۔ عبادات ومعاملات اور اعمال واخلاق یعنی تمام اعمالِ صالحہ کی روح ہے، اگر توحید نہیں تو ایمان واسلام بھی نہیں، بغیر توحید کے تمام عبادات ومعاملات مردود، رائیگاں اور بے ثمر ہوں گے۔

یہ عقیدہ اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نشر واشاعت اور افہام وتفہیم کی خاطر ایک لاکھ سے زیادہ پیغمبر اور سینکڑوں کتب اور صحیفے نازل فرمائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ ﴾ (الأنبیاء:۲۵)

''اور ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھی بھیجا، اس پر یہی وحی نازل کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، لہٰذا تم سب میری ہی عبادت کرو۔''

سیّد الانبیا محمد رسول اللہ ﷺ پر چونکہ سلسلۂ نبوت ورسالت ختم کرنا تھا اس لیے آپ کی بعثت اور تنزیل قرآن سے سارے دین اسلام کی عموماً اور اسلام کے اس بنیادی عقیدے کی خصوصاً تکمیل فرما دی۔ قرآنِ مجید کا ۱/۳ حصہ اسی اہم مسئلہ توحید سے متعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ (الإخلاص:۱)

”اے نبی! کہہ دیجیے کہ اللہ ایک ہے۔“

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

❶ حجة الله البالغة، القسم الأول، باب التوحيد.

﴿ وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴾ (البقرة:١٦٣)

”اور تم سب کا معبود ایک اللہ ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔“

مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ اپنی ذات، اسماء وصفات اور افعال میں اکیلا ہے، کوئی اُس کا شریک نہیں، اس کے علاوہ کوئی خالق و مدبر نہیں۔ اس لیے عبادت کی تمام صورتیں صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔

اس آیت کریمہ میں توحید کی اجمالی دلیل بیان کرنے کے بعد اس سے اگلی آیت کریمہ میں تفصیلی دلائل کا ذکر فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ توحید کو دلائل عقل ونقل، آیاتِ آفاق والنفس اور نظائر وامثال سے فرمایا ہے یعنی انسان کو دعوت فکر دی ہے کہ ذرا ان نشانیوں میں غور تو کرو، کیا یہ اللہ کے وجود اور اس کے قادر مطلق ہونے کے دلائل نہیں ہیں؟

آسمان کی بلندی، اس کی وسعت و پنہائی، اس میں چاند، سورج اور ستاروں کی دنیا، زمین کی پستی، اس کا ہموار ہونا، اس کے پہاڑ، اس کے سمندر، اس کی آبادیاں، اور گوناں گوں نفع بخش چیزیں، دن اور رات کی باضابطہ گردش، گرمی، سردی، موسم کا اعتدال، لیل ونہار کا چھوٹا اور بڑا ہونا، کشتیوں اور جہازوں کا سمندروں میں انواع واقسام کے سامان لے کر چلنا، سمندروں اور ہواؤں کا اس کے لیے مسخر ہونا، آسمان سے بارش کا نزول، جس سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے، اور مختلف انواع واقسام کے نباتات اور کھانے کی چیزوں کی تخلیق، زمین میں مختلف الانواع جانور اور حضرت انسان کے لیے ان کی تسخیر، ہواؤں کا چلنا، ٹھنڈی، گرم، جنوبی، شمالی، شرقی اور غربی ہواؤں کا تنوع، اور بادلوں کا وجود جو بارش کا پانی اٹھا کر اللہ کے حکم سے دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچتے رہتے ہیں۔

یقیناً یہ ساری چیزیں اللہ کے وجود اور اس کی قدرت مطلقہ پر دلالت کرتی ہیں، اور ہر صاحب عقل وخرد کے لیے اللہ پر ایمان لانے کے لیے یہ نشانیاں کامل ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴾

(البقرہ: ۱۶۴)

''بے شک آسمان وزمین کی تخلیق، لیل ونہار کی گردش اور اُن کشتیوں میں جو سمندر میں لوگوں کے لیے نفع بخش سامان لے کر چلتی ہیں، اور اُس بارش میں جسے اللہ آسمان سے بھیجتا ہے، اور جس کے ذریعہ وہ مردہ زمین میں جان ڈالتا ہے، اور جس زمین پر اللہ نے تمام قسم کے جانوروں کو پھیلا دیا ہے، اور ہواؤں کے رخ بدلنے میں، اور اس بادل میں جسے اللہ آسمان وزمین کے درمیان مسخر کیے ہوتا ہے، اصحابِ عقل وخرد کے لیے بہت ساری نشانیاں ہیں۔''

سورۃ بنی اسرائیل کے ابتدا میں جہاں دین اسلام کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے، وہاں ابتدا ﴿ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ﴾ (بنی اسرائیل: ۲۲) ''اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو شریک نہ بناؤ'' سے کی گئی ہے، پھر احکاماتِ دینیہ کو بیان کرنے کے بعد آخر میں ارشاد فرمایا:

﴿ ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤى اِلَیْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ وَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ﴾

(بنی اسرائیل: ۳۹)

''یہ سب حکمت کی وہ باتیں ہیں جو آپ کے ربّ نے آپ کو بذریعہ وحی عطا کی ہیں، اور آپ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو شریک نہ ٹھہرایئے۔''

فائدہ:...... اس سے ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ دین کی ابتدا بھی کلمہ توحید ''لا

اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ‘‘ سے اور انتہا بھی توحید پر ہے۔

توحید کی اقسام:

توحید کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

1: توحید الوہیت

2: توحید ربوبیت

3: توحید الاسماء والصفات

اوّل۔ توحید الوہیت:

توحید الوہیت کا مطلب یہ ہے کہ جملہ عبادات میں اللہ تعالیٰ کو اکیلا مانا جائے، اور کسی طرح کی عبادت غیر اللہ لیے نہ کی جائے۔

یاد رہے کہ یہی وہ توحید ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو تخلیق کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالی شان ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاریات:56)

’’اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔‘‘

عبادت کے جملہ مراسم، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات، رکوع وسجود، نذر ونیاز، طواف واعتکاف، دعا وپکار، استعانت واستغاثہ، اطاعت وغلامی، فرمانبرداری اور پیروی صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔ ان چند میں سے کسی ایک میں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانا ’’شرك فی العبادۃ‘‘ یا ’’شرك فی الالوھیة‘‘ کہلائے گا۔

پس شرک کی تعریف یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی غیر کی بھی کس طرح کی پرستش کی جائے۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((اَلْمُشْرِكُ الَّذِیْ عَبَدَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا آخَرَ)) [1]

’’مشرک وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی غیر کی بھی کسی طرح کی عبادت کرے۔‘‘

دوم۔توحیدِ ربوبیت:

توحیدِ ربوبیت یہ ہے کہ اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق، رازق، زندہ کرنے

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الرعد.

والا، موت دینے والا ہے، اور وہی سارے جہاں کا کارساز ہے جس کی آسمانوں اور زمین میں حکومت ہے، اور اس قسم کی توحید کا اقرار واعتراف اس فطرت کا تقاضا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو پیدا فرمایا ہے، حتی کہ مشرکین جن کے درمیان رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے، وہ بھی اس کا اقرار کرتے تھے اور اس کے منکر نہ تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿ (یونس: ۳۱)

''یعنی آپ پوچھئے کہ تمہیں آسمان اور زمین سے روزی کون پہنچاتا ہے، یا کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے، اور کون زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، اور کون تمام اُمور کی دیکھ بھال کرتا ہے، وہ جواب میں یہی کہیں گے کہ اللہ۔ تو آپ کہئے کہ پھر تم لوگ شرک سے کیوں نہیں بچتے ہو۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴾ (الزخرف: ۹)

''اور اگر آپ ان مشرکین سے پوچھیں کہ آسمان وزمین کس نے بنائے ہیں، تو ضرور کہیں گے، ان کو غالب جاننے والے نے پیدا کیا ہے۔''

مگر دہریے اور کیمونسٹ اور جن کا بھی ذہن ان کی تعلیمات سے آلودہ ہے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انسان اور یہ کائنات اور اس میں موجودہ سب چیزیں خود بخود پیدا ہوگئی ہیں، نیچر ہی ان کا خالق ہے، لیکن وہ اس پر عقل سلیم کو آمادہ نہ کر سکے، اور علت العلل کے نام سے الٰہی صفات کو

انہیں تسلیم کرنا پڑا۔

ہندومت میں تصورِ خدا:

گیتا میں ایک مقام پر لکھا ہے:

''وہ بھگوان پیدا ہی نہیں ہوا وہ امر ہے اور وہ ساری کائنات کا مالک ہے۔''[1]

اُپنشد بھی ہندوؤں کے مقدس منابع میں شمار ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک اشلوک ملاحظہ فرمایئے:

''وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔''[2]

ہندومت کی مذہبی کتابوں میں سے وید سب سے زیادہ مقدس سمجھے جاتے ہیں۔ اہم وید چار ہیں:

۱۔ رگ وید۔ ۲۔ یجر وید۔ ۳۔ سام وید۔ ۴۔ اتھر وید

یجر وید میں ایک جگہ درج ہے:

''اس کا کوئی عکس کوئی تمثال نہیں ہے۔ اس کی شان بلاشبہ بلند ہے، ہر درخشندہ وتابندہ شے اسی کے دم سے باقی ہے جیسے سورج وغیرہ۔ وہ مجھے دکھی نہ کرے۔ یہی میری دعا ہے۔ چونکہ وہ نازائیدہ (اَن جنا) ہے اس لیے وہ ہماری پرستش کے لائق ہے۔''[3]

اتھر وید میں ہے:

''یقیناً خدا عظیم ہے۔''[4]

سکھ مذہب میں تصورِ خدا:

کوئی بھی سکھ اپنے مذہب کے مطابق خدا کی بہترین تعریف ''مول منتر'' (سکھ مذہب کے بنیادی عقائد کا مجموعہ) کے حوالے سے ہی کرسکتا ہے جو گروگرنتھ صاحب کے آغاز میں موجود ہے جو کہ گروگرنتھ صاحب کی پہلی جلد کا پہلا منتر ہے جو ''جاپوجی'' کہلاتا ہے:

''ایک ہی خدا وجود رکھتا ہے وہی حقیقی خالق ہے جو خوف اور نفرت سے آزاد ہے وہ

نازائیدہ اور لازوال ہے وہ قائم بالذات (جو خود سے ہو) عظیم اور رحیم ہے۔''

❶ بھگوت گیتا، باب ۱۰، اشلوک ۳۔ ❷ چھنڈو گیا اُپنشد باب ۶، حصہ ۲، اشلوک ۱۔
❸ یجر از دیوی چند ایم اے صفحہ: ۳۷۷ ❹ اتھروید، کتاب ۲۰، باب ۵۸، اشلوک ۳

زرتشتی مذہب میں تصورِ خدا:

زرتشتی مذہب میں خدا کو ''اہورا مزدا'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ''اہورا'' کا مطلب ''آقا اور خداوند'' کے ہیں اور ''مزدا'' کے معانی دانائے بزرگ اور دانائے کل کے ہیں۔ پس ''اہورا مزدا'' کے معنی ''خدائے علیم وخبیر'' کے ہیں۔ ''اہورا مزدا'' ہو بہو وحدہ لاشریک خدا کی ترجمانی کرتا ہے۔

دساتیر ❶ کے مطابق خدا کی صفات:

۱: وہ ایک ہے۔

۲: کوئی اُس جیسا نہیں۔

۳: وہ ابتدا اور انتہا کی حدود سے باہر ہے۔

۴: اس کے ماں باپ ہیں نہ بیوی بچے۔

۵: وہ جسم اور صورت سے ماورا ہے۔

۶: آنکھیں اُسے دیکھتی ہیں نہ خیال اسے تصور میں لاسکتا ہے۔

۷: وہ تمہارے ہر تصور اور تخیل سے بالاتر ہے۔

۸: وہ تمہاری ذات سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہے۔ ❷

ہم نے سامی مذاہب سے ہٹ کر غیر سامی مذاہب میں سے تصور الٰہ العالمین کا تجزیہ پیش کیا ہے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس قسم کی توحید کا انکار کم ہی لوگوں نے کیا ہے، اور وہ بھی تکبر وعناد کی وجہ سے ظاہری طور پر کیا ہے، ورنہ دل سے وہ بھی اس کا اعتراف کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

❶ دساتیر لگ بھگ سولہ کتابوں کے مجموعے کا نام ہے جسے آذر کیوان کے پیروکاروں نے عہد صفویہ میں تالیف کیا۔ آذر

کیوان زرتشت مذہب کے بڑے عالموں میں سے تھا جس نے اپنے مریدوں کے ایک گروہ کے ساتھ ہندوستان آ کر ایک مذہبی فرقے کی بنیاد ڈالی جو زرتشتی مذہب، اسلام، ہندومت اور عیسائیت کا امتزاج ہے۔ دساتیر میں آذر کیوان فرقے کے عقائد درج ہیں۔

❷ بحوالہ: مجھے ہے حکم اذاں۔ از ڈاکٹر ذاکر نائیک۔

عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾ (النمل: ۱۴)

''اور ان نشانیوں کا انہوں نے ظلم وسرکشی کی وجہ سے انکار کر دیا، حالانکہ ان کا باطن ان کی صداقت کا یقین کر چکا تھا۔ پس آپ دیکھیں کہ فسادیوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔''

سوم۔ توحید اسما وصفات:

توحید اسما وصفات یہ ہے کہ قرآن وسنت سے ثابت شدہ تمام صفاتِ الٰہیہ پر ایمان لایا جائے اور انہیں بلا تکییف وتمثیل اور بلا تحریف وتعطیل مانا جائے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ﴾ (الاعراف: ۱۸۰)

''اور اللہ کے بہت ہی اچھے نام ہیں، پس تم لوگ اسے انہی ناموں کے ذریعہ پکارو۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴾

(بنی اسرائیل: ۱۱۰)

''آپ کہہ دیجیے! کہ تم لوگ اللہ کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، جس نام سے چاہو اُسے پکارو، تمام بہترین نام اسی کے لیے ہیں۔''

نیز فرمایا:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴾ (الشوریٰ: ۱۱)

''کوئی چیز اُس کے مانند نہیں اور وہ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔''

﴿ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ﴾ (النحل: ۷۴)

''پس تم اللہ کے لیے مثال بیان نہ کرو۔''

اسما وصفات کے متعلق چند اہم اصول وقواعد

پہلا اصل:

اللہ تعالیٰ کے اسما وصفات کے متعلق وارد نصوص کتاب وسنت کو ان کی ظاہری دلالت پر باقی رکھا جائے۔ ان میں کسی قسم کا تغیر اور تبدیلی کی جسارت نہ کی جائے۔ کیونکہ معنی ظاہر کو تبدیل کرنا، اللہ تعالیٰ پر بلا علم بات کرنے کے مترادف ہے، جو کہ شرعی طور پر حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلۡ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الۡفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ وَالۡاِثۡمَ وَالۡبَغۡیَ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ وَاَنۡ تُشۡرِكُوۡا بِاللّٰهِ مَا لَمۡ یُنَزِّلۡ بِهٖ سُلۡطٰنًا وَّاَنۡ تَقُوۡلُوۡا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ﴾ (الاعراف:۳۳)

''آپ کہیے کہ میرے ربّ نے تمام ظاہر و پوشیدہ بدکاریوں کو، اور گناہ اور ناحق سرکشی کو حرام کر دیا ہے، اور یہ بھی حرام کر دیا ہے کہ تم لوگ اللہ کا شریک ایسی چیزوں کو ٹھہراؤ جن کی عبادت کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری ہے، اور یہ بھی کہ تم اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کرو جن کا تمہیں علم نہیں۔''

دوسرا اصل:

اس اصل کے تحت چند فروعات ہیں جن کے بیان سے پورا قاعدہ سمجھ آ جائے گا۔

پہلی فرع: اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء غایت درجہ اچھے اور پیارے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلِ ادۡعُوا اللّٰهَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ اَیًّا مَّا تَدۡعُوۡا فَلَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی﴾

(بنی اسرائیل:۱۱۰)

''آپ کہہ دیجیے کہ تم لوگ اللہ کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، جس نام سے

چاہو اسے پکارو، تمام بہترین اور اچھے نام اسی کے لیے ہیں۔''

دوسری فرع: اللہ تعالیٰ کے اسماء کسی معین عدد میں محصور نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا﴾ (الکھف: ۱۰۹)

''آپ کہیے کہ میرے ربّ کے کلمات لکھنے کے لیے سارا سمندر روشنائی بن جائے، تو میرے ربّ کے کلمات ختم ہونے سے پہلے سمندر خشک ہو جائے گا، چاہے مدد کے لیے ہم اسی جیسا اور سمندر لے آئیں۔''

تیسری فرع: اللہ تعالیٰ کے تمام اسمائے حسنیٰ توقیفی ہیں، یعنی ان کا اثبات محض قرآن وحدیث کی دلیل پر موقوف ہے، لہٰذا اس سلسلہ میں نص شرعی پر ہی اکتفا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ (بنی اسرائیل: ۳۶)

''اور جس بات کا آپ کو علم نہ ہو اس کے پیچھے مت لگیے۔''

چوتھی فرع: اللہ تعالیٰ کے بعض اسماء متعدی ہوتے ہیں اور بعض غیر متعدی۔

ا۔ متعدی اسما:

متعدی اسماء کے متعلق درج ذیل تین چیزوں کا اثبات ضروری ہے۔

۱: اللہ تعالیٰ کا ہر نام اُس کی ذات پر دلالت ہے۔

۲: اور اللہ تعالیٰ کا ہر نام اس صفت پر دلالت کرتا ہے جو اس کے نام کے ضمن میں موجود ہے۔

۳: اللہ تعالیٰ کے اس نام کا اثر اس کی مخلوق پر تعدی کرتا ہے۔ مثلاً صفت ''الرحمٰن'' ہے، یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ اپنے جس بندے پر چاہے رحمت کا نزول فرماتا ہے۔

۲۔ غیر متعدی اسما:

غیر متعدی اسما میں مذکورہ تین چیزوں میں سے صرف پہلی دو کا اثبات کیا جائے گا، آخری کا نہیں، مثلاً: السیّد اسما اللہ میں سے ہے، لیکن یہ اسم مخلوق کی طرف متعدی نہیں ہے۔ اس کا تعلق

محض ذاتِ باری تعالیٰ سے ہے۔

تیسرا اصل:

اس قاعدہ اور اصل کو سمجھنے کے لیے چند فروعات کا مفہوم انتہائی ضروری ہے۔

پہلی فرع: اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کمال اور مدح پر مشتمل ہیں، ان میں کسی قسم کا کوئی عیب اور نقص نہیں ہے۔ مثلاً: صفت ''الحیاۃ''، ''العلم''، ''القدرۃ'' وغیرہ ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ﴾ (النحل: ٦٠)

''اور اللہ کے لیے سب سے عمدہ اور اعلیٰ صفت ہے۔''

دوسری فرع: اللہ تعالیٰ کی صفات دو قسموں پر ہیں: (۱) ثبوتیہ۔ (۲) سلبیہ۔

۱۔ صفاتِ ثبوتیہ:

اللہ تعالیٰ کی وہ صفات جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے ثابت فرمایا ہے، صفاتِ ثبوتیہ کہلاتی ہیں۔ مثلاً: صفت ''الحیاۃ''، ''العلم''، ''النزول''، ''الوجہ'' وغیرہ۔

پس ان صفات کو اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنا انتہائی ضروری ہے، کما یلیق بجلالہ۔ شانہ

۲۔ صفاتِ سلبیہ:

صفاتِ سلبیہ، وہ صفات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے نفی کر دی ہے۔ ان صفات کی اللہ تعالیٰ کی ذات سے نفی کرنا اور ان کی ضد پر جرائم اس ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے ثابت تسلیم کرنا انتہائی ضروری ہے، مثلاً: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ ﴾ (الفرقان: ۵۸)

''اور آپ ہمیشہ زندہ رہنے والے پر بھروسہ کیجیے، جسے موت نہیں آئے گی۔''

اب ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے موت کی نفی کی جائے، اور اس کے ساتھ ساتھ موت کی ضد صفت ''حیاۃ'' کو اللہ تعالیٰ کے لیے بدرجہ اتم ثابت و تسلیم کیا جائے۔

تیسری فرع: صفاتِ ثبوتیہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) ذاتیہ۔ (۲) مغلیہ۔

۱۔صفاتِ ذاتیہ:

صفاتِ ذاتیہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ صفات ہیں جن سے وہ ہمیشہ سے ہمیشہ کے لیے متصف ہے، کبھی انقطاع نہیں آیا، جیسے صفت ''سمع'' اور ''بصر'' وغیرہ۔

۲۔صفاتِ فعلیہ:

صفاتِ فعلیہ سے مراد وہ صفات ہیں، جن کا صدور اس کے ارادے پر موقوف ہے، چاہے تو وہ فعل انجام دے اور چاہے تو نہ دے۔ مثلاً صفت ''المجیٔ'' اور ''الکلام'' وغیرہ۔

چوتھی فرع: ان صفات کے متعلق تین بنیادی اصولوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

۱: اللہ تعالیٰ تمام صفات حقیقی ہیں، ان کی تاویل جائز نہیں۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ کے لیے صفت ''ید'' ثابت ہے، تو اس کو حقیقت پر محمول کیا جائے گا، اس کی تاویل ''قدرت'' کے معنی میں کرنا درست نہیں۔

۲: اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کی تکییف (کیفیت بیان کرنا) جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَلَا تَضۡرِبُوۡا لِلّٰهِ الۡاَمۡثَالَ﴾ (النحل:۷۴)

''پس تم لوگ اللہ کے لیے مثالیں نہ بیان کرو۔''

۳: اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ، مخلوقات کی صفات کے مشابہ اور مماثل نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ‌ ۚ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ﴾ (الشوریٰ:۱۱)

''کوئی چیز اس کے مانند نہیں، اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔''

تمثیل اور تکییف میں فرق:

تمثیل: سے مراد یہ ہے کہ کسی صفت کی اس کے مماثل کے ساتھ مقید کر کے کیفیت بیان کی جائے، مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ اللہ کا ہاتھ انسان کے ہاتھ جیسا ہے۔

تکییف: کا معنی یہ ہے کہ کسی صفت کی اس کے مماثل سے مقید کیے بغیر کیفیت بیان کی

جائے، مثلاً کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے نزول الی سما الدنیا کی بغیر تشبیہ و تمثیل کے، کسی معین کیفیت کا تخیل کرے۔

تمثیل اور تکییف کا حکم:

تمثیل اور تکییف باطل و ناجائز ہے۔ امام مالک، سفیان بن عیینہ اور عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ فرماتے ہیں: ''أَمِرُّوْهَا بِلَا كَيْفٍ''

''ان صفات کی کیفیت بیان کیے بغیر بیان کرو۔''

یہی وجہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى'' کا کیا معنی ہے؟ تو آپ نے جواباً فرمایا:

((اَلْاِسْتِوَاءُ مَعْلُوْمٌ وَالْكَيْفِيَّةُ مَجْهُوْلٌ وَالْاِيْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ)) [1]

''استوا معلوم ہے، اس کی کیفیت نامعلوم ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔''

عقیدہ طحاویہ میں عرش کے متعلق مرقوم ہے:

((وَالْعَرْشُ وَالْكُرْسِيُّ حَقٌّ، وَهُوَ مُسْتَغْنٍ عَنِ الْعَرْشِ وَمَا دُوْنَهٗ مُحِيْطٌ بِكُلِّ شَيْءٍ وَفَوْقَهٗ.)) [2]

''عرش اور کرسی کا وجود حق ہے، اللہ تعالیٰ عرش اور اس کے علاوہ ہر چیز سے بے نیاز ہے، ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر چیز کے اوپر ہے۔''

شیخ الحنفیۃ ابوالیسر بزدوی رقمطراز ہیں:

''ہاتھ اور چہرے کا اثبات ہمارے نزدیک حق ہے، اس کی اصل واضح ہے۔ وصف اور کیفیت غیر واضح ہے۔ معتزلہ نے کیفیت کو جہالت کی بنا پر اصل کو قبول نہ کیا، اور ان صفات کی تعطیل کر کے معطلہ ہو گئے۔'' [3]

---

[1] سیر أعلام النبلا: ۸/ ۱۰۰، ۱۰۶

[2] عقیدہ طحاویہ، ص: ۵۶، طبعۃ المکتب الاسلامی.

[3] شرح الفقہ الاکبر للقاری، ص: ۹۳

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں:

((لَا یَجُوْزُ وَصْفُهُ بِاَنَّهُ فِیْ کُلِّ مَکَانٍ بَلْ یُقَالُ: اِنَّهُ فِی السَّمَآءِ عَلَى الْعَرْشِ کَمَا قَالَ: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰی))

''اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ کہنا کہ ہر جگہ ہے، جائز نہیں۔ بلکہ یہ کہا جائے کہ وہ آسمان میں عرش پر ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کہ رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔''

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((اِنَّ الْغَضَبَ وَالرِّضٰى الَّذِیْ یُوْصَفُ اللهُ بِهٖ مُخَالِفٌ لِمَا یُوْصَفُ بِهِ الْعَبْدُ وَاِنْ کَانَ کُلٌّ مِنْهُمَا حَقِیْقَةً، فَاِنَّ صَرْفَ الْقُرْآنِ عَنْ ظَاهِرِهٖ وَحَقِیْقَتِهٖ بِغَیْرِ مُوْجِبٍ حَرَامٌ.)) [1]

''اللہ تعالیٰ کی صفت غصہ اور راضی ہونا، بندے کے غصہ اور راضی ہونے کے مخالف ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کیونکہ قرآن مجید کو اس کے ظاہری اور حقیقی معنی سے بغیر کسی دلیل کے پھیرنا حرام ہے۔''

عبداللہ بن ابی الھذیل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا، کہ کیا آپ کو یہ علم پہنچا کہ جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لَا بَلْ یَضْحَكُ'' ''نہیں بلکہ اللہ ربّ العزت ہنستا ہے۔'' [2]

امام زہری اور مکحول کہتے ہیں کہ جن احادیث میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر ہے، اُن کو اُسی طرح قبول کرو۔ [3]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے:

((وَنُقِرُّ بِاَنَّ اللهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّکُوْنَ لَهٗ

---

[1] شرح الفقه الاکبر، ص: ۹۶
[2] الإبانة: ۳/۱۱۱.
[3] شرح أصول إعتقاد أهل السنة والجماعة للالکائی: ۳/۴۳۱.

حَاجَةٍ وَاسْتَقَرَّ عَلَيْهِ وَهُوَ حَافِظُ الْعَرْشِ وَغَيْرِ الْعَرْشِ مِنْ غَيْرِ احْتِيَاجٍ)) [1]

''اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عرش پر اس کے محتاج ہونے کے بغیر مستوی اور مستقر ہے، اور وہی عرش اور غیر عرش کا بغیر احتیاج وضرورت کے محافظ بھی ہے۔

چوتھا اصل:

گمراہ فرقوں معطّلہ اور مؤوّلہ وغیرہ پر ردّ کا طریقہ۔

ان لوگوں پر ردّ کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے کہا جائے۔

۱: تمہارا یہ قول ظاہر نصوص کے خلاف ہے۔

۲: طریقہ سلف کے خلاف ہے۔

۳: اور تمہارے مذہب کی صحیح دلیل سے تائید بھی نہیں ہوتی۔

۴: اور ابوالحسن اشعری، جن کی طرف یہ عقیدہ منسوب کیا جاتا ہے، وہ خود اس عقیدے سے رجوع کر کے سلف صحابہ اور تابعین وائمہ کرام کے عقیدے کے معتقد ہو گئے تھے۔

توحید کی شروط

توحید کی سات شروط ہیں کہ جن کی عدم موجودگی میں توحید کا وجود نہیں ہوگا۔ بعض اہل علم نے ان شروطِ سبعہ کو ایک شعر میں جمع کر دیا ہے:

عِلْمٌ يَقِيْنٌ وَإِخْلَاصٌ وَ صِدْقُكَ مَعَ
مَحَبَّةٍ وَ إِنْقِيَادٍ وَالْقُبُوْلُ لَهَا

سطور ذیل میں ان کو مختصراً مگر جامع انداز میں بیان کر دیا جاتا ہے:

۱۔ علم:

توحید باری تعالیٰ کی گواہی دینے والے شخص کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ وہ اس بات

---

[1] إيضاح الدليل فى حجج أهل التأويل: ۱/ ۷۹۔ خلاصة علم الكلام: ۱/ ۹.

سے اچھی طرح واقف ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں، ہر قسم کی عبادت کے لائق وہی ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (محمد:۱۹)

''پس اے میرے نبی! آپ جان لیجئے کہ بے شک اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے۔''

اس آیت کریمہ کو دلیل بناتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کتاب العلم میں باب قائم کیا ہے: ''بَابٌ: اَلْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ'' ...... ''اس بات کا بیان کہ علم کا درجہ قول وعمل سے پہلے ہے۔''

اور سورۃ ابراہیم میں بھی لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اللہ عزوجل کی وحدانیت کا علم حاصل کریں، کیونکہ علم، توحید کے لیے ایسی شرط ہے جس سے انسان کا یقین محکم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝﴾ (ابراهيم:۵۲)

''یہ لوگوں کے لیے اللہ کا پیغام ہے، اور تاکہ انہیں اس کے ذریعہ ڈرایا جائے، اور تاکہ وہ جان لیں کہ بے شک اللہ اکیلا معبود ہے، اور تاکہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔''

مزید برآں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ.)) [1]

''جو شخص اس حال میں مر گیا کہ وہ اس بات کا علم رکھتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو وہ آدمی جنت میں داخل ہوگا۔''

اس حدیث نبوی علی صاحبہا التحیۃ والسلام سے بھی قطعیت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ توحید کے لیے ''علم'' کی شرط انتہائی ضروری ہے۔

---

[1] مسند احمد: ۵/ ۲۲۹۔ صحیح ابن حبان: ۱/ ۳۶۹۔ رقم: ۲۰۳۔ سلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۲۲۷۸۔

۲۔یقین:

توحید کا معنی ومفہوم جاننے کے بعد اس عقیدہ پر دل سے یقین رکھنا کہ ''تمام عبادات کے لائق محض ذاتِ باری تعالیٰ ہے'' اور اس میں ذرا بھی تردّد نہ کرنا توحید کی دوسری شرط ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝۱۵ ﴾

(الحجرات: ۱۵)

''یقینا مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر شک میں مبتلا نہیں ہوئے، اور اپنے مال ودولت اور اپنی جانوں کے ذریعے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی لوگ سچے ہیں۔''

سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْ نَفْسٍ تَمُوْتُ وَهِيَ تَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَرْجِعُ ذٰلِكَ اِلٰى قَلْبٍ مُؤْمِنٍ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا.)) [1]

''جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ یقین کے ساتھ گواہی دیتا تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور میں اللہ کا رسول ہوں تو اللہ اس کے گناہوں کو معاف کردے گا۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((اَلْيَقِيْنُ الْاِيْمَانُ كُلُّهُ.))

''یقین سارا ایمان ہے۔''

۳۔اخلاص:

توحید کی تیسری شرط اخلاص ہے، اخلاص کا مطلب یہ ہوگا کہ عبادت، دین خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، اس میں ریا، اور اغراض دنیا کا عمل دخل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] فتح الباری: ۱/۴۸.

﴿وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ ﴾ (البينة: ۵)

''اور انہیں صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے لیے عبادت کو خالص کر کے، یکسو ہو کر۔''

سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا فِيْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ.))

''جس شخص نے ''لا الہ الا اللہ'' کی شہادت اخلاص قلب سے دی، وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اصل الاسلام شہادتین ہے، پس جس نے عبادت میں نمود و نمائش کو طلب کیا، اس نے توحید کا یقین نہیں کیا۔''

۴۔صدق:

صدق کا مطلب یہ ہے کہ توحید کے مفاہیم و مطالب کو سمجھنے، یقین کرنے اور اخلاص پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ان اُمور میں صدق سے کام لے، مگر جو شخص محض زبان سے تو اقرار کرتا ہے لیکن ان اُمور میں صدق سے کام نہیں لیتا، تو وہ منافق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴾ (المنفقون: ۱)

''اے میرے نبی! جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں، ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ آپ بے شک اس کے رسول ہیں، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین بے شک جھوٹے ہیں۔''

یعنی منافقین زبان سے آپ کی رسالت کا اقرار کرتے تھے، لیکن ان کے دل آپ کی رسالت کی تصدیق نہیں کرتے تھے، یعنی اُن کا باطن اُن کے ظاہر کے خلاف تھا تو اُنہیں ان کے

[1] صحیح ابن حبان: ۱/ ۲۸۰، رقم: ۲۰۰۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۳۳۵۵

اقرار وشہادت میں جھوٹا قرار دیا گیا۔لہٰذا صدق وسچائی توحید میں امر لازم ہے۔اور وہ صدق ایسا ہو جو کذب کے سراسر منافی ہو۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝۳۳﴾ (الزمر: ۳۳)

''اور جو رسول سچی بات لے کر آیا، اور جن لوگوں نے اس بات کی تصدیق کی، وہی لوگ اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''الصدق'' سے مراد ''کلمہ توحید'' ہے۔[1]

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْ اَحَدٍ تَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلَ اللّٰهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ.))[2]

''جو شخص سچے دل سے اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔اللہ اس کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیتا ہے۔''

۵۔محبت:

جو شخص عقیدۂ توحید کا حامل ہو اسے چاہیے کہ وہ اس عقیدہ سے محبت کرے، کیونکہ توحید کی معرفت محبت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ﴾ (البقرۃ: ۱۶۵)

''اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں، اور اُن سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے ہونی چاہیے اور اہل ایمان اللہ سے بے حد محبت کرتے ہیں۔''

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۴۸۴۔الدر المنثور: ۷/ ۱۹۷۔تفسیر طبری: ۱۱/ ۴۔

[2] صحیح بخاری، کتاب العلم، رقم: ۱۲۸۔

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ وَمَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ، وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذَا أَنْقَذَهُ اللّٰهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ.)) [1]

''جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہوں گی وہ ایمان کا مزہ پا لے گا: ایک یہ کہ وہ شخص جسے اللہ اور اس کا رسول ماسوا سے زیادہ عزیز ہوں۔ اور دوسرے یہ کہ جو کسی بندے سے محض اللہ ہی کے لیے محبت کرے۔ اور تیسرے یہ کہ جسے اللہ نے کفر سے نجات دی ہو، پھر دوبارہ کفر اختیار کرنے کو ایسا بُرا جانے جیسے آگ میں گر جانے کو بُرا جانتا ہے۔''

یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو شخص اللہ کی حدود کا پاس نہ رکھے، وہ اللہ سے محبت کے دعوے میں قطعی سچا نہیں ہے۔'' [2]

ابو یعقوب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کوئی بھی شخص جو اللہ عزوجل سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے، لیکن اللہ کے احکامات بجا نہیں لاتا، تو اس کا دعویٰ باطل ہے، اور جو اللہ سے محبت کا دم بھرتا ہے لیکن اللہ سے نہیں ڈرتا تو وہ مغرور ہے۔'' [3]

۶۔ تابع داری:

تابع داری اور اطاعت شعاری توحید کی شروط میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ اَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾ (الزمر: ۵۴)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم: ۱۶۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۱۶۵.

[2] جامع العلوم والحکم، ص: ۳۹۷.

[3] جامع العلوم والحکم، ص: ۳۹۷۔ الحلیۃ: ۱/ ۳۵۶.

''اورتم سب اپنے رب کی طرف رجوع کرو، اور اُسی کی اطاعت و بندگی میں لگے رہو، اس سے قبل کہ تم پر عذاب نازل ہو جائے، پھر کسی کی جانب سے تمہاری مدد نہ کی جائے۔''

بلکہ اسلام درحقیقت اپنے جوارح کو اللہ کی توحید کے ساتھ اطاعت شعار بنانے کا نام ہے، اور یہ سب سے مضبوط سہارا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾ (لقمان: ۲۲)

''اور جس نے اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، درآنحالیکہ وہ نیکوکار ہو، تو اس نے مضبوط سہارا تھام لیا۔''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''اَلْعُرْوَةُ الْوُثْقٰى'' سے مراد ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کلمہ توحید ہے۔''[1]

۷۔ قبول کرنا:

کلمہ توحید ''لا الٰہ الا اللہ'' کے مطالب ومعانی کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ اسے قبول کرنا بھی توحید کی شرط لازم ہے، تکبر اور کینہ کی بنا پر یا تساہل کی وجہ سے عبادت کو ردّ نہ کیا جائے، وگرنہ قبول کی شرط مفقود ہو جائے گی، اور توحید ناقص ہوگی، اللہ تعالیٰ نے کفار کی یہی خرابی بیان فرمائی ہے کہ:

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۝﴾ (الصافات: ۳۵، ۳۶)

''اُن سے جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو کبر و غرور کا اظہار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کیا ہم ایک مجنون شاعر کی باتوں میں آ کر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔''

کلمہ توحید کو قبول کرنے والے شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کامیابی اور نجات کی بشارت دی

[1] تفسیر طبری: ۱۰/ ۲۱۹.

ہے، چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ قَبِلَ مِنِّیَ الْكَلِمَةَ الَّتِیْ عَرَضْتُهَا عَلَى عَمِّیْ فَرَدَّهَا عَلَیَّ ، فَهِیَ لَهُ نَجَاةٌ.)) ❶

''جس نے مجھ سے کلمہ ''توحید'' قبول کرلیا تو یہ کلمہ اس کی نجات کا ذریعہ بن جائے گا، اس کلمہ کو میں نے اپنے چچا پر بھی پیش کیا تھا، لیکن اس نے اسے ردّ کر دیا تھا۔''

---

❶ مسند احمد: ۱/۶، رقم: ۲۰۔ کشف الأستار: ۱/۹۔ مسند ابویعلی: ۱/۲۱، رقم: ۲۴۰. شیخ شعیب نے اسے شواہد کی بنا پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

باب نمبر ۳:

دین اسلام میں شرک کی مذمت

شرک کیا ہے؟

شرک توحید کی ضد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور عبادت میں کسی غیر کو حصہ دار سمجھنا شرک کہلاتا ہے۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ شرک کی حقیقت بیان کرتے ہیں کہ:

وَالشِّرْكَ فَاحْذَرْهُ فَشِرْكٌ ظَاهِرٌ
ذَالْقِسْمِ لَيْسَ بِقَابِلِ الْغُفْرَانِ
وَهُوَ اتِّخَاذُ النِّدِّ لِلرَّحْمٰنِ
اَيًّا كَانَ مِنْ حَجَرٍ وَّمِنْ اِنْسَانٍ
يُدْعَوْهُ اَوْيُرْجَوْهُ ثُمَّ يَخَافُهُ وَيُحِبُّهُ كَمَحَبَّةِ الدَّيَّانِ [1]

''شرک سے بچو، شرک کی ایک قسم ظاہر و باہر ہے، اور وہ بخشے جانے کے قابل نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرایا جائے خواہ پتھر ہو یا انسان۔ اسی طرح کہ مصیبت کے وقت اس کو مدد کے لیے پکارا جائے یا اس سے نفع پہنچانے کی امید کی جائے، یا غیبی طور پر ضرر پہنچانے کا خوف کیا جائے یا اس کے ساتھ اللہ کی طرح محبت کی جائے۔''

حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اَلشِّرْكُ هُوَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا ، أَوْ تَعْبُدَ مَعَهُ غَيْرَهُ مِنْ حَجَرٍ أَوْ بَشَرٍ، أَوْ شَمْسٍ،

[1] القصيدة النونية، ص: ۱۷۰، طبع هند سنة ۱۳۵٦ ھ.

أَوْ قَمَرٍ، أَوْ جِنِّيٍ، أَوْ نَجْمٍ، أَوْ مَلَكٍ، أَوْ شَيْخٍ أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ.)) [1]

''شرک یہ ہے کہ تو کسی کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے، یا اس کے عبادت کرنے کے ساتھ ساتھ تو کسی غیر مثلاً پتھر، انسان، سورج، چاند، نبی، جن، ستارے، فرشتے یا کسی شیخ کی عبادت کرنا شروع کر دے۔''

مفسر قرآن، سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((اَلْمُشْرِكُ الَّذِيْ عَبَدَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا غَيْرَهُ.)) [2]

''مشرک وہ ہے جو اللہ کے ساتھ دوسرے کسی معبود کی عبادت کرے۔''

شرک کے ثمرات

(۱) شرک سب سے بڑا ظلم ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴾ (لقمان:۱۳)

''بے شک شرک ظلم عظیم ہے۔''

صحیح بخاری میں سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾ ''جنھوں نے ایمان کو ظلم سے نہیں ملایا، وہی احسن اور راہِ راست پر ہیں۔'' اتری تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی مشکل آن پڑی اور انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یارسول اللہ! ہم میں سے وہ کون ہے جس نے ایمان کو ظلم سے نہیں ملایا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ظلم سے مراد عام گناہ نہیں، بلکہ ظلم سے مراد وہ ظلم ہے جو جناب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ بیٹے! ﴿ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴾ (لقمان:۱۳) ''شرک بہت بڑا ظلم ہے۔'' [3]

---

[1] تذکرۃ أولی الأبصار فی معرفۃ الکبائر، ص:۱۹. [2] صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، سورۃ الرعد.

[3] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم:۴۷۷۶.

(۲) میدانِ جنگ میں مشرک کا خون اور مال حلال ہے:

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ﴾ (التوبہ:۵)

''پس جب ان کے مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو، اور انھیں گرفتار کرلو اور انھیں گھیر لو، اور ہر گھات میں لگنے کی جگہ پر ان کی تاک میں بیٹھے رہو۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسِ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، فَاِذَا قَالُوْهَا عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا.)) [1]

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک وہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ'' کا اقرار نہ کرلیں، اور جب وہ اس کا اقرار کرلیں تو مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کرلیں گے، مگر اس کے حق کے ساتھ۔''

(۳) مشرک کے تمام اعمال اور بھلائیاں اکارت ہوجاتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر خیر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (الانعام:۸۸)

''اور اگر وہ شرک کرتے تو ان کے اعمال ضائع ہوجاتے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں شرک کی ہیبت ناکی اور اس کی خطرناکی کو بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ زمر آیت (۶۵) میں فرمایا ہے:

﴿ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ﴾

''آپ کو اور آپ سے پہلے تمام انبیاء کو بذریعہ وحی بتایا گیا ہے کہ آپ نے شرک کیا تو آپ کا عمل ضائع ہوجائے گا۔'' [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم: ۲۵۔ [2] تفسیر ابن کثیر: ۲/۲۶۰۔

اللہ تعالیٰ نے مشرک کی ایک انتہائی عجیب مثال بیان کی جس کے ذریعہ اس کی ضلالت و گمراہی، ہلاکت و بربادی اور راہِ حق سے انتہائی دوری کی عکاسی کی گئی ہے۔ارشاد فرمایا:

﴿ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝ ﴾ (الحج: ۳۱)

''اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بناتا ہے وہ گویا آسمان سے گرتا ہے تو چڑیاں اسے فضا میں ہی اُچک لیتی ہیں یا تیز ہوا اُسے کسی دور دراز جگہ پر پھینک دیتی ہے۔''

(۴) شرک کی مغفرت نہیں ہوگی:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝ ﴾ (النساء: ۴۸)

''بے شک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے اور اُس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝ ﴾ (النساء: ۱۱۶)

''بے شک اللہ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو معاف نہیں کرتا، اور اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے، اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے، وہ گمراہی میں بہت دور تک چلا جاتا ہے۔''

(۵) مشرک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں پڑا رہے گا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَ مَا

لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿﴾ (المائدہ: ۷۲)

''بے شک جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے گا تو اللہ نے اُس پر جنت حرام کردی ہے، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَدْعُوْا لِلّٰهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ.)) [1]

''جو شخص اس حالت میں مرا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہراتا تھا، تو وہ جہنم کی آگ میں داخل ہوگا۔''

(٦) شرک کے لیے سفارش نہیں ہوگی:

اگر بغرض محال کوئی نبی یا فرشتہ اُس دن ان کے لیے سفارش بھی کرے گا تو وہ ان کے کام نہیں آئے گی۔ دوسرے لفظوں میں، وہ شفاعت کے اہل نہیں ہوں گے، اس لیے اللہ تعالیٰ کسی نبی یا فرشتہ کو ان کے لیے سفارش کرنے کی اجازت ہی نہیں دے گا، اس لیے کوئی ایسی سفارش نہیں پائی جائے گی جو انھیں نفع پہنچائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿﴾﴾ (المدثر: ۴۸)

''پس (اُس وقت) شفاعت کرنے والوں کی شفاعت ان کے کام نہیں آئے گی۔''

سیّدنا نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لیے سفارش کی، تو یہ سفارش نہ صرف نامقبول ٹھہری، بلکہ خود سفارش سے ہی منع کر دیا گیا، کیونکہ وہ مشرک تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّىْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾ (ھود: ۴۸)

''پس آپ ایسا سوال نہ کیجیے جس کا آپ کو کوئی علم نہ ہو، میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ نادانوں میں سے نہ ہو جایئے۔''

یہی حال اپنے مشرک باپ کے لیے سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی شفاعت کا ہوگا۔ چنانچہ

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۴۴۹۷.

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ابراہیم کہیں گے: اے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے قیامت کے روز رسوا نہیں کرے گا، لیکن اس رسوائی سے بڑھ کر اور کیا رسوائی ہو سکتی ہے کہ میرا باپ تیری رحمت سے دور ہے؟'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میں نے جنت کو کافروں پر حرام کر دیا ہے۔'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''پھر کہا جائے گا کہ اے ابراہیم! تمہارے قدموں کے نیچے کیا چیز ہے؟ وہ دیکھیں گے تو ایک ذبح کیا ہوا جانور خون میں لتھڑا وہاں پڑا ہوگا، چنانچہ اسے پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' [1]

عصر حاضر میں چند شرکیہ اُمور

اب سطور ذیل میں مسلم ممالک میں پھیلے ہوئے شرک کے چند نمونے پیش خدمت قارئین ہیں، ممکن ہے کہ کوئی راہ بھٹکا صراطِ مستقیم پر آ جائے اور ہماری اور اُس کی بخشش و نجات کا سامان ہو جائے۔

(۱) قبر پرستی:

فوت شدہ اولیاء کی ذات سے ضرورتوں اور حاجات کی باریابی اور مصائب کے حل کی تلاش اور مدد و تعاون طلب کرنے کی غرض سے ان کی قبروں پر آنا قبر پرستی ہے۔ جس سے رسول اللہ ﷺ نے بایں الفاظ منع فرمایا:

((لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ.)) [2]

''یہودیوں اور عیسائیوں پر اللہ کی لعنت ہو، انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔''

نیز ارشاد فرمایا:

((أَلَا وَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا

---

[1] صحیح بخاری، کتب احادیث الانبیاء، رقم: ۳۳۵۰.

[2] صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، رقم: ۴۳۵.

تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَإِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ.)) [1]

''خبردار! تم سے پہلے کے لوگوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا رکھا تھا، اس لیے خبردار! تم بھی قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنا لینا۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَالَّذِيْنَ يَزُرُوْنَ قُبُوْرَ الْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَيَحُبُّوْنَ اِلَيْهِمْ لِيَدْعُوْهُمْ وَلِيَسْأَلُوْهُمْ اَوْ لِيَعْبُدُوْهُمْ وَيَدْعُوْهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ هُمْ مُشْرِكُوْنَ.)) [2]

''جو لوگ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کی قبروں کی زیارت کرنے کے لیے آتے ہیں، اور وہ اس غرض سے آتے ہیں کہ انھیں پکاریں اور ان سے سوال کریں یا ان کی عبادت کی غرض سے آتے ہیں تو وہ مشرک ہیں۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں انبیاء کی تصویروں، بزرگوں کی قبروں اور درختوں تک کی پرستش ہوتی تھی۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ:

''لات ایک صالح آدمی تھا جو حاجیوں کو ستو پلایا کرتا تھا۔'' [3]

مزید برآں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

''لات ایک سفید رنگ کا پتھر تھا، جس پر مکان بنا ہوا تھا، پردے لٹکے ہوئے تھے، اور وہاں مجاور رہتے تھے اور اس کے گرد حد مقرر کی ہوئی تھی۔'' (تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۲۶۷)

ابن جریر نے لکھا ہے کہ:

''عزیٰ مکہ اور طائف کے درمیان ایک درخت تھا، جس پر عظیم الشان عمارت بنی ہوئی تھی، اور اس میں پردے لٹکے ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے بعد ان سب قبوں اور تکیوں کو گرادیا گیا اور ایسے درختوں کو کٹوا دیا گیا۔'' [4]

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب المساجد، رقم: ۱۱۸۸۔
[2] الرد علی الأخنائی، ص: ۵۲۔
[3] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۴۸۵۹۔
[4] تفسیر طبری: ۴/ ۲۶۷۔

’’قبیلہ انصار کے کچھ لوگ منات کا احرام باندھتے تھے۔ منات ایک بت تھا جو مکہ اور مدینہ کے درمیان رکھا ہوا تھا۔‘‘ ❶

(۲) غیر اللہ کے لیے نذر و نیاز:

اللہ کے علاوہ کسی کے لیے بھی نذر و نیاز کرنا شرک ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

((مَنْ نَذَرَ أَنْ یُطِیْعَ اللّٰہَ فَلْیُطِعْہُ، وَمَنْ نَذَرَ اَنْ یَّعْصِيَ اللّٰہَ فَلَا یَعْصِہِ.)) ❷

’’جو شخص یہ نذر مانے کہ وہ کسی معاملہ میں اللہ کی اطاعت کرے گا تو اُسے اپنی یہ نذر پوری کرنی چاہیے، اور جو شخص ایسی نذر مانے جو اللہ کی نافرمانی پر منتج ہو تو اس کو پورا کر کے اللہ کا نافرمان نہ بنے۔‘‘

علامہ حصفکی نے الدر المختار میں لکھا ہے:

((وَاعْلَمْ اَنَّ الَّذِیْ یَقَعُ لِلْاَمْوَاتِ مِنْ اَکْثَرِ الْعَوَامِ وَمَا یُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاھِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّیْتِ وَنَحْوِھَا اِلٰی ضَرَائِحِ الْاَوْلِیَاءِ الْکِرَامِ تَقَرُّبًا إِلَیْھِمْ فَھُوَ بِالْاِجْمَاعِ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ.)) ❸

’’جان لو کہ اکثر لوگ مردہ بزرگوں کے نام پر جو نذریں، نیازیں دیتے ہیں، اور جو روپے پیسے، تیل اور چراغ وغیرہ بطورِ نذر کے مزارات اولیاء پر تقرب کی غرض سے لائے جاتے ہیں، یہ سب کچھ بالاجماع باطل اور حرام ہے۔‘‘

مولانا عبدالحی لکھنوی رقم طراز ہیں:

’’غیر اللہ کی نذر و منت حرام ہے اور منذور وغیرہ شیرینی ہو یا رخونی ہرا امیر و فقیر پر اس کا کھانا حرام ہے۔‘‘ ❹

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۴۸۶۱.

❷ مسند احمد: ۲۰۸/۶۔ شیخ شعیب نے اسے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

❸ الدر المختار: ۱۵۵/۱.

❹ فتاوی عبدالحی لکھنوی.

(۳) غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا:

کتاب اللہ میں چار مقامات پر غیر اللہ کے لیے ذبح کو حرام کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ﴾ (البقرۃ: ۱۷۳)

''اللہ نے تم پر مردہ، خون، سور کا گوشت اور اس جانور کو حرام کر دیا ہے جسے غیر اللہ کے نام سے ذبح کیا گیا ہو۔''

ابن جریر طبری نے بعض سلف سے ''وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ'' کی تفسیر ''مَا ذُبِحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ'' نقل فرمائی ہے۔ ❶

اسی طرح علامہ سیوطی نے مفسر قرآن سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ''وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ'' کی تفسیر ''مَا ذُبِحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ'' نقل فرمائی ہے۔ ❷

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ.)) ❸

''اللہ تعالیٰ لعنت کرے اس شخص کو جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا۔''

تفسیر نیشاپوری میں مرقوم ہے:

((اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ لَوْ اَنَّ مُسْلِمًا ذَبَحَ ذَبِيْحَةً وَقَصَدَ بِهَا التَّقَرُّبَ إِلَى غَيْرِ اللّٰهِ صَارَ مُرْتَدًّا وَذَبِيْحَتُهُ ذَبِيْحَةُ مُرْتَدٍّ.)) ❹

''یعنی علمائے کرام کا اس پر اجماع ہے کہ ذبح کیا کسی نے کوئی ذبیحہ اور قصد کیا اسی ذبح سے تقرب غیر اللہ کا، تو وہ شخص مرتد ہو جائے گا، اور اس کا ذبیحہ مرتد کے مانند ہوگا۔''

---

❶ تفسیر طبری: ۲/ ۹۰.

❷ تفسیر الدر المنثور: ۲/ ۱۳۲ ـ طبعة مركز مجمع للبحوث والدراسات.

❸ صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، رقم: ۵۱۲۵.

❹ بحوالہ فتاویٰ عزیزی، ص: ۵۳۷. فتح البیان: ۱/ ۲۴۰.

(۴) جادو ٹونہ اور کہانت:

جادو کفر، اور سات ہلاک کرنے والے کبیرہ گناہوں میں اس کا شمار ہے، اور یہ نفع کے بجائے ہمیشہ نقصان ہی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ﴾ (البقرہ: ۱۰۲)

''اور وہ لوگ ایسی چیزیں سیکھتے ہیں جو ان کے لیے فائدے کی بجائے نقصان دہ ہیں۔''

﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ﴾ (البقرۃ: ۱۰۲)

''اور سلیمان نے کفر نہیں کیا، بلکہ شیطانوں نے کفر کیا وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے، اور وہ چیزیں بھی جو بابل کے دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر نازل کی گئی تھیں، اور سکھانے سے پہلے وہ متنبہ کر دیتے تھے کہ ہم فتنہ ہیں، لہٰذا اس کو مت کرو۔''

کہانت بھی کفریہ اور شرکیہ اُمور میں سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَتَى كَاهِنًا اَوْ عَرَّافًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ.)) [1]

''جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس آیا، اور اس کے اقوال کی تصدیق کی تو اس نے محمد ﷺ پر نازل شدہ شریعت کا انکار کیا۔''

سیّدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جزیرۂ عرب کو اللہ تعالیٰ نے شرک سے پاک اور صاف کر دیا ہے، تا آنکہ علوم نجوم ان کی گمراہی کا سبب بن جائے۔'' [2]

---

[1] مسند احمد: ۲/ ۴۲۹۔ شیخ شعیب نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

[2] مجمع الزوائد: ۹/ ۱۱۴۔ علامہ ہیثمی نے اس کی نسبت طبرانی اوسط اور ابو یعلی کی طرف کی ہے، اور کہا ہے کہ ابو یعلی کی سند ''حسن'' ہے۔

(۵) حادثات اور انسانی زندگی پر ستاروں کی تاثیر کا عقیدہ:

انسانی زندگی پر ستاروں کی تاثیر کا عقیدہ بھی شرکیہ عقیدہ ہے۔ اہل عرب کا یہ خیال تھا کہ ستاروں کی ایک منزل کے گرنے اور دوسری کے اُبھرنے کے ساتھ بارش برستی ہے۔ چنانچہ وہ انہی منازل کی طرف بارش کی نسبت کیا کرتے تھے، اور کہا کرتے تھے: " مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا " ہمیں فلاں ستارے یا فلاں منزل (نچھتر) سے بارش دی گئی ہے۔'' [1]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شرکیہ عقیدہ کی تردید میں ارشاد فرمایا:

﴿وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴾ (الواقعہ: ۸۲)

''اور تم اپنے حصے میں یہی لیتے ہو کہ جھٹلاتے پھرو۔''

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ يَقُوْلُ شُكْرَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ، يَقُوْلُوْنَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا وَبِنَجْمِ كَذَا وَكَذَا.)) [2]

''تم اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں اظہارِ شکر کا یہ طریقہ اپناتے ہو کہ تم اس نعمت کے من جانب اللہ ہونے کا انکار کرتے ہو (اور کہتے ہو) کہ ہمیں فلاں ستارے یا فلاں نچھتر سے بارش دی گئی ہے۔''

پس معلوم ہوا کہ بارش کی نسبت اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ستاروں کی طرف کرنا اسباب شرک میں سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے: ''میری اُمت جاہلیت کے چار کام ترک نہیں کرے گی (ان میں سے ایک ہے) ''اَلْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ'' [3]

---

[1] تیسیر العزیز الحمید، ص: ۴۵۱.

[2] سنن ترمذی، کتاب التفسیر، رقم: ۳۲۹۵۔ مسند احمد: ۱/۱۰۸، رقم: ۸۴۹، ۸۵۰۔ فتح الباری: ۲/۵۲۲۔ تفسیر ابن کثیر: ۴/۲۹۹۔ حافظ ابن کثیر اور ابن حجر نے اسے ''صحیح'' اور شیخ شعیب نے ''حسن لغیرہ'' کہا ہے۔

[3] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، رقم: ۲۱۶۰.

”ستاروں سے بارش برسنے کا عقیدہ رکھنا۔“

(۶) تعویذ گنڈوں کا عقیدہ:

نظر بد اور دیگر آفات و بلیات اور مصائب کے نزول سے پہلے تمیم اور گھونگے لٹکانا کہ وہ ان کو ٹال سکیں شرک ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ.)) [1]

”جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔“

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

((لَيْسَتِ التَّمِيمَةُ مَا تَعَلَّقَ بِهِ بَعْدَ الْبَلَاءِ إِنَّمَا التَّمِيمَةُ مَا تَعَلَّقَ بِهِ قَبْلَ الْبَلَاءِ.)) [2]

”تمیمہ وہ نہیں جو بلا کے بعد لٹکایا جائے، تمیمہ وہ ہے جو بلا سے قبل لٹکایا جائے۔“

اہل عرب کی عادت تھی کہ بچے کے سر پر نظر بد سے بچنے کے لیے گھونگے اور موتی لٹکاتے تھے، شریعت نے انہیں باطل قرار دے دیا۔ امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اَلتَّمَائِمُ جَمْعُ تَمِيمَةٍ وَهِيَ خَرَزَاتٌ كَانَتِ الْعَرَبُ تُعَلِّقُهَا عَلَى أَوْلَادِهِمْ يَتَّقُوْنَ بِهَا الْعَيْنَ بِزَعْمِهِمْ فَأَبْطَلَهَا الشَّرْعُ.)) [3]

”تمائم، تمیمہ کی جمع ہے، اور یہ گھونگے ہیں جنہیں عرب اپنے گمان میں اپنی اولاد کو نظر بد وغیرہ سے بچانے کے لیے پہناتے تھے، شریعت نے انہیں باطل قرار دیا ہے۔“

محدث البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اور اسی قسم سے بعض لوگوں کا گھر کے دروازے پر جوتا لٹکانا، یا مکان کے اگلے

---

[1] مسند احمد: ۱۵۶/۴، رقم: ۱۷۴۲۲۔ مستدرك حاکم: ۲۱۹/۴۔ امام حاکم نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

[2] مستدرك حاکم: ۲۱۷/۴۔ حاکم نے اسے شیخین کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے۔

[3] شرح السنة: ۱۵۸/۱۲۔

حصے پر، یا بعض ڈرائیور حضرات کا گاڑی کے آگے، یا پیچھے جوتے لٹکانا، یا گاڑی کے اگلے شیشے پر ڈرائیور کے سامنے نیلے رنگ کے منکے لٹکانا بھی ہے، یہ سب ان کے زعم باطل کے مطابق نظر بد سے بچاؤ کی وجہ سے ہے۔'' [1]

(۷) غیر اللہ کی قسم کھانا:

غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے، کیونکہ یہ تعظیم کی ایک قسم ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کو زیب دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ وَاَشْرَكَ .)) [2]

''جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک یا کفر کیا۔''

بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا .)) [3]

''جس نے امانت کی قسم کھائی وہ ہم سے نہیں ہے۔''

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں ایک قافلے میں باپ کی قسم کھاتے ہوئے سنا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْلِيَسْكُتْ.)) [4]

''بے شک اللہ تمھیں اپنے باپوں کی قسم کھانے سے منع کرتا ہے، جو شخص قسم کھانا چاہے، وہ اللہ کی قسم کھائے، یا خاموش رہے۔''

---

[1] سلسلة الصحيحة: ۱/ ۶۵۰۔

[2] مسند احمد: ۲/ ۱۲۵، رقم: ۶۰۷۲۔ مستدرك حاكم: ۴/ ۲۹۷۔ سنن ترمذی، رقم: ۱۵۳۵۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۲۰۴۲۔

[3] سنن ابوداؤد، كتاب الايمان والنذور، رقم: ۳۲۵۳۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۹۴۔

[4] سنن ابوداؤد، كتاب الايمان والنذور، رقم: ۳۲۴۹۔ صحيح بخاری، كتاب الايمان والنذور، رقم: ۶۶۴۶۔ صحيح مسلم، كتاب الايمان، رقم: ۴۲۵۷۔

(۸) اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرانا:

اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال، اور حلال کردہ اشیاء کو حرام ٹھہرانا بھی شرکِ اکبر کی ایک صورت ہے، جو ہمارے معاشرہ میں عام ہے۔ نیز کسی شخص کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ اُسے کسی چیز کو حلال اور حرام ٹھہرانے کا پورا پورا اختیار ہے، یہ بھی شرک کی قبیل سے ہے، چاہے وہ کسی جرگے کی صورت میں ہو یا عدالت کی صورت میں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں اس شرک کا یوں تذکرہ کیا ہے:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (التوبہ: ۳۱)

''اُن لوگوں نے اپنے عالموں اور اپنے عابدوں کو اللہ کے بجائے رب بنالیا۔''

سیّدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے جب ان آیات کی تلاوت سنی، تو متعجبانہ انداز سے کہنے لگے: ہم لوگ ان کی عبادت تو نہیں کیا کرتے تھے؟ اس پر رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَجَلْ وَلٰكِنْ يُّحِلُّوْنَ لَهُمْ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيَسْتَحِلُّوْنَ، وَيُحَرِّمُوْنَ عَلَيْهِمْ مَّا أَحَلَّ اللّٰهُ فَيُحَرِّمُوْنَهُ فَتِلْكَ عِبَادَتُهُمْ لَهُمْ.)) [1]

''ٹھیک ہے، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو اُن کے لیے حلال کرتے تھے جسے وہ لوگ حلال مان لیتے تھے، اور وہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام کرتے تھے جسے وہ لوگ حرام مان لیتے تھے، پس یہی تو اُن کی عبادت ہے۔''

[1] سنن الكبرىٰ للبيهقي: ۱۰/۱۱۶، كتاب تفسير القرآن عن رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم، باب ''ومن سورة التوبة'' رقم: ۳۰۹۵.

(۹) بعض اشیاء میں نفع کی موجودگی کا عقیدہ رکھنا:

کچھ لوگ بعض اشیاء میں نفع کی موجودگی کا عقیدہ رکھتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں کسی قسم کا کوئی نفع نہیں رکھا ہوتا تو ایسا کرنا شرک ہے، اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے منافی ہے۔ مثال کے طور پر بعض لوگ مختلف نگینوں والی انگوٹھیاں پہنے ہوتے ہیں، بعضوں نے معدنی کڑے، بعضوں نے مختلف قسم کے منکے اور بعضوں نے تعویذ لٹکائے ہوتے ہیں، جن میں واضح

طور پر شرکیہ عبارتیں لکھی جاتی ہیں، مثلاً جنوں اور شیاطین سے استغاثہ وغیرہ۔ لہٰذا کسی قسم کا کوئی (شرکیہ) تعویذ گردن میں لٹکانا، گھر میں آویزاں کرنا یا گاڑی وغیرہ میں رکھنا بہت بڑا گناہ، بلکہ شرک ہے۔ چنانچہ رسول معظم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ.)) [1]

''جس کسی نے تعویذ لٹکایا تحقیق اُس نے شرک کیا۔''

(۱۰) قومیت پرستی:

کسی بھی دور میں جب لوگ قومیت پرستی کے فتنے میں مبتلا ہوتے ہیں، اور اپنا سارا سرمایۂ حیات اس کو سمجھ بیٹھتے ہیں، تو وہ اُس وقت شرک کا طوق اپنے گلے میں ڈال کر ربّ رحمان کو ناراض کر بیٹھتے ہیں، جس کے سبب وہ ہمیشہ کی تنزلی کا شکار ہو کر اپنی دنیا اور عاقبت دونوں خراب کر بیٹھتے ہیں، جیسا کہ قزمان بن حارث ''غزوۂ اُحد'' میں بے باکی اور بہادری سے لڑا اور کئی مشرکین کو موت کے گھاٹ بھی اُتارا، لیکن رسول مکرم ﷺ نے اُسے اہل دوزخ میں شمار کیا۔

((أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ.))

''یقیناوہ (قزمان......) اہل جہنم میں سے ہے۔''

اس لیے کہ قزمان بن حارث کا بے باکی سے لڑنا اور مشرکین کو موت کے گھاٹ اُتارنا محض اپنی قوم کی نام وری کے لیے تھا، جیسا کہ اُس نے خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے سامنے اس بات کا اظہار کیا۔

---

[1] مسند احمد: ۱۵۶/۴، رقم: ۱۷۴۲۲۔ سلسلة الاحاديث الصحيحة، رقم: ۴۹۲.

((وَاللّٰهِ مَا قَاتَلْنَا إِلَّا عَلَى الْأَحْسَابِ.)) [1]

''اللہ کی قسم! ہم نے خاندانی شرافت اور حسب کے لیے لڑائی لڑی ہے۔''

واضح رہے کہ قومیت پرستی کو اقوامِ عالم کے جملہ مذاہب نے مختلف صورتوں اور شکلوں میں قائم رکھا ہے۔ مثال کے طور پر کسی قوم کے افراد کے دماغوں میں یہ تصور قائم کیا گیا کہ شاہانِ مملکت رحمان کا سایہ ہوتے ہیں، جن کے سامنے کسی متنفس کو چون و چراں کرنے کی کوئی مجال نہیں

ہوتی، اورانہیں ہمیشہ ظل الٰہی کہہ کر پکارا گیا۔

(۱۱) عقیدہ ''نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰہِ'':

امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ یا کسی اور جلیل القدر ہستی کو ''نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰہِ'' یعنی ''اللہ تعالیٰ کے نور میں سے نور کہنا'' حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا جزو ٹھہرانے کے مترادف ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی اولاد ہے، اور نہ ہی کوئی جزو، بلکہ وہ یکتا اور اکیلا ہے۔

جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَ لَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴﴾ (الاخلاص)

''(اے پیغمبر! اُن لوگوں سے جو اللہ کا حال پوچھتے ہیں یوں) کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جنا (نہ کوئی اُس کی اولاد) ہے نہ اُس کو کسی نے جنا (نہ وہ کسی کی اولاد) ہے، اور اُس کے برابر والا (جوڑ کا ہم سر) کوئی نہیں ہے۔''

یہ عقیدہ یعنی رسول اللہ ﷺ کو ''نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰہِ'' کہنا قرآنی آیات اور احادیثِ صحیحہ کے صریح مخالف ہے۔

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ (الکھف:۱۱۰)

---

[1] الإصابه لابن حجر: ۳۳۵/۵، ترجمة رقم: ۷۱۲۳.

''آپ کہہ دیجیے کہ میں تو تمہارے جیسا ہی ایک انسان ہوں، مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہے۔''

(۱۲) بدشگونی لینا:

نبی مکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی جب بعثت ہوئی تو دنیا جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں غرق تھی اور طرح طرح کے شیطانی وسوسوں اور شرکیہ توہمات میں پھنسی ہوئی تھی۔

جاہلیت کے شرکیہ عقائد میں جہاں بتوں کو معبود بنانا، انبیاء علیہم السلام کو مشکل کشا ماننا، جنات کی پناہ مانگنا تھا، وہاں بدشگونی لینے کا عقیدہ بھی قائم تھا۔

بدشگونی کے لیے لغت عرب میں لفظ ''اَلطِّیَرَۃُ'' استعمال ہوتا ہے، جس کے معنی ''کسی چیز کو باعث نحوست و بدشگونی قرار دینے'' کے ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓىِٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۳۱﴾ (الاعراف: ۱۳۱)

''پس جب اُنھیں کوئی اچھی چیز ملتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو ہیں ہی اس کے حقدار، اور اگر اُن کو کوئی بدحالی پیش آتی، تو موسیٰ اور اُن کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے، حالانکہ اُن کی نحوست تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، لیکن اُن کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

بہرحال بدشگونی کا عقیدہ قطعی حرام ہے، اور توحید کے یکسر منافی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عقیدہ کی تردید میں فرمایا:

((اَلطِّیَرَۃُ شِرْکٌ.)) [1]

''بدشگونی شرک ہے۔''

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

بعض لوگ کم علمی کی بنیاد پر یہ کہہ دیتے ہیں کہ امت محمد علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں مطلق طور پر شرک آ جانے کا اندیشہ نہیں ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْھَا.)) [2]

''اللہ کی قسم! مجھے اس کا ڈر نہیں کہ میرے بعد تم لوگ شرک کرو گے، بلکہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم لوگ دنیا حاصل کرنے میں رغبت کرو گے۔''

ازالہ:

اوّلا:...... اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ امت مسلمہ مجموعی طور پر شرک کا ارتکاب نہیں

کرے گی۔ البتہ بعض افراد وقبائل شرک کریں گے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((قَوْلُهُ: "مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْا" أَيْ عَلَى مَجْمُوْعِكُمْ لِأَنَّ ذٰلِكَ قَدْ وَقَعَ مِنَ الْبَعْضِ أَعَاذَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى.)) [1]

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کہ: ''مجھے تمہارے متعلق شرک کا اندیشہ نہیں'' سے مراد یہ ہے کہ تم مجموعی طور پر مشرک نہیں ہوگے۔ کیونکہ امت مسلمہ میں سے بعض افراد و قبائل کی طرف سے شرک کا وقوع ہوا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔''

سیّدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِيْ بِالْمُشْرِكِيْنَ وَحَتّٰى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِيْ الْأَوْثَانِ.)) [2]

''اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک میری اُمت میں سے کچھ قبائل مشرکین کے ساتھ نہ مل جائیں گے، اور یہاں تک کہ میری اُمت کے کچھ قبائل بتوں کی پرستش کریں گے۔''

اور سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَضْطَرِبَ أَلْيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ عَلٰى ذِي الْخَلَصَةِ وَذُوالْخَلَصَةِ: طَاغِيَةُ دَوْسٍ الَّتِيْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ.)) [3]

''اُس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ قبیلہ دوس کی عورتوں کے سرین

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی الطِّیرة، رقم: ۳۹۱۰۔ سنن الترمذي، باب ما جآء فی الطیرة، رقم: ۱۶۱۴۔ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۳۹۶۰۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۴۲۹۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ۱۳۴۴۔

ذی الخلصہ پر حرکت نہیں کریں گے۔ اور ذوالخلصہ قبیلہ دوس کا بت تھا جس کو وہ

❶ فتح الباری: ۲۱۱/۳.

❷ صحیح سنن ابوداؤد: ۹/۲۔۱۰، رقم: ۴۲۵۲۔ مسند أحمد: ۲۷۸/۵، ۲۸۴۔ مسند أبوداود طیالسی، رقم: ۹۹۱۔ مستدرك حاكم: ۴۴۸/۴۔ حاکم اور محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الفتن، رقم: ۷۱۱۶۔ صحیح مسلم، کتاب الفتن، رقم: ۲۹۰۶۔ مسند أحمد: ۲۷۱/۲.

زمانہ جاہلیت میں پوجا کرتے تھے۔''

معلوم ہوا کہ قبل از قیامت امت مسلمہ میں بت پرستی داخل ہو جائے گی، اور ایسے لوگ مشرک کہلانے کے حق دار ہیں۔

اُمت مسلمہ میں شرکیہ عقائد ونظریات کی ایک جھلک:

جتنے شرکیہ اُمور کا بیان ہوا ہے، وہ اور اُن کے علاوہ بھی صریحانہ عقائد ونظریات اُمت مسلمہ میں بدرجہ اُتمہ پائے جاتے ہیں۔ ہم سطور ذیل میں ان عقائد کی ایک جھلک پیش کریں گے، اور تبصرہ قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں۔

(۱)....ایک شاعر اپنے پیر غلام مرتضیٰ قلعہ شریف ضلع شیخوپورہ والے کی مدح میں کہتا ہے کہ یہ خدا کا نور ہے اور نبی کریم ﷺ کا نائب ہے، بلکہ ربّ اور پیر ایک ہی ہیں، اس لیے ہمیں کعبۃ اللہ جا کر طواف کی ضرورت نہیں، کیونکہ آستانہ پیر ہی کعبہ ہے۔ لہٰذا ہم یہیں طواف کریں گے۔ العیاذ باللہ!

''دِ دوستی ربّ دی لوڑ نائیں قلعے والے دا پلڑا چھوڑ ناہیں
قلعے والے دے گرد طواف کر لے مکے جاونے دی کوئی لوڑ ناہیں
ایہہ قصورِ نگاہ دا نادانوں رب ہور نائیں پیر ہور نائیں
فضل رب دا جے مطلوب ہووے قلعے والے ولوں مکھ موڑ ناہیں

(سہ حرفی رموز معرفت، ص: ۳)

(۲)....خواجہ غلام فرید چشتی چاچڑاں شریف والے کے دیوان، صفحہ: ۲۰۷ میں مرقوم ہے:

چاچڑ وانگ مدینہ جا تم تے کوٹ مٹھن بیت اللہ
رنگ بنا بے رنگی آیا کیتم روپ تجلّٰی
ظاہر دے وچ مرشد ہادی باطن دے وچ اللہ
نازک مکھڑا پیر فریدا سانوں ڈسدا ہے وجہ اللہ

(حج فقیر بر آستانہ پیر، ص:۴۵)

(۳)....ایک شخص نے اپنی کتاب ''باغ فردوس معروف بہ گلزار رضوی'' کے صفحہ ۲۵،۵۶ میں شیخ عبدالقادر جیلانی کے متعلق لکھا ہے:

میرے سرکار کی مٹھی میں ہیں عالم کے قلوب
دم میں روتوں کو ہنسا دیتے ہیں غوث الاغواث
جس نے یاغوث مصیبت میں پکارا دل سے
کام سب اس کے بنا دیتے ہیں غوث الاغواث
لوحِ محفوظ میں تثبیت کا حق ہے حاصل
مرد عورت سے بنا دیتے ہیں غوث الاغواث

لیجیے یہ اشعار پڑھیے اور قرآن وسنت کی روشنی میں خود فیصلہ کیجیے کہ یہ نام کے مسلمان مشرکوں الاولون کے نقش پا پر چل رہے ہیں کہ نہیں؟

سچ فرمایا اللہ عزوجل نے کہ:

﴿ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ﴾ (یوسف:۱۰۶)

''اور ان میں سے اکثر وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے۔''

(ترجمہ احمد رضا)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اس اُمت میں شرک رات کی تاریکی میں سیاہ چٹان پر سیاہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی طور پر پایا جائے گا۔'' [1]

ثانیاً:...... پھر اس حدیث میں آپ ﷺ کے مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوں گے، کہ آپ کے بعد وہ شرک نہیں کریں گے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

((وَأَنَّ أَصْحَابَهُ لَا يُشْرِكُونَ بَعْدَهُ فَكَانَ كَذَلِكَ.)) ❷

---

❶ صحیح الجامع الصغیر: ۲۳۳/۳.

❷ فتح الباری: ۶/۶۱۴.

"یقیناً آپ ﷺ کے اصحاب آپ کے بعد شرک نہیں کریں گے، پس اسی طرح ہوا کہ کسی بھی صحابی سے شرک و بدعت سرزد نہیں ہوئے۔"

ثالثاً:...... اس حدیث پاک کا یہ مطلب قطعی نہیں کہ یہ اُمت شرک نہیں کرسکتی، بلکہ اس اُمت کے اکثر لوگ مشرک ہیں، جیسا کہ مذکورہ آیت کریمہ اور حدیث رسول ﷺ سے ثابت ہے۔

باب نمبر ۴:

دین اسلام کے مصادر

دین اسلام کے مصادر چار ہیں:

(۱)....کتاب اللہ عزوجل (۲)....سنت رسول اللہ ﷺ

(۳)....اجماع (۴)....قیاس

اور یہ اصول وضوابط ومصادر کتاب وسنت ہی کے نصوص پر مبنی ادلہ سے ماخوذ ومستنبط ہیں۔

امام دارمی اور بیہقی نے میمون بن مہران سے بیان کیا ہے کہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی مسئلہ آتا تو اگر اس کا حل کتاب اللہ میں پاتے تو فیصلہ کرتے۔ نہیں تو سنت رسول ﷺ میں ڈھونڈتے اگر اس میں حل ملتا تو اس کا فیصلہ کرتے۔ نہیں تو لوگوں سے پوچھتے کہ کیا کسی کو اس مسئلے میں نبی کریم ﷺ کا کوئی حکم اور فیصلہ معلوم ہے؟ ایسا بھی ہوتا تھا کہ کسی کو حدیث رسول ﷺ کا علم ہوتا اور بتاتے تو اس کے مطابق فیصلہ دیتے۔ اگر کوئی فیصلہ نہیں ملتا تو اکابر صحابہ کرام کو جمع کر کے اُن سے مشورہ کرتے، اگر وہ متفق ہو کر فیصلہ دیتے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کا فیصلہ فرماتے۔ [1]

عبداللہ بن ابی یزید کہتے ہیں کہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی مسئلے کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ کو اگر وہ مسئلہ قرآنِ کریم میں مل جاتا تو اس سے جواب دیتے۔ نہیں تو حدیث رسول ﷺ میں مل جاتا تو جواب دیتے۔ نہیں تو سیّدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے اقوال وفتاویٰ میں ملتا تو اس سے جواب دیتے، ورنہ اپنے اجتہاد سے جواب دیتے تھے۔ [2]

---

[1] بحوالہ اعلام الموقعین: ۲/ ۱۱۸.

[2] سنن دارمی: ۱/ ۵۵۔ الفقیہ والمتفقہ: ۱/ ۲۰۳.

فصل نمبر ا:

کتاب اللہ عزوجل

اللہ تعالیٰ کا قرآن شریعت اسلامیہ کا مصدر اوّل ہے، اور مکمل ضابطہ حیات ہے، مشعل ہدایت ہے اس کا نور عالمتاب قیامت تک انسانوں کو راہ دکھاتا رہے گا۔ آندھیاں چلیں گی، طوفان اُٹھیں گے، بڑی بڑی سازشیں ہوں گی، لیکن جب تک قیامت نہیں آجاتی، یہ قرآن بغیر کسی ادنیٰ تغیر و تحریف کے باقی رہے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝٩﴾ (الحجر: ۹)

''بے شک ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

مفسرین لکھتے ہیں کہ آیت میں دوسرا حصہ ﴿وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قرآن کی قیامت تک حفاظت کرتا رہے گا۔

امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ احکامِ شرعیہ اور ان مسائل میں جن میں ظاہری علوم کا دخل نہیں دلیلوں کے پانچ اصول ہیں:

پہلا اصل:...... اللہ کی کتاب ہے۔ اور یہ آیت تلاوت کرتے:

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ﴾ (الأنعام: ۳۸)

''ہم نے کتاب میں کوئی چیز بیان کیے بغیر نہیں چھوڑی۔''

دوسرا اصل:...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث وسنت ہے۔ اور بطور استدلال یہ آیت پڑھتے:

﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ (النسآء: ۵۹)

''اگر کسی چیز میں اختلاف ہو تو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آپ کی وفات کے بعد لوٹانے کا معنی یہ ہے کہ آپ کی

سنت کی طرف لوٹایا جائے۔ ”عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي“ حدیث کی روایت بھی کرتے، اور یہ آیت کریمہ تلاوت کرتے:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾ (الحشر:٧)

”جو کچھ رسول تمہیں دے اسے لے لو، اور جس چیز سے منع کرے اس سے باز آجاؤ۔“

تیسرا اصل:...... کسی زمانہ کے علماء کا اجماع ہے اگر وہ آپس میں اختلاف نہ کریں۔ اگر ان میں سے ایک عالم نے بھی اختلاف کر دیا تو اجماع ثابت نہ ہوگا۔ اجماع کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ بعض علماء سے کوئی قول مشہور ہو دوسرے لوگوں کو اس کا علم ہو لیکن کسی نے اس کا انکار نہ کیا ہو۔

پہلا درجہ اجماع صحابہ کا ہے بعد کے لوگوں کو اس کے تابع رہنا ہے۔

چوتھا اصل:...... کسی ایک صحابی کا قول ہے جو لوگوں میں مشہور ہو۔ کسی صحابی نے اس پر نکیر نہ کی ہو۔

پانچواں اصل:...... قیاس ہے، اور قیاس یہ ہے کہ کسی مسئلے کا شرعی حکم ثابت ہو تو اس جیسے دوسرے مسئلے پر بھی مشترک سبب کی بنا پر حکم لگانا اور اگر دونوں مسئلوں میں کوئی مشترک سبب نہ ہو تو قیاس جائز نہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ ایسے ہی قیاس کو جائز سمجھتے تھے، پھر بھی قیاس کو دلیلوں کے درمیان مجبوری میں مردہ گوشت کھانے اور پانی نہ ہونے کی صورت میں مٹی سے تیمّم کی طرح جانتے تھے۔ [1]

---

[1] اصول مذهب الإسلام أحمد ومشربه، المطبوع بآخر طبقات الحنابلة لإبن أبي يعلى: ٢/ ٢٨٣، ٢٨٥.

فصل نمبر ۲:

سنت رسول ﷺ

سنت رسول ﷺ شریعت اسلامیہ کا مصدر ثانی ہے۔ کتاب اللہ کی تفہیم و تفسیر اور بیان کی ذمہ داری رسول اللہ ﷺ کی تھی۔ آپ پر قرآنِ مجید کا نزول ہوتا تو آپ اس کی توضیح فرما دیتے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ (النحل: ۶۴)

''اور اس کتاب کو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے، تاکہ آپ لوگوں کے لیے اس کو کھول کر بیان کر دیں جس بات میں وہ آپس میں اختلاف کرتے ہیں، اور وہ کتاب ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔''

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی حدیث حقیقت میں قرآنِ مجید کی تفسیر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ اَطَاعَنِيْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ، وَمَنْ اَطَاعَ اَمِيْرِيْ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ، وَمَنْ عَصٰى اَمِيْرِيْ فَقَدْ عَصَانِيْ.)) [1]

''جس شخص نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی، اس نے میری نافرمانی کی۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس پر شاہد عدل کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ نے گودوانے والیوں اور گودنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے، چہرے کے بال اکھاڑنے والیوں اور حسن کے لیے آگے کے دانتوں میں کشادگی کرنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے کہ یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیل کرتی ہیں۔‘‘

ایک عورت آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے ابن مسعود! میں نے سارے قرآن کو پڑھا ہے، لیکن قرآن میں ایسی عورت پر لعنت کہیں نہیں ہے۔تو سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تو اس کو پڑھتی تو ضرور پالیتی، اس عورت نے جواب دیا کہ میں نے سارا قرآن پڑھا ہے۔ لیکن لعنت کہیں نہیں ہے۔سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تو نے یہ آیت کریمہ نہیں پڑھی؟

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾ (الحشر: ۷)

’’اور جو تمہیں رسول دیں اسے لے لو، اور جس سے روکیں اس سے باز آ جاؤ۔‘‘

اس نے کہا: کیوں نہیں۔‘‘[1]

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝﴾ (الأنعام: ۸۲)

’’وہ لوگ جنہوں نے اپنے ایمان میں ظلم کو شامل نہیں کیا، انہی کے لیے امن ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔‘‘

تو سب مسلمان پریشان ہو گئے اور عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کون ہے جس نے کوئی ظلم نہ کیا ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے، کیا تم نے لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحت نہیں سنی کہ ’’اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک مت کرنا۔ کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔‘‘[2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الأحکام، رقم: ۷۱۳۷.

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۴۸۸۶.

❷ صحیح بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، رقم: ۳۳۶۔ سنن ترمذی، رقم: ۲۴۲۵.

قرآنِ مجید کی روشنی میں سنت رسول کا مقام

اہل ایمان کا طرز یہ ہوتا ہے کہ جب انہیں قرآن وسنت کی طرف بلایا جاتا ہے، تو فوراً سر نیاز خم کر دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵۱﴾ (النور: ۵۱)

"مومنوں کو جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تا کہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں، تو کہتے ہیں کہ ہم نے یہ بات سن لی اور اسے مان لیا، اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

مصور کھینچ وہ نقشہ کہ جس میں یہ صفائی ہو
ادھر فرمانِ محمد ہو ادھر گردن جھکائی ہو

اطاعت فرض عین ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ﴾ (الأنفال: ۲۰)

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور رسول کے حکم کو سن کر اس سے روگردانی نہ کرو۔"

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۳۲﴾ (آل عمران: ۱۳۲)

"اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔"

مزید ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۱ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝۳۲﴾ (آل عمران: ۳۱۔۳۲)

''آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور اللہ بڑا معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ آپ کہہ دیجیے کہ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر وہ منہ پھیر لیں تو اللہ کافروں سے محبت نہیں رکھتا۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ یہ آیت کریمہ اُن تمام لوگوں کے خلاف دلیل ہے جو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور طریقہ محمدی پر گامزن نہیں ہوتے۔ جب تک آدمی اپنے تمام اقوال وافعال میں شرع محمدی کی اتباع نہیں کرتا، وہ اللہ سے دعوئے محبت میں کاذب ہوتا ہے۔ [1]

مزید برآں یہ آیت دلیل ہے کہ طریقۂ محمدی کی مخالفت کفر ہے۔ اس لیے اللہ نے فرمایا: اگر انہوں نے اعراض سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔ معلوم ہوا کہ طریقہ محمدی سے اعراض کرنے والا کافر ہوتا ہے۔

سورۃ النور میں فرمایا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۶۳﴾ (النور: ۶۳)

''پس جو لوگ رسول اللہ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں، انہیں ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی بلا نہ نازل ہو جائے، یا کوئی دردناک عذاب نہ انہیں آ گھیرے۔''

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ﴾ آیت کریمہ کا یہ جز اس بات کی دلیل ہے کہ زندگی کے تمام امور کو رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعتِ غرا اور ان کی سنت کی کسوٹی پر پرکھنا

[1] تفسیر ابن کثیر، تحت الآیة.

واجب ہے، جو چیز آپ ﷺ کی سنت کے مطابق ہوگی اسے قبول کرلیا جائے گا، اور جو قول وعمل اس کے مخالف ہوگا اسے ردّ کردیا جائے گا، چاہے کہنے یا کرنے والا کوئی بھی انسان ہو۔

فقہاء امت نے اسی آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا ''امر'' وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ اس لیے کہ یہاں آپ کے حکم کو ترک کردینے کا لازمی نتیجہ دوسزاؤں میں سے ایک کو بتایا گیا ہے کہ یا تو کوئی بلا نازل ہوئی یا کوئی دردناک عذاب۔ اس لیے جو لوگ نبی کریم ﷺ کی سنت کی مخالفت کرتے ہیں، یا فاسد تاویلوں کے ذریعہ دوسروں کے اقوال کو اس پر ترجیح دیتے ہیں، انہیں اس آیت پر ضرور غور کرنا چاہیے، اور رسولِ اکرم ﷺ کے مقام ومحبت کا تصور کرتے ہوئے، کسی کے قول وعمل کے مقابلے میں درخور اعتناء نہیں سمجھنا چاہیے۔

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول و اقرار

سورۃ الحجرات میں فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝﴾ (الحجرات: ۱)

''اے ایمان والو! تم لوگ اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے آگے نہ بڑھو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ خوب سننے والا، بڑا جاننے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس بات سے منع کردیا ہے کہ وہ عجلت میں آکر نبی کریم ﷺ سے پہلے کوئی بات کہیں، یا کوئی کام کریں، یا اللہ اور اس کے رسول کا حکم جاننے سے پہلے کوئی اقدام کریں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ مسلمانو! آپ ﷺ سے پہلے کوئی کام کرنے میں جلدی نہ کرو، بلکہ تمام امور میں ان کی پیروی کرو۔ (تفسیر ابن کثیر)

ابن جریر نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اے وہ لوگو! جنھوں نے اللہ کی وحدانیت اور اس

کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا ہے، تم اپنے کسی جنگی یا دینی معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے سے پہلے خود کوئی فیصلہ نہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی مرضی کے خلاف فیصلہ کر لو۔ عرب کہا کرتے ہیں: ''فُلَانٌ یَتَقَدَّمُ بَیْنَ یَدَیْ إِمَامِهِ'' ''یعنی فلاں شخص امام سے پہلے امر اور نہی صادر کرنے لگتا ہے۔'' (تفسیر ابن جریر)

اور آیت کریمہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مومنو! اپنے تمام معاملات میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ ان معاملات میں یہ بھی داخل ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے پہلے نہ کوئی کام کیا جائے، نہ کوئی بات کہی جائے، اور نہ ان کے فیصلہ سے پہلے کوئی فیصلہ کیا جائے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ۝۵۹﴾ (النسآء: ۵۹)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اور تم میں سے اقتدار والوں کی، پھر اگر کسی معاملہ میں تمہارا اختلاف ہو جائے، تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، اس میں بھلائی ہے اور انجام کے اعتبار سے یہی اچھا ہے۔''

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ''وَأَطِیعُوا الرسول'' میں فعل کا اعادہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رسول کی اطاعت مستقل اور ''وَأُولی الامر'' میں فعل کا عدم اعادہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی اطاعت مشروط ہے۔ اگر ان کا حکم قرآن وسنت کے مطابق ہوگا تو اطاعت کی جائے گی، ورنہ نہیں۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک ''أُولی الامر'' سے مراد اہل فقہ و دین ہیں۔ اور مجاہد، عطا اور حسن بصری وغیرہم کے نزدیک اس سے مراد علماء ہیں۔

امام مجاہد اور دوسرے علماء سلف نے کہا ہے کہ ''اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو'' سے مقصود قرآن وسنت ہے۔ آیت کے اس حصہ میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں ان کے درمیان اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ قرآن وسنت کے مطابق ہونا چاہیے، اللہ اور آخرت پر

ایمان کا یہی تقاضا ہے۔ معلوم ہوا کہ جو شخص بھی کسی اختلافی مسئلہ میں قرآن وسنت کا حکم نہیں مانے گا، وہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والا نہیں مانا جائے گا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ قرآن وسنت کی طرف رجوع میں ہی ہر خیر ہے، اور انجام کے اعتبار سے بھی یہی عمل بہتر ہے۔

(بحوالہ تیسیر الرحمن، ص:۲۶۹)

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝۶۵﴾ (النسآء:۶۵)

''پس آپ کے ربّ کی قسم، وہ لوگ مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو اپنے اختلافی امور میں اپنا فیصل نہ مان لیں، پھر آپ کے فیصلہ کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تکلیف نہ محسوس کریں، اور پورے طور سے اسے تسلیم کرلیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر کہا ہے کہ کوئی آدمی اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا، جب تک اپنے تمام اُمور میں رسول اللہ ﷺ کو فیصل نہیں مان لیتا، اس لیے کہ آپ کا فیصلہ وہ ربانی فیصلہ ہے، جس کے برحق ہونے کا دعویٰ دل میں اعتقاد رکھنا ضروری ہے، اور عمل کے ذریعہ بھی اس پر ایمان رکھنے کا ثبوت فراہم کرنا ضروری ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا: یہ ضروری ہے کہ لوگوں کا ظاہر وباطن اسے تسلیم کرلے، اور اس کی حقانیت کے بارے میں دل کے کسی گوشے میں بھی شبہ باقی نہ رہے۔

کسی معاملے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم صادر ہوجائے تو کسی مومن مرد یا عورت کے لیے یہ اختیار باقی نہیں رہتا کہ اس کی مخالفت کرے اور اپنی یا کسی اور کی رائے پر عمل کرے، اس لیے کہ ایسا کرنا اللہ اور اس کے رسول کی سراسر نافرمانی اور کھلم کھلا گمراہی ہوگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝۳۶﴾

(الأحزاب:۳۶)

''اور جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں فیصلہ کر دے، تو کسی مسلمان مرد اور عورت کے لیے اس بارے میں کوئی اور فیصلہ قبول کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: کہ اس آیت کریمہ میں مذکور حکم تمام امور کو شامل ہے، یعنی کسی بھی معاملے میں جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم صادر ہو جائے، تو کسی کے لیے بھی اسی کی مخالفت جائز نہیں ہے، اور نہ کسی کے قول یا رائے کی کوئی حیثیت باقی رہ جاتی ہے۔[1]

کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کر کے اللہ کا فرمانبردار نہیں بن سکتا، رسول اللہ ﷺ کی سنت کی خلاف ورزی کر کے اللہ کی بندگی اور عبادت نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴾ (النسآء: ۸۰)

''جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے روگردانی کی تو ہم نے آپ کو ان کا پہرہ دار بنا کر نہیں بھیجا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ قرآنِ مجید کی تفسیر وتوضیح اپنی خواہش نفس کے مطابق نہیں لاتے ہیں، بلکہ وہ اللہ کی وحی ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾ (النجم: ۴،۳)

''اور وہ اپنی خواہش نفس کی پیروی میں بات نہیں کرتے ہیں، وہ تو وحی ہوتی ہے جو اُن پر اُتاری جاتی ہے۔''

سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا:

﴿وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ﴾ (النساء: ۱۱۳)

''اللہ نے آپ پر کتاب وحکمت دونوں کو نازل کیا ہے۔''

---

[1] تفسیر ابن کثیر، تحت الآیۃ.

صاحب فتح البیان رقمطراز ہیں: ''یہ آیت دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سنت وحی ہوتی تھی جو آپ کے دل میں ڈال دی جاتی تھی۔

امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَسَمِعْتُ مَنْ اَرْضَاهُ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْقُرْاٰنِ يَقُوْلُ: اَلْحِكْمَةُ سُنَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.)) (الرسالۃ، ص: ۱۳)

''میں قرآنِ مجید کے جن اہل علم کو پسند کرتا ہوں ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حکمت رسول اللہ ﷺ کی سنت کا نام ہے۔''

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَالْحِكْمَةُ هِيَ السُّنَّةُ بِاتِّفَاقِ السَّلَفِ.)) (کتاب الروح، ص: ۱۱۹)

''سلف صالحین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حکمت سے مراد سنت ہے۔''

سیّدنا یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جعرانہ میں تھے، ایک شخص آیا، اس نے جبہ پہن رکھا تھا۔ اس پر زعفران یا پیلے رنگ کے نشان تھے۔ اس نے سوال کیا کہ آپ مجھے عمرہ میں کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا: جب آپ پر وحی نازل ہوئی تو آپ نے کپڑے سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیا۔

سیّدنا یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں چاہتا تھا کہ نبی کریم ﷺ کو نزولِ وحی کے وقت دیکھوں۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم وحی کی حالت میں نبی کریم ﷺ کو دیکھنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: ''ہاں'' تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کپڑے کو نہ اٹھایا، میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ سے اونٹ کی آواز کی طرح آواز آرہی تھی۔ جب آپ سے وحی کی کیفیت دور ہوئی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عمرہ سے متعلق سوال کرنے والا کہاں ہے؟ پھر آپ نے اس سے کہا: جبہ اتار دو، زعفران اور پیلا رنگ اپنے جسم سے صاف کرلو، اور جس طرح حج میں کرتے ہو اسی طرح عمرہ میں کرو۔'' [1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحج، رقم: ۱۵۳۶۔ صحیح مسلم، رقم: ۱۱۸۰/۶۔ سنن ابوداؤد، رقم: ۱۸۱۹.

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾﴾

(محمد: ۳۳)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال کو بے کار نہ بناؤ۔''

اور سورۃ القیامۃ میں فرمایا:

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ﴿١٦﴾ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ﴿١٧﴾ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ﴿١٨﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ﴿١٩﴾﴾ (القیامۃ: ۱۶۔۱۹)

''اے میرے نبی! آپ (نزول وحی کے وقت) اپنی زبان نہ ہلایئے تاکہ اسے جلدی کریں۔ بے شک اس کا جمع کرنا اور آپ کو اس کا پڑھانا ہمارا کام ہے۔ اس لیے جب ہم اس کی قراءت پوری کرلیں تو آپ اُسے پڑھ لیا کیجیے۔ پھر یقیناً اس کی تفسیر وتوضیح بھی ہمارا ہی کام ہے۔''

بخاری ومسلم سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ ہونٹ ہلانے لگتے۔ آپ سے کہا گیا کہ آیتوں کو یاد کرنے کے لیے اپنی زبان نہ ہلایئے، یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم انہیں آپ کے سینے میں محفوظ کردیں تاکہ نزولِ وحی ختم ہونے کے بعد آپ انہیں پڑھیں۔ اس لیے جب ہم پوری وحی نازل کرچکیں، تب آپ پڑھیے پھر اس کے بیان کرنے کی ذمہ داری بھی ہم پر ہے۔ بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب جبریل وحی لے کر آتے تو آپ غور سے سنتے، اور جب جبریل چلے جاتے، تو آپ ویسے ہی پڑھتے جس طرح جبریل نے پڑھا تھا۔ [1]

﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ﴿١٩﴾﴾ کے ضمن میں مفسرین نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تیئس سالہ نبوت کی زندگی میں قرآنِ کریم کی تشریح وتوضیح کے لیے جو کچھ کہا اور کیا، اور جتنی

---

[1] صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، رقم: ۵ وکتاب التفسیر، رقم: ۴۹۲۹۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، رقم: ۴۴۸۔

باتوں کی تائید کی اور جتنی باتوں سے منع فرمایا، جسے اسلام کی زبان میں ''حدیث'' کہا جاتا ہے، وہ پورا ذخیرہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ وحی کا حصہ تھا، اور اگرچہ قرآن نہیں تھا، لیکن قرآن کی مذکورہ بالا آیت میں موجود ربانی وعدے کے مطابق، وہ ذخیرہ قرآن کی تشریح اور اس کا بیان تھا، اور امت کے لیے آسمانی وحی کی حیثیت سے واجب الاتباع تھا۔

مصطفیٰ سے ہم کو ورثے میں ملی ہیں دو کتاب
ایک کلام اللہ دوم آپ کا فعل الخطاب

رسول اللہ ﷺ کی زبانِ اطہر سے سنت کی اہمیت کا بیان

رسول اللہ ﷺ نے بہت سی احادیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عام امت کو اپنی اطاعت اور اتباع کا حکم فرمایا اور اپنی زبانِ اطہر سے اپنی سنت مطہرہ کی اہمیت کو واضح کیا۔ چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى))، قَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَمَنْ يَأْبَى؟ قَالَ: ((مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى.)) [1]

''میری ساری امت جنت میں جائے گی مگر جس نے انکار کیا، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! انکار کون کرے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ تو جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی، پس تحقیق اس نے انکار کیا۔''

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کی اتباع واطاعت میں ہی خیر اور بھلائی ہے۔ سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دیتے تو فرماتے:

((أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهُدَى هَدْيُ مُحَمَّدٍ، وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.)) [2]

''اما بعد، سب سے اچھا کلام اللہ کی کتاب ہے، اور سب سے بہترین طریقہ وسیرت محمد ﷺ کی ہے۔ اور سب سے برے کام بدعات ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اور آپ ﷺ کی سنت کے علاوہ گمراہی ہی گمراہی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الإعتصام بالکتاب والسنة، رقم: ۷۲۸۰.

[2] صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفیف الصلاة والخطبة، رقم: ۲۰۰۵.

ارشاد فرمایا:

((تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا أَبَدًا كِتَابُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ نَبِيِّهِ.))[1]

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے، تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے، اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت۔''

علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنْ لَمْ يَكُنْ يَكْفِيهِ ذَانِ فَلَا كَفَا		هُ اللّٰهُ شَرَّ حَوَادِثِ الْأَزْمَانِ
مَنْ لَمْ يَكُنْ يَشْفِيهِ ذَانِ فَلَا شَفَا		هُ اللّٰهُ فِي قَلْبٍ وَلَا أَبْدَانِ
مَنْ لَمْ يَكُنْ يُغْنِيهِ ذَانِ رَمَا		هُ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ بِالْأَعْدَامِ وَالْحِرْمَانِ
مَنْ لَمْ يَكُنْ يَهْدِيهِ ذَانِ فَلَا هَدَا		هُ اللّٰهُ سُبُلَ الْحَقِّ وَالْإِيمَانِ[2]

''جو شخص قرآن وحدیث کو کافی نہیں سمجھتا تو اللہ تعالیٰ اس کو گردشِ دوراں کے حوادث کے شر کی نظر کر دے۔

جس شخص کی تشفی کتاب وسنت سے نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ اس کے قلب وجسم کو شفاء نہ دے۔

جو شخص قرآن وحدیث کے ذریعے دیگر اشیاء سے بے پرواہ نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اعدام اور حرمانِ نصیبی اس کا مقدر بنا دے۔

جس کو قرآن وحدیث ہدایت نہ دے اللہ تعالیٰ اس کو حق اور ایمان کی دولت سے محروم کر دے۔''

سیّدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] مؤطا امام مالك، كتاب القدر، باب النهى عن القول بالقدر، رقم:٣۔ مستدرك حاكم: ١/٣٩۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ١٧٦١.

[2] القصيدة النونية مع شرحه للخليل الهراس، ص: ٣٤٧.

((إِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اِخْتِلَافًا كَثِيرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.)) [1]

''تم میں جو شخص زندہ رہا تو وہ بہت سارے اختلافات دیکھے گا، تو تم میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھام لو، اور اپنے دانتوں سے اس پر اپنی گرفت مضبوط کرلو اور دین میں نت نئی باتیں ایجاد کرنے سے بچو کیونکہ ہر بدعت (من گھڑت کام) گمراہی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی حدیث وسنت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے۔ ہر مسلمان پر اس کا اتباع اسی طرح فرض ہے جس طرح قرآنِ مجید کا اتباع فرض ہے۔ چنانچہ سیّدنا مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلَا اِنِّي اُوْتِيتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ.)) [2]

''خبردار! مجھے قرآن مجید دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی مانند اور بھی عطا کیا گیا ہے۔''

((عَنْ حَسَّانَ قَالَ: كَانَ جِبْرِيلُ يَنْزِلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسُّنَّةِ كَمَا يَنْزِلُ عَلَيْهِ بِالْقُرْاٰنِ.)) [3]

''جنابِ حسان بن عطیہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ جس طرح جبریل علیہ السلام نبی ﷺ پر قرآنِ حکیم لاتے تھے اسی طرح سنت بھی لاتے تھے۔''

رسول اللہ ﷺ کی حلت وحرمت بھی اللہ تعالیٰ کی حلت وحرمت کے مترادف ہے۔

---

[1] سنن ابوداؤد، رقم: ۴۶۰۷۔ جامع ترمذی، رقم: ۲۶۷۶۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] سنن ابوداؤد، کتاب السنة، رقم: ۴۶۰۶۔ سنن ابن ماجة، رقم: ۱۲۔ مسند أحمد: ۱۳۰/۴۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

[3] سنن دارمی، المقدمة، رقم: ۵۹۲/۴۔

((اِنَّمَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَمَا حَرَّمَ اللّٰہُ .)) ❶

''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے بھی کچھ چیزوں کو اسی طرح حرام کیا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔''

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یمنی لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا ہمارے ساتھ کوئی ایسا آدمی بھیجیں جو ہمیں سنت اور اسلام کی تعلیم دے۔ آپ نے سیّدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا: یہ اس امت کا امین ہے۔ ❷

یاد رہے کہ عبادات بغیر سنت رسول اللہ ﷺ کے ادا نہیں ہوسکتیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((خُذُوْا مَنَاسِکَکُمْ .)) ❸

''مجھ سے اپنے حج کے طریقے سیکھ لو۔''

اور مزید فرمایا:

((صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ .)) ❹

''جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو، ویسے نماز پڑھو۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ .)) ❺

''جس نے میری سنت سے بے رغبتی ظاہر کی وہ مجھ سے نہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جو شخص میری سنت کا انکاری ہے اس پر اللہ کی،

---

❶ سنن ترمذی، کتاب العلم، رقم: ۲۶۶۴۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ سلسلہ احادیث صحیحہ، رقم: ۱۹۶۳۔ صحیح مسلم، رقم: ۲۴۱۹۔

❸ سنن نسائی، کتاب مناسك الحج، رقم: ۳۰۶۲۔ ارواء الغلیل، رقم: ۱۰۹۵۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❹ صحیح البخاری، کتاب الأذان، رقم: ۶۳۱۔

❺ صحیح بخاری، رقم: ۵۰۶۳۔ صحیح مسلم، رقم: ۱۴۰۱۔

میری اور ہر نبی کی لعنت ہے۔''❶

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: میں نے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے قریب کرے اور جہنم سے دور مگر میں نے تمہیں اس سے روک دیا ہے۔''❷

مزید رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَا تَرَكْتُ شَيْئًا مِمَّا أَمَرَكُمُ اللّٰهُ بِهِ، إِلَّا وَقَدْ أَمَرْتُكُمْ بِهِ، وَلَا شَيْئًا مِمَّا نَهَاكُمْ عَنْهُ، إِلَّا وَقَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ.))❸

''اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا تمہیں حکم دیا ہے میں نے اس کو نہیں چھوڑا مگر میں نے بھی تم کو اس کا حکم دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے تم کو کسی چیز سے منع نہیں کیا لیکن تحقیق میں نے بھی تم کو اس سے روک دیا ہے۔''

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اعلام الموقعین: ۲/ ۳۰۷ میں فرمایا ہے کہ قرآن کے احکام کے ساتھ سنت کے احکام کی وضاحت تین طرح سے آئی ہے:

- سنت کے احکام قرآن کے احکام کے مکمل طور پر موافق ہوں۔ اس طرح ایک ہی مسئلہ میں قرآن وسنت کا اتفاق ہوگا۔ جیسے نماز روزہ، حج زکوٰۃ کے فرض ہونے کے احکام، جو شرائط اور ارکان کے ذکر کے بغیر ہوں۔
- جو قرآنِ مجید نے چاہا سنت میں ان احکام کی وضاحت وتفسیر کی گئی۔ یعنی جہاں قرآنِ مجید نے مطلق بات کی تو سنت رسول ﷺ نے اسے مقید کر دیا، مجمل کہی تو سنت رسول ﷺ نے اس کی تفصیل بتا دی۔ یا قرآنِ مجید کی بات عام ہے تو سنت رسول ﷺ نے اس کی تخصیص کر دی۔ مثلاً احکام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، لین دین اور خرید وفروخت کے بارے میں قرآنِ مجید میں پوری تفصیلات نہیں ہیں۔ سنت رسول ﷺ نے انہیں مکمل تفصیل

---

❶ مستدرك حاكم: ۲/ ۵۲۵۔ حاکم نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔
❷ سنن الكبریٰ للبيهقی: ۷/ ۷۶.
❸ سنن الكبریٰ، رقم: ۱۳۴۴۳.

کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

❁ سنت کے وہ احکام جن میں قرآنِ مجید خاموش ہے یا سنت رسول ﷺ نے کسی ایسی چیز کو حرام کیا ہو جن کے بارے میں قرآنِ مجید خاموش ہو جیسے پھوپھی بھتیجی یا خالہ بھانجی کو بیک وقت نکاح میں رکھنے کو حرام قرار دیا، شادی شدہ زانی وزانیہ کو سنگسار کرایا، اور دو گواہ نہ مل سکنے کی صورت میں قسم کے ساتھ ایک ہی گواہی قبول کر لی۔ ایسے احکام کسی بھی صورت میں قرآنِ مجید کے ساتھ نہیں ٹکراتے بلکہ وہ قرآنی احکام پر اضافہ ہیں۔ یہ بھی شریعت ہے جسے ماننا فرض ہے اور نہ ماننا کفر ہے۔ یہ نہ قرآنِ مجید سے آگے بڑھنے والی بات ہے اور نہ مخالفت کی بلکہ قرآنِ مجید کے حکم کے عین مطابق ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی اطاعت کرو جو عمل اور ایمان کا نام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ترک کردہ اُمور بھی سنت ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے رسول اللہ ﷺ کے ترک کو نقل کرنے کی دو قسمیں بیان کی ہیں اور فرماتے ہیں: ''وَكِلَاهُمَا سُنَّةٌ'' ''اور دونوں ہی سنت ہیں'' اس کے بعد ان دونوں قسموں کی تفصیل اور مثالیں ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

((فإنّ تركه -صلى الله عليه وسلم- سُنَّةٌ كَمَا أَنَّ فِعْلَهُ سُنَّةٌ، فَإِذَا اِسْتَحْبَبْنَا فِعْلَ مَا تركه كان نظير استحبابنا ترك ما فعله، ولا فرق.)) [1]

''آپ ﷺ کا ترک سنت ہے جیسا کہ آپ کا فعل سنت ہے۔ پس اگر ہم آپ ﷺ کے اس کام کو جسے آپ نے ترک کیا کرنا مستحب سمجھیں تو یہ بعینہ اس طرح ہوگا جیسا کہ آپ نے جو کام کیا اس کے نہ کرنے کو ہم مستحب سمجھیں۔''

امام جمال الدین المحدث فرماتے ہیں:

((تَرْكُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَّتُهُ كَمَا أَنَّ فِعْلَهُ سُنَّتُهُ.)) [2]

''رسول اللہ ﷺ کا کسی چیز اور کام کو ترک کرنا بھی سنت ہے، جیسا کہ آپ کا فعل سنت ہے۔''

---

[1] إعلام الموقعين: ۲/ ۳۷۰۔ ۳۷۱.   [2] صفة الجنه، ص: ۱۴۳.

قرآن وسنت کا باہمی تعلق

قرآنِ مجید کو سنت رسول ﷺ کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے۔ سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَنِ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ مِنَ السَّمَآءِ فِيْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ، وَنَزَلَ الْقُرْآنُ، فَقَرَءُوْا الْقُرْآنَ وَعَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ.)) ❶

"دیانتداری آسمان سے لوگوں کے دلوں میں اتری ہے یعنی انسان کی فطرت میں شامل ہے اور قرآن بھی (آسمان سے) نازل ہوا ہے، جسے لوگوں نے پڑھا اور سنت کے ذریعے سمجھا۔"

۱: سنت قرآنی حکم کی وضاحت بیان کرتی ہے:

پہلی مثال:...... جب قرآنی آیت نازل ہوئی:

﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۝﴾ (الانعام: ۸۲)

"جو لوگ ایمان لائے اور اس کے بعد اپنے ایمان کو ظلم سے خلط ملط نہیں کیا، انھی لوگوں کے لیے بے خوفی ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔"

تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت پریشانی ہوئی۔ چنانچہ انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کون ایسا ہے، جس نے کوئی ظلم یعنی گناہ نہ کیا ہو؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَيْسَ ذَلِكَ إِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ، أَلَمْ تَسْمَعُوْا، قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ: يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ.)) ❷

❶ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، رقم: ۷۲۷۶.

❷ صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم: ۳۲۔ صحیح سنن ترمذی، رقم: ۲۴۵۲۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۱۲۴۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔

''آیت میں ظلم سے مراد گناہ نہیں بلکہ شرک ہے، کیا تم نے لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو نصیحت نہیں سنی، اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا، کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پریشانی ختم ہوئی۔

دوسری مثال:......

﴿اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾

(النور: ۲)

''زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور اللہ تعالیٰ کے دین کو نافذ کرنے کے معاملے میں تم کو ترس نہ آئے۔ اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔''

اس آیت میں زانی کی سزا سو کوڑے بیان کی گئی ہے، لیکن یہ وضاحت نہ تھی کہ یہ سزا شادی شدہ جوڑے کی ہے، یا غیر شادی شدہ کے لیے ہے۔ چنانچہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت کی کہ مذکورہ سزا غیر شادی شدہ کے لیے ہے۔ شادی شدہ کو رجم کرنا ضروری ہے جیسا کہ آنے والے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ:

((قَالَ جَاءَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا مَرَّتَيْنِ فَطَرَدَهُ ثُمَّ جَاءَ فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَا مَرَّتَيْنِ فَقَالَ: شَهِدْتَ عَلٰى نَفْسِكَ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ اذْهَبُوْا بِهِ فَارْجُمُوْهُ.)) ❶

''جناب ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دو مرتبہ زنا کا اعتراف کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں واپس لوٹا دیا۔ ماعز رضی اللہ عنہ پھر حاضر

ہوئے اور دو مرتبہ زنا کا اعتراف کیا۔ تب آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم نے

❶ صحیح سنن ابو داؤد، کتاب الحدود، رقم: ۴۴۲۶.

چار مرتبہ اپنے خلاف گواہی دے دی (تب لوگوں کو حکم دیا) جاؤ اسے سنگسار کر دو۔''

تیسری مثال:...... اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ﴾

(المائدہ: ۳)

''حرام کیا گیا ہے تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور ہر وہ جانور جس پر ذبح کرتے وقت اللہ کے علاوہ کسی کا نام لیا جائے۔''

سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ، فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ: فَالْحُوْتُ وَالْجَرَادُ وَأَمَّا الدَّمَانِ: فَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ.)) ❶

''ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے ہیں: دو مردار، مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون جگر اور تلی ہیں۔''

اس آیت میں کچھ حرام چیزوں کو بیان کیا گیا، ان میں سے مردار بھی ہے، لیکن حدیث رسول ﷺ نے مردار میں سے مچھلی اور ٹڈی کی تخصیص فرمادی کہ یہ دونوں مردار حلال ہیں، اسی طرح آپ ﷺ نے دو خون بھی حلال فرمائے کہ ان خونوں کو بھی کھایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح سمندر کا مردار حلال ہے۔ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((سُئِلَ عَنِ الْبَحْرِ قَالَ: هُوَ الطَّهُوْرُ مَاءُهُ وَالْحِلُّ مَيْتَتُهُ.)) ❷

''نبی اکرم ﷺ سے سمندر کے بارہ میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار یعنی مچھلی حلال ہے۔''

❶ مسند احمد: ۲/۹۷۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۱۱۱۸۔ سنن ابن ماجه، كتاب الصيد، رقم: ۲/۹۷،

۳۲۱۸۔صحیح الجامع الصغیر، رقم:۲۱۰۔

❷ سنن ابوداؤد، کتاب الطهارة، رقم:۳۳۔ سنن ابن ماجه، کتاب الطهارة، رقم:۳۸۶، ۳۸۸۔ صحیح ابن خزیمه، رقم:۱۱۲۔ سلسلة الصحیحة، رقم:۴۸۰۔

چوتھی مثال:......قرآن حکیم میں حکم ربانی ہے:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾

(الاعراف:۳۲)

"اے محمد! ان سے کہو، کس نے اس رزق کی پاکیزہ چیزوں کو اور اللہ کی زینت کو حرام قرار دیا ہے، جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا ہے۔"

اس آیت میں زیب و زینت کی تمام چیزوں کو حلال قرار دیا گیا ہے، لیکن اس چیز کی وضاحت نہ تھی کہ عورتوں کے لیے کیا چیزیں حلال ہیں، اور مردوں کے لیے کیا؟ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت کی۔ سیّدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِيْرُ لِاِنَاثِ اُمَّتِيْ وَحُرِّمَ عَلٰى ذُكُوْرِهَا.)) ❶

"میری اُمت کی عورتوں کے لیے سونا اور ریشم حلال کیا گیا ہے اور مردوں کے لیے حرام کیا گیا ہے۔"

پانچویں مثال:......قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (المائدہ:۶)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب نماز کے لیے اٹھو تو اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھولو، سروں پر مسح کرلو اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھولیا کرو۔"

اس آیت میں وضو کا حکم دیا گیا، لیکن اعضا کو دھونے کی کیفیت اور کتنی بار دھونا ہے، سر کا مسح کیسے کرنا ہے؟ کتنی دفعہ کرنا ہے؟ اس کی وضاحت حدیث رسول ہی کرتی ہے۔ چنانچہ سیّدنا

حمران سے روایت ہے کہ:

((اَنَّ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ دَعَا بِوَضُوْءٍ فَأَفْرَغَ عَلٰی یَدَیْهِ مِنْ اِنَائِهٖ فَغَسَلَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ اَدْخَلَ بِیَمِیْنِهٖ فِی الْاِنَاءِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا وَیَدَیْهِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهٖ، ثُمَّ غَسَلَ کُلَّ رِجْلٍ ثَلَاثًا، ثُمَّ رَأَیْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَتَوَضَّأُ وُضُوْئِیْ هٰذَا.)) [1]

''سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لیے پانی منگوایا اور برتن سے دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا، کلی کی، ناک میں پانی چڑھایا، ناک جھاڑا پھر اپنا چہرہ تین مرتبہ دھویا اور کہنیوں تک بازو تین مرتبہ دھوئے، پھر سر کا مسح کیا پھر تین مرتبہ دونوں پاؤں دھوئے، پھر فرمایا ''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔''

چھٹی مثال:...... قرآن حکیم میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ﴾ (البقرہ:۱۸۷)

''کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ سیاہ دھاگہ سفید دھاگے سے نمایاں ہو جائے۔''

اس آیت میں مذکور سفید اور سیاہ دھاگے سے کیا مراد ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ سمجھ سکے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مشکل پیش آئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ سفید دھاگے سے دن اور سیاہ دھاگے سے رات مراد ہے، تو آیت کا مفہوم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سمجھ میں آیا ورنہ پریشان تھے، چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سیّدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے ایک سفید دھاگہ اور ایک سیاہ دھاگہ اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیا۔ سحری کے وقت ان دھاگوں کو قریب رکھ کر دیکھتے رہے، جب دونوں دھاگوں کا رنگ الگ الگ واضح نظر آنے لگا تو کھانا پینا بند کر دیا۔ رسول

---

[1] صحیح سنن نسائی، کتاب الزینة، رقم: ۵۱۴۸۔ سنن ترمذی، کتاب اللباس، رقم: ۱۷۲۔ سنن ابن ماجه، رقم: ۳۵۹۵۔ ارواء الغلیل، رقم: ۲۷۷.

اللہ ﷺ کو جب سیّدنا عدی رضی اللہ عنہ کے اس عمل کا علم ہوا تو ازراہ مزاح فرمایا کہ تمہارا تکیہ تو بڑا لمبا

❶ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، رقم: ۵۳۸۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة، رقم: ۱۰۶۔ سنن ابن ماجه، کتاب الطهارة، وسننها، رقم: ۲۸۵۔ صحیح بخاری، کتاب الوضو باب المضمضة فی الوضو، رقم: ۱۶۴.

چوڑا معلوم ہوتا ہے، جس میں رات اور دن دونوں سما جاتے ہیں، پھر آپ نے عدی رضی اللہ عنہ کا ابہام دور فرمایا اور اصل حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہاں سیاہ اور سفید دھاگے سے مراد وہ نہیں ہیں، بلکہ رات کی تاریکی سفیدیٔ سحر مراد ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کی وضاحت پر بطور تائید (من الفجر) کے الفاظ نازل ہوئے۔ ❶

ساتویں مثال:...... قرآن حکیم میں ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۳۸﴾ (المائده: ۳۸)

''چوری کرنے والا مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کے جرم کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت کا سامان، اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

اس آیت میں چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے، لیکن یہ وضاحت نہیں ہے کہ کتنے مال پر ہاتھ کاٹنا ہے؟ کہاں سے کاٹنا ہے؟ اور کس چیز پر ہاتھ نہیں کٹے گا، ان تمام چیزوں کی وضاحت حدیث رسول ﷺ کرتی ہے۔ سیّدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَلَا كَثَرٍ.)) ❷

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ پھل میں اور کھجور کی گری میں ہاتھ نہیں کٹتا۔''

فرمان الٰہی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (البقرہ: ۲۷۸)

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب (وکلوا واشربوا حتیٰ یتبین) البقرہ: ۱۸۷/۲، رقم: ۴۵۰۹،

۴۵۱۱.

❷ سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، رقم: ۴۳۸۸۔ سنن نسائی، کتاب قطع السارق، رقم: ۴۹۶۰، سنن ابن ماجه، کتاب الحدود، رقم: ۲۵۹۳ و ۲۵۹۴۔ ترمذی، کتاب الحدود عن رسول اللّٰه ﷺ رقم: ۱۴۴۹۔ مسند احمد: ۴۶۳/۳۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈر جاؤ، جو سود باقی ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔''

اس آیت میں سود سے روکا گیا ہے، لیکن سود کی کلی وضاحت موجود نہیں ہے کہ سود کیا ہے؟ کن چیزوں میں ہے؟ کب ہوگا؟ کب نہیں ہوگا؟ ان تمام سوالوں کا جواب حدیث رسول ﷺ سے ملتا ہے تو گویا حدیث رسول ﷺ قرآن کی تفسیر کرتی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے، برابر برابر اور نقد بنقد ہونا چاہیے۔ جس نے زیادہ دیا یا زیادہ مانگا اس نے سودی کاروبار کیا۔'' ❶

❶ صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، رقم: ۱۵۸۴.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فہم وعمل کی روشنی میں سنت کی اہمیت

ہر کسی کو چاہیے کہ وہ اس ایمان سے متصف ہو جائے، جس ایمان سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متصف تھے اور جس کا ذکر قرآن کی مندرجہ ذیل آیت کریمہ میں ہے، تو وہ بندہ صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائے گا۔ چنانچہ اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا:

﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٣٧﴾﴾ (البقرۃ:۱۳۷)

''پس اگر یہ تمہاری طرح ایمان لے آئیں، تو وہ راہِ راست پر آ گئے، اور اگر انہوں نے حق سے منہ پھیر لیا، تو وہ مخالفت وعداوت پر آ گئے، پس اللہ آپ کے لیے ان کے مقابلے میں کافی ہوگا، اور وہ بڑا سننے والا اور بڑا جاننے والا ہے۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے:

((اِقْتَدُوْا بِاللَّذَيْنَ مِنْ بَعْدِيْ مِنْ أَصْحَابِيْ، أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَاهْتَدُوْا بِهَدْيِ عَمَّارٍ، وَتَمَسَّكُوْا بِعَهْدِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ.)) [1]

''تم میرے بعد میرے صحابہ کی اقتداء کرنا، جیسے ابوبکر وعمر ہیں، اور عمار کی سیرت کو اپناؤ اور ایسے ہی ابن مسعود کی بیان کردہ باتوں کو مضبوطی سے تھام لو۔''

علامہ بربہاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((فَانْظُرْ رَحِمَكَ اللّٰهُ! كُلُّ مَنْ سَمِعْتَ كَلَامَهُ مِنْ أَهْلِ فِيْ شَيْءٍ مِنْهُ حَتّٰى تَسْأَلَ وَتَنْظُرَ: هَلْ تَكَلَّمَ بِهِ أَصْحَابُ زَمَانِكَ خَاصَّةً فَلَا تَدْخُلَنَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، أَوْ أَحَدٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ؟ فَإِنْ وَجَدْتَ فِيْهِ أَثَرًا عَنْهُمْ فَتَمَسَّكْ بِهِ، وَلَا تَجَاوَزْهُ لِشَيْءٍ

[1] صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۱۱۳۴، ۱۱۴۴، ۲۵۱۱۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۱۲۳۳۔

وَلَا تَخْتَارُ عَلَيْهِ شَيْئًا، فَتَسْقُطَ فِي النَّارِ.))

''اے قاری! اللہ آپ پر رحم کرے کہ ہر وہ بات جو آپ سنیں خاص طور پر ہمارے دور کے لوگوں کی تو اس کی طرف جلدی نہ کیا کرو اور نہ ہی اس پر اس وقت تک عمل کی کوشش کیا کرو جب تک علما سے سوال نہ کر لو، اور اس پر غور و فکر نہ کر لو کہ کیا (یہ بات) رسول اللہ ﷺ کے صحابہ یا پھر علماءِ حقہ میں سے کسی ایک نے کہی بھی ہے یا نہیں؟ اگر اس بارے میں آپ کو کوئی اثر و دلیل مل جائے تو اس پر مضبوطی سے جم جائیں اور اس پر تجاوز نہ کریں اور اس پر کسی اور چیز کو ترجیح نہ دیں۔''[1]

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی کسی کو آئیڈیل و نمونہ بنانا چاہتا ہے تو وہ محمد ﷺ کے صحابہ کو اپنا آئیڈیل بنائے، کیونکہ وہ دلوں کے لحاظ سے اس امت کے پاکیزہ ترین دلوں والے تھے، اور گہرے علم والے، اور وہ تکلف سے بری تھے اور ہدایت کے لحاظ سے پختہ ترین تھے، اور اچھے حال والے تھے، یہ وہ گروہ تھا جس کو اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی محبت کے لیے چنا تھا اور انہیں اپنے دین کو قائم کرنے کے لیے پسند فرمایا تھا۔ (تو پھر نتیجتاً) تم ان کی فضیلت کا اعتراف کرو اور ان کے آثار و سیرت اور طریقہ کی پیروی کرو، وہ صحیح ہدایت اور صراطِ مستقیم پر تھے۔''[2]

امام بربہاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَهُمْ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، فَمَنْ لَمْ يَأْخُذْ عَنْهُمْ، فَقَدْ ضَلَّ وَابْتَدَعَ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَالضَّلَالَةُ وَأَهْلُهَا فِي النَّارِ.)) (منہج سلف صالحین)

''صحابہ کرام ہی اہل السنہ والجماعت ہیں جو ان سے دین کے معاملات میں رہنمائی نہیں لیتا، وہ گمراہ ہو گیا، اس نے بدعت گھڑی ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور

[1] منہج سلف صالحین، ص: ۱۴۶.
[2] التمہید لابن عبداللہ: ۹۶/۲.

گمراہی اور گمراہ دونوں جہنمی ہیں۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ، وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ.))

''اللہ تعالیٰ تمہاری شکل وصورت اور مال کی طرف نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔'' ❶

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں پر نظر دوڑائی تو سب سے بہترین دل محمد ﷺ کا پایا۔ چنانچہ انہیں اپنے لیے چن لیا اور انہیں اپنی رسالت دے کر بھیجا۔ پھر محمد ﷺ کے دل کے بعد باقی انسانوں کے دلوں کو دیکھا تو آنحضرت ﷺ کے صحابہ کے دلوں کو بہترین پایا۔ چنانچہ انہیں اپنے نبی ﷺ کا وزیر بنایا، جو اس کے دین کے لیے لڑتے ہیں۔ تو جس چیز کو وہ اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھی ہے اور جسے وہ برا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بری ہے۔'' ❷

امام الآجری رحمہ اللہ (م ۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

((فَكُلُّ مَنْ رَدَّ سُنَنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَسُنَنَ أَصْحَابِهِ، فَهُوَ مِمَّنْ شَاقَ الرَّسُوْلَ وَعَصَاهُ، وَعَصَى اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ بِتَرْكِهِ قُبُوْلَ السُّنَنِ، وَلَوْ عَقَلَ هٰذَا الْمُلْحِدُ وَأَنْصَفَ مِنْ نَفْسِهِ، عَلِمَ أَنَّ أَحْكَامَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَجَمِيْعَ مَا تَعَبَّدَ بِهِ خَلْقَهُ، إِنَّمَا تُؤْخَذُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، وَقَدْ أَمَرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ نَبِيَّهُ ﷺ أَنْ يُبَيِّنَ لِخَلْقِهِ مَا

---

❶ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ۶۵۴۳.

❷ مسند احمد: ۱/ ۳۷۹، صفحہ: ۲۳۔ الفقیہ والمتفقہ: ۱/ ۱۶۶۔ خطیب بغدادی نے اسے حسن سند کے ساتھ موقوف بیان کیا ہے۔

أَنْزَلَهُ عَلَيْهِ مِمَّا تَعَبَّدَهُمْ بِهِ، فَقَالَ جَلَّ ذِكْرُهُ: ﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ

لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (النحل: ۴۴) فَقَدْ بَیَّنَ لِأُمَّتِهِ جَمِیْعَ مَا فَرَضَ عَلَیْهِمْ مِنْ جَمِیْعِ الْأَحْکَامِ وَبَیَّنَ لَهُمْ أَمْرَ الدُّنْیَا وَأَمْرَ الْآخِرَةِ وَجَمِیْعَ مَا یَنْبَغِیْ أَنْ یُؤْمِنُوْا بِهِ، وَلَمْ یَدَعْهُمْ جَهْلَةً لَا یَعْلَمُوْنَ، حَتّٰی أَعْلَمَهُمْ أَمْرَ الْمَوْتِ وَالْقَبْرِ، وَمَا یُلْقَی فِیْهِ الْمُؤْمِنُ، وَمَا یُلْقَی فِیْهِ الْکَافِرُ، وَأَمْرَ الْحَشْرِ وَالْوُقُوْفِ، وَأَمْرَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، حَالًا بَعْدَ حَالٍ، یَعْرِفُهُ أَهْلُ الْحَقِّ...))

''جو شخص بھی رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کی سنت کو ٹھکرائے گا، وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جو رسول اللہ ﷺ کے مخالف اور نافرمان ہیں، نیز وہ سنتوں کو چھوڑنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا بھی نافرمان ہوگیا ہے، اگر یہ بے دین شخص عقل کرے اور خود انصاف کرے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام اور مخلوق جو اس کی عبادات بجا لاتی ہے، اس کے تمام طریقے کتاب وسنت سے ہی اخذ کیے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم بھی فرمایا ہے کہ وہ اس کی مخلوق کے لیے اس کے نازل کردہ تعبدی فرامین کی توضیح کریں، چنانچہ فرمایا: ﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (النحل: ۴۴) (اور ہم نے آپ کی طرف ذکر اس لیے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کے لیے ان کی طرف نازل کردہ وحی کی وضاحت کریں اور تا کہ وہ غور وفکر کریں)، لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے لیے تمام وہ احکام بیان کر دیے ہیں جو ان پر مقرر کیے گئے ہیں، نیز ان کے لیے دنیا و آخرت کا معاملہ بیان کر دیا ہے اور تمام وہ چیزیں بھی جن پر ایمان لانا ضروری ہے، ان کو بے علم جاہل نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ ان کو موت اور قبر کے حالات کی بھی خبر دی ہے، مومن و کافر کے انجام، حشر ووقوف (روزِ قیامت حساب کے لیے اجتماع اور قیام) اور جنت وجہنم کے لحہ بہ لحہ حالات بھی بیان کر دیے ہیں، جن کو اہل حق جانتے ہیں۔''[1]

[1] الشریعة للآجری، ص: ۳۵۰۔ ۳۵۱.

شیخ الاسلام امام احمد بن عبدالحلیم المعروف ابن تیمیہ (المتوفی ۷۲۸ھ) رقم طراز ہیں:

((وَمِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ مَذْهَبٌ قَدِيْمٌ مَعْرُوْفٌ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ اللّٰهُ اَبَا حَنِيْفَةَ وَمَالِكًا وَّالشَّافِعِيَّ وَاَحْمَدَ فَاِنَّهُ مَذْهَبُ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ تَلَقَّوْهُ عَنْ نَبِيِّهِمْ وَمَنْ خَالَفَ ذٰلِكَ كَانَ مُبْتَدِعًا عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ.)) [1]

''یعنی اہل سنت والجماعت قدیم ومعروف مذہب ہے جو اس وقت سے بھی پیشتر کا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ، امام مالک رحمہ اللہ ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کو پیدا کیا تھا اور وہ (مذہب اہل سنت والجماعت) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے۔ انہوں نے وہ مذہب اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا اور جو شخص اس کے خلاف چلے وہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک بدعتی ہے۔''

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((فَإِنَّا نَعْلَمُ بِالضُّرُوْرَةِ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِيْ عَصْرِ الصَّحَابَةِ رَجُلٌ وَاحِدٌ اِتَّخَذَ رَجُلًا مِنْهُمْ.))

''ہم بخوبی جانتے ہیں کہ عصر صحابہ میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس نے ان میں سے کسی ایک کو پکڑ رکھا ہے۔ یعنی اس کی فقہ کو مانتا ہو یا اس کی تقلید کرتا ہو۔''

بعینہ یہ سمجھنا کہ دور جدید کے پیدا شدہ مسائل کا حل، قدیم فقہی ذخیرہ میں ملتا ہے تو یہ بھی راست فکر نہیں اس لیے کہ:

((مَنْ زَعَمَ أَنَّ الدِّيْنَ كُلَّهُ فِي الْفِقْهِ بِحَيْثُ لَا يَبْقَى وَرَائَهُ شَيْئٌ فَقَدْ عَادَ عَنِ الصَّوَابِ.))

''جو یہ سمجھتا ہے کہ سارے کا سارا دین فقہ میں اس طرح آ گیا ہے کہ اب کوئی شے باقی نہیں رہی، وہ صحیح سوچ سے ہٹا ہوا ہے۔'' [2]

---

[1] منهاج السنة، ۱/ ۲۵۶.

[2] فيض البارى: ۲/ ۱۰.

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یہودیوں نے تفرقہ کیا حتی کہ وہ اکہتر (۷۱) فرقے بن گئے، اور نصاریٰ تفرقے کے سبب بہتر (۷۲) فرقے بن گئے اور میری یہ اُمت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی، اور وہ تمام کے تمام فرقے آگ میں جائیں گے سوائے ایک کے۔''
پوچھا گیا کہ ''وہ ایک کون سا ہوگا؟'' آپ (ﷺ) نے فرمایا: ((مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ.)) ''جس چیز پر (آج) میں اور میرے صحابہ ہیں۔'' [1]

مذکورہ روایت میں استعمال شدہ الفاظ ((مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ.)) میں اسی منہج سلف کی وضاحت ہے۔ جس پر وہ واحد فرقۂ ناجیہ اور طائفہ منصورہ کاربند ہوگا۔ یہ وہ جماعت ہوگی جو اپنا منہج رسولِ کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لیتی ہوگی۔ مزید کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتہائی واشگاف الفاظ میں ان لوگوں کا ذکر بھی کیا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فوراً بعد آئے:

((خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ.)) [2]
''بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر جو ان کے بعد آئیں، پھر جو ان کے بعد آئیں گے۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((أُصُوْلُ السُّنَّةِ عِنْدَنَا: اَلتَّمَسُّكُ بِمَا كَانَ عَلَيْهِ أَصْحَابُ الرَّسُوْلِ ﷺ وَالْاِقْتِدَاءُ بِهِمْ، وَتَرْكُ الْبِدَعِ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ فَهِيَ ضَلَالَةٌ.)) [3]
''ہمارے نزدیک اُصول سنت یہ ہیں: (۱) جس مسلک و منہج اور صراطِ مستقیم پر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب تھے اُسے مضبوطی سے تھامے رکھنا اور اُنہی حضرات کی اقتداء کرنا۔ (۲) اور بدعات و خرافات کو ترک کردینا۔ اور یہ بات جان لیجیے کہ ہر بدعت ہی گمراہی ہے۔''

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الایمان، رقم: ۲۶۴۱۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۱۳۴۸.

[2] صحیح بخاری، کتاب الشهادات، حدیث: ۲۶۵۲.

[3] شرح اصول السنة للالکائی.

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((مَنْ كَانَ مُسْتَنًّا، فَلْيَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ، فَإِنَّ الْحَيَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَيْهِ الْفِتْنَةُ، أُولَئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ كَانُوا أَفْضَلَ هَذِهِ الْأُمَّةِ، أَبَرَّهَا قُلُوبًا، وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا، وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا اخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ، وَلِإِقَامَةِ دِينِهِ، فَاعْرِفُوا لَهُمْ فَضْلَهُمْ، وَاتَّبِعُوهُمْ عَلَى آثَارِهِمْ، وَتَمَسَّكُوا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ أَخْلَاقِهِمْ وَسِيَرِهِمْ، فَإِنَّهُمْ كَانُوا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيمِ.)) [1]

”جو شخص کسی کی اقتداء کرنے والا ہے تو وہ ان لوگوں کی اقتداء کرے جو اسلام پر فوت ہوئے اس لیے کہ زندہ لوگ فتنے سے محفوظ نہیں ہیں، یہ صحابہ کرام اُمت اسلامیہ میں سب سے افضل ہیں۔ ان کے دل زیادہ اطاعت والے ہیں اور ان کا علم بہت گہرا ہے اور وہ تکلّفات سے بری ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پیغمبر کی رفاقت اور اپنے دین کے قیام کے لیے منتخب فرمایا۔ پس ان کی دوسری ہر فضیلت کو تسلیم کرو اور ان کے نقش قدم پر چلو اور جہاں تک ممکن ہو ان کے اخلاق اور ان کی سیرت پر عمل پیرا رہو۔ یقیناً یہ لوگ ہدایت کے راستے پر تھے۔“

خلیفہ اوّل بلا فصل سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

آیئے سالارِ صحابہ رضی اللہ عنہم خلافت کے عہدہ پر فائز ہونے والی پہلی شخصیت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھئے کہ کس قدر سنت سے پیار اور وابستگی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تیسرے دن لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو اکٹھا کرنے اور روانہ کرنے کا حکم فرمایا۔ حالات کی سنگینی کو مدنظر رکھتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت نے وقت کے تقاضے کو آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھا کہ لشکر نہ روانہ کیا جائے۔ تو جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

[1] مشكوٰة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الإعتصام بالكتاب والسنة، رقم: ۱۹۳.

”اگر مجھے کتے اور بھیڑیئے اچک لیں، تب بھی میں اسے ویسے ہی نافذ کروں گا

جیسے رسول اللہ ﷺ نے اس کے نفاذ کا حکم دیا۔ میں کبھی اس فیصلے کو ردّ نہیں کر سکتا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہو۔" [1]

مزید ارشاد فرمایا:

"اگر بستیوں میں میرے سوا کوئی بھی باقی نہ رہے، تب بھی میں اسے نافذ کر کے رہوں گا۔"

اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے مزید فرمایا:

"اگر میں اپنے معاملات کی ابتدا نبی ﷺ کے جاری کردہ حکم کے علاوہ کسی معاملے سے شروع کروں تو میں پسند کروں گا کہ پرندے مجھے اُچک لیں۔" [2]

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت کے بعد پہلے خطبہ میں فرمایا:

((إِنْ أَطَعْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَأَطِيْعُوْنِي، وَإِنْ عَصَيْتُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَأَقِيْمُوْنِي.)) [3]

"اگر میں اللہ اور رسول کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو، اگر میں اللہ اور رسول کی نافرمانی کروں تو تم مجھے سیدھا کر دو۔"

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ:

((عَنْ سَعِيْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ: اَلدِّيَةُ لِلْعَاقِلَةِ، وَلَا تَرِثُ الْمَرْأَةُ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا شَيْئًا، حَتّٰى قَالَ لَهُ الضَّحَّاكُ بْنُ سُفْيَانَ رضی اللہ عنہ كَتَبَ إِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ أُوَرِّثَ امْرَأَةَ أَشْيَمَ الضَبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا فَرَجَعَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ.)) [4]

---

[1] الکامل لابن الاثیر: ۲/۲۲۶۔ [2] طبقات ابن سعد۔

[3] تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص: ۱۱۸۔

[4] سنن ابی داؤد، کتاب الفرائض، رقم: ۲۹۲۷۔ محدث البانی نے اسے "صحیح" قرار دیا ہے۔

"حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے "دیت صرف والد کے رشتہ داروں کے لیے ہے، لہٰذا بیوی کو اپنے شوہر کی دیت

سے کوئی حصہ نہیں ملتا'' ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ نے (امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ) سے کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ پیغام لکھوا کر بھجوایا کہ میں اشیم ضبابی کی بیوی کو اس کے شوہر کی دیت سے حصہ دلاؤں، چنانچہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔''

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کی انگلیوں کی دیت کے بارے میں فیصلہ یہ کیا کہ انگوٹھے کی دیت پندرہ اونٹ، شہادت والی اور درمیانی انگلی کی دس دس اونٹ، درمیانی انگلی کے ساتھ والی انگلی کی نو اونٹ اور چھنگلی کی چھ اونٹ مگر جب انھیں یہ علم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے آل حزم کی طرف دیت کے بارے میں ایک خط لکھا تھا جس میں یہ تھا کہ انگلیاں سب برابر ہیں۔ یعنی سب کی برابر برابر دیت ہوگی تو انہوں نے اپنے فیصلے سے رجوع کیا اور اس حدیث پر عمل کیا۔ [1]

اگر کوئی شخص یا عورت کسی حاملہ عورت کو قتل کر دے اور اس کی وجہ سے اس کا بچہ بھی مر جائے تو قاتل پر عورت کو قتل کرنے کی وجہ سے قصاص یا دیت آئے گی مگر اس کے پیٹ میں جو بچہ ہو اس کے مر جانے سے اس پر کیا لازم آئے گا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ مسئلہ پیش آیا تو انہوں نے مجلس عام میں اس کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا تو حمل بن مالک رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایسے پیش آنے والے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جنین (حمل) کے بدلے میں ایک غلام دینے کا حکم دیا تھا۔

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب اس حدیث کو سنا تو فرمایا: ((لَوْ لَمْ نَسْمَعْ هٰذَا لَقَضَيْنَا بِغَيْرِهِ.....)) ''اگر ہم یہ حدیث نہ سنتے تو کوئی دوسرا فیصلہ کر دیتے۔'' [2]

---

[1] مصنف عبدالرزاق: ۹/ ۳۸۴، ۳۸۵۔

[2] سنن ابوداؤد، کتاب الدیات، رقم: ۴۵۷۲، ۴۵۷۳۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے اسے بوسہ دیا اور کہا: ''میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع دے سکتا ہے۔ اگر میں نے نبی ﷺ کو نہ دیکھا ہوتا کہ

تمہیں بوسہ دیتے تھے تو میں تمہیں بوسہ نہ دیتا۔'' [1]

سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

آپ انتہائی متبع سنت تھے۔ حمران بن ابان، عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے پانی منگوایا پھر وضو کیا، کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا، پھر اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو تین تین بار دھویا، اور سر کا مسح کیا، اور دونوں قدموں کو دھویا، پھر ہنس پڑے پھر اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم مجھ سے دریافت نہیں کرو گے کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا: امیر المومنین آپ کے ہنسنے کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے تھوڑا سا پانی طلب کیا پھر جیسا میں نے وضو کیا ہے وضو فرمایا، پھر مسکرا دیئے، پھر ارشاد فرمایا: تم مجھ سے پوچھتے نہیں کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے ہنسنے کی وجہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ جب وضو کے لیے پانی طلب کرتا ہے اور پھر اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے جو گناہ بھی صادر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتا ہے، اور جب اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھ کے گناہ اس طرح معاف کر دیتا ہے، اور جب مسح کرتا ہے تو سر کے گناہ اس طرح معاف کر دیتا ہے اور جب اپنے دونوں قدموں کو دھوتا ہے تو اس کے قدموں کے گناہ اس طرح معاف کر دیتا ہے۔'' [2]

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((مَا كُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم لِقَوْلِ أَحَدٍ.)) [3]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحج، رقم: ۱۵۹۷۔ صحیح مسلم، رقم: ۱۲۷۰.

[2] مسند احمد، رقم: ۴۱۵۔ شیخ شعیب نے اسے ''حسن لغیرہ'' قرار دیا ہے۔

[3] صحیح بخاری، کتاب الحج، رقم: ۱۵۶۳.

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کسی کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا۔''

جب آپ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے روز ایک عورت کو سنگسار کیا تو ارشاد فرمایا کہ: ''بیشک

میں نے اسے سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق سنگسار کیا۔"[1]

ایک دفعہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سوار ہونے لگے، تو رکاب میں "بسم اللہ" کہہ کر پاؤں رکھا، پشت پر پہنچے تو "الحمدللہ" کہا۔ پھر یہ آیت پڑھی:

﴿لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ﴾

(الزخرف: ١٣، ١٤)

پھر تین بار "الحمدللہ" اور تین بار "اللہ اکبر" کہا۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھی۔ "سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْلِي، فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ"

پھر ہنس دیئے، لوگوں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی، بولے "ایک بار رسول اللہ ﷺ ان ہی پابندیوں کے ساتھ سوار ہوئے اور اخیر میں ہنس پڑے، میں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ جب بندہ علم ویقین کے ساتھ یہ دعا کرتا ہے تو اللہ اس سے خوش ہوتا ہے۔"[2]

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "لعنت کی اللہ تعالیٰ نے گودنے والیوں اور گودوانے والیوں پر اور منہ کے بال اکھاڑنے والیوں اور اکھڑوانے والیوں اور دانتوں کو کشادہ کرنے والیوں پر خوب صورتی کے لیے اور اللہ کی تخلیق بدلنے والیوں پر۔" پھر یہ خبر بنی اسد کی ایک عورت کو پہنچی جس کا نام ام یعقوب تھا، وہ قرآن پڑھا کرتی تھی، وہ ایک مرتبہ سیّدنا

[1] صحيح البخاری، كتاب الحدود، رقم: ٦٨١٢.
[2] سنن ابوداؤد، كتاب الجهاد، باب ما يقول الرجل إذا ركب، رقم: ٢٦٠٢۔ محدث البانی نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور بولی: "مجھے کیا خبر پہنچی ہے کہ تم نے گودنے اور گودوانے اور منہ کے بال اکھاڑنے اور اکھڑوانے اور دانتوں کو کشادہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کی خلقت کو بدلنے والیوں پر

لعنت کی ہے۔''

سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں کیوں لعنت نہ کروں اس پر جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی اور یہ تو اللہ کی کتاب میں موجود ہے۔'' وہ عورت بولی: ''میں نے تو جس قدر قرآن تھا پڑھ ڈالا، مجھے یہ نہیں ملا۔'' سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اگر تو پڑھتی تو تجھ کو ملتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر: ۷) ''جو رسول تم کو دے اس کو تھامے رکھو، اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔'' وہ عورت بولی: ان میں سے تو بعض کام تمہاری بیوی بھی کرتی ہے۔ سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''جا دیکھ تو سہی۔'' وہ ان کی بیوی کے پاس گئی تو کچھ نہ پایا، پھر لوٹ آئی اور کہنے لگی: ان میں سے کوئی بات میں نے ان میں نہیں دیکھی۔ سیّدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اگر وہ ایسا کرتی تو ہم اس سے صحبت نہ کرتے۔'' [1]

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ:

امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سالم بن عبداللہ نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے ملک شام کے ایک شخص کو سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حج تمتع کے بارے میں سوال کرتے ہوئے سنا تو سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ جائز ہے، اس شامی آدمی نے کہا: آپ کے والد گرامی نے تو اس سے منع کیا ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ اگر میرے والد نے ایک کام سے منع کیا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سرانجام دیا ہو تو کیا میرے والد گرامی کا حکم مانا جائے گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی اتباع کی جائے گی؟ اس آدمی نے جواب دیا کہ اتباع تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ہی کی کی جائے گی، تو سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پھر یہ سن لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا ہے۔ [2]

جناب ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (جو کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے استاد ہیں) فرماتے ہیں:

((لَوْ بَلَغَنِيْ عَنْهُمْ أَنَّهُمْ لَمْ يُجَاوِزُوْا بِالْوُضُوْءِ ظُفْرًا مَا جَاوَزْتُهُمْ بِهِ، وَكَفٰى

---

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة .... الخ.

[2] سنن ترمذی، کتاب الحج، رقم الحدیث: ۸۲۴۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے۔

عَلٰی قَوْمٍ وِزْرًا أَنْ تُخَالِفَ أَعْمَالُهُمْ أَعْمَالَ نَبِيِّهِمْ ﷺ.))

''اگر مجھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف سے یہ بات پہنچے کہ انہوں نے ایک ناخن سے زیادہ وضو نہیں کیا تو میں ان کے عمل سے تجاوز نہیں کروں گا۔ (یعنی ایک ناخن کے برابر وضو کروں گا) اور کسی قوم کے لیے اتنا ہی گناہ کافی ہے کہ ان کے اعمال ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کے مخالف ہوں۔'' ❶

سیّدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ.))

''تم پر میری سنت وطریقہ کار پر چلنا لازم ہے اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین (خلفاء اربعہ، ابوبکر، عمر، عثمان وعلی رضی اللہ عنہم اجمعین) کی سنت وطریقہ کار لازم ہے، ان کو تم اپنی داڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑے رکھو اور تم دین میں بدعات ایجاد کرنے سے بچو۔'' ❷

سیّدنا عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا، وَسَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ، وَهُوَ يَأْرِزُ بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ فِي جُحْرِهَا.))

''اسلام آغاز میں اجنبی تھا اور عنقریب وہ دوبارہ اجنبی ہو جائے گا جیسا کہ آغاز میں تھا۔ اور وہ دو مسجدوں کے درمیان جائے گا، جیسے سانپ اپنی بل میں گھس جاتا ہے۔'' ❸

---

❶ شرح اصول اعتقاد اهل السنة لألكائی۔

❷ مسند احمد: ۴/ ۱۲۶، ۱۲۸۔ سنن ابوداؤد، رقم: ۴۶۰۷۔ سنن ترمذی، رقم: ۲۶۷۶۔ سنن ابن ماجہ، رقم: ۴۲۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۳۷۲۔

علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ اپنے

ساتھیوں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔

توکسی نے کہا کہ: ہمیں صرف قرآنِ حکیم سے بتائیں۔

تو آپ نے فرمایا: میرے قریب آؤ، تو وہ شخص آپ کے قریب آ گیا۔

آپ نے فرمایا: دیکھو اگر تم اور تمہارے ساتھی صرف قرآنِ حکیم پر ہی اکتفا کریں گے تو کیا قرآنِ کریم میں تم اور تیرے ساتھیوں کو نماز ظہر کی چار رکعت اور نماز عصر کی چار رکعت اور مغرب کی تین رکعات دو رکعات میں اونچی پڑھنے کا ذکر ملتا ہے۔

اگر تم اور تمہارے ساتھی صرف قرآنِ حکیم پر ہی اکتفا کریں گے تو کیا قرآنِ کریم میں تم اور تمھارے ساتھیوں کو بیت اللہ کے طواف اور صفا و مروہ کے سات سات چکروں کا ذکر پاتے؟

پھر فرمایا اے لوگو! ہم سے لو۔ یعنی حدیث رسول اللہ ﷺ ۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تم ضرور گمراہ ہو گے۔ [1]

[1] الکفایۃ فی علم الروایۃ: ۱۵.

جناب ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اگر تم نے کسی شخص کو حدیث سنائی اور اس نے کہا، چھوڑو حدیث کو اور بیان کرو قرآنِ کریم سے، تو جان لو ایسا شخص خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ [1]

[1] الکفایۃ فی علم الروایۃ: ۱۵.

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

ایک دن سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ سے ملے اور کہا کہ "ذرا پیٹ کھولیے جہاں رسول اللہ ﷺ نے بوسہ دیا تھا، وہیں میں بوسہ دوں گا، چنانچہ انہوں نے پیٹ کھولا اور انہوں نے وہیں بوسہ دیا۔ [1]

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا یُؤْخَذُ مِنْ عِلْمِهِ وَیُتْرَكُ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

❶ مسند احمد: ۲/ ۴۸۸۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۹۳۵۵۔ امام ابن حبان نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

وَسَلَّمَ.)) ❶

"ہر شخص کے علم کو قبول کیا جا سکتا ہے اور ترک بھی کیا جا سکتا ہے سوائے رسول اللہ ﷺ کے جن کی ہر بات واجب ہے۔"

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حج تمتع کے سلسلہ میں کچھ لوگوں نے گفتگو کی، آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی روشنی میں اس کو صحیح قرار دیا تو لوگوں نے کہا: ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اس سے روکتے تھے۔ تو آپ نے فرمایا:

((یُوْشِكُ اَنْ تَنْزِلَ عَلَیْکُمْ حِجَارَۃٌ مِنَ السَّمَاءِ اَقُوْلُ لَکُمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَتَقُوْلُوْنَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ.))

"ڈر ہے کہ تم پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہونے لگے، میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اور تم کہتے ہو، ابوبکر وعمر نے کہا۔" ❷

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((اُرَاہُمْ سَیَہْلِکُوْنَ، اَقُوْلُ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ وَیَقُوْلُوْنَ: قَالَ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ.)) ❸

"میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ ابھی ہلاک ہو جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول کا فرمان یہ ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر کا فرمان یہ ہے۔"

سیّدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ:

سیّدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے بیٹی، پوتی اور بہن کی وراثت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: بیٹی کے لیے آدھا ہے اور بہن کے لیے آدھا ہے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر پوچھ لو، وہ میری تائید کریں گے۔ پھر سیّدنا ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا گیا اور انہیں سیّدنا ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) کا قول بتایا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں اس کے بارے میں وہ فیصلہ کروں گا جو

---

❶ معجم الطبرانی الکبیر۔ ❷ سنن الدارمی۔

❸ مسند احمد.

نبی ﷺ نے کیا تھا: بیٹی کے لیے آدھا ہے، پوتی کے لیے چھٹا حصہ ہے اور اس طرح دو تہائی پوری ہوگئی، جو باقی بچا وہ بہن کا ہے۔ پھر سیّدنا ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جب تک یہ عالم تمہارے درمیان موجود ہیں مجھ سے مسئلے نہ پوچھو۔ ❶

❶ صحیح بخاری، رقم: ۶۷۳۶ ملخصاً۔

خلافِ سنت عمل پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ردّ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے محب تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر شعبے میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا خاص خیال رکھتے اور اگر کسی کو خلاف سنت کام کرتے دیکھ لیتے تو فوراً سختی سے اس کا ردّ کرتے۔ مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ اس پر شاہد عدل کی حدیث رکھتی ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے:

((عَنْ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ، فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ: مَكْتُوبٌ فِي الْحِكْمَةِ، إِنَّ مِنَ الْحَيَاءِ وَقَارًا، وَإِنَّ مِنَ الْحَيَاءِ سَكِينَةً، فَقَالَ لَهُ عِمْرَانُ: أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَتُحَدِّثُنِي عَنْ صَحِيفَتِكَ.)) [1]

''سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیا خیر ہی لائے گا، بشیر بن کعب نے سن کر کہا: کہ حکمت کے باب میں لکھا ہے بعض حیا وقار اور سکینت ہے، سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا کہ: میں تم سے حدیث رسول بیان کررہا ہوں اور تم اس کے مقابلے میں اپنے صحیفے سے بیان کررہے ہو۔''

اس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی ان الفاظ میں روایت کیا ہے:

((عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ فِي رَهْطٍ مِنَّا وَفِينَا بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ، فَحَدَّثَنَا عِمْرَانُ يَوْمَئِذٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم: اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ أَوْ قَالَ: اَلْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ، فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ: إِنَّا لَنَجِدُ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ أَوِ

---

[1] صحیح البخاری: ۶۳۸/۱، کتاب الادب، باب الجهاد.

الْحِكْمَةِ أَنَّ مِنْهُ سَكِينَةً وَّوَقَارًا لِلّٰهِ وَمِنْهُ ضُعْفٌ... الخ.)) ❶

''ابوقتادہ کہتے ہیں کہ ہم اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ عمران بن حصین کے پاس تھے وہاں بشیر بن کعب بھی تھے، آپ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: حیا خیر ہی خیر ہے، بشیر بن کعب نے کہا کہ بعض کتابوں یا حکمتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ حیا کبھی وقار کی شکل میں ہوتا ہے اور کبھی کمزوری کی شکل میں ہوتا ہے، سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سن کر ایسے غصہ ہوئے کہ آپ کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم اس پر اعتراض کر رہے ہو۔''

عمران بن حصین نے حدیث رسول کا اعادہ کیا، بشیر بن کعب نے بھی اپنی بات کا اعادہ کیا، عمران غصہ ہوئے ہم عذر کرتے رہے کہ یہ ہم ہی لوگوں میں سے ہے اس میں عقیدے کی کوئی خرابی نہیں۔

((عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ أَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ طَالَمَا أَضْلَلْتَ النَّاسَ قَالَ: وَمَا ذَاكَ يَا عُرْوَةُ قَالَ: اَلرَّجُلُ يَخْرُجُ مَخْرَجًا بِحَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ فَإِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ زَعَمْتَ أَنَّهُ قَدْ حَلَّ؟ فَقَدْ كَانَ أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ يَنْهِيَانِ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ أَهُمَا وَيْحَكَ آثَرُ عِنْدَكَ أَمْ مَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ، وَمَا سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنِّي وَمِنْكَ قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: فَخَصَمَهُ عُرْوَةُ.)) ❷

''جناب عروہ بن زبیر، سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ ابن عباس! آپ نے لوگوں کو بہت گمراہ کر رکھا ہے۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: عروہ بات کیا ہے؟ عروہ نے کہا: آدمی حج یا عمرہ کے لیے نکلتا ہے، جب طواف کر لے تو آپ کہتے ہیں کہ وہ احرام سے نکل گیا (اس کا مطلب قطعاً یہی ہے کہ طواف اور سعی

---

❶ صحیح مسلم: ۱: ۶۴، حدیث نمبر: ۳۷، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان۔

❷ المعجم الاوسط للطبرانی: ۱/ ۴۲، حدیث نمبر: ۲۱، باسناد حسن۔

کے بعد اگر حج و عمرہ کا احرام ہے تو بھی احرام سے نکل کر متمتع ہو گیا اور اگر صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے تو بہر حال وہ احرام سے نکل ہی گیا۔ سیّدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اس سے منع کرتے تھے، سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میرے اور تمہارے نزدیک ابو بکر و عمر افضل ہیں یا وہ چیز جو کتاب اللہ اور سنت رسول میں ہے، عروہ بن الزبیر نے بے حجت ہو کر بات قبول کر لی۔"

سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج متع کیا تھا، عروہ بن الزبیر نے سن کر کہا کہ: سیّدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما تمتع سے منع کرتے تھے، سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے لگتا ہے کہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے! میں کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور لوگ کہتے ہیں کہ ابو بکر و عمر نے منع کیا ہے۔ [1]

حافظ ابن القیم نے اس اثر کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ابن عباس پر رحم کرے اور ان سے راضی ہو، اگر اس زمانے کے لوگوں کو دیکھتے تو کیا کہتے؟ ان کے سامنے جب کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو وہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں کے اقوال سے معارضہ کرتے ہیں، جو صحابہ سے بہت ہی نیچے درجے کے لوگ ہوتے ہیں۔ [2]

امام دارمی نے صحیح سند سے ابن عباس سے روایت کیا ہے، کہتے ہیں:

((أَلَا تَخَافُوْنَ أَنْ تُعَذَّبُوْا أَوْ يُخْسَفَ بِكُمْ أَنْ تَقُوْلُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَقَالَ فُلَانٌ.)) [3]

"کہ تم ڈرتے نہیں کہ تمہارے اوپر عذاب نازل ہو جائے یا دھنسا دیئے جاؤ! ایک طرف کہتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور پھر اس کے مقابل کہتے ہو، فلاں نے ایسا کہا۔"

---

[1] مسند احمد: ۱/ ۳۳۷.

[2] اعلام الموقعین: ۳/ ۵۳۹.

[3] سنن دارمی: ۱/ ۹۵.

((عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الشَّامِ وَهُوَ يَسْأَلُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَنِ التَّمَتُّعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: هِيَ حَلَالٌ، فَقَالَ الشَّامِيُّ: إِنَّ أَبَاكَ قَدْ نَهَى عَنْهَا، فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ: أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ أَبِي نَهَى عَنْهَا وَصَنَعَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ.)) [1]

''سالم بن عبداللہ بن عمر نے سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شامی کو حج تمتع کے بارے میں پوچھتے ہوئے سنا، سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حلال ہے، شامی نے کہا کہ آپ کے والد نے اس سے منع کیا ہے، سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: بتاؤ اگر میرے والد نے منع کیا ہے اور خود رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے، تو پھر بھی والد کی بات مانی جائے گی یا آپ ﷺ کا حکم مانا جائے گا؟ اس شخص نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہی مانا جائے گا، آپ نے فرمایا: تو رسول اللہ ﷺ نے حج تمتع کیا ہے۔''

امام احمد رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ:

((كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يُفْتِي بِالَّذِي أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الرُّخْصَةِ بِالتَّمَتُّعِ، وَسَنَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِيهِ، فَيَقُولُ نَاسٌ لِابْنِ عُمَرَ: كَيْفَ تُخَالِفُ أَبَاكَ وَقَدْ نَهَى عَنْ ذٰلِكَ؟ فَيَقُولُ لَهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ: وَيْلَكُمْ أَلَا تَتَّقُونَ اللّٰهَ، اَنَّ عُمَرَ نَهَى عَنْ ذٰلِكَ فَيَبْتَغِي فِيهِ الْخَيْرَ يَلْتَمِسُ بِهِ تَمَامَ الْعُمْرَةِ فَلِمَ تُحَرِّمُونَ ذٰلِكَ وَقَدْ اَحَلَّهُ اللّٰهُ وَعَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَفَرَسُولَ اللّٰهِ أَحَقُّ أَنْ تَتَّبِعُوا سُنَّتَهُ؟ إِنَّ عُمَرَ لَمْ يَقُلْ لَكُمْ: إِنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ حَرَامٌ وَلَكِنَّهُ قَالَ: إن أتم العمرة ان تفردوها من أشهر الحج.)) [2]

''سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اللہ کی رخصت کے مطابق حج تمتع کا فتویٰ دیتے تھے، نبی

---

[1] سنن الترمذی، کتاب الحج، رقم: ۸۲۴۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے۔

[2] مسند احمد: ۲/ ۹۵.

کریم ﷺ نے بھی اس کو مسنون فرمایا ہے، سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کچھ لوگ کہتے کہ آپ اپنے والد کی مخالفت کیوں کر رہے ہیں؟ انہوں نے تو تمتع سے منع کیا ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہیں جواب دیتے تمہارے لیے خرابی ہو، تم اللہ سے ڈرتے نہیں! بیشک جناب عمر رضی اللہ عنہ نے خیر ہی کی نیت سے تمتع سے منع کیا تھا، وہ چاہتے تھے کہ لوگ عمرہ مکمل الگ سے کریں، لیکن جب اللہ نے اسے حلال کیا ہے اور خود نبی کریم ﷺ نے کیا ہے تو پھر بتاؤ! کہ نبی کریم ﷺ کی سنت اتباع کی زیادہ حق دار ہے یا عمر کی سنت لائق اتباع ہے؟ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ حرام ہے، بلکہ یہ کہا ہے کہ مکمل عمرہ یہ ہے کہ حج کے مہینوں کے علاوہ مہینوں میں عمرہ کیا جائے۔“

امام بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا يَخْذِفُ فَقَالَ لَهُ: لَا تَخْذِفْ! كَانَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ أَوْ كَانَ يَكْرَهُ الْخَذْفَ وَقَالَ: إِنَّهُ لَا يُصَادُ بِهِ صَيْدٌ، وَلَا يُنْكَى بِهِ عَدُوٌّ وَلَكِنَّهَا قَدْ تَكْسِرُ السِّنَّ وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ، ثُمَّ رَآهُ بَعْدَ ذَلِكَ يَخْذِفُ فَقَالَ: لَهُ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ أَوْ كَرِهَ الْخَذْفَ وَأَنْتَ تَخْذِفُ؟ لَا أُكَلِّمُكَ أَبَدًا.)) [1]

”سیّدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ انگلیوں کے درمیان کنکری رکھ کر پھینک رہا ہے، اس پر آپ نے کہا کہ اس طرح (خذف) کنکریوں کو پھینکنے سے نبی کریم ﷺ نے منع کیا ہے، یا اسے پسند نہ کرتے تھے اور آپ نے فرمایا: کہ اس سے نہ تو شکار کیا جا سکتا ہے اور نہ دشمن کو زخمی کیا جا سکتا ہے، البتہ اس سے دانت ٹوٹ سکتا ہے یا کسی کی آنکھ پھوٹ سکتی ہے، اس کے بعد بھی آپ نے دیکھا کہ وہ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصید، باب الخذف، حدیث نمبر: ۵۴۷۹۔ صحیح مسلم، کتاب الصید، حدیث نمبر: ۵۱۶۴۔

آدمی کنکری پھینک رہا تھا، تو آپ نے کہا کہ میں تم سے نبی کریم ﷺ کی حدیث بیان کررہا ہوں کہ آپ نے خذف سے منع فرمایا ہے اور تم کنکریاں پھینکے جارہے ہو، میں تم سے بات نہیں کروں گا۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ تم سے کبھی بات نہ کروں گا۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں سنت رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے سے قطع کلامی کا جواز ہے۔ اور جس حدیث میں تین دن سے زیادہ نہ بولنے کی ممانعت ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ اپنی خواہش نفس کی بنا پر کسی کو چھوڑے، دین کی خاطر نہیں۔'' [1]

صحیح مسلم کی روایت میں ہے، سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

((لَا تَمْنَعُوا نِسَآئَكُمُ الْمَسَاجِدَ إِذَا اسْتَأْذَنَّكُمْ إِلَيْهَا قَالَ فَقَالَ بِلَالُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ، قَالَ: فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ فَسَبَّهُ سَبًّا سَيِّئًا مَا سَمِعْتُهُ سَبَّهُ مِثْلَهُ قَطُّ، وَقَالَ: أُخْبِرُكَ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَتَقُولُ وَاللّٰهِ لَنَمْنَعُهُنَّ.)) [2]

''کہ اللہ کی بندیوں کو مسجدوں میں نماز کے لیے جانے سے نہ روکو، اس پر ان کے بیٹے بلال نے کہا کہ ہم سختی سے انہیں روکیں گے، جب بلال آئے تو سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو بہت سخت سست کہا، اور کلماتِ زجر کہے کہ ایسا ان سے کبھی نہ سنا تھا، اور کہا کہ میں تمہیں نبی کریم ﷺ کی بات بتا رہا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ہم انہیں سختی سے روکیں گے۔''

طبرانی اور الجامع لابن عبدالبر کی روایت میں ہے کہ کئی بار ان کو ''لَعَنَكَ اللّٰهُ'' کہا، رونے لگے اور غصے میں مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔ [3]

---

[1] فتح الباری: ۹/۷۵۷. [2] صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۴۲.

[3] معجم الطبرانی الکبیر: ۱۲/۳۲۶۔ جامع بیان العلم: ۲/۱۲۰۸، ۱۲۰۹.

ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں باب کا ذکر کیا ہے، ”**باب کراهية معارضة خبر النبی ﷺ بالقياس والرای والدليل علی ان امر النبی ﷺ يجب قبوله اذا علم المرء به وإن لم يدرك ذلك عقله ورأيه.**“ یعنی ”نبی ﷺ کی حدیث کا قیاس اور رائے سے معارضہ کی کراہیت کا بیان“ اور اس بات کی دلیل کہ آپ ﷺ کے حکم کی خبر آدمی کو ہو جائے تو اس کا قبول کرنا واجب ہے، اگرچہ اس کی عقل اور رائے اس کو سمجھ نہ سکے اور قبول نہ کرے۔“

پھر اس کے بعد روایت کا ذکر کیا کہ:

((عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَلَا يُدْخِلْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِيْ أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ أَوْ أَيْنَ طَافَتْ يَدُهُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ حَوْضًا قَالَ: فَحَصَبَهُ ابْنُ عُمَرَ وَقَالَ: أُخْبِرُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَتَقُوْلُ أَرَأَيْتَ حَوْضًا.)) [1]

”سالم بن عبداللہ بن عمر اپنے والد گرامی سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں کوئی جب نیند سے اٹھے تو ہاتھ کو تین بار دھوئے بغیر برتن میں نہ ڈالے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ نیند میں اس کا ہاتھ کہاں تھا، یا کہاں کہاں لگ رہا تھا، ایک شخص نے سن کر کہا: پانی کا حوض ہو تو کیا کرے؟ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے کنکری ماری، اور کہا: کہ میں تمہیں حدیث رسول سنا رہا ہوں اور تم معارضہ کر کے کہہ رہے ہو کہ حوض ہو تو کیا کرے؟“

[1] صحیح ابن خزیمہ: ۱/ ۷۵۔ ابن خزیمہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اصول وضوابط

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تفقہ فی الدین جن اصول وضوابط پر مبنی تھا، وہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اقوال صحابہ، مشورہ اور قیاس تھے۔

جناب میمون بن مہران رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی مسئلہ آتا تو اگر اس کا حل کتاب اللہ میں پاتے تو فیصلہ کرتے نہیں تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈھونڈتے اگر اس میں حل ملتا تو اس کا فیصلہ کرتے۔ نہیں تو لوگوں سے پوچھتے کہ کیا کسی کو اس مسئلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم اور فیصلہ معلوم ہے؟ ایسا بھی ہوتا تھا کہ کسی کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہوتا اور بتاتے تو اس کے مطابق فیصلہ دیتے۔ اگر کوئی فیصلہ نہ ملتا تو اکابر صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے، اگر وہ کسی چیز پر متفق ہو کر فیصلہ دیتے تو سیّدنا ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم اس کا فیصلہ فرماتے۔ [1]

امیر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کو لکھا کہ اگر مسئلہ کتاب اللہ میں ہے تو اس کا فیصلہ کرو۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو سنت رسول میں دیکھو اور فیصلہ دو۔ اگر کتاب وسنت میں نہیں ہے اور تم سے پہلے کسی نے اس کا فیصلہ بھی نہیں کیا ہے تو تمہیں اختیار ہے کہ اپنی رائے اور اجتہاد سے فیصلہ کرو یا پیچھے ہٹ جاؤ۔ میری نظر میں پیچھے ہٹ جانا اچھا رہے گا۔ [2]

جناب عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں: کہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک زمانہ وہ تھا کہ ہم قضاء اور فتویٰ کے اہل نہ تھے اور نہ ہی فتوے دیتے۔ پھر اللہ نے ہم سب کو اپنی مشیت سے اس مقام پر پہنچا دیا جسے دیکھ رہے ہو۔ تو جس کے پاس کوئی مسئلہ آئے تو اس کا فیصلہ کتاب

---

[1] سنن دارمی، المقدمة، رقم: ۵/ ۱۶۳۔ اعلام الموقعین: ۲/ ۱۱۸.

[2] سنن دارمی: ۱/ ۵۵۔ اخبا القضاۃ: ۱/ ۱۸۹.

اللہ سے کرے۔ اگر کتاب اللہ میں وہ مسئلہ موجود نہ ہو تو پھر نبی کریم ﷺ کے فیصلے کی روشنی میں فیصلہ دے۔ اگر ان میں سے کسی میں نہ ملے تو اجتہاد کرے یہ عذر نہ کرے کہ میں ڈرتا ہوں، میں ڈرتا ہوں۔ حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح۔ حلال وحرام کے درمیان کچھ غیر واضح چیزیں ہیں تو جہاں شبہ ہو اسے ترک کردو۔ [1]

جناب علقمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ ایک شخص نے مہر کی تعین کے بغیر نکاح کیا اور دخول سے پہلے ہی اس کا انتقال ہو گیا تو اس عورت کے مہر کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ میں اپنے اجتہاد سے کہہ رہا ہوں اگر درست ہے تو اللہ کی طرف سے ہے، اور اگر غلط ہے تو میری طرف سے۔ میری رائے ہے کہ اس کا مہر اس جیسی عورت کے مہر کی طرح لیا جائے نہ کم نہ بیش۔ اس عورت پر عدت وفات بھی ہے اور اسے متوفی کی میراث بھی ملے گی۔ معقل بن سنان اشجعی نے سن کر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ بروع بنت واشق کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے جو فیصلہ دیا تھا وہی فیصلہ آپ نے بھی کیا ہے۔ [2]

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کسی نے کسی کو بغیر علم کے فتویٰ دیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔ [3]

عبداللہ بن ابی یزید کہتے ہیں کہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی مسئلے میں پوچھا جاتا تو آپ کو اگر وہ مسئلہ قرآنِ کریم میں مل جاتا تو اس سے جواب دیتے۔ نہیں تو حدیث رسول ﷺ میں مل جاتا تو جواب دیتے۔ نہیں تو سیّدنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ واقوال میں ملتا تو اس سے جواب دیتے، ورنہ اپنے اجتہاد سے جواب دیتے۔ [4]

---

[1] سنن نسائی، ص: ۸۱۱۔ سنن دارمی: ۱/ ۶۱۔ اخبار القضاۃ لوکیع: ۱/ ۷۶۔

[2] مصنف عبدالرزاق: ۶/ ۲۹۴۔

[3] سنن دارمی: ۱/ ۵۳۔ مستدرك حاکم: ۱/ ۱۲۶۔

[4] سنن دارمی: ۱/ ۵۵۔ الفقیه والمتفقه: ۱/ ۲۰۳۔

تابعین عظام رحمہم اللہ کی سنت سے محبت اور ان کے اصول وضوابط

یہی طرزِ عمل تابعین عظام رحمہم اللہ کا تھا، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دلوں میں زیادہ معظم ومکرم تھی، اس کی مخالفت پر صبر نہ کرتے تھے۔

سنن دارمی میں جنابِ قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابن سیرین رحمہ اللہ نے کسی آدمی سے حدیث رسول بیان کی تو کسی شخص نے کہا یہ کہ فلاں نے ایسا ایسا کہا ہے۔ اس پر ابن سیرین نے غصہ ہو کر کہا: کہ میں تم سے حدیث رسول بیان کر رہا ہوں اور تم کہہ رہے ہو فلاں نے ایسا کہا؟ تم سے کبھی بات نہ کروں گا۔ [1]

تفقہ فی الدین اور تعلم کتاب وسنت کا طریقہ تابعین نے بھی وہی اختیار کیا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا، کیونکہ تابعین، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد تھے، اور ان پر ان کا رنگ چڑھا ہوا تھا۔ چنانچہ ابو سہیل کہتے ہیں کہ میری بیوی نے مسجد حرام میں تین دن اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی۔ میں نے جنابِ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے سوال کیا اور ساتھ میں امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ بھی تھے کہ اس کو اعتکاف کے ساتھ صوم بھی رکھنا ہے؟ زہری رحمہ اللہ نے کہا کہ بغیر صوم کے اعتکاف نہیں۔

اس پر جنابِ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے پوچھا کہ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے؟ کہا کہ نہیں۔ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے پوچھا: کہ سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے؟ کہا: کہ نہیں۔ کہا: سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے؟ کہا: نہیں۔ کہا: سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے؟ کہا: نہیں۔ تو جنابِ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ اس عورت کے لیے روزہ ضروری نہیں۔ وہاں سے

❶ سنن دارمی: ۱/ ۹۷.

نکلا تو طاؤس اور عطاء بن ابی رباح رحمہما اللہ سے ملاقات ہوئی۔ جناب طاؤس نے کہا: کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر اس نے صوم کی نذر اعتکاف کے ساتھ نہیں مانی ہے تو پھر اس پر صوم واجب نہیں۔ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ میری بھی یہی رائے ہے۔ [1]

سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد آپ کے خلفا نے سنت پہ ثابت قدم رہ کر بتلا دیا کہ اس کی پابندی درحقیقت قرآنِ مجید کی تصدیق، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور دینِ متین کو تقویت پہنچانا ہے۔ جو اس پر عمل پیرا ہو، وہ راہ یاب ہے، جس نے اس سے مدد چاہی وہ فائز المرام ہے اور جو اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوگیا، اس نے مومنین، صالحین وکاملین سے بغاوت کی راہ اختیار کی، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو منہ کی کھلائے گا اور جہنم رسید کرے گا۔''

چنانچہ سنن ترمذی میں ہے:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَلَّدَ نَعْلَيْنِ، وَأَشْعَرَ الْهَدْيَ، ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ يُوسُفَ بْنَ عِيسَى يَقُولُ: سَمِعْتُ وَكِيعًا يَقُولُ حِينَ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ: لَا تَنْظُرُوا إِلَى قَوْلِ أَهْلِ الرَّأْيِ فِي هَذَا، فَإِنَّ الْإِشْعَارَ سُنَّةٌ، وَقَوْلُهُمْ بِدْعَةٌ، وَقَالَ: سَمِعْتُ أَبَا السَّائِبِ يَقُولُ: كُنَّا عِنْدَ وَكِيعٍ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ مِمَّنْ يَنْظُرُ فِي الرَّأْيِ: أَشْعَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، وَيَقُولُ أَبُو حَنِيفَةَ: هُوَ مُثْلَةٌ قَالَ الرَّجُلُ: فَإِنَّهُ قَدْ رُوِيَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ أَنَّهُ قَالَ: الْإِشْعَارُ مُثْلَةٌ، قَالَ: فَرَأَيْتُ وَكِيعًا غَضِبَ غَضَبًا شَدِيدًا، وَقَالَ: أَقُولُ لَكَ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، وَتَقُولُ: قَالَ إِبْرَاهِيمُ، مَا أَحَقَّكَ بِأَنْ تُحْبَسَ ثُمَّ لَا تُخْرَجُ حَتَّى تَنْزِعَ عَنْ قَوْلِكَ هَذَا.)) [2]

''سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کے جانور کا اشعار

❶ سنن دارمی: ۱/ ۵۴.

❷ سنن الترمذی، ۲۱۸، ۲۱۹۔ الفقیہ والمتفقہ، ص: ۱۴۸.

کیا، اور اس کی گردن میں کوئی چیز لٹکائی، امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے یوسف بن عیسیٰ سے سنا: وہ کہتے تھے کہ میں نے وکیع سے سنا: جب آپ نے اس کی روایت کی تو کہا کہ: اس مسئلے میں اہل رائے کی بات نہ سنو، اشعار سنت رسول ہے اور ان کا قول بدعت ہے، ابو السائب کہتے ہیں کہ ہم وکیع رحمہ اللہ کے پاس بیٹھے تھے، ایک آدمی جو رائے اور قیاس کرتا تھا اس سے کہا: کہ رسول اللہ ﷺ نے اشعار کیا، ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اشعار مثلہ ہے، اس آدمی نے کہا کہ: ان کی دلیل یہ ہے کہ ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ اشعار مثلہ ہے، ابو السائب کہتے کہ میں نے وکیع کو دیکھا کہ بہت سخت غصہ ہوئے اور کہا کہ میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا، اور تم کہتے ہو کہ ابراہیم نے کہا، تم اس لائق ہو کہ تمہیں جیل میں بند کر دیا جائے اور جب تک اس سے توبہ نہ کر لو تمہیں جیل سے نہ نکالا جائے۔‘‘

امام عامر بن شرحبیل الشعبی (تابعی، متوفی ۱۰۴ھ) فرماتے ہیں:

((مَا حَدَّثُوكَ هٰؤُلَاءِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَخُذْ بِهِ، وَمَا قَالُوْهُ بِرَأْيِهِمْ فَأَلْقِهِ فِي الْحِشِّ.))

’’یہ لوگ تجھے، رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث بتائیں اسے مضبوطی سے پکڑ لو اور جو بات وہ اپنی رائے سے خلافِ کتاب وسنت کہیں اسے کوڑے کرکٹ پر پھینک دو۔‘‘ ❶

امام حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ إِلَّا وَأَنْتَ آخِذٌ مِنْ قَوْلِهِ أَوْ تَارِكٌ إِلَّا النَّبِيَّ.))

’’لوگوں میں سے ہر آدمی کی بات آپ لے بھی سکتے ہیں اور ردّ بھی کر سکتے ہیں سوائے نبی ﷺ کے آپ کی ہر بات لینا فرض ہے۔‘‘ ❷

❶ سنن الدارمی: ۱/ ۶۷، رقم: ۲۰۶.

❷ الاحکام لابن حزم: ۶/ ۲۹۳.

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَكَذَلِكَ تَابِعُوْهُمْ أَيْضًا يَرْجِعُوْنَ اِلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، فَاِنْ لَمْ يَجِدُوْا نَظَرُوْا مَا اَجْمَعَ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ، فَاِنْ لَمْ يَجِدُوْا اِجْتَهَدُوْا، وَاخْتَارَ بَعْضُهُمْ قَوْلَ صَحَابِيٍّ فَرَآهُ الْأَقْوٰى فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى.“

”یہی تابعین کی حالت تھی وہ بھی فقہی مسائل میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ اگر وہ کوئی مسئلہ کتاب وسنت میں نہ پاتے تو اس بات کو دیکھتے جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ اگر اجماع بھی نہ پاتے تو اپنے طور پر اجتہاد کرتے۔ بعض تابعین تو صحابی کے اس قول کو لے لیتے جسے وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے قوی تر سمجھتے۔“

ائمہ کرام رحمہم اللہ کی سنت نبوی سے محبت اور ان کے اصول

ائمہ کرام رحمہم اللہ کتاب وسنت سے بہت زیادہ محبت کیا کرتے تھے، ان ائمہ کی تفقہ فی الدین کی بنیاد ان اصولوں پر تھی:

۱: کتاب اللہ عزوجل۔

۲: سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳: اجماع صحابہ یا غیر صحابہ۔

۴: آثار صحابہ، خصوصاً خلفاء اربعہ۔

۵: قیاس۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ (المتوفی: ۱۵۰ھ)

اُصولِ فقہ:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے امام یحییٰ بن معین اور خطیب بغدادی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ: یحییٰ بن الفریس کہتے ہیں کہ سفیان ثوری کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے آپ ناراض کیوں ہیں؟ میں نے ان کو کہتے سنا ہے کہ میں کتاب اللہ سے مسئلہ لیتا ہوں، نہ ملے تو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لیتا ہوں، نہ ملے تو صحابہ کے اقوال سے لیتا ہوں۔ ان کے اختلاف کی صورت میں جس کے قول کو زیادہ مناسب سمجھتا ہوں اسے لے لیتا ہوں اور جس کو چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں۔ لیکن صحابہ کے اقوال سے نہیں نکلتا ہوں۔ البتہ جب معاملہ ابراہیم نخعی، شعبی، ابن سیرین، حسن بصری، عطاء بن ابی رباح اور سعید ابن المسیب وغیرہ تابعین تک پہنچتا ہے تو جیسا انہوں نے اجتہاد کیا ہے میں بھی اجتہاد کرتا ہوں ان کے اقوال کی پابندی نہیں کرتا۔ [1]

---

[1] تاریخ ابن معین بروایۃ الدوری: ۴/۶۳۔ تاریخ بغداد: ۱۳/۳۶۸۔ اخبار ابی حنیفۃ للصیمری، ص: ۱۰.

حسن بن صالح رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام ابوحنیفہ حدیث میں ناسخ اور منسوخ کو بڑی کدو کاوش سے تلاش کرتے۔ اگر ان کے نزدیک حدیث رسول یا آثار صحابہ صحیح ثابت ہو جاتے تو اس پر عمل کرتے۔ وہ اہل کوفہ کی حدیث اور فقہ کے عالم تھے کوفہ کے لوگوں کے عمل کی شدید اتباع کرتے۔ اہل کوفہ کو نبی کریم ﷺ کے جو آخری فعل پہنچے ان کے حافظ تھے۔ کہا کرتے تھے کہ کتاب اللہ میں کچھ چیزیں منسوخ ہیں، اسی طرح حدیث میں بھی منسوخ ہیں۔ ❶

ابوحمزہ السکری رحمہ اللہ کہتے ہیں: کہ میں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کہتے ہوئے سنا ہے کہ صحیح سند سے نبی کریم ﷺ سے حدیث ثابت ہو تو میں اسے لیتا ہوں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مختلف اقوال میں کسی کو اختیار کر لیتا ہوں۔ تابعین کے اقوال کو چھوڑ کر میں انہیں کی طرح اجتہاد کرتا ہوں اور ان کے قول سے نہیں نکلتا ہوں۔ ❷

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں: کہ میں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو کہتے سنا ہے، جب نبی کریم ﷺ سے حدیث مل جائے تو وہ سر آنکھوں پر، صحابہ کے اقوال مل جائیں تو ان کے مختلف اقوال میں سے ہم کسی ایک کا اختیار کریں گے، تابعین کے اقوال سامنے آئیں تو ہم بھی انہی کی طرح اجتہاد کریں گے۔

اقوال:

۱: ((اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْہَبِیْ.)) ❸

''کہ میرا مذہب صحیح حدیث ہے۔''

۲: ((اِذَا رَأَیْتُمْ کَلَامَنَا یُخَالِفُ ظَاھِرَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَاضْرِبُوْا بِکَلَامِنَا الْحَائِطَ.)) ❹

---

❶ اخبار ابو حنیفة للصمیری، ص: ۱۰.

❷ الإنتقاء لإبن عبدالبر، ص: ۱۴۴، ۱۴۵.

❸ حاشیہ ابن عابدین: ۱/ ۶۳۔ حاشیة علی البحر الرائق: ۶/ ۲۹۳.

❹ میزان شعرانی.

’’جب دیکھو کہ ہمارے اقوال قرآن اور حدیث کے خلاف ہیں تو قرآن اور حدیث پر عمل کرو اور ہمارے اقوال کو زمین پر دے مارو۔‘‘

۳: ((قَالَ الْاِمَامُ اَبُوْ حَنِیْفَةَ لَا تُقَلِّدْنِیْ وَلَا تُقَلِّدَنَّ مَالِکًا وَلَا غَیْرَهٗ وَخُذِ الْاَحْکَامَ مِنْ حَیْثُ اَخَذُوْا مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ کَذَا فِی الْمِیْزَانِ وَغَیْرِهٖ.)) ❶

’’حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا، میری تقلید نہ کرنا، اور نہ مالک رحمہ اللہ کی، اور نہ کسی اور کی تقلید کرنا اور احکام دین وہاں سے لینا، جہاں سے اُنہوں نے لیے ہیں یعنی کتاب وسنت سے۔‘‘

۴: ((حَرَامٌ عَلٰی مَنْ لَّمْ یَعْرِفْ دَلِیْلِیْ اَنْ یُّفْتِیَ بِکَلَامِیْ.)) ❷

’’میرے قول پر فتویٰ دینا حرام ہے، جب تک میری بات کی دلیل معلوم نہ ہو۔‘‘

۵: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

((لَا اُقَلِّدُ التَّابِعِیَّ لِاَنَّهُمْ رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ وَلَا یَصِحُّ تَقْلِیْدُهٗ.)) ❸

’’میں کسی تابعی کی تقلید نہیں کرتا اس لیے کہ وہ بھی ہماری طرح انسان ہیں ان کی تقلید جائز نہیں۔‘‘

۶: حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم امام (ابوحنیفہ) کے قول پر مقدم ہے۔ ❹

۷: ((لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یَّاْخُذَ بِقَوْلِنَا مَا لَمْ یَعْلَمْ مِنْ اَیْنَ اَخَذْنَاهُ.)) ❺

’’کسی کے لیے یہ حلال ہی نہیں کہ وہ ہمارے قول کے مطابق عمل کرے جب تک کہ اسے یہ معلوم نہ ہو کہ ہمارے قول کا ماخذ کیا ہے۔‘‘

آپ سے ایک یہ قول بھی منقول ہے:

---

❶ حقیقت الفقه. ❷ میزان شعرانی.

❸ نور الانوار، ص: ۲۱۹، طبع یوسفی. ❹ هدایه: ۱/ ۵۰۲.

❺ الانتقاء فی فضائل الثلاثة الائمة الفقهاء، ابن عبدالبر، ص: ۱۴۵۔ اعلام الموقعین، ابن قیم: ۱/ ۳۰۹۔ حاشیہ ابن عابدین علی البحر الرائق: ۳/ ۲۹۳۔ رسم المفتی، ص: ۲۹۔ ۳۲۔ میزان شعرانی: ۱/ ۵۵.

۸: آپ نے اپنے شاگرد رشید قاضی ابو یوسف کو ایک مرتبہ مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: افسوس ہے تجھ پر اے یعقوب! ہر بات جو مجھ سے سنتے ہو، اسے نہ لکھا کرو، کیونکہ میں آج ایک رائے اختیار کرتا ہوں اور کل اسے چھوڑ دیتا ہوں اور کل ایک رائے اختیار کرتا ہوں اور اسے پرسوں ترک کر دیتا ہوں۔

آپ سے ایک یہ ارشاد بھی منقول ہے:

۹: ((اِذَا قُلْتُ قَوْلًا یُخَالِفُ کِتَابَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَخَبَرَ الرَّسُوْلِ فَاتْرُکُوْا قَوْلِیْ.)) [1]

''جب میرا قول کتاب اللہ اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو تو میرے قول کو ترک کر دو۔''

۱۰: ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ابو یوسف رحمہ اللہ سے کہا: ''تم اصول دین یعنی کلام کے بارے میں عام لوگوں سے گفتگو کرنے سے بچ کر رہنا، کیونکہ یہ لوگ تمہاری تقلید کریں گے، اور اسی میں پھنس جائیں گے۔'' [2]

امام مالک رحمہ اللہ (المتوفی ۱۷۹ھ):

اُصولِ فقہ:

اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ سے بھی آپ کے اصول وضوابط کو ثقات ائمہ نے نقل کیا ہے۔ مطرف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمہ اللہ کو کہتے سنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنتیں جاری فرمائیں، اور آپ کے بعد علماء وحکام نے کچھ سنتیں جاری کیں ان سب پر تمسک کتاب اللہ کی اتباع ہے۔ اور اللہ کی اطاعت کی تکمیل ہے۔ نیز دین کے لیے باعث قوت ہے کہ کسی کو تغیر وتبدیل کا حق حاصل نہیں۔ نہ ہی ان کے خلاف کسی اور چیز کی طرف دیکھنا ہے۔ انہی سے ہدایت لینے والا ہدایت یاب ہے۔ جس نے ان سے مدد لی وہی غالب اور کامیاب ہے۔ جس نے ان سنتوں کو ترک کر دیا اس نے مومنوں کے راستے کے خلاف راستہ کی پیروی کی۔ اللہ

---

[1] ایقاظ ھمم اولی الابصار، ص: ۵۰.

[2] مناقب ابی حنیفة، ص: ۳۷۳.

تعالیٰ اسے اپنے اختیار پر چھوڑ دے گا۔ اور جہنم کے برے ٹھکانے میں اسے داخل کر دے گا۔ ❶

اسحاق بن عیسیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: کہ جب بھی کوئی بحث ومباحثہ کرنے والا آئے تو کیا ہم جبریل علیہ السلام کے ذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ دین کو چھوڑ دیں گے۔ ❷

لیث بن سعد رحمہ اللہ نے جو مکتوب امام مالک رحمہ اللہ کو بھیجا تھا، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین خصوصاً اہل مدینہ کے صحابہ کرام کے آثار کو کس سختی اور جدوجہد سے تلاش کرتے اور ان کی اتباع کرتے۔ ❸

اقوال:

۱: ((اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اُخْطِیءُ وَاُصِیبُ فَانْظُرُوْا فِیْ رَأْیِ کُلَّمَا وَافَقَ الْکِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَخُذُوْهُ وَکُلَّمَا لَمْ یُوَافِقِ الْکِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَاتْرُکُوْهُ.)) ❹

''میں بشر ہوں! مجھ سے غلطی اور درستگی دونوں کا احتمال ہے، میری ہر بات کی تحقیق کیا کرو، جو کتاب وسنت کے موافق ہو اس پر عمل کرلیا کرو، جو مخالف ہو اسے ردّ کر دیا کرو۔''

۲: امام قعنبی رحمہ اللہ جو آپ کے خاص تلامذہ میں سے تھے انہوں نے امام محترم کی آنکھوں سے آنسو نکلتے دیکھے تو سبب پوچھا۔ امام محترم فرمانے لگے: قعنبی! میں نہ روؤں تو کون روئے۔ اے کاش! مجھے میرے ہر قیاسی فتوے کے بدلے میں ایک کوڑا مارا جاتا۔ یہی گریہ جاری تھا لب متحرک تھے کہ اسی عالم میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ اور یوں ۸۶ سال کی عمر پا کر ۱۷۹ھ کو انتقال فرمایا۔

۳: امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کی بات لی اور چھوڑی نہ جا سکتی ہو صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایسے ہیں جن کی ہر بات کا

---

❶ الحلیة: ۶/۳۲۴۔ ❷ الحلیة: ۶/۳۲۴۔

❸ اعلام الموقعین: ۳/۱۷۰۔

❹ جامع بیان العلم ۲/۹۱۔ الاحکام لابن حزم: ۶/۱۴۵۔

قبول کرنا فرض ہے۔ ❶

۴: امام ابن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں امام مالک رحمہ اللہ کے پاس تھا کسی نے مسئلہ پوچھ لیا کہ وضو میں پاؤں کی، انگلیوں کے خلال کا کیا حکم ہے؟ امام مالک رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ ”هٰذَا لَيْسَ بِشَيْئٍ“ کہ ”یہ کوئی چیز نہیں“ یعنی اس بارے میں کوئی حدیث نہیں ہے۔ امام ابن وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب لوگ چلے گئے اور امام مالک اکیلے رہ گئے تو میں ان کے پاس گیا، اور عرض کیا کہ استاد محترم! اس بارے میں ہمیں ایک حدیث اس سند کے ساتھ پہنچی ہے۔ ”حَدَّثَنِي لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَابْنُ لَهِيعَةَ وَعَمْرُو بْنُ حَارِثٍ“ ان تینوں نے مجھے یہ حدیث بیان کی ہے یزید بن عمرو سے، انہوں نے ابوعبدالرحمن الحبلی سے اور انہوں نے مستورد بن شداد سے رضی اللہ عنہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنی خنصر سے پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرتے تھے، تو امام مالک رحمہ اللہ فرمانے لگے: یہ حدیث حسن ہے۔ عبداللہ بن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد امام مالک رحمہ اللہ سے پھر کسی نے یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: ہاں انگلیوں کا خلال کرنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ ❷

امام شافعی رحمہ اللہ وفات ۲۰۴ھ:

اُصولِ فقہ:

امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے اُصول کو خود اپنی تالیفات میں واضح طور پر بیان فرمایا ہے۔ نیز ثقات نے بھی بہت کچھ سنہرے اصول آپ سے نقل کئے ہیں۔

آپ کے اقوال دیگر ائمہ سے اصول اتباع وسنت کے بارے میں زیادہ منقول اس لیے بھی ہیں کہ آپ کے زمانے میں مذاہب اور اقوال علماء پر تعصب مزید ہو چکا تھا۔ اسی طرح امام احمد بن حنبل کے زمانے میں بھی تعصّبات میں شدت آ چکی تھی اس لیے آپ سے بھی اس مسئلے میں اقوال کثرت سے منقول ہیں۔

---

❶ ارشاد السالك: ۱/ ۲۲۷.

❷ مقدمہ جرح وتعدیل، ص: ۳۱، ۳۲۔ سنن الکبریٰ للبیهقي: ۱/ ۷۶، ۷۷.

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اصل الأصول قرآن وسنت ہے، اگر دونوں میں مسائل کا حل نہ ملے تو انہیں دونوں پر قیاس کرنا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے صحیح سند سے حدیث ثابت ہو تو وہی سنت ہے۔ اجماع، خبر یعنی حدیث وآثار صحابہ سے قوی ہے۔ حدیث کو اس کے ظاہر ہی پر محمول کرنا ہے۔ اگر کئی معانی کا اشتباہ ہو تو جو سب سے ظاہر معنی ہے اسی کو لیا جائے گا۔ اگر کئی احادیث میں اختلاف ہو تو جو سب سے صحیح سند سے ہے وہی راجح ہے۔ جس حدیث کی سند میں انقطاع ہے سوائے سعید بن مسیب کی منقطع کے وہ ضعیف ہے۔ ❶

نیز فرمایا: کسی کو بغیر علم کے کسی چیز کے بارے میں حلال وحرام کا فتویٰ دینا جائز نہیں اور علم کے مصادر کتاب وسنت، اجماع اور قیاس ہیں۔

دوسرے مقام پر کہا کہ علم کے مصادر کتاب وسنت، اجماع، آثار اور بیان کردہ طریقے پر قیاس ہے۔ ❷

پھر فرمایا کہ علم کے دو طریقے ہیں:

(۱) اتباع اور (۲) استنباط

اتباع یہ ہے: کہ کتاب اللہ پر عمل کیا جائے، اگر مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو سنت رسول پر عمل ہو، اگر سنت رسول میں نہ ملے تو سلف کے اقوال پر عمل ہو۔ ان سب کے نہ ہونے کی صورت میں اللہ کی کتاب کی دلیل پر قیاس ہو، نہیں تو سنت کی دلیل پر قیاس ہو، نہیں ہے تو عام سلف کے متفق علیہ قول پر قیاس کیا جائے۔ تمام ادلّہ کے نہ ہونے کی صورت میں قیاس کے بغیر کہنا جائز نہیں۔

اور جن کے لیے قیاس کرنا جائز ہے، اگر ان میں قیاس واجتہاد میں اختلاف ہو تو ہر ایک کو اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرنا ہے، دوسرے کے اجتہاد پر اس کے لیے عمل کرنا جائز نہیں۔ ❸

مزید فرمایا: حجت کتاب وسنت میں اور آثار صحابہ میں ہے۔ مسلمانوں کے قول یعنی اجماع

---

❶ الفقیه والمتفقه: ۱/ ۲۳۔ ❷ الرسالة، ص: ۸۴، ۸۵۔

❸ کتاب الأم: ۱/ ۱۵۳۔

میں ہے۔اورنہیں تو مذکورہ حجتوں پر قیاس بھی حجت ہے۔ ❶

نیز فرمایا: بات وہی قبول کی جائے گی جو کتاب وسنت یا صحابہ کرام سے ثابت شدہ آثار یا اجماع سے ہو۔ ❷

نیز فرمایا: جو احکام کتاب وسنت میں ہوں ان کی اتباع نہ کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ بہر حال ان کی اتباع واجب ہے۔

اگر کتاب وسنت میں نہیں تو صحابہ کے اجماعی اقوال کو لیں گے۔ اگر اجماع نہیں ہے تو ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کی تقلید ہمارے لیے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ ❸

مزید کہا: ائمہ کا طریقہ ہم نے یہ پایا کہ کوئی بات کہنی ہو تو لوگوں سے کتاب وسنت کا علم پوچھتے تھے۔ ان کی اپنی رائے کے خلاف اگر کسی مسئلہ کی خبر ملی تو کتاب وسنت کی خبر کو قبول کر لیتے۔ اپنے تقویٰ کی بنا پر کتاب وسنت کی طرف رجوع کر لیتے انکار نہ کرتے۔ اگر ہمیں ائمہ کی تحقیق نہ ملے تو صحابہ کرام کے اونچے مقام کی بنا پر ان کے قول کو لیں گے۔ ان کے بعد کے لوگوں کی پیروی کی بجائے صحابہ کی پیروی افضل ہے۔ اور علم کے کئی درجات ہیں:

پہلا درجہ:...... کتاب وسنت صحیحہ کا ہے۔

دوسرا درجہ:...... اجماع کا ہے جہاں کتاب وسنت نہ ملے۔

تیسرا درجہ:...... کسی صحابی کے قول کا ہے اگر ان کا کوئی مخالف نہیں۔

چوتھا درجہ:...... صحابہ کے مختلف اقوال وآراء کا ہے۔

پانچواں درجہ:...... قیاس کا ہے بشرطیکہ ان مذکورہ درجات پر قیاس کیا گیا ہو۔

لیکن یاد رہے کہ کتاب وسنت کے ہوتے ہوئے کسی اور دلیل کو لینا جائز نہیں۔ اس کے باوجود امام شافعی رحمہ اللہ قیاس کو مجبوری اور اضطراری حالات میں استعمال فرماتے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اجماع سے فیصلہ کریں گے اس کے بعد قیاس سے۔ اجماع کی بہ نسبت قیاس بہت ہی

---

❶ کتاب الأم: ۲/ ۳۱.　❷ کتاب الأم: ۶/ ۳۴۳.

❸ کتاب الأم: ۷/ ۲۶۵.

ضعیف دلیل ہے مگر اضطراری حالات کے لیے ہے۔خبر (حدیث) کی موجودگی میں قیاس کرنا حلال نہیں بعینہٖ تیمم کی طرح کہ پانی کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں۔اسی طرح سنت رسول ﷺ کے بعد کی دلیلیں اسی وقت حجت ہونگی جبکہ سنت نہ پائی جائے۔ [1]

اقوال:

۱: امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا جب میں کوئی بات کہوں اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان میری بات کے خلاف ہو تو یاد رکھو کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے بسند صحیح ثابت ہو وہی لائق اتباع ہے لہٰذا میری تقلید نہ کرنا۔ [2]

۲: ((قَالَ الشَّافِعِیُّ: اِذَا قُلْتُ قَوْلًا وَّکَانَ النَّبِیُّ قَالَ خِلَافَ قَوْلِیْ فَمَا یَصِحُّ مِنْ حَدِیْثِ النَّبِیِّ اَوْلٰی فَلَا تُقَلِّدُوْنِیْ.)) [3]

''امام شافعی نے فرمایا: جب میں کوئی مسئلہ بتاؤں اور رسول اللہ ﷺ نے میرے قول کے خلاف فرمایا ہو تو جو مسئلہ حدیث سے ثابت ہو وہی افضل ہے۔پس میری تقلید مت کرو۔''

۳: ((اِنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ، اِذَا رَأَیْتُمْ کَلَامِیْ یُخَالِفُ الْحَدِیْثَ فَاعْمَلُوْا بِالْحَدِیْثِ وَاضْرِبُوْا بِکَلَامِی الْحَائِطَ.)) [4]

''امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے، جب صحیح حدیث مل جائے پس جان لو کہ میرا مذہب وہی ہے (اور) جب میری بات کو حدیث کے مخالف دیکھو تو (خبردار) حدیث پر عمل کرو اور میری بات کو دیوار پر دے مارو۔''

امام شافعی رحمہ اللہ نے امام احمد کی خدمت میں عرض کیا:

---

[1] الرسالۃ، ص: ۵۵۹، ۵۶۰۔ دیکھیں: آداب الشافعی ومناقبۃ لابن ابی حاتم۔ مناقب الشافعی للبیھقی۔ معرفۃ السنن والآثار للبیھقی۔ الفقیہ والمتفقہ للخطیب۔

[2] کتاب الامتاع از امام بیہقی۔

[3] عقد الجید۔

[4] عقد الجید۔

۴: ((اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِالْحَدِيْثِ وَالرِّجَالِ مِنِّيْ، فَاِذَا كَانَ الْحَدِيْثُ الصَّحِيْحُ فَاَعْلِمُوْنِيْ بِهِ اَىَّ شَيْئٍ يَكُوْنُ كُوْفِيًّا اَوْ بَصَرِيًّا اَوْ شَامِيًّا حَتّٰى اَذْهَبَ اِلَيْهِ.)) ❶

''آپ کو میری نسبت حدیث اور رجال کا زیادہ علم ہے۔ لہٰذا آپ کی تحقیق کے مطابق جب کوئی حدیث صحیح ہو تو مجھے بھی بتا دیا کریں خواہ وہ کوفی ہو یا بصری ہو یا شامی تا کہ حدیث کے صحیح ہونے کی صورت میں میں بھی اس کے مطابق عمل کروں۔''

آپ تو یہاں تک فرمایا کرتے تھے:

۵: ((اِذَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اَقُوْلُ قَوْلًا وَقَدْ صَحَّ عَنِ النَّبِيِّ خِلَافَه، فَاعْلَمُوْا اَنَّ عَقْلِيْ قَدْ ذَهَبَ.)) ❷

''جب تم یہ دیکھو کہ میں ایک بات کہہ رہا ہوں اور آنحضرت ﷺ سے اس کے خلاف ثابت ہے تو جان لو کہ میری عقل جواب دے گئی ہے۔''

امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے:

۶: ((كُلُّ مَا قُلْتُ فَكَانَ عَنِ النَّبِيِّ خِلَافَ قَوْلِيْ مِمَّا يَصِحُّ فَحَدِيْثُ النَّبِيِّ اَوْلٰى فَلَا تُقَلِّدُوْنِيْ.)) ❸

''میری ہر وہ بات جس کے خلاف نبی ﷺ کا فرمان صحیح سند سے ثابت ہو، تو میری تقلید نہ کرو بلکہ آنحضرت ﷺ کے فرمان پر عمل کرو۔''

امام شافعی فرماتے ہیں:

۷: ((اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَنَّ مَنِ اسْتَبَانَ لَهُ سُنَّةً عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ لَمْ يَحِلَّ لَهُ اَنْ يَّدَعَهَا لِقَوْلِ اَحَدٍ.)) ❹

---

❶ آداب الشافعی، ابن ابی حاتم، ص: ۹۴۔ ۹۵۔ حلیۃ الاولیاء، ابونعیم، ۱۰۶/۹۔ الاحتجاج بالشافعی، خطیب، ص: ۸۔

❷ آداب الشافعی، ابن ابی حاتم، ص: ۹۳۔ حلیۃ الاولیاء: ۱۰۶/۹۔ ابن عساکر: ۱۰/۱۵۔

❸ ابن عساکر: ۹/۱۔

❹ اعلام الموقعین: ۳۶۱/۲۔ ایقاظ، ص: ۶۸۔

''مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی سنت واضح ہوجائے تو اس کے لیے یہ حلال نہیں کہ کسی کے قول کی وجہ سے سنت رسول ﷺ کو چھوڑ دے۔''

:۸ كُلُّ الْعُلُوْمِ سِوَى الْقُرْآنِ مُشْغِلَةٌ
إِلَّا الْحَدِيْثَ وَإِلَّا الْفِقْهَ فِي الدِّيْنِ
اَلْعِلْمُ مَا كَانَ فِيْهِ قَالَ حَدَّثَنَا
وَسِوَى ذَاكَ مِنْ وَسْوَاسِ الشَّيَاطِيْنِ [1]

''قرآن وحدیث اور تفقہ فی الدین کے علاوہ تمام علوم مشغلہ ومصروفیت ہیں۔ علم وہی ہے جس میں یہ ہو کہ فلاں نے یہ حدیث بیان کی وگرنہ صرف شیطانی وساوس ہی ہیں۔''

:۹ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''ہر شخص سے سنت رسول کبھی مخفی رہ سکتی ہے، لہٰذا جب میں کوئی بات کہوں یا کوئی اصول بیان کروں اور وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے خلاف ہو تو اس وقت رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو تسلیم کرو، وہی میرا قول ہے۔'' [2]

:۱۰ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلَى النَّاسِ اتِّبَاعَ وَحْيِهِ وَسُنَنِ رَسُوْلِهِ.)) [3]

''اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اپنی وحی اور اپنے رسول کی سنن کی اتباع فرض کی ہے۔''

:۱۱ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((كُلُّ مَا قُلْتُ ـ وَكَانَ عَنِ النَّبِيِّ (ﷺ) خِلَافَ قَوْلِيْ مِمَّا يَصِحُّ فَحَدِيْثُ النَّبِيِّ

---

[1] مواهب الوفي في مناقب الشافعي.
[2] ايقاظ همم أولي الأبصار، ص: ۱۰۰ ـ اعلام الموقعين: ۲/ ۳۶۳.
[3] الرسالة، ص: ۷۶، رقم: ۲۴۴.

(ﷺ) أَوْلَى، وَلَا تُقَلِّدُوْنِي.)) ❶

''میری ہر بات جو نبی ﷺ کی صحیح حدیث کے خلاف ہو، اُسے چھوڑ دو، پس نبی ﷺ کی حدیث سب سے زیادہ لائق اتباع ہے، لہٰذا میری تقلید نہ کرو۔''

۱۲: امام مزنی رحمہ اللہ نے فرمایا:

((اِخْتَصَرْتُ هٰذَا الْكِتَابَ مِنْ عِلْمِ مُحَمَّدِ بْنِ إِدْرِيْسِ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَمِنْ مَعْنَى قَوْلِهِ لِأُقَرِّبَهُ عَلَى مَنْ أَرَادَهُ مَعَ إِعْلَامِيَةِ نَهْيِهِ عَنْ تَقْلِيْدِهِ وَتَقْلِيْدِ غَيْرِهِ، لِيَنْظُرَ فِيْهِ لِحَدِيْثِهِ وَيَحْتَاطَ فِيْهِ لِنَفْسِهِ.)) ❷

''میں نے یہ کتاب (امام) محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ کے علم سے مختصر کی ہے تاکہ جو شخص اسے سمجھنا چاہے آسانی سے سمجھ لے، اس کے ساتھ میرا یہ اعلان ہے کہ امام شافعی نے اپنی تقلید اور دوسروں کی تقلید سے منع فرما دیا ہے تاکہ شخص اپنے دین کو پیش نظر رکھے اور اپنے لیے احتیاط کرے۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وفات ۲۴۱ھ:

اُصولِ فقہ:

اسی طرح ائمہ ثقات نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی آپ کے اصول نقل کئے اور وہ ان پر عمل کرتے رہے۔ اثرم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ احمد بن حنبل کے منجملہ اور مسائل کے جنہیں ہم نے ان سے سنا ہے، انہیں دیکھا بھی ہے کہ اگر کسی مسئلے میں کوئی حدیث ہوتی تو وہ کسی صحابی یا تابعی وغیرہ کی بات اس کے خلاف نہ لیتے۔ اور اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مختلف اقوال انہیں ملتے تو ان میں سے کسی ایک کو ترجیح دے کر قبول کرتے۔ اسی طرح اگر نبی رضی اللہ عنہم کی سنت نہ ملتی نہ ہی صحابہ کے اقوال ملتے تو تابعین کے اقوال میں سے کسی کا قول اختیار کرتے۔ عمرو بن شعیب اور ابراہیم ھجری کی حدیث کی طرح اگر حدیث میں کچھ ضعف بھی ہوتا تو اسے لے لیتے اگر اس

❶ آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم، ص: ۵۱۔

❷ الام، مختصر المزنی، ص: ۱۔

سے قوی کوئی حدیث نہ ملتی۔ اسی طرح مرسل حدیث کے خلاف بھی کوئی حدیث نہ ملتی تو اسے قبول کرتے۔ [1]

ابو محمد رزق اللہ تمیمی نے امام احمد کے اصول کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ کا یہ کہنا تھا کہ احکام شرعیہ اور ان مسائل میں جن میں ظاہری علوم کا دخل نہیں دلیلوں کے پانچ اصول ہیں:

پہلا اصل:......اللہ کی کتاب ہے۔ اور یہ آیت پڑھتے تھے:

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (الانعام: ۳۸)

''ہم نے کتاب میں کوئی چیز بیان کئے بغیر نہیں چھوڑی۔''

دوسرا اصل:......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ استدلالاً یہ آیت پڑھتے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ﴾ (النساء: ۵۹)

''اگر کسی چیز میں اختلاف ہو تو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آپ کی وفات کے بعد لوٹانے کا معنی یہ ہے کہ آپ کی سنت کی طرف لوٹایا جائے۔ ''عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي'' کی حدیث کی روایت بھی کرتے، اور یہ آیت پڑھتے:

﴿مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر: ۷)

''جو کچھ رسول تمھیں دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز آجاؤ۔''

تیسرا اصل:......کسی زمانہ کے علماء کا اجماع ہے اگر وہ آپس میں اختلاف نہ کریں۔ اگر ان میں سے ایک عالم نے بھی اختلاف کر دیا تو اجماع ثابت نہ ہوگا۔ اجماع کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ بعض علماء سے کوئی قول مشہور ہو دوسرے لوگوں کو اس کا علم ہو لیکن کسی نے اس کا انکار نہ کیا ہو۔

پہلا درجہ اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے بعد کے لوگوں کو اس کے تابع رہنا ہے۔

[1] الفقیہ والمتفقہ: ۱/ ۳۲۱۔

چوتھا اصل:...... کسی ایک صحابی کا قول ہے جو لوگوں میں مشہور ہو۔ کسی صحابی نے اس پر نکیر نہ کی ہو۔

پانچواں اصل:...... قیاس ہے۔

قیاس کی تعریف یہ ہے: کہ کسی مسئلے کا شرعی حکم ثابت ہو تو اسی جیسے دوسرے مسئلے پر بھی مشترک سبب کی بنا پر حکم لگانا اور اگر دونوں مسئلوں میں کوئی مشترک سبب نہ ہو تو قیاس جائز نہیں۔

امام رحمہ اللہ ایسے ہی قیاس کو جائز سمجھتے تھے پھر بھی قیاس کو دلیلوں کے درمیان مجبوری میں مردہ کا گوشت کھانے اور پانی نہ ہونے کی صورت میں مٹی سے تیمم کی طرح جانتے تھے۔ [1]

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ امام احمد رحمہ اللہ کے اصول کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ کے فتاویٰ کی بنیاد پانچ اصول وقواعد پر تھی:

پہلا قاعدہ:...... نصوص ہیں۔ نصوص کے مطابق فتویٰ دیتے اس کے خلاف کسی چیز کی طرف توجہ نہ دیتے۔ صحیح حدیث پر کسی کے قول، عمل، رائے، قیاس، صحابی کے قول اور نہ اس اجماع کے دعویٰ کو ترجیح دیتے جسے بہت سے علماء صحیح حدیث پر ترجیح دیتے ہیں، بلکہ اس قسم کے اجماع کا دعویٰ کرنے والے کو امام احمد جھٹلاتے تھے۔ اسے حدیث پر ترجیح دینے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔

دوسرا قاعدہ:...... صحابہ کے فتاوی ہیں اگر کسی صحابی کا فتویٰ جس کا صحابہ میں سے کوئی مخالف نہ ہوتا تو اس فتویٰ کو نہ چھوڑتے۔ آپ تورّع میں اس قسم کے قول کو اجماع نہ کہتے بلکہ اس طرح کہتے کہ مجھے اس فتویٰ کے مخالف فتویٰ کا علم نہیں ہے۔

تیسرا قاعدہ:...... یہ ہے کہ صحابہ کے اختلافی مسائل میں جو کتاب وسنت سے زیادہ قریب ہوتا اسی کو اختیار کرتے لیکن صحابہ کے اقوال سے باہر نہ جاتے۔ اگر کسی قول کی ترجیح آپ کے نزدیک ظاہر نہ ہوتی تو بغیر ایک کے اختیار کئے تمام اقوال کا ذکر کرنے پر اکتفا کرتے۔

امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کسی بستی میں آدمی سے ایسا مسئلہ پوچھا جائے جس میں لوگوں کا اختلاف ہے تو کیا کرے؟ آپ نے کہا: کہ کتاب وسنت کی موافقت میں فتویٰ دے اور

---

[1] اصول مذهب الامام احمد ومشربه المطبوع باخر طبقات الحنابلة لابن ابن يعلى: ۲/ ۲۸۳، ۲۸۵.

جو کتاب وسنت کے موافق نہ ہو اس کا فتویٰ نہ دے۔ کہا گیا کہ اس صورت میں اس پر کوئی خوف نہیں؟ کہا نہیں۔

چوتھا قاعدہ:......مرسل اور ضعیف حدیث سے استدلال لینا ہے۔ جبکہ اس موضوع میں کوئی دوسری حدیث اسے دفع نہ کرتی ہو۔ آپ نے اسی حدیث کو قیاس پر ترجیح دیا ہے۔ البتہ ضعیف سے مراد باطل اور منکر حدیث نہیں ہے۔ اور نہ ایسی حدیث مراد ہے جس کی سند میں کوئی متہم بالکذب راوی ہو، جس سے مسئلہ لینا جائز نہ ہو، بلکہ ضعیف حدیث سے مراد حسن درجہ کی حدیث ہے۔ اگر کسی مسئلہ میں کوئی قول صحابی یا اجماع اس کے خلاف نہ ہو آپ کے نزدیک ایسی ضعیف حدیث پر عمل قیاس پر عمل سے افضل ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: تمام ائمہ کرام اس رائے میں امام احمد کے موافق ہیں۔ اس کے بعد ابن قیم رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ، شافعی اور مالک رحمہم اللہ سے کئی ایسے مسائل ذکر کئے ہیں جن میں انہوں نے ضعیف حدیث سے استدلال کیا ہے۔

پانچواں قاعدہ:......اگر امام کے پاس کسی مسئلہ میں کتاب وسنت کا نص نہ ہو، نہ قول صحابہ یا قول صحابی اور نہ ہی مرسل اور ضعیف حدیث تو قیاس کو مجبوری کی صورت میں استعمال فرماتے۔ ابو الحارث کی روایت میں امام نے کہا کہ رائے اور قیاس کی ضرورت نہیں، حدیث میں سب کچھ ہے۔ میمونی کی روایت میں آپ نے فرمایا: کہ فقہ سے متعلق بولنے والا مجمل اور قیاس سے دور رہے۔

یہ پانچ اصول وقواعد آپ کے فتاویٰ کے مدار اور بنیاد تھے۔ کبھی آپ فتویٰ سے توقف فرماتے۔ جب دلیلیں متعارض ہوتیں یا صحابہ کا اختلاف ہوتا یا مسئلے میں صحابی یا تابعی کا فتویٰ نہ پاتے یا جس مسئلے میں سلف کا کوئی اثر نہ پاتے تو اس میں فتویٰ کو سخت مکروہ جانتے اور فتویٰ دینے سے سختی سے منع فرماتے۔ جیسا کہ آپ نے بعض شاگردوں سے فرمایا: جس مسئلے میں تم سے پہلے کسی امام نے فتویٰ نہ دیا ہو تو اس میں ہرگز نہ بولنا۔ [1]

[1] اعلام الموقعین: ۱/ ۲۹، ۳۳.

اقوال:

۱: ((لَا تُقَلِّدْنِيْ وَلَا تُقَلِّدْ مَالِكًا وَلَا الشَّافِعِيَّ وَلَا الْاَوْزَاعِيَّ وَلَا الثَّوْرِيَّ وَخُذْ مِنْ حَيْثُ اَخَذُوْا مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ.)) [1]

''ہرگز میری تقلید نہ کرنا اور نہ امام مالک رحمہ اللہ کی اور نہ امام شافعی رحمہ اللہ کی اور نہ امام اوزاعی رحمہ اللہ کی اور نہ امام ثوری رحمہ اللہ کی اور نہ ان کے سوا کسی اور کی تقلید کرنا، کتاب وسنت سے احکام لو جہاں سے انہوں نے لیے ہیں۔''

۲: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

((عَجِبْتُ لِقَوْمٍ عَرَفُوْا الْاِسْنَادَ وَصِحَّتَهُ يَذْهَبُوْنَ إِلٰى رَأْيِ سُفْيَانَ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝﴾ (النور: ٦٣) اتدری ما الفتنة؟ الفتنة الشرك، لَعَلَّهُ إِذَا رَدَّ بَعْضَ قَوْلِهِ اَنْ يَّقَعَ فِيْ قَلْبِهِ شَيْئٌ مِنَ الزَّيْغِ فَيَهْلِكَ.))

''مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے، جو اسناد کو بھی جانتے ہیں اور اس کی صحت کو بھی، اس کے باوجود سفیان رحمہ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، باوجود اس بات کے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝﴾ (النور: ٦٣)

''سنو جو لوگ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب (نہ) پہنچے۔''

۳: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

((مَنْ رَدَّ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَهُوَ عَلٰى شَفَا هَلَكَةٍ.)) [2]

---

[1] عقد الجید۔

[2] المناقب لابن الجوزی، ص: ۱۸۲۔

”جو رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو ردّ کر دے، وہ تباہی و ہلاکت کے کنارے پر ہے۔“

:۵ امام ابوداود السجستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میں نے امام احمد سے پوچھا: کیا امام اوزاعی، امام مالک سے زیادہ متبع سنت ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ”لَا تُقَلِّدْ دِیْنَكَ أَحَدًا مِنْ هٰؤُلَاءِ“ إلخ ”اپنے دین میں، ان میں سے کسی ایک کی بھی تقلید نہ کر۔ الخ“ [1]

:۶ امام احمد فرماتے ہیں:

((لَیْسَ لِأَحَدٍ مَعَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ كَلَامٌ.)) [2]

”اللہ اور اس کے رسول کے مقابلے میں کسی کا کلام کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔“

:۷ اوزاعی مالک اور ابوحنیفہ کی آراء، آراء ہی ہیں میرے نزدیک ان کا درجہ دلیل و حجت نہ ہونے میں یکساں ہے اور دلیل و حجت تو صرف احادیث اور آثار ہیں۔ [3]

---

[1] مسائل ابی داود، ص: ۲۷۷.

[2] عقد الجید: ۸۱.

[3] جامع بیان العلم لابن عبدالبر: ۲/ ۱۴۹.

منکرین حدیث کے اعتراضات اوران کے جوابات

قارئین کرام! منکرین حدیث، حدیث کورد کرنے کے لیے کچھ اعتراضات کرتے ہیں۔
اب ہم ان میں سے ہر ایک اعتراض کا بغور جائزہ لیتے ہیں کہ ان میں کس قدر وزن ہے یا یہ بیہودگی کا شاہکار ہیں۔
جوان اعتراضات کی حیثیت ہے، اس کو کھول کر لوگوں کے سامنے واضح کر دیتے ہیں تا کہ حق وباطل کے درمیان فرق ہوجائے۔قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا.

پہلا اعتراض:

قارئین کرام! منکرین حدیث کا ایک اعتراض حدیث کو رد کرنے کے لیے یہ ہے کہ احادیث مبارکہ میں اختلاف بہت ہے۔ جو کہ فتنہ کا باعث ہے، جس کی وجہ سے امت مسلمہ گروہوں میں تقسیم ہوگئی ہے، لہٰذا ہم حدیث کو ہی نہیں مانتے۔

جواب:......قارئین کرام! حدیث کے اختلاف کی حقیقت کیا ہے؟ ہم اس پر بحث نہیں کر رہے؟ بحث ہے کہ کیا اختلاف کی وجہ سے احادیث کو رد کرنا چاہیے؟ اور اختلافات ہی رد کرنے کا سبب ہے؟

حدیث کو نہ ماننے کی وجہ اگر اختلاف ہے، تو بیسیوں آیتیں قرآن حکیم کی ہیں کہ جن میں بظاہر اختلاف ہے، اگر اختلاف ہونا ہی رد کر دینے کا سبب ہے تو ان آیات کو بھی ماننے سے انکار کر دیجئے۔ چند آیات بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

۱: ﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝٢٤٠﴾ (البقرہ: ۲۴۰)

”جو لوگ تم میں سے فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ وصیت کر جائیں کہ ان کی بیویاں سال بھر تک فائدہ اٹھائیں انہیں کوئی نہ نکالے، ہاں اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ اپنے لیے اچھائی سے کریں، اللہ خوب غالب اور حکیم ہے۔“

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جن عورتوں کے شوہر فوت ہو جائیں تو ان کو ایک سال تک فائدہ پہنچاؤ اور ان کو گھروں سے مت نکالو۔ لیکن دوسری آیت میں یوں ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۲۳۴﴾ (البقرہ: ۲۳۴)

”تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن عدت میں رکھیں، پھر جب مدت ختم کر لیں تو جو اچھائی کے ساتھ وہ اپنے لیے کریں، اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں، اور اللہ تعالیٰ تمہارے ہر عمل سے خبردار ہے۔“

کہ جن عورتوں کے شوہر فوت ہو جائیں تو وہ چار مہینے دس دن تک انتظار کریں یعنی عدت گزاریں، شوہروں کے گھروں میں رہیں، اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ چار مہینے دس دن تک انتظار کرنا ہے۔ جبکہ اوپر والی میں ایک سال کا ذکر ہے۔ تو دونوں آیتوں میں ظاہری اختلاف ہے۔

۲: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝۶۵﴾ (الانفال: ۶۵)

”اے نبی ایمان والوں کو جہاد کا شوق دلاؤ، اگر تم میں بیس بھی صبر کرنے والے

ہوں گے تو دوسو پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں ایک سو ہوں گے تو ایک ہزار کافروں پر غالب ہیں۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تم اپنے سے دس گناہ بڑے لشکر کو شکست دے سکتے ہو لہٰذا دس گنا بڑے لشکر سے بھی لڑو۔ لیکن اس سے آگے والی آیت میں فرمایا کہ تم اپنے سے دوگناہ لشکر کو شکست دے سکتے ہو۔ لہٰذا اپنے سے دوگناہ بڑے لشکر کے ساتھ لڑائی کرو۔ پہلی آیت میں دس گناہ سے لڑنے کی ترغیب اور دوسری میں دوگناہ سے لڑنے کی ترغیب دونوں آیتیں ایک دوسرے کے ظاہری مخالف ہیں۔

۳: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَ لَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا۠ ﴿۵۲﴾﴾

(الاحزاب: ۵۲)

''اس کے بعد اور عورتیں آپ کے لیے حلال نہیں اور نہ یہ درست ہے کہ ان کے بدلے اور عورتوں سے نکاح کرے اگرچہ ان کی صورت اچھی بھی لگتی ہو مگر جو تیری مملوکہ ہوں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کی پوری طرح نگہبانی کرتا ہے۔''

اس آیت سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ اس کے بعد اب کسی عورت سے نکاح نہیں کر سکتے۔ جبکہ دوسری آیت:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ﴾ (الاحزاب: ۵۰)

''اے نبی ہم نے تیرے لیے وہ بیویاں حلال کر دی ہیں، جنہیں تو ان کے مہر دے چکا ہے اور وہ لونڈیاں بھی جو اللہ تعالیٰ نے غنیمت میں تجھے دی ہیں۔''

اس آیت سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے لیے نکاح کرنا جائز ہے، نکاح کر سکتے ہیں، اوپر والی آیت نکاح سے منع کرتی ہے جبکہ دوسری آیت نکاح کی اجازت دیتی ہے۔ دونوں میں

ظاہری اختلاف ہے ایک ماننے سے دوسرے کا انکار لازم آتا ہے۔

یہ تو تین مثالیں قرآنی آیات کے بظاہر اختلاف کی ہیں، ایسی بیسیوں آیات منکرین باطل کے سامنے پیش کی جاسکتی ہیں۔ تو کیا وہ اپنے کفریہ نظریہ کے مطابق اختلاف کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے؟ اگر تاویل کر کے ان کے اختلاف کو ختم کریں گے تو کیا ایسے تاویل کر کے حدیث کے اختلاف کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کیا جاسکتا ہے تو پھر انکار کیوں؟ لہٰذا اپنے کفریہ نظریہ سے تائب ہوجائیں، یہی عافیت کی راہ ہے۔

اگر ان آیات کے اختلاف کو دور کرنے کے لیے ناسخ ومنسوخ اور دوسرے دلائل کا سہارا لیا جاتا ہے تو احادیث مبارکہ میں ایسا کیوں نہیں ہوسکتا؟

منکرین حدیث کے بقول حدیث کو اگر مانیں تو اس سے اختلاف پیدا ہوتا ہے، جناب عالی! اگر حدیث کو نہ مانا جائے تو کیا اختلاف ختم ہوجائے گا؟ اگر اختلاف ختم ہوجائے گا تو ذرا کر کے دکھادیجئے!

دو منکرین حدیث میں اختلاف ہوگیا ہے، ایک زید ہے اور دوسرا بکر ہے۔

زید کہتا ہے: پانچ نمازیں فرض ہیں۔

بکر کہتا ہے: نہیں تین نمازیں فرض ہیں۔

ان دونوں میں صحیح کون ہے اور غلط کون فیصلہ کون کرے گا؟

زید کہتا ہے: ظہر کی چار رکعات ہیں۔

بکر کہتا ہے: تین رکعات ہیں۔

زید کہتا ہے: میں بیٹھ کر سلام پھیروں گا۔

بکر کہتا ہے: میں کھڑے ہو کر سلام پھیروں گا۔

زید کہتا ہے: ایک ہی سجدہ کافی ہے دوسرے کی ضرورت نہیں ہے۔

بکر کہتا ہے: میں تو ایک ایک رکعت میں تین تین سجدے کروں گا۔

ذرا ٹھنڈے دل سے جواب عنایت فرمائیں کہ ان دونوں کے اختلاف کا حل کہاں سے

آ ئے گا؟

آپ نے حدیث کو اس لیے رد کر دیا تھا کہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ اختلاف تو حدیث کو رد کرنے کے باوجود باقی ہے، نا صرف باقی ہے۔ بلکہ بہت زیادہ بڑھ گیا۔ ہر دو افراد میں شدید ترین اختلاف ہر مسئلہ میں واقع ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے تین مثالوں سے واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ بیسیوں مسائل نماز، روزہ، حج، زکوۃ، سفر اور حضر نمازوں کے اوقات وغیرہ میں اختلاف ہو جائے گا۔ اس اختلاف کو حل کون کرے گا؟

اگر ان کے بقول ان مسائل کا تعین وقت کا حکمران کرے گا تو ہم سوال کریں گے کہ حکمران کو یہ اتھارٹی کس نے دی ہے کہ وہ اللہ کے دین کا تعین کرے، جبکہ یہ اتھارٹی تو اللہ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو بھی نہیں دی۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝﴾ (الحاقه: ۴۴تا۴۶)

''اگر یہ (ہمارا پیغمبر) بھی اپنی کسی بات کو ہماری طرف منسوب کر دیتا، تو ہم اس کو بھی اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے پھر اس کی شہ رگ کاٹ ڈالتے۔''

قارئین کرام! اندازہ فرمائیں! کہ دین میں کمی اور زیادتی کا اختیار اللہ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں دیا تو حکمران کون ہوتا ہے؟ کہ دین میں کمی یا زیادتی کر سکے۔ جب حکمران کمی اور زیادتی نہیں کرسکتا، تو پھر تعین اور وضاحت تو نہ ہوسکے گی۔ جب نہ ہوسکے گی تو اختلاف تو باقی رہا۔ جب مشکل سے نکلنے کے لیے حدیث کا انکار کیا تھا۔ انکار کرنے سے تو اس سے بڑی مصیبت اور مشکل میں پھنس گئے ہیں۔ لہٰذا امن وعافیت کا راستہ یہی ہے کہ انکار حدیث سے توبہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے قبول کریں، تاکہ دنیا اور آخرت کی مشکلات سے نجات مل جائے۔ کیونکہ یہ نجات اور کامیابی کا راستہ ہے۔

دوسرا اعتراض (حدیث قرآن کے خلاف ہے):

قارئین کرام! منکرین کا یہ اعتراض بھی انتہائی بودہ ہے۔ کیونکہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے

نہ کہ اس سے ٹکرانے والی۔ یہ الگ بات ہے کہ رب نے ذہن ماؤف کر دیے ہوں، جن میں سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت ہی ختم ہوگئی ہو کہ جنہوں نے معمولی بظاہر ٹکراؤ کو انتہائی خطرناک اختلاف باور کرایا ہو۔

منکرین اپنے مذکورہ دعویٰ کی دلیل کے طور پر ''صحیح بخاری'' کی اس حدیث کو پیش کرتے ہیں کہ جس میں ابراہیم علیہ السلام کے تین جھوٹوں کا ذکر ہے۔ جبکہ قرآن سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو سچا نبی قرار دیتا ہے۔ حدیث جھوٹ کا الزام لگاتی ہے۔ لہٰذا حدیث کو رد کر دیتے ہیں۔

ذیل میں مذکورہ واقعات کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ کی طرف منسوب کرتی ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سیّدنا ابراہیم کا مذکورہ جھوٹ نہیں ہے بلکہ توریہ ہے یعنی ایسا انداز کہ جس سے سامنے والا مقصد تک غور وخوض کے بعد پہنچے بالفاظ دیگر یہ انداز بہتر طور پر سمجھانے کے لیے اپنایا جاتا ہے۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنایا۔ ﴿بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا﴾ (الانبیاء: ٦٣)

''بلکہ یہ ان کے اس بڑے کی کارستانی ہے۔''

۱: بڑے بت کو چھوڑ دیا بقایا سب کو توڑ دیا۔ پوچھنے پر جواب دیا کہ بڑے نے توڑا ہے۔ اب ذرا غور فرمایئے کہ اگر جھوٹ ہی بولنا تھا تو کیا اس کا یہی جواب ہونا چاہیے تھا یا یہ ہونا چاہیے تھا کہ مجھے تو کچھ بھی پتہ نہیں ہے۔ یقیناً یہی ہونا چاہیے تھا کہ مجھے کچھ پتہ نہیں، لیکن یہ جواب نہیں دیا، بلکہ کہا کہ بڑے نے توڑا ہے۔ تاکہ ان پر بہتر انداز میں یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ پتھر کی بنی مورتیاں اور یہ بت کچھ نہیں کر سکتے۔ تو انہوں نے توڑنا کہاں سے ہے؟ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اس مقصد میں قرآن کے الفاظ میں کامیاب ہوئے، خود کافروں نے اقرار کیا کہ یہ کچھ نہیں کر سکتے۔

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے مذکورہ انداز اسی لیے اپنایا تھا۔ تاکہ باطل کو اپنے باطل ہونے کا اچھی طرح یقین ہو جائے۔ نا کہ جھوٹ بولنے کے لیے اور نہ ہی جھوٹ بولا۔ بلکہ اس انداز کو توریہ کہا جاتا ہے۔ اگر یہ جھوٹ بھی ہے تو اس کا ذکر قرآن نے بھی کیا ہے۔ لہٰذا قرآن کو بھی رد کر دیجئے، کیونکہ قرآن ایک طرف ابراہیم کو سچا کہتا ہے اور دوسری طرف خود اس جھوٹ کو نقل کرتا

ہے۔

لہٰذا ان کے نظریہ کے مطابق ان کے پاس قرآن کو نہ ماننے کی دو وجوہ ہو گئیں۔

۱: سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر جھوٹ کا الزام۔

۲: قرآن حکیم کی دو آیات میں باہمی اختلاف۔

یہ لوگ اپنے نظریہ کے بارے میں فیصلہ خود کر لیں۔

انداز بیاں اگرچہ میرا شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

۲: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی سارہ کے ساتھ ایک جابر حکمران کے علاقے میں گزرے۔ وہ حکمران خوبصورت عورتیں چھین لیتا تھا اور اگر ساتھ میں شوہر ہوتا تو اس کو قتل کروا دیتا تھا۔ سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کو بھی اس حکمران نے طلب کیا، تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سارہ کو کہا کہ تم مجھے اپنا بھائی ظاہر کرنا۔ [1]

اس حدیث میں مزید وضاحت ہے:

((وَاللّٰهِ إِنْ عَلَى الْأَرْضِ مِنْ مُؤْمِنٍ غَيْرِي وَغَيْرِكِ.))

''اللہ کی قسم! روئے زمین پر میرے اور تیرے سوا کوئی بھی مومن (جوڑا) نہیں ہے۔''

اس موقع پر اپنی بیوی کو بہن کہا ہے۔ اب یہ بھی بظاہر جھوٹ ہے، لیکن حقیقت میں جھوٹ ہے بھی نہیں۔ حقیقت کے اعتبار سے تمام بنی آدم ایک دوسرے کے بہن بھائی ہیں، کیونکہ سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور اس حیثیت سے سب ایک دوسرے کے بہن بھائی ہیں، لہٰذا جھوٹ نہ رہا، اور پھر یہ جھوٹ اس وجہ سے بھی نہیں ہے کہ اس میں کسی کا کوئی نقصان نہیں ہے، بلکہ اپنے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب شراء المملوک من الحرمي وبهته وعتقه، رقم: ۲۲۱۷، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللّٰہ تعالی واتخذ اللّٰہ ابراهیم خلیلا (النساء) وقوله... ان ابراهیم کان امة قانتا لله (النحل) رقم: ۳۳۵۷، ۳۳۵۸.

آپ کو ظلم وزیادتی سے بچانا ہے۔ اور اس کے جھوٹ کو جھوٹ نہیں مانتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ ﴾ (النحل: ۱۰۶)

''کہ جس نے مجبوراً کلمہ کفر کہہ بھی دیا، لیکن دل ایمان پر مطمئن ہے (تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے)''

۳: تیسرا واقعہ یہ کہ جب سیّدنا ابراہیم کی قوم نے انہیں میلے پر جانے کی دعوت دی تو انہوں نے معذوری ظاہر کی یعنی ''إِنِّي سَقِيمٌ '' ''بلاشبہ میں بیمار ہوں۔'' چونکہ انسان کو کوئی نہ کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے۔ اس لیے سفید جھوٹ نہیں تھا یا انہیں بتوں کی بیماری لاحق تھی۔

یہ انداز مخالفین کو انتہائی ہیچ اور ذلیل کرنے کے لیے اور ان کی ہر قسم کی دلیل کو ختم کرنے کے لیے اپنایا جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم مخالفین سے کسی مسئلہ پر کہتے ہیں، چلو ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں تم ذرا اس کو ثابت کر کے تو دکھاؤ۔ لیکن وہ ثابت نہیں کر سکتے، تو ہم پیچھے ہٹ جاتے ہیں ان کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ ہمارے اس کردار کو کوئی جھوٹا نہیں کہے گا، بلکہ مخالفین کو ذلیل کیا جائے گا کہ وہ تو ماننے کے لیے تیار تھے، لیکن تم ہی ثابت نہ کر سکے۔ یہاں سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کا بھی یہی انداز ہے۔ جس کو کوئی بھی صاحب عقل جھوٹ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ اصل مقصد اصلاح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُوْلُ خَيْرًا وَيَنْمِي خَيْرًا .)) [1]

''کہ وہ جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان اصلاح کراتا ہے۔ جو کچھ کہتا ہے اصلاح کے لئے ٹھیک کہتا ہے اور جو چغل خوری اصلاح کے لئے کرتا ہے وہ بھی جھوٹا نہیں ہے۔''

یہاں اگر یہ اعتراض ہے کہ حدیث قرآن کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے، تو یہاں معترضین پر یہ اعتراض بھی ہے کہ یہاں دو جھوٹ تو قرآن میں مذکور ہیں۔ لہٰذا قرآن میں

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب لیس الکاذب الذی یصلح بین الناس، رقم: ۲۶۹۲، کتاب البر والصلة، باب تحریم الکذب وبیان ما یباح عنه، رقم: ۲۶۳۳.

اختلاف ہے تو یہ بھی دلیل وحجت نہ رہا۔

تیسرا اعتراض:

حدیث وحی نہیں ہے۔ جو چیز وحی نہ ہو وہ حجت نہیں ہو سکتی۔ وحی صرف قرآن مجید ہے۔ سنت آپ کی طرف وحی نہیں کی گئی۔ لہٰذا وہ حجت نہیں۔ اللہ نے قرآن میں فرمایا:

﴿وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ﴾ (الانعام: ۱۹)

''قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے۔''

جواب:...... منکرین حدیث کی یہ دلیل ان کے دعویٰ کو ثابت نہیں کرتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن سیّدنا محمد ﷺ کی طرف وحی کیا گیا ہے ان کی دلیل دعوے کے مطابق نہیں، کیونکہ قرآن کے وحی ہونے کی بہت سی دلیلیں ہیں۔ لیکن کسی آیت میں حصر نہیں کہ قرآن ہی وحی ہے، کوئی اور چیز نہیں، بلکہ حدیث رسول بھی وحی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝﴾ (النجم: ۳، ۴)

''اور وہ اپنی خواہش نفس کی پیروی میں بات نہیں کرتے ہیں، وہ تو وحی ہوتی ہے جو اُن پر اُتاری جاتی ہے۔''

آپ ﷺ کو اس چیز کا پابند کیا گیا تھا کہ آپ ﷺ اپنی طرف سے دین کے معاملہ میں کچھ نہیں کہہ سکتے، ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِیْنَ ۝ وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ۝﴾ (الحاقہ: ۴۴ تا ۴۸)

''اور اگر یہ ہم پر کوئی بھی بات بنا لیتے تو البتہ ہم آپ کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے، پھر آپ کی شہ رگ کاٹ دیتے پھر تم میں سے کوئی بھی اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔''

اندازہ کیجئے! آپ ﷺ کو سخت ترین وعید سنائی گئی ہے، اپنی طرف سے دین میں کبھی بھی کسی قسم کی مداخلت کرنے کی صورت میں، تو جب آپ ﷺ دین میں اپنی خواہش سے کچھ بھی

نہیں بولتے، بلکہ جو کچھ بولتے ہیں وہ اللہ کے حکم کے مطابق بولتے ہیں تو یقیناً آپ ﷺ کی ہر بات وحی الٰہی ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کی کئی آیات میں اس چیز کی وضاحت فرمائی ہے کہ میرا پیغمبر تو بس ہمارے احکام کا پابند ہے۔ جو کچھ اس کو کہہ دیا جاتا ہے وہی تم تک پہنچا دیتے ہیں۔ یہ صراحت اللہ مہربان نے اس لیے فرمائی، تا کہ بد باطن لوگ یقین کر لیں کہ رسول ﷺ کی ہر بات وحی الٰہی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَ الْبَصِیْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝۵۰﴾ (الانعام: ۵۰)

''آپ کہہ دیجیے! نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ میں غیب جانتا ہوں، اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کا اتباع کرتا ہوں۔''

اندازہ کیجیے کہ آپ ﷺ سے تمام خرق عادت امور کی نفی کر دی گئی، نیز یہ بھی وضاحت کر دی گئی کہ میں بس وحی (اللہ کے پیغام) کی ہی پیروی کرتا ہوں، معلوم ہوا حدیث وحی الٰہی ہے۔

﴿وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰیَةٍ قَالُوْا لَوْ لَا اجْتَبَیْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝۲۰۳﴾

(الاعراف: ۲۰۳)

''اور جب آپ کوئی معجزہ ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے، تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ یہ معجزہ کیوں نہ لائے، آپ فرما دیجیے کہ میں اس کا اتباع کرتا ہوں، جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے، یہ گویا بہت سی دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔''

غور کیجیے! آپ ﷺ سے کفار معجزہ کا مطالبہ کرتے، لیکن آپ ﷺ اس کے جواب میں فرماتے کہ میں تو اللہ کے احکامات کا پابند ہوں۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہوں میرے بس

میں معجزہ دکھانا نہیں ہے میرا کام تو وحی الٰہی کی پیروی کرنا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کو اس چیز کا پابند کیا گیا ہے۔ مزید ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴾

(یونس: ۱۰۹)

"جو آپ کی طرف وحی بھیجی گئی ہے اس کی پیروی کریں، اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ فرما دینے تک صبر کا مظاہرہ کریں، اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔"

قارئین کرام! ان تمام آیات پر غور فرمائیں معلوم ہوگا کہ آپ ﷺ اللہ کی وحی کے پابند ہیں۔ وحی الٰہی کی ہی پیروی کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کو وحی الٰہی میں قطعاً دخل اندازی کی اجازت نہیں ہے۔ تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ کی حدیث وحی الٰہی نہ ہو۔ یقیناً آپ ﷺ کی حدیث مبارکہ بھی وحی الٰہی ہے، اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ اب ہم آپ حضرات کے سامنے قرآن میں بیان کردہ کچھ ایسے واقعات بیان کرتے ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن آپ ﷺ کی حدیث کو بھی وحی الٰہی قرار دیتا ہے۔

﴿ وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَن بَعْضٍ ۖ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنبَأَكَ هَٰذَا ۖ قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ﴾ (التحریم: ۳)

"پھر جب نبی نے اپنی اس بیوی کو یہ بات بتائی تو وہ کہنے لگی اس کی خبر آپ کو کس نے دی کہا سب جاننے والے پوری خبر رکھنے والے اللہ نے مجھے یہ بتلا دیا، اے نبی کی دونوں بیویو! اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرلو تو بہت بہتر ہے۔"

آپ ﷺ کو اس پورے واقعہ کی خبر وحی کے ذریعے سے دی گئی، جس کی صراحت خود قرآن پاک کر رہا ہے کہ:

﴿ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ﴾ (التحریم: ۳)

"مجھے علیم الخبیر نے بتایا ہے۔"

اگر وحی صرف اور صرف قرآن کا نام ہے، حدیث وحی الٰہی نہیں ہے تو پھر وہ واقعہ کہ جو آپ ﷺ کو مذکورہ آیت میں بتایا گیا، جس کی طرف آپ ﷺ کی رہنمائی کی گئی ہے اور جس کا قرآن خود اعتراف کرتا ہے کہ آپ ﷺ کہہ رہے ہیں کہ مجھے علیم الخبیر نے خبر دی ہے۔ وہ واقعہ پورے قرآن سے ثابت کر کے دکھائیں جو کہ نہیں ہوسکتا۔ تو جب ثابت نہیں ہوسکتا تو ماننا پڑے گا کہ حدیث رسول ﷺ بھی وحی الٰہی ہے کہ جس کی صراحت قرآن کی مذکورہ آیت کرتی ہے۔

دوسرا واقعہ قرآن بیان کرتا ہے۔

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾﴾ (الفتح:۲۷تا۲۸)

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو واقعۂ خواب سچا دکھایا کہ ان شاء اللہ تم یقیناً پورے امن وامان کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوؤ گے، سر منڈواتے ہوئے اور سر کے بال کترواتے ہوئے چین کے ساتھ نڈر ہو کر، وہ ان امور کو جانتا ہے، جنہیں تم نہیں جانتے، پس اس نے اس سے پہلے ایک نزدیک کی فتح تمہیں میسر کی۔''

اس آیت میں آپ ﷺ کے خواب کا ذکر ہے، وہ خواب کیا تھا کہ جس کا ذکر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مذکورہ آیت میں کیا ہے، پورا قرآن اٹھا لیجئے کہیں ان حضرات کو خواب نہیں ملے گا اگر ملے گا تو حدیثِ رسول ﷺ میں جس کی طرف قرآن میں اشارہ کیا گیا ہے تو اسی سے بھی ثابت ہوا کہ حدیث بھی وحی الٰہی ہے، اسی وجہ سے قرآن اس کی تائید و وضاحت کر رہا ہے۔

تیسرا واقعہ جس سے حدیث رسول ﷺ کا وحی الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ

يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ﴾ (البقرہ:۱۴۳)

''جس قبلہ پر پہلے تھے اس کو تو ہم نے اس لیے مقرر کیا تھا، تاکہ ہم یہ جان لیں کہ کون رسول ﷺ کی پیروی کرتا ہے۔ اور کون نہیں کرتا۔''

قارئین کرام! ارشادِ ربانی پر غور فرمائیں کہ پہلے قبلہ کو ہم نے مقرر کیا، بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم پورے قرآن میں نہیں ہے، اگر حدیث رسول ﷺ کو وحی الٰہی نہ مانا جائے تو پھر قرآن کے اس حکم کو کیا کہو گے؟؟

قارئین کرام! بیسیوں ایسے واقعات قرآن میں موجود ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے حدیثِ رسول ﷺ بھی وحی الٰہی ہے اور اس کے وحی الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ چند ایک واقعات آپ کے سامنے بیان کر دیے ہیں، جو سمجھنے کے لیے کافی ہیں، بشرطیکہ دل میں ایمان ہو اور رب نے دل پر مہر نہ لگا دی ہو، کیونکہ دلوں کے بند ہو جانے کی صورت میں ہزاروں لاکھوں دلائل بھی کارگر ثابت نہ ہوں گے۔

بہر حال رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئیوں کا پورا ہونا بھی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ ﷺ کی زبان اقدس سے نکلنے والے کلمات وحی الٰہی ہیں، بس اتفاق اتنا ہے کہ قرآن رب کے الفاظ ہیں جبکہ حدیث رسول ﷺ کے الفاظ، اللہ تعالیٰ کے مفہوم کو لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں، دونوں ہی اللہ کی طرف سے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے بے شمار پیش گوئیاں فرمائیں، بعض پوری ہو چکی ہیں اور باقی ان شاء اللہ پوری ہو کر رہیں گی، یہ سب کی سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے وحی تھیں اور اس کا اقرار نبی محترم ﷺ بھی گاہے بگاہے فرماتے رہتے تھے:

۱: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! سب سے پہلے آپ مجھے ملو گی۔ [1]

۲: سیدنا سراقہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: سراقہ میں تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔ [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، رقم: ۳۷۱۶.

[2] الخصائص الکبری للبیهقی: ۱۱۳/۲.

۳: جس وقت سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اکیدر کے پاس بھیجا تو فرمایا کہ تم اس کو گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے چنانچہ اسی طرح ہی ہوا۔ ❶

۴: خیبر کے بارے میں اطلاع دی کہ کل ایک بندے کے ہاتھ پر فتح ہو جائے گا اور صبح خیبر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔ ❷

۵: آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا ''میرا یہ بیٹا مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں اتفاق کا سبب ہو گا۔ ❸

اسی طرح نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی علامت اور اس سے پہلے پیش آنے والے واقعات کی خبر دی جو کہ علم غیب سے تعلق رکھتی ہے اور قرآن وحدیث کی قطعی نصوص اس کو واضح کرتی ہیں کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، کیونکہ یہ اس کی صفت ہے۔ نہ کوئی اللہ تعالیٰ کی ذات میں اس کا شریک ہے اور نہ ہی اس کی صفات عالیہ میں۔ تو جب اس کی ذات اور صفات میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے، تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ غیب کی خبریں کیسے دیں؟ جبکہ قرآن وحدیث کی صریح نصوص اس چیز کی بھی وضاحت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم علم الغیب نہیں جانتے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیے:

﴿وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۛ﴾
(الاعراف: ۱۸۸)

''کہ اگر میں علم غیب جانتا ہوتا تو میں تو بہت سی خیر حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی بھی کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔''

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب نہیں جانتے، تو پھر یہ غیب کی خبریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں سے دے رہے ہیں۔ اس کا قطعی جواب یہی ہے کہ یہ غیب کی خبریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی وحی سے دے

---

❶ کنز العمال: ۵/ ۳۱۵۔ البدایہ والنہایہ: ۵/ ۱۷۔

❷ صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۲۰۹۔

❸ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳۷۴۶۔

رہے ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۝﴾ (التکویر: ۲۴)

''اور وہ غیب کی خبروں پر بخیل نہیں۔ جو خبریں ان کو دی جاتی ہیں، وہ تمہیں پہنچا دیتے ہیں۔''

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی غیب کی خبریں بھی وحی الٰہی ہیں۔جن کا ذکر اگرچہ قرآن میں نہیں، لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ کی وحی جو کہ قرآن کے علاوہ ہے۔اور وہ یقیناً رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ ہیں۔لہٰذا ثابت ہوا کہ حدیث رسول ﷺ بھی وحی الٰہی ہے، اور اس کے وحی الٰہی ہونے میں ایک ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے، اور اگر کوئی شک کرے گا تو یقیناً اس کا ایمان سلامت نہیں رہے گا بلکہ وہ بدبخت ومردود ہو گیا۔

سیدنا حسان بن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((كَانَ جِبْرِيْلُ يَنْزِلُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالسُّنَّةِ كَمَا يَنْزِلُ عَلَيْهِ بِالْقُرْآنِ.)) [1]

''جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس قرآن کریم کی طرح سنت لے کر بھی آئے تھے۔''

پیغمبروں کی طرف وحی کی جاتی ہے، اس کی کئی اقسام ہیں، مثلاً جس کی تلاوت کی جاتی ہے یعنی کتابی شکل میں موجود ہو۔غیر متلو جس کی تلاوت نہیں کی جاتی، یعنی کتابی شکل میں یا رب کے الفاظ نہ ہوں، بلکہ مفہوم ومعنی اللہ کی طرف سے ہو، لیکن الفاظ پیغمبروں کی اپنی زبان سے جاری ہوں جیسے کہ پھر قرآن نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کو جو فرعون سے ہوئی تھی وحی الٰہی کہا ہے، حالانکہ تورات اس کے بعد نازل ہوئی ہے، تو اس کو کیا کہا جائے گا؟ کیا قرآن نے غلط کہا ہے؟ یا یارانِ فتنہ کے دماغ خراب ہو چکے ہیں؟

شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبدالستار حماد حفظہ اللہ رقم طراز ہیں: ایک عام مسلمان بھی اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ حضرت نوح، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان علیہم السلام کی

[1] سنن دارمی، باب السنة قاضية على كتاب، رقم: ۵۸۸.

طرف جو وحی بھیجی گئی اس کا تعلق وحی خفی سے تھا، یعنی وہ وحی متلو نہ تھی بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے جو فکری جنگ لڑی تھی وہ حدیث کے ہتھیار سے لڑی تھی، کیونکہ تورات تو فرعون کے غرق ہونے کے بعد عطا ہوئی تھی، ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف تینوں اقسام کی وحی سے امر الٰہی نازل ہوتا تھا، چونکہ قرآن مجید صرف ایک قسم کی وحی پر مشتمل ہے، لہٰذا دیگر اقسام وحی سے "حدیث وسنت" نازل ہوئی اگر احادیث کو ان اقسام وحی میں شمار نہ کیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ بقیہ دو اقسام پر مشتمل وحی الٰہی کہاں غائب ہو گئی ان کا غائب ہونا ناممکن ہے، لہٰذا ماننا پڑے گا کہ وہ بقیہ اقسام حدیث کی صحت میں رسول اللہ پر نازل ہوئیں۔ [1]

سنتِ رسول ﷺ قرآن ہی کی تفسیر ہے:

رسول اللہ ﷺ کی حدیث قرآن کی حقیقی تفسیر ہے۔ اس تفسیر کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی خود مقرر کی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ﴾ (النحل:۴۴)

"اس ذکر (قرآن) کو ہم نے آپ کی طرف نازل کر دیا ہے، تاکہ آپ اسے لوگوں کے لیے بیان کر دیں۔"

اس آیت مبارکہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا پابند بنایا گیا تھا کہ آپ لوگوں کو قرآن کی تفسیر وتوضیح بیان کریں، معنی ومفہوم سمجھائیں، تو جب آپ ﷺ اس کے پابند تھے، یہ بات بھی حقیقت ہے کہ آپ ﷺ اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کہتے تھے۔ آپ ﷺ کی تفسیر وتوضیح اور معنی ومفہوم کی حیثیت کیا ہے؟ اور کس کی طرف سے ہے؟ ان دونوں سوالوں کا جواب یہ ہے کہ یہ تفسیر وتوضیح بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، تو جب یہ تفسیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو پھر یہی سب سے اوّل اور افضل ہے، کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی کلام کی شکل معنی ومفہوم اسی مہربان کا ہے، ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝۱۸ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ ۝۱۹﴾ (القیامہ:۱۸ تا ۱۹)

"جب ہم اس کو پڑھیں تو آپ ﷺ بھی اس قرآن کی پیروی کریں، پھر اس کی

❶ حجیت حدیث، ص: ۱۹/ ۲۰

وضاحت بھی ہمارے ذمہ ہے۔''

چوتھا اعتراض:

منکرین حدیث اعتراض کرتے ہیں کہ حدیث روایت بالمعنی ہے اور روایت بالمعنی میں نبی ﷺ کا مقصودِ کلام تبدیل ہوسکتا ہے۔ لہٰذا حدیث حجت نہیں ہے۔ ان کے اس شبہ کی بنیاد تین مقدموں پر ہے:

۱: جو چیز روایت بالمعنی ہو وہ حجت نہیں ہوتی۔

۲: حدیث اور سنت سب روایت بالمعنی ہیں۔

۳: روایت بالمعنی میں مقصود تبدیل ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

پہلا مقدمہ:

ان کے تینوں مقدمات باطل ہیں۔ کیونکہ قرآن میں کوئی ایسی دلیل نہیں، جس کی رو سے روایت بالمعنی حجت نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کے اکثر انبیاورسل علیہم السلام عجمی تھے اور ان کی امتیں بھی عجمی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خبریں، قصے اور اقوال قرآن میں عربی میں ذکر کیے ہیں۔ جو روایت بالمعنی ہیں۔ اگر ان کی یہ بات تسلیم کرلی جائے کہ روایت بالمعنی حجت نہیں تو قرآن کا اکثر حصہ بھی حجت نہیں رہے گا، کیونکہ اکثر وبیشتر قرآن روایت بالمعنی ہے اور ان کے اس مقدمہ کی نہ عقلی دلیل ہے نہ نقلی، لہٰذا یہ باطل ہے۔

دوسرا مقدمہ:

یہ بھی باطل ہے، کیونکہ فعلی اور تقریری روایت کے الفاظ سرے سے رسول اللہ ﷺ کے نہیں ہوتے۔ لہٰذا یہ روایات روایت باللفظ ہو ہی نہیں سکتیں۔ باقی قولی روایت میں بھی بہت سی روایات روایت باللفظ ہوتی ہیں۔ جیسے مسنون دعائیں اور ''التحیات'' کے الفاظ اس قسم کی تمام روایات باللفظ ہیں۔ لہٰذا یہ دعویٰ باطل ہے کہ تمام کی تمام روایات ''روایت بالمعنیٰ'' ہیں۔

تیسرا مقدمہ:

قبول روایت کی شرطوں میں ایک شرط راوی کا ثقہ ہونا ہے، اس کے ساتھ اگر وہ روایت بالمعنی کرے تو اسے مفہوم پر کامل دسترس حاصل ہو، تاکہ مقصود کلام تبدیل نہ ہو سکے، قبول روایت کی ان کڑی شرائط کے ہوتے ہوئے مقصودِ کلام تبدیل ہونے کا اندیشہ باقی نہیں رہتا۔ البتہ جو راوی ضعیف ہے یا لغت کا علم نہیں رکھتا اس کی حدیث کو ہم بھی حجت تسلیم نہیں کرتے۔

پانچواں اعتراض:

حدیث ہم تک خبر واحد کے طریق سے پہنچی ہے، لہٰذا حدیث ظنی ہے اور ظنی چیز حجت نہیں ہوتی کیونکہ قرآن میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْـًٔا ﴾ (النجم: ۲۸)

''بلاشبہ حق کے مقابلہ میں ظن کچھ کفایت نہیں کرتا۔''

منکرین حدیث کے اس شبے کی بنیاد تین مقدموں پر ہے۔

۱: حدیث اور سنت کا پورا ذخیرہ خبر واحد کے ذریعے پہنچا ہے۔

۲: خبر واحد ظنی ہوتی ہے۔ قطعی اور علم یقین کا فائدہ نہیں دیتی۔

۳: جو چیز ظنی ہو وہ حجت نہیں ہو سکتی۔

پہلا مقدمہ:

تینوں مقدمے اور اس کے شبہے باطل ہیں۔ پہلا مقدمہ اس لیے باطل ہے، کیونکہ بہت سی احادیث تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچتی ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''شرح نخبۃ الفکر'' میں وضاحت کی ہے کہ حدیث اور سنت میں بہت سی روایات متواتر ہیں۔ جبکہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے متواتر احادیث میں ایک مستقل کتاب ''الازھار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ'' لکھی ہے۔ جبکہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں جو علم یقینی کا فائدہ دے خواہ وہ بطریق احاد ہم تک پہنچتی ہو۔ اس قول کے تحت حدیث کا اکثر ذخیرہ متواتر بن جائے گا۔

دوسرا مقدمہ:

یہ بھی غلط ہے، کیونکہ بہت سی اخبار احاد بھی علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں۔ اس لیے کہ بسا اوقات ایک شخص ایسے اوصاف سے متصف ہوتا ہے جو بہت سے آدمیوں کی صفات سے فوقیت رکھتی ہیں۔ خاص طور پر جب خبر واحد ''مُحتَفُ باالقرائن'' ہو تو وہ علم قطعی کا فائدہ دیتی ہے۔ اس پر امام شافعی نے استدلال کیا ہے کہ اللہ نے مختلف امتوں کی طرف ایک ایک رسول بھیجا ہے۔ ہر رسول کی خبر ان کے لیے خبر احاد کی حیثیت رکھتی ہے۔

﴿لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ﴾ (البقرہ:۱۵۰)

اور اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ نبی کے گورنر و عمال مختلف علاقوں کی طرف ایک ایک بھیجے جاتے اور مختلف علاقوں میں پہنچ کر نبی کے اقوال وافعال کا پیغام دیتے تھے اور ان کی بات ان کے لیے حجت ہوتی تھی۔ اس لیے یہ کہنا کہ خبر واحد ظنی ہوتی ہے۔ یہ غلط ہے اکثر اخبار احاد ظنی نہیں بلکہ یقینی ہوتی ہیں۔

تیسرا مقدمہ:

تیسرا مقدمہ بھی باطل ہے۔

کیونکہ ظن بسا اوقات حجت ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

﴿الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو رَبِّهِمْ﴾ (البقرہ:۴۶)

''جو لوگ یقین رکھتے کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کریں گے۔''

یہاں اللہ نے ظن کو حجت قرار دیا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو یقین کہا گیا ہے۔

﴿قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللَّهِ﴾ (البقرہ:۲۴۹)

''ان لوگوں نے کہا جو یقین رکھتے تھے کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کریں گے۔''

یہ آیات دلالت کرتی ہیں کہ ظن کو قبول کیا جاتا ہے اور اس پر عمل کیا جاتا ہے اور یہ بطور حجت ہوتا ہے۔ اور جو وہ آیت پیش کرتے ہیں، وہ دلیل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ ﴿إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ ''حق کے مقابلے میں ظن باطل ہے۔'' ویسے قرآن

میں آیا ہے کہ ظن قبول کیا جاتا ہے۔ باقی رہا کہ اصول حدیث کی کتابوں میں لکھا ہوتا ہے کہ حدیث ظنی ہے اس سے مراد ظن بمعنی یقین ہوتا ہے۔ حدیث کو کوئی محدث بھی ظنی نہیں کہتا۔ پھر ظن کا تعلق حدیث کے استدلال کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔

چھٹا اعتراض:

احادیث بسا اوقات قرآن کے خلاف آ جاتی ہیں اور جو چیز قرآن کے خلاف آئے، وہ حجت نہیں ہوتی۔ اس لیے حدیث حجت نہیں۔ چنانچہ قرآن میں ہے: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ جب کہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ ''وَكَانَ يَأْمُرُنِي فَأَتَّزِرُ فَيُبَاشِرُنِي وَاَنَا حَائِضٌ'' [1] ''رسول اللہ ﷺ مجھے حکم دیتے میں ازار باندھ لیتی پھر آپ مجھ سے مباشرت کرتے۔''

یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے۔

جواب......: اگر کسی چیز کے معنی قرآن میں نہیں حدیث میں ہیں تو یہ کوئی مخالفت نہیں، کوئی چیز قرآن میں نہیں، لیکن حدیث میں ہے، جیسے اللہ کے نبی ﷺ نے گھریلو گدھے کو حرام قرار دیا اس طرح پھوپھی، بھتیجی، بھانجی، خالہ کو ایک نکاح میں رکھنا ناجائز کہا یہ تو کوئی مخالفت نہیں۔ اگر مخالفت کا مطلب قرآن میں ایک چیز کا اثبات اور حدیث میں اسی چیز کی نفرت ہے۔ یا الٹا۔

تو یہ مخالفت کا معنی بنتا ہے، لیکن اس طرح کی قرآن اور حدیث کی مخالفت سرے سے ہے ہی نہیں۔ صحیح حدیث قرآن کے مخالف ہو۔ یہ بات بالکل غلط ہے اور جو مثال پیش کی ہے، یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے ہی نہیں۔ کیونکہ قرآن میں حائضہ عورت کے ساتھ جماع سے روکا گیا ہے اور حدیث میں مباشرت کی اجازت دی جا رہی ہے جو کہ جماع کے علاوہ ہے۔

ایک مخالفت یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ قرآن میں حکم عام اور حدیث میں خاص ہو اور قرآن میں مطلق ہو اور حدیث میں مقید، لیکن یہ بھی مخالفت نہیں ہے۔ اگر اس کا نام مخالفت رکھ دیا جائے تو قرآن میں بھی مخالفت ہو جائے گی۔ جیسے ''اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ'' (البقرہ:۱۷۳) کو دوسری آیت ''دَمًا مَّسْفُوْحًا'' (الانعام:۱۴۵) کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ

مخالفت نہیں، جس طرح قرآن کی آیات ایک دوسری کو مقید اور خاص کرسکتی ہیں۔ سنت اور

❶ صحیح بخاری، کتاب الحیض، باب مباشرۃ الحائض، رقم ۲۹۹.

حدیث بھی ایک دوسری کو خاص اور مقید کرسکتے ہیں۔ فقہ حنفی کا قاعدہ ہے کہ قرآن میں ایک حکم عام ہے تو حدیث کے ساتھ اس کو خاص نہیں کیا جاسکتا، اور خود ضعیف حدیث کے ساتھ بھی قرآن کو مقید کردیتے ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ ذیل آیت کریمہ اس کی دلیل ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَيْدِيَهُمَا﴾ (المائدہ:۳۸)

''اور چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔''

حنفی کہتے ہیں کہ دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔

قرآن مجید اور حدیث شریف میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے، حقیقت میں کچھ تعارض نہیں ہے۔

ساتواں اعتراض:

حدیث اور سنت ایک دوسرے کے خلاف آجاتی ہیں، اور جو چیز ایک دوسرے کے خلاف آجائے وہ حجت کیسے ہوسکتی ہے۔

جواب:...... ایسی دو روایتیں جو بظاہر متعارض نظر آتی ہوں یا تو وہ دونوں صحیح ہوں یا دونوں غیر صحیح ہوں یا ایک صحیح اور دوسری غیر صحیح ہو یا دونوں ضعیف یا ایک ضعیف اور ایک صحیح ہے تو تعارض ہے ہی نہیں، کیونکہ ایسی روایتوں میں تعارض کا تصور ہی نہیں ہوتا، لیکن جب دونوں روایتیں صحیح ہوں تو ان میں اگر تطبیق ممکن ہے تو تطبیق ہوگی، یا ان کے تقدیم وتاخیر کی وجہ سے ایک کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ قرار دیا جائے گا، یا ترجیحات کی وجوہ کی بنا پر ایک کو دوسری پر ترجیح دی جائے گی۔ اگر کوئی چیز بظاہر تعارض کی وجہ سے حجت نہیں ہے تو قرآن بھی حجت نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ قرآن میں بھی بظاہر تعارض ہے۔ جیسے فرمان الٰہی ہے:

﴿فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝﴾ (السجدہ:۵)

''اُس دن جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ہزار سال ہوگی۔''

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ (المعارج:۵)

''فرشتے اور جبریل اس کے پاس چڑھتے ہیں ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔''

کیا قرآن میں بھی تعارض ہے؟ کیونکہ مذکورہ بالا آیات کریمہ میں سے ایک میں ہے کہ اس دن کی مقدار ہزار سال ہے جب کہ دوسری میں پچاس ہزار سال ہے۔

اسی طرح ان آیتوں میں بھی بظاہر تعارض نظر آتا ہے۔ایک میں ہے کہ زمین پہلے تخلیق کی گئی،جبکہ دوسری میں ہے آسمان۔

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ﴾ (البقرہ:۲۹)

''وہ ذات جس نے تمھارے لیے زمین میں سب کچھ پیدا کیا،پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور انھیں سات آسمان بنایا۔''

﴿وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا﴾ (النازعات:۳۰)

''اور زمین کو اس کے بعد پھیلایا۔''

آٹھواں اعتراض:

حدیث کے اندر کئی چیزیں ایسی ہیں جو عقل کے خلاف ہیں،جو چیز عقل کے خلاف ہو وہ حجت نہیں ہوتی۔یہ بہت پرانا شبہ ہے۔

معتزلہ،جہمیہ نے بھی اس بنیاد پر بہت سی احادیث کا انکار کیا۔سبب یہ کہ جب یونانی فلسفہ عربی میں آیا تو بہت سے علما اس فلسفے سے متاثر ہوگئے تو انہوں نے عقل کو نقل پر مقدم سمجھ لیا۔ معتزلہ نے اللہ کے متکلم ہونے کا انکار کر دیا۔حنفیوں نے متاثر ہو کر حدیثوں کا انکار کر دیا مثلاً

حدیث مصّراۃ کا انکار وغیرہ۔

جواب:...... عقل کی کئی قسمیں ہیں۔ کافروں کی عقل، منافق کی عقل، مسلمانوں اور مومنوں کی عقل، پھر مومنوں کی بھی کئی قسم کی عقل ہے۔ اس کا تعین کریں کہ کس کی عقل کے خلاف ہے اور جو عقل کا تعین کریں اس کی قرآن سے دلیل بھی دیں۔ اگر وہ کہیں کہ حدیث عقل کل کے خلاف ہے۔ یہ بات نامعقول ہے۔ اگر کہیں کہ کسی خاص عقل کے خلاف ہے تو اس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اگر کہیں کہ نبی کی عقل کے خلاف ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر کہیں کہ بعض کی عقل کے خلاف ہے تو ہم کہتے ہیں کہ قرآن کی آیات بھی بہت سے لوگوں کی عقل کے خلاف ہیں تو معاذ اللہ، قرآن حجت نہ رہا؟ جیسے:

﴿ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ﴾ (الصافات: ٦٤)

''وہ ایسا درخت ہے جو جہنم کی تہہ میں پیدا ہوا ہے۔''

بظاہر یہ بھی عقل کے خلاف ہے۔ اسی طرح قرآن میں ہدہد کی گفتگو کا تذکرہ اسی طرح چیونٹی کی گفتگو کا تذکرہ اسی طرح انبیا علیہم السلام کے سب معجزات عقل کے خلاف ہیں۔

لہٰذا آپ کے نزدیک اور آپ کے اصول کے مطابق معاذ اللہ قرآن بھی حجت نہ رہا۔

سچی بات یہ ہے کہ حدیث اور سنت صحیح سند سے ثابت ہو جائے، وہ عقل کے خلاف ہو ہی نہیں سکتی بشرطیکہ عقل صحیح ہو۔ اگر حدیث عقل کے خلاف ہے تو یا وہ عقل بھی صحیح نہیں یا حدیث ضعیف ہوگی۔

اس کا جواب علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''معرفۃ المعقول الصریح'' میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

نواں اعتراض:

حدیث اور سنت تاریخ کے خلاف آ جاتی ہے، اس لیے حجت نہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کا نکاح (٦) یا (٧) برس کی عمر میں ہوا، جبکہ تاریخ ان کے نکاح کے وقت ان کی عمر ١٦ یا ١٧ برس بتاتی ہے۔

جواب:...... حدیث اور سنت جب رسول اللہ سے ثابت ہو جاتی ہے تو جیسے قرآن اور عقل کے خلاف نہیں ہو سکتی تو اسی طرح حدیث تاریخ صحیح کے معارض بھی نہیں آ سکتی۔ اگر ایسا تعارض نظر آئے تو یقینا تاریخی روایت ثابت بھی نہیں ہوں گی۔ کیونکہ ائمہ حدیث کے نزدیک حدیث کی سند اور متن کا جتنا اہتمام ہے، مؤرخین کے نزدیک اس کا عشر عشیر بھی نہیں، ایسی سنت جو تاریخ کے معارض ہے وہ سنت تاریخ پر حاکم ہے نہ کہ تاریخ سنت پر۔ جبکہ وہ تاریخی روایت جو (۱۶۔۱۷) والی روایت ہے جس کو ترجیح دی جاتی ہے، مردود ہے۔ بلکہ سرے سے ثابت ہی نہیں۔ اس لیے تعارض بنتا ہی نہیں۔ جیسا تعارض سنت اور تاریخ میں ہے، ایسا تعارض تو قرآن اور تاریخ میں بھی ہے۔ اس لیے پھر بھی حجت ہوں گے۔ اس لیے کہ تاریخ میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کی والدہ مصر میں ان کی وفات سے پہلے ہی فوت ہو چکی تھیں، لیکن قرآن میں ہے۔ ملاقات کے وقت زندہ تھیں۔ اس لیے بھی کہ قرآن کے خلاف ہے تو قرآن بھی پھر حجت نہ رہا۔

دسواں اعتراض:

حدیث کے اندر کئی چیزیں سائنسی تحقیق اور جدید تجربات کے خلاف ہیں، اس لیے حدیث حجت نہیں ہے۔

جواب:...... (۱) صحیح حدیث صحیح سائنسی تحقیق کے متعارض نہیں ہو سکتی۔

(۲) اگر تسلیم کر لیں کہ حدیث تحقیق و تجربات کے خلاف ہو جاتی ہے تو قرآن بھی ان کے خلاف آ جاتا ہے۔ اس لیے وہ بھی حجت نہیں۔ مثلاً سائنس دان کہتے ہیں کہ سورج کھڑا ہے، اور زمین اردگرد گھوم رہی ہے۔ قرآن میں ہے کہ سورج چلتا ہے۔ ﴿كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ (الرعد: ۲) پھر سائنس کہتی ہے۔ سورج غروب نہیں ہوتا، اور قرآن میں ہے کہ سورج غروب ہوتا ہے۔ پھر جہنم کی آگ کی سختی، جنت میں پھل اور درختوں کا وجود بھی سائنس کے خلاف ہے تو قرآن بھی حجت نہ رہا، پھر سائنس دانوں کا آپس میں اختلاف ہے۔ پرانے سائنس دانوں کے نظریہ کے مطابق زمین ٹھہری ہے اور نئے کے نزدیک چلتی ہے، اور پرانے کہتے تھے کہ افلاک ایک مادی چیز ہے اور نئے کہتے ہیں کہ یہ مادی چیز نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ سائنس کی رسائی انسانی عقل تک محدود ہے، اور جہاں سے عقل کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے دین کی ابتدا ہوتی ہے۔

گیارہواں اعتراض:

اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور حدیث کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا ہے۔ اس لیے حدیث حجت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر: ۹)

''بے شک ہم نے ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

جواب:...... قرآن کی اس آیت سے ان کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اس آیت میں یہ نہیں ہے کہ اللہ نے حدیث کی حفاظت کا ذمہ نہیں اٹھایا، قرآن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ذکر میں قرآن کے علاوہ بھی کئی چیزیں ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ'' اس آیت میں ذکر سے مراد تورات اور انجیل ہیں، تو ثابت ہوا کہ قرآن کے علاوہ بھی ذکر ہے۔

اسی طرح ہے:

﴿قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ﴾

(الطلاق: ۱۰ تا ۱۱)

''بے شک اللہ نے تمہاری طرف ذکر کو نازل کیا ہے، ایک رسول بھیجا ہے جو تمہارے سامنے اللہ کی کھلی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں۔''

یہاں ذکر سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، خود اللہ نے متعین فرما دیا ہے یعنی رسول اللہ کے اقوال وافعال ذکر ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن وحدیث دونوں ذکر ہیں۔ اللہ نے دونوں کی حفاظت کا ذمہ لے لیا۔ بلکہ اللہ کا پورا دین ذکر ہے اور اللہ نے پورے دین کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے حدیث کی حفاظت کا بھی ذمہ لیا ہے تو ضعیف احادیث کیسے آ گئیں؟

ضعیف حدیثوں کا ہونا، اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حدیث کی حفاظت کا بھی ذمہ لیا ہے، کیونکہ جس نے بھی حدیث میں دخل اندازی اور جھوٹ شامل کرنے کی ناکام کوشش کی محدثین نے اس کے جھوٹ کی قلعی کھول دی اور ضعیف و وضاع راویوں کو طشت از بام کر دیا۔

باب نمبر ۵:

دین اسلام میں تقلید شخصی کی حیثیت

گر نہیں جستجوئے حق کا تجھ میں ذوق و شوق
اُمتی کہلا کے پیمبر کو رسوا نہ کر!!!
ہے فقط توحید و سنت امن و راحت کا طریق
فتنہ جنگ و جدل تقلید سے پیدا نہ کر

تقلید کی لغوی تعریف:

''تقلید'' کسی چیز کے لٹکانے اور گردن میں کوئی چیز ڈالنے کو کہتے ہیں۔ اسی سے ماخوذ ہے ''تَقْلِيْدُ وُلَاةِ الْاَعْمَالِ'' ''ذمہ داروں کی گردن میں کام کی ذمہ داری لگانا'' یا ''تَقْلِيْدُ الْبَدَنَةِ شَيْئًا يُعْلَمُ بِهٖ أَنَّهُ هَدْيٌ'' ''اونٹ یا گائے کی گردن میں کوئی چیز اس غرض سے لٹکانا کہ اس کے ''ھدی'' یعنی ''قربانی کا جانور'' ہونے کا پتا چلے۔''

تقلید کی اصطلاحی تعریف:

''قُبُوْلُ قَوْلِ مَنْ لَيْسَ قَوْلُهُ اِحْدَى الْحِجَجِ بِلَا حُجَّةٍ.''
''جس شخص کی رائے حجت شرعی نہ ہو، اس کی بات کو بغیر دلیل کے قبول کرنا تقلید کہلاتا ہے۔''[2]

علامہ محمد امین الشنقیطی فرماتے ہیں: ''تقلید یہ ہے کہ کسی کے قول کو بغیر دلیل کے قبول کرنا تو جان لینا چاہیے کہ غیر کے قول کا معنی اس غیر کا اپنا اجتہاد ہے، مگر جس مسئلے میں کتاب و سنت کے

---

1. لسان العرب: ۳۶۵/۳.
2. شرح الکوکب المنیر، ص: ۴۰۸۔ ارشاد الفحول، ص: ۲۶۵.

نصوص ہوں اس میں کسی کے قول یا مذہب کا سوال ہی نہیں، کیونکہ ہر شخص پر نصوصِ شریعت کا اتباع لازم ہے، لہٰذا اس کا نام اتباع ہے نہ کہ تقلید۔''[1]

یہی وجہ ہے کہ کتاب وسنت اور اجماع کے متبع کو مقلد نہیں کہا جائے گا کیونکہ وہ دلیل کی اتباع کر رہا ہے، فقہاء مذاہب کے کئی علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ ابن ہمام حنفی کہتے ہیں: ''تقلید یہ ہے کہ بغیر حجت ودلیل کی ایسے شخص کے قول پر عمل کرنا جس کا قول حجت نہیں ہے، اس لیے نبی کریم ﷺ اور اجماع کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں۔''[2]

ابن امیر الحاج اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ اور اجماع کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک چاروں دلیلوں میں سے شرعی دلیل ہے۔

بعینہ اسی طرح عامی کا مفتی کے قول پر عمل اور قاضی کا گواہوں کے قول پر عمل کرنا بھی تقلید نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں اگرچہ چاروں دلیلوں میں سے نہیں ہیں مگر یہ عمل دلیل کے ساتھ ہوا بلا دلیل نہیں، کیونکہ نص شرعی واجب ہے کہ عامی مفتی کے قول کو لے، اور قاضی سچے گواہوں کے قول کو قبول کر کے فیصلہ کرے۔''[3]

اتباع اور تقلید میں فرق:

ذیل میں مذکورہ آیت کریمہ میں اتباع اور تقلید کے فرق کو واضح کر دیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ (الاعراف:۳)

''تم اس کی اتباع کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، اور اس کے علاوہ اولیاء کی اتباع مت کرو، تم بہت تھوڑی نصیحت حاصل کرتے ہو۔''

---

[1] مذکرۃ اصول الفقہ، ص: ۴۹۰۔ [2] التحریر لابن الہمام: ۴۵۳/۳۔
[3] التقریر والتحبیر: ۴۵۳/۳۔

﴿ اِتَّبِعُوۡا مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکُمۡ ﴾ اتباع کی دلیل ہے اور تقلید کی تعریف گزر چکی ہے کہ بلا دلیل کسی ایسے شخص کے قول کو قبول کیا جائے جس کا قول حجت نہیں ہے ﴿ وَلَا تَتَّبِعُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ ﴾ کا مصداق ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: اتباع یہ ہے کہ آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے آئے ہوئے احکام کی پیروی کرے! تابعین کے اقوال میں لوگوں کو اختیار ہے، آپ نے یہ بھی فرمایا: کہ میری یا مالک، ثوری اور اوزاعی، کسی کی تقلید نہ کرو، اور جہاں سے انھوں نے مسائل کو لیا ہے، وہیں سے لو۔

آپ نے مزید ارشاد فرمایا:

((مِنْ قِلَّةِ فِقْهِ الرَّجُلِ أَنْ يُّقَلِّدَ دِيْنَهُ الرِّجَالَ.)) [1]

''آدمی کے قلت فقہ کی دلیل یہ ہے کہ اپنے دین کو لوگوں کی رائے کے تابع کر دے۔''

خویز منداد مالکی فرماتے ہیں: ''تم کسی ایسے شخص کی اتباع کرو جس کی رائے دلیل کے بغیر حجت نہیں تو تم اس کے مقلد ہوئے اور اللہ کے دین میں تقلید جائز نہیں اور جس کی اتباع تمھارے اوپر واجب ہے، تم اس کی اتباع کرو، تم اس کے متبع ہوئے، پس اتباع دین میں جائز ہے، اور تقلید ممنوع ہے۔'' [2]

[1] مسائل ابی داؤد، ص: ۲۷۶، ۲۷۷۔ أعلام الموقعین: ۲/۲۰۰۔

[2] التحریر مع التقریر و التحبیر: ۳/۳۵۳۔

تقلید کی مذمت قرآن مجید کی روشنی میں

ذیل میں مذکورہ آیات میں بغیر حجت و برہان آباؤ اجداد کی اتباع سے روکا گیا ہے جو درحقیقت شیطان ہی کی اتباع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب مشرکین سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے اپنے رسول پر جو دین اتارا ہے اس کی اتباع کرو، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو وہی کریں گے جو ہمارے آباؤ اجداد کرتے تھے، یعنی بتوں اور خودساختہ معبودوں کی پرستش کریں گے۔ اللہ نے ان کی تردید کی کیا تم اپنے آباؤ اجداد کی پیروی کروگے، چاہے انھوں نے دین کو بالکل نہ سمجھا ہو اور حق سے دور رہے ہوں؟

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۗ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ﴾ (البقرہ: ۱۷۰)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو نازل کیا ہے اس کا اتباع کرو، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اس کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء کو پایا، تو کیا اگرچہ اُن کے آباء کچھ نہ سمجھتے ہوں اور نہ راہِ راست پر ہوں (اُنھی کا اتباع کریں گے؟)''

اس آیت کریمہ میں اس بات کی شدید نکیر کی گئی ہے کہ صریح قرآن وسنت کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کی بات مانی جائے اور قرآن وسنت کے مقابلے میں اسے دلیل بنایا جائے، اور حجت یہ پیش کی جائے کہ ہمارے امام، ہمارے پیر، ہمارے مرشد، ہمارے بزرگ اور ہمارے فقہاء زیادہ سمجھتے تھے، اور یقیناً یہ احادیث ان کے علم میں رہی ہوں گی، لیکن کسی اقویٰ دلیل ہی کی وجہ سے انھوں نے ان احادیث کا انکار کیا ہوگا۔

اور ستم بالائے ستم یہ کہ ان حضرات نے انکار حدیث کے ان واقعات سے فقہی اصول کشید کیے اور انھی کتابوں میں مدوّن کر دیا کہ جب بھی کوئی حدیث ان اصولوں اور قواعد کے خلاف پڑے

گی تو اسے ردّ کر دیا جائے گا، لہٰذا یا تو وہ ضعیف ہوگی یا مرجوح یا منسوخ ہوگی۔

حنفیوں کے مشہور امام ابوالحسن عبیداللہ بن الحسین الکرخی (المتوفی ۳۴۰ھ) فرماتے ہیں:

((اِنَّ كُلَّ اٰيَةٍ تُخَالِفُ قَوْلَ اَصْحَابِنَا فَاِنَّهَا تُحْمَلُ عَلَى النَّسْخِ اَوْ عَلَى التَّرْجِيْحِ وَالْاَوْلٰى اَنْ تُحْمَلَ عَلَى التَّاوِيْلِ مِنْ جِهَةِ التَّوْفِيْقِ.)) ❶

اس کا ترجمہ جناب عبدالرحیم اشرف بلوچ یوں فرماتے ہیں:

''ہر وہ آیت جو ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہو تو اسے نسخ یا ترجیح پر محمول کیا جائے گا اور بہتر یہ ہے کہ اسے تاویل پر محمول کیا جائے۔ تاکہ توافق ظاہر ہو جائے۔'' ❷

امام ابوالحسن عبیداللہ بن الحسین الکرخی مزید فرماتے ہیں:

((اِنَّ كُلَّ خَبَرٍ يَّجِيْئُ بِخِلَافِ قَوْلِ اَصْحَابِنَا فَاِنَّهُ يُحْمَلُ عَلَى النَّسْخِ اَوْ عَلٰى اَنَّهُ مُعَارِضٌ بِمِثْلِهِ.)) ❸

''ہر وہ حدیث جو ہمارے اصحاب اصول کے قول کے خلاف ہو۔ اسے نسخ پر محمول کیا جائے گا۔ یا یہ سمجھا جائے گا کہ وہ معارضِ ہے اپنے ہم پلہ حدیث کے۔'' ❹

قرآن وسنت کے حق میں اس جرم عظیم کا بدترین نتیجہ یہ سامنے آیا کہ امت کے انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بہت سی کمزور اور واہیات قسم کی روایات رائج ہوگئیں، اور وہ صحیح حدیثیں جو بخاری و مسلم نے روایت کی ہیں اور جن پر عمل نہ کرنے کا کوئی جواز امت کے پاس موجود نہیں، کئی صدیوں سے مسلمانوں کا منہ تک رہی ہیں اور پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ ہم پر عمل کرو، ہم اللہ کے رسول کی صحیح احادیث ہیں، لیکن اہل تقلید انھیں درخورِ اعتناء نہیں سمجھتے۔

مشہور فقیہ ابوالفلاح عبدالحی بن العماد المتوفی ۱۰۸۹ھ مقلدین احناف کے مشہور قاضی امام جمال الدین یوسف بن موسیٰ حنفی کے متعلق رقمطراز ہیں:

---

❶ اصول الکرخی مع اصول البزدوی، ص: ۳۷۳ سطر ۴، ۳، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

❷ اصول الکرخی اردو، ص: ۲۴ نمبر: ۲۸، مطبوعہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد۔

❸ اصول الکرخی مع اصول البزدوی، ص: ۳۷۳ سطر: ۱۵، ۱۶۔

❹ اصول الکرخی اُردو، ص: ۲۵، نمبر: ۲۹۔

((وَاِنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ مَنْ نَظَرَ فِيْ كِتَابِ الْبُخَارِيِّ تَزَنْدَقَ.)) [1]

''یعنی بلاشبہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب بخاری شریف کو دیکھے گا زندیق ہو جائے گا۔''

اپنے مشائخ کی بات حجت ماننے والوں پر ردّ کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے:

أَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ وَقَالَ رَسُوْلُهُ

فَتُجِيْبُ: شَيْخِيْ اِنَّهُ قَدْ قَالَ

''میں کہتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول نے کہا، اور تو جواب دیتا ہے کہ میرے شیخ نے یوں کہا ہے؟''

اسلام میں تمام گمراہ فرقوں کا وجود، شرک و بدعت کا رواج، قبروں، مزاروں اور درگاہوں کی پرستش اور عقائد کی تمام بیماریاں اس چور دروازے سے داخل ہوئی ہیں کہ قرآن و سنت کو چھوڑ کر اپنے بزرگوں، پیروں، مشائخ اور خود ساختہ معبودوں کی بات کو ترجیح دی، ان کی تقلید کی اور کہا کہ یہ حضرات جو کرتے آئے ہیں۔ آخر ان کے پاس بھی تو کوئی دلیل رہی ہوگی، اس لیے ہم وہی کریں گے جو ہمارے بزرگ کرتے آئے ہیں۔ اور ان حدیثوں کو ہم نہیں مانیں گے اس، لیے کہ ہم اپنے بزرگوں سے زیادہ نہیں سمجھتے۔ یہ روش مشرکین کی سی ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ﴾ (لقمان: ۲۱)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو نازل کیا ہے اس کی اتباع کرو، تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے، کیا وہ انھی کی اتباع کریں گے اگرچہ شیطان انھیں بھڑکتی آگ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہے۔''

---

[1] شذرات الذهب فی اخبار من ذهب: ۴/۴۰.

اس آیت کریمہ میں بیان ہوا کہ جب اُن مشرکین مکہ سے کہا جاتا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے رسول محمد ﷺ پر جو دین وشریعت اور جو آسمانی کتاب نازل کی ہے، اس کا اتباع کرو، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کا اتباع کریں گے، اگرچہ شیطان اُنھیں اس شرک اور بت پرستی کی طرف بلا رہا ہو جو جہنم میں داخل ہونے کا سبب ہو، اور جو آباء واجداد کے ساتھ اُنھیں بھی وہیں پہنچا دے؟

تقلید کی مذمت آثار صحابہ کی روشنی میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سچے متبعین رسول ﷺ تھے، تقلید سے شدید نفرت کرتے تھے۔

سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

((أَمَّا الْعَالِمُ فَإِنِ اهْتَدَى فَلَا تُقَلِّدُوهُ دِيْنَكُمْ.)) ❶

''عالم راہِ ہدایت پر بھی ہو تو اپنے دین میں اس کی تقلید مت کرنا۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

((لَا تُقَلِّدُوا دِيْنَكُمُ الرِّجَالَ.)) ❷

''تم اپنے دین میں لوگوں کی تقلید نہ کرو۔''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ''قریب ہے کہ تم لوگوں پر آسمان سے پتھر برسیں، میں تمھیں بتاتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اور تم اس کے مقابلے میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے اقوال پیش کرتے ہو۔ ❸

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ بتاؤ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دین پر ہو یا علی رضی اللہ عنہ کے دین پر؟ تو سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ((بَلْ اَنَا عَلَى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.)) ❹ ''ان دونوں کے دین پر نہیں، بلکہ میں تو رسول اللہ ﷺ کے دین پر ہوں۔''

---

❶ حلیة الاولیاء: ۵/ ۹۷، وقال أبو نعیم الأصبهانی ''وهو الصحیح''.

❷ السنن الکبری للبیهقی: ۲/ ۱۰.

❸ بحواله کتاب التوحید، باب: ۳۸، ص: ۲۹۶.

❹ مصنف عبدالرزاق۔ مصنف ابن ابی شیبه.

تقلید کی مذمت ائمہ ھدی کے اقوال کی روشنی میں

ائمہ ہدایت قرآن وحدیث کو اپنی بات اور رائے پر مقدم کرتے تھے اور جو بات خلافِ قرآن وسنت ہوتی، اس سے رجوع کر لیتے تھے۔

(۱) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ:

((اِذَا قُلْتُ قَوْلًا یُخَالِفُ کِتَابَ اللّٰہِ وَخَبَرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَاتْرُکُوْا قَوْلِيْ.)) [1]

''جب میں کوئی ایسی بات کہوں جو کہ کتاب اللہ اور احادیث رسول ﷺ کے خلاف ہو تو میری بات کو چھوڑ دو۔''

(۲) امام مالک بن انس رحمہ اللہ:

امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اِنَّمَا بَشَرٌ اُخْطِئُ وَاُصِیْبُ، فَانْظُرُوْا فِيْ رَأْیِيْ، فَکُلُّ مَا وَافَقَ الْکِتَابَ وَالسُّنَّۃَ فَخُذُوْہُ، وَکُلُّ مَا یُخَالِفُ الْکِتَابَ وَالسُّنَّۃَ فَاتْرُکُوْہُ.)) [2]

''بے شک میں ایک بشر ہوں، میری بات غلط بھی ہو سکتی ہے اور صحیح بھی۔ پس تم میری رائے میں غور کرو۔ اگر تمھیں کتاب وسنت کے موافق لگے تو اسے لے لو، اور اگر کتاب وسنت کے مخالف ہو تو اسے چھوڑ دو۔''

---

[1] ایقاظ ھمھم أولی الابصار، ص: ۵۰.

[2] الجامع لابن عبدالبر: ۳۲/۲۔ أصول الاحکام لابن حزم: ۱۴۹/۶۔ الایقاظ، ص: ۷۲۔ صفۃ صلاۃ النبی للالبانی، ص: ۴۸.

(۳) امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ:

امام شافعی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ مَا قُلْتُ۔ وَكَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ خِلَافَ قَوْلِي مِمَّا يَصِحُّ فَحَدِيثُ النَّبِيِّ ﷺ أَوْلَى، وَلَا تُقَلِّدُونِي.)) [1]

''میری کوئی بھی بات رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث کے خلاف ہو تو نبی ﷺ کی حدیث زیادہ لائق اتباع ہے۔ پس تم میری تقلید نہ کرنا۔''

(۴) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تُقَلِّدْ دِيْنَكَ أَحَدًا مِنْ هٰؤُلَاءِ...الخ.)) [2]

''تم اپنے دین میں کسی کی تقلید نہ کرنا......۔''

(۵) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَنْ قَالَ: يَجِبُ اِتِّبَاعُ إِمَامٍ عَيْنِهِ فَإِنْ تَابَ وَإِلَّا قُتِلَ، وَمَنْ قَالَ يَنْبَغِي اِتِّبَاعُ فُلَانٍ فَإِنَّهُ جَاهِلٌ ضَالٌّ.)) [3]

''جو شخص یہ کہے کہ فلاں پر خاص امام کی اتباع واجب ہے تو اس سے توبہ کرنے کو کہا جائے گا (اگر وہ توبہ نہیں کرے گا) تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فلاں شخص کی اتباع کرنا بہتر ہے تو وہ جاہل و گمراہ ہے۔''

مزید فرمایا:

((وَإِمَّا اَنْ يَّقُوْلَ قَائِلٌ: اِنَّهُ يَجِبُ عَلَى الْعَامَةِ تَقْلِيْدَ فُلَانٍ أَوْ فُلَانٍ، فَهٰذَا لَا

[1] آداب الشافعی ومناقبه لابن أبی حاتم، ص: ۵۱.

[2] مسائل ابی داؤد، ص: ۲۷۷ بحواله صفة صلاة النبی، ص: ۵۳.

[3] منهج سلف صالحين، ص: ۱۳۴.

يَقُوْلُهُ مُسْلِمٌ.)) ❶

''اور اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ عوام پر فلاں یا فلاں کی تقلید واجب ہے تو یہ قول کسی مسلمان کا نہیں ہے۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ خود بھی تقلید نہیں کرتے تھے۔ ❷

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

((وَلَا يَجِبُ عَلٰى أَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ تَقْلِيْدَ شَخْصٍ بِعَيْنِهِ مِنَ الْعُلَمَاءِ فِيْ كُلِّ مَا يَقُوْلُ، وَلَا يَجِبُ عَلٰى أَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلْتِزَامَ مَذْهَبِ غَيْرِ الرَّسُوْلِ ﷺ فِيْ كُلِّ مَا يُوْجِبُهُ وَيُخْبِرُهُ.)) ❸

''کسی ایک مسلمان پر بھی علماء میں سے کسی ایک متعین عالم کی ہر بات میں تقلید واجب نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کے علاوہ، کسی شخص متعین کے مذہب کا التزام کسی ایک مسلمان پر واجب نہیں ہے کہ جس چیز میں اسی کی پیروی شروع کر دے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

((مَنْ نَصَبَ إِمَامًا فَأَوْجَبَ طَاعَتَهُ مُطْلَقًا اِعْتِقَادًا أَوْ حَالًا فَقَدْ ضَلَّ فِيْ ذٰلِكَ كَأَئِمَّةِ الضُّلَّالِ الرَّافِضَةِ الْإِمَامِيَّةِ.)) ❹

''جس شخص نے امام مقرر کر کے مطلقاً اس کی اطاعت واجب قرار دے دی، چاہے عقیدتاً ہو یا عملاً تو ایسا شخص گمراہ رافضیوں امامیوں کے سرداروں کی طرح گمراہ ہے۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اجماع کا معنی یہ ہے کہ علماء اسلام کسی حکم پر متفق ہو جائیں اور جب کسی حکم پر اجماع ثابت ہو جائے تو اس کی مخالفت جائز نہیں۔ اس لیے کہ پوری امت گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی۔ لیکن بہت سے مسائل ایسے ہیں جن میں اجماع کا دعویٰ کیا جاتا

---

❶ مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۲/۲۴۹۔
❷ دیکھئے: اعلام الموقعین: ۲/۲۴۱، ۲۴۲۔
❸ مجموع فتاویٰ: ۲۰/۲۰۹۔
❹ مجموع فتاویٰ: ۱۹/۶۹۔

ہے مگر ان میں اجماع ہوتا نہیں ہے۔ بلکہ اس دعویٰ اجماع کے خلاف جو قول ہوتا ہے وہ کتاب وسنت کی رو سے راجح ہوتا ہے۔ اس پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ بعض ائمہ جیسا کہ فقہاء اربعہ ہیں ان کے اقوال نہ حجت لازمہ ہیں اور نہ ہی اجماع ہیں۔ بلکہ ان سے یہ ثابت ہے کہ انھوں نے اپنی تقلید سے منع کیا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ ان کے اقوال کو کتاب وسنت (قرآن مجید وسنت رسول ﷺ) کے مقابلے میں چھوڑ دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اکابر ساتھی اور پیروکار ہمیشہ جب ان کو کتاب وسنت سے دلیل مل جاتی تو وہ ان کے اقوال کو چھوڑ دیتے تھے اور کتاب و سنت (قرآن مجید وسنت رسول ﷺ) کی پیروی کرتے تھے۔ اس کی مثال مسافت قصر ہے تین دن یا سولہ فرسخ کی تحدید ایک ضعیف قول ہے۔ اس لیے کئی حنبلی علماء اور دیگر علماء نے یہ کہا کہ سفر کی حد اس سے بھی کم ہو تو نماز قصر کرنا جائز ہے جیسا کہ اہل مکہ نے عرفہ اور منیٰ میں نبی ﷺ کے ساتھ نماز قصر کی تھی۔'' [1]

(٦) حافظ ابن حزم رحمہ اللہ:

امام ابن حزم رحمہ اللہ نے فرمایا:

((وَالتَّقْلِيْدُ حَرَامٌ.)) [2] ''اور تقلید حرام ہے۔''

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَقَدْ صَحَّ اِجْمَاعُ جَمِيْعِ الصَّحَابَةِ رضی اللہ عنہم ، اَوَّلِهِمْ عَنْ آخِرِهِمْ، وَاِجْمَاعُ جَمِيْعِ التَّابِعِيْنَ، اَوَّلِهِمْ عَنْ آخِرِهِمْ عَلَى الْاِمْتِنَاعِ وَالْمَنْعِ مِنْ أَنْ يَقْصِدَ مِنْهُمْ أَحَدٌ اِلٰى قَوْلِ اِنْسَانٍ مِنْهُمْ اَوْ مِمَّنْ قَبْلَهُمْ فَيَأْخُذُهُ كُلَّهُ فَلْيَعْلَمْ مَنْ اَخَذَ بِجَمِيْعِ قَوْلِ اَبِىْ حَنِيْفَةَ اَوْ جَمِيْعِ قَوْلِ مَالِكٍ اَوْ جَمِيْعِ قَوْلِ الشَّافِعِيِّ اَوْ جَمِيْعِ قَوْلِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ مِمَّنْ يَتَمَكَّنُ مِنَ النَّظَرِ، وَلَمْ يَتْرُكْ مَنِ اتَّبَعَهُ مِنْهُمْ اِلَى

[1] فتاویٰ ابن تیمیه: ٢٥/ ١٠.

[2] النبذة الكافية فى احكام اصول الدين، ص: ٧٠.

غَيْرِهِ قَدْ خَالَفَ اِجْمَاعَ الْاُمَّةِ كُلِّهَا مِنْ آخِرِهَا وَاتَّبَعَ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ، نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْمَنْزِلَةِ وَأَيْضًا فَاِنَّ هٰؤُلَاءِ الْاَفَاضِلِ قَدْ مَنَعُوْا عَنْ تَقْلِيْدِهِمْ وَتَقْلِيْدِ غَيْرِهِمْ خَالَفَهُمْ مَنْ قَلَّدَهُمْ.)) [1]

''اوّل سے آخر تک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اوّل سے آخر تک تمام تابعین کا اجماع ثابت ہے کہ ان میں سے یا ان سے پہلے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ) کسی انسان کے تمام اقوال قبول کرنا منع اور ناجائز ہیں۔ جو لوگ ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ میں سے کسی ایک کے اگر سارے اقوال لے لیتے (یعنی تقلید) کرتے ہیں، باوجود اس کے کہ وہ علم بھی رکھتے ہیں اور ان میں سے جس کو اختیار کرتے ہیں اس کے کسی قول کو ترک نہیں کرتے، وہ جان لیں کہ وہ پوری امت کے اجماع کے خلاف ہیں۔ انھوں نے مومنین کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔ ہم اس مقام سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان تمام فضیلت والے علماء نے اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع کیا ہے، پس جو شخص ان کی تقلید کرتا ہے وہ ان کا مخالف ہے۔''

(۷) علامہ ابن قیم رحمہ اللہ:

امام ابن قیم رحمہ اللہ ''قصیدہ نونیہ'' میں فرماتے ہیں:

وَالْخَوْفُ كُلَّ الْخَوْفِ فَهُوَ عَلَى الَّذِیْ
تَرَكَ النُّصُوْصَ مِنْ اَجْلِ قَوْلِ فُلَانٍ

''جس شخص کے بارے میں بہت زیادہ ڈر ہے (عذاب کا گمراہ ہونے کا) وہ ایسا شخص ہے، جو نصوص (دلائل قرآن وسنت) کو کسی کے قول کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہے۔''

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (التوبہ: ۳۱)

[1] النبذة الكافية فى احكام اصول الدين، ص: ۷۱۔ الرد على من اخلد الى الارض، للسيوطى، ص: ۱۳۲، ۱۳۱.

''انھوں نے اپنے احبار (مولویوں) اور رہبان (پیروں) کو، اللہ کے سوا ربّ بنالیا۔''
سے متعلق رقمطراز ہیں:

((قَدْ احْتَجَّ الْعُلَمَاءُ بِهٰذِهِ الْآيَاتِ فِي إِبْطَالِ التَّقْلِيْدِ وَلَمْ يَمْنَعْهُمْ كُفْرُ أُولٰئِكَ مِنَ الْاَحْتِجَاجِ بِهَا، وَإِنَّمَا وَقَعَ التَّشْبِيْهُ بَيْنَ الْمُقَلِّدِيْنَ بِغَيْرِ حُجَّةٍ لِلْمُقَلِّدِ..)) [1]

علماء نے آن آیات کے ساتھ ابطالِ تقلید پر استدلال کیا ہے۔ انھیں (ان آیات میں مذکورین کے) کفر نے استدلال کرنے سے روکا، کیونکہ تشبیہ کسی کے کفر یا ایمان کی وجہ سے نہیں ہے، تشبیہ تو مقلدین میں بغیر دلیل کے (اپنے) مقلد (امام، راہنما) کی بات ماننے میں ہے۔''

اس آیت کریمہ سے درج ذیل علماء نے تقلید کے ردّ پر استدلال کیا ہے۔

۱: ابن عبدالبر (جامع بیان العلم وفضلہ: ۲/ ۱۹۰)
۲: ابن حزم (الاحکام فی اصول الاحکام: ۶/ ۲۸۳)
۳: ابن القیم (اعلام الموقعین: ۲/ ۱۹۰)
۴: السیوطی (باقرارہ، الرد علیٰ من اخلد الی الارض، ص: ۱۲۰)
۵: الخطیب البغدادی (الفقیہ والمتفقہ: ۲/ ۶۶)

علامہ ابن قیم مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ماذا ترى فرضا عليك معينا
ان كنت ذا عقل وذا ايمان
عرض الذى قالوا على اقواله
او عكس ذاك فذانك الامران

---

[1] اعلام الموقعین: ۲/ ۱۹۱۔

هى مفرق الطرقات بين طريقنا

وطریق اھل الزیغ والعدوان

’’اگر تم ذی عقل اور ذی ایمان ہو تو امامانِ دین کی جن باتوں کو تم نے اپنے اوپر فرض عین سمجھ لیا ہے اُن کو احادیث رسول پر پیش کر دو لیکن اس کے برعکس اگر تم احادیث رسول کو اماموں کے اقوال پر پیش کرو گے تو یہ ہمارے اور اہل زیغ وظلم کے درمیان باہمی فراق ہے۔‘‘

کیونکہ ہم احادیث رسول کے مقابلے میں کسی امام کے اقوال کو ذرہ برابر بھی اہمیت نہیں دیتے۔

ورسوله فھو المطاع وقوله
المقبول اذ ھو صاحب البرھان
والامر منه الحتم لا تخییر فیه
عند ذی عقل وذی ایمان
من قال قولًا غیره قمنا
علی اقواله بالسیر والمیزان
ان وافقت قول الرسول وحکمه
فعلی الرؤس تشال کالتحیان
او خالفت ھذا رددناھا علی
من قالھا مَنْ کَانَ مِن انسان
او اشکلت عنا توقفنا ولم
نحزم بلا علم ولا برھان
ھذا الذی ادّی الیه عِلْمُنَا
وبه نَدِیْنُ اللّٰه کل اَوَان

اشعار کا خلاصہ:

’’محمد رسول اللہ ﷺ کے قول وفعل کی تابعداری کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

آپ ﷺ کے احکامات کو ماننا واجب ہے۔ کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ نبی ﷺ کے جملہ احکامات کا انکار کرے یا اپنے مذہب کے موافق احکام مانے باقی سب چھوڑ دے۔ امت کے علماء کے اقوال سنت نبوی ﷺ کے ترازو میں اگر شریعت نبویہ کے مطابق ہوئے تو اس کو مان لیا جائے اور اگر وہ شریعت محمدیہ سے مطابقت نہ رکھتے ہوں تو ان کو چھوڑ دیا جائے چاہے وہ قول کسی کا بھی ہو (کیونکہ نبی ﷺ کے فرمودات کے مقابلے میں کسی کی طرف دیکھنا بھی مسلمانوں کو زیب نہیں دیتا) اور اگر کسی عالم کی بات مجمل ہو تو اس پر توقف کرنا چاہیے دلیل اور وضاحت کے بغیر اس کو نہیں اپنانا چاہیے۔"

اور علامہ ابن القیم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

"ثُمَّ جَاءَتِ الْأَئِمَّةُ مِنَ الْقَرْنِ الرَّابِعِ الْمُفَضَّلِ فِيْ إِحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيْحِ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ سَعِيْدٍ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ وَعَائِشَةَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ فَسَلَكُوْا عَلَى آثَارِهِمْ اِقْتِصَاهَا وَاقْتَبَسُوْا هَذَا الْأَمْرَ عَنْ مِشْكَاتِهِمْ اِقْتِبَاسًا، وَكَانَ دِيْنُ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ أَجَلّ فِيْ صُدُوْرِهِمْ وَأَعْظَمَ فِيْ نُفُوْسِهِمْ مِنْ أَنْ يُّقَدِّمُوْا عَلَيْهِ رَأْيًا أَوْ مَعْقُوْلًا أَوْ تَقْلِيْدًا أَوْ قِيَاسًا فَطَارَ لَهُمُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ فِي الْعَالَمِيْنَ، وَجَعَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِيْنَ، ثُمَّ سَارَعُوْا عَلَى آثَارِهِمُ الرَّعِيْلَ الْأَوَّلَ مِنْ أَتْبَاعِهِمْ وَدَرَجَ عَلَى مِنْهَاجِهِمُ الْمُوَفَّقُوْنَ مِنْ أَشْيَاعِهِمْ زَاهِدِيْنَ فِي التَّعَصُّبِ لِلرِّجَالِ وَاقِفِيْنَ مَعَ الْحُجَّةِ وَالْاِسْتِدْلَالِ، يَسِيْرُوْنَ مَعَ الْحَقِّ أَيْنَ سَارَتْ رَكَائِبُهُ، وَيَسْتَقِلُّوْنَ مَعَ الصَّوَابِ حَيْثُ اسْتَقَلَّتْ مَضَارِبُهُ، إِذَا بَدَا لَهُمُ الدَّلِيْلُ بِأَخْذَتِهِ طَارُوْا إِلَيْهِ زُرَافَاتٍ ووحدانا، وَإِذَا دَعَاهُمُ الرَّسُوْلُ إِلَى أَمْرٍ اِنْتَدَبُوْا إِلَيْهِ وَلَا يَسْأَلُوْنَهُ عَمَّا قَالَ بُرْهَانًا، وَنَصُوْصُهُ أَجَلُّ فِيْ صُدُوْرِهِمْ وَأَعْظَمُ فِيْ نُفُوْسِهِمْ مِنْ أَنْ يُّقَدِّمُوْا عَلَيْهَا قَوْلَ أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ أَوْ يُعَارِضُوْهَا بِرَأْيٍ أَوْ قِيَاسٍ.

ثُمَّ خَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ، وَتَقَطَّعُوْا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا وَكُلٌّ اِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُوْنَ، جَعَلُوْا التَّعَصُّبَ لِلْمَذَاهِبِ دِيَانَتِهِمُ الَّتِيْ بِهَا يَدِيْنُوْنَ، وَرَؤُسَ أَمْوَالِهِمُ الَّتِيْ يَتَّجِرُوْنَ، وَآخَرُوْنَ مِنْهُمْ قَنَعُوْا بِمَحْضِ التَّقْلِيْدِ وَقَالُوْا: اِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَى أُمَّةٍ وَاِنَّا عَلَى آثَارِهِمْ مُقْتَدُوْنَ." [1]

"پھر چوتھی صدی آئی جو دو روایتوں میں سے ایک روایت کے مطابق فضیلت والی صدی ہے، جیسا کہ ابوسعید، عبد اللہ بن مسعود، ابو ہریرہ، عائشہ اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے، اس صدی کے ائمہ دین اپنے پیش رو ائمہ دین کے نقش قدم پر چلے اور انہی کے نور سے مستنیر ہوئے، ان کی ذات اور ان کے سینے دین الٰہی کے پیغام سے معمور تھے اور ان کے نزدیک اللہ کا دین اس سے کہیں بلند تھا کہ وہ عقل، رائے، قیاس اور تقلید کو اس پر مقدم جانتے، جس کی وجہ سے ان کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر جمیل ان کے بعد بھی رکھا، پھر ان کے تابعداروں کا ہراول دستہ اللہ کی توفیق سے ان ہی کے نقش قدم پر گامزن رہا، وہ شخصیات میں غلو اور تعصب کی راہ اختیار کرنے سے بالکل کنارہ کش رہے اور اپنے ماسبق بزرگوں کی طرح دلیل و برہان کی اتباع کرتے، حق کا دامن ان کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا، ان کا ہر عمل اسی کے ارد گرد گھومتا رہا، دلیل کے واضح ہو جانے کے بعد تنہا اور باجماعت اسے مضبوطی سے تھام لیتے، حدیث رسول سنتے ہی پروانہ وار اس پر لپکتے اور اسے دل و جان سے لگا لیتے اور اس کے خلاف کسی مزید دلیل اور حجت کی قطعاً کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتے، ان کے دل و دماغ اور ان کی ذات پر کتاب و سنت کی نصوص کی حکمرانی ہوتی، ان کا معارضہ اور مقابلہ کسی انسان کے قول، اس کی رائے اور قیاس سے نہیں کرتے۔

---

[1] أعلام الموقعین عن رب العالمین: ۱/ ۶۔۷.

زمانے نے کروٹ لی، ایسے لوگ یکے بعد دیگرے آئے جنھوں نے دین الٰہی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور ہر فرقہ اپنے قائم کردہ اصول وفروع پر خوشی خوشی جم گیا اور ان کی اصل پونجی مذہب تعصب ہوگئی، ان میں ایسے لوگ پیدا ہوتے گئے جنھوں نے صرف تقلید پر قناعت کر لی اور صدا لگائی کہ ہم نے اپنے آباء واجداد اور بزرگوں کو اسی مذہب پر پایا ہے، اس لیے ہم ان ہی کے نقش قدم پر چلیں گے۔''

(۸) علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ:

علامہ عبدالوہاب بن احمد بن علی شعرانی المتوفی ۹۷۳ھ رقمطراز ہیں:

((وَمَنْ قَالَ لَا اَعْمَلُ بِحَدِيْثٍ اِلَّا اَخَذَ بِهٖ اِمَامِيْ فَاتَهُ خَيْرٌ كَثِيْرٌ كَمَا عَلَيْهِ كَثِيْرٌ مِّنَ الْمُقَلِّدِيْنَ لِاَئِمَّةِ الْمَذَاهِبِ وَكَانَ الْاَوْلٰى لَهُمُ الْعَمَلُ بِكُلِّ حَدِيْثٍ صَحَّ بَعْدَ اِمَامِهِمْ تَنْفِيْذًا لِّوَصِيَّةِ الْاَئِمَّةِ.)) [1]

''اور جس شخص نے کہا کہ وہ حدیث جس کو میرے امام نے نہیں لیا میں تو اس پر عمل نہیں کروں گا تو وہ شخص خیر کثیر سے ہاتھ دھو بیٹھا جیسا کہ اکثر مقلدین کا حال ہے حالانکہ ان مقلدین کے لیے مناسب یہ تھا کہ وہ ہر اس حدیث پر عمل کرتے جو ان کے امام کے بعد صحیح طور پر ان کے پاس پہنچ گئی۔''

دوسری جگہ مقلدین کی باطل اور گمراہ کن روش کا ذکر بایں الفاظ قلم بند کرتے ہیں:

((خِلَافُ مَا عَلَيْهِ بَعْضُ الْمُقَلِّدِيْنَ حَتّٰى اِنَّهُ قَالَ لِيْ لَوْ وَجَدْتُّ حَدِيْثًا فِي الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ لَمْ يَاْخُذْ بِهٖ اِمَامِيْ لَا اَعْمَلُ بِهٖ وَذٰلِكَ جَهْلٌ مِنْهُ بِالشَّرِيْعَةِ وَاَوَّلُ مَنْ يَّتَبَرَّأُ مِنْهُ اِمَامُهُ.)) [2]

''یعنی برخلاف اس کے بعض مقلدین کا حال تو یہ ہے کہ انھوں نے مجھ سے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اگر میں کوئی حدیث بخاری ومسلم میں پاؤں جسے میرے امام

[1] المیزان الکبریٰ: ۱/ ۲۸.

[2] المیزان الکبریٰ: ۱/ ۱۰.

صاحب نے نہ لیا ہو تو میں اس پر عمل نہیں کروں گا۔ یاد رکھو! یہ طرزِ عمل شریعت سے ناواقفیت اور جہالت کا نتیجہ ہے اور سب سے پہلے اس کا امام ہی اس طرز عمل سے بیزار ہوگا۔"

(۹) علامہ سیوطی رحمہ اللہ:

امام جلال الدین سیوطی نے کتاب "الرد علی من اخلد الی الارض" میں لکھا ہے:

"کیا امام مالک، ابوحنیفہ اور شافعی رحمہم اللہ نے کبھی کسی کے لیے اپنی تقلید کرنے کو جائز ٹھہرایا؟ حَاشَا لِلّٰہِ کبھی نہیں، بلکہ انھوں نے تو اس سے روکا ہے اور کسی کو بھی اس میں گنجائش پیدا نہیں کرنے دی۔" [1]

(۱۰) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ:

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"وَبَعْدَ الْقَرْنَيْنِ حَدَثَ فِيْهِمْ شَئٌ مِنَ التَّخْرِيْجِ غَيْرَ أَنَّ اَهْلَ الْمِائَةِ الرَّابِعَةِ لَمْ يَكُوْنُوْا مُجْتَمِعِيْنَ عَلَى التَّقْلِيْدِ الْخَالِصِ عَلَى مَذْهَبٍ وَاحِدٍ وَالتَّفَقُّهِ لَهُ وَالْحِكَايَةِ لِقَوْلِهِ كَمَا يَظْهَرُ مِنَ التَّتَبُّعِ بَلْ كَانَ فِيْهِمُ الْعُلَمَاءُ وَالْعَامَةُ. وَكَانَ مِنْ خَبَرِ الْعَامَةِ أَنَّهُمْ كَانُوْا فِي الْمَسَائِلِ الْاِجْتِمَاعِيَّةِ الَّتِي لَا اِخْتِلَافَ فِيْهَا بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَجَمْهُوْرِ الْمُجْتَهِدِيْنَ لَا يُقَلِّدُوْنَ اِلَّا صَاحِبَ الشَّرْعِ، وَكَانُوْا يَتَعَلَّمُوْنَ صِفَةَ الْوُضُوْءِ وَالْغُسْلِ وَالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ مِنْ آبَائِهِمْ أَوْ مُعَلِّمِي بُلْدَانِهِمْ فَيَمْشُوْنَ حَسْبَ ذٰلِكَ، وَاِذَا وَقَعَتْ لَهُمْ وَاقِعَةٌ اِسْتَفْتُوْا فِيْهَا أَيَّ مُفْتٍ وَجَدُوْا مِنْ غَيْرِ تَعْيِيْنِ مَذْهَبٍ." [2]

"دو صدیوں کے بعد مسائل کے استنباط و استخراج کا قدرے رواج ہونے لگا، لیکن چوتھی صدی ہجری تک کسی ایک مذہب کی نری تقلید، اس راہ میں فقہی تک بندی اور

---

[1] معیار الحق۔ الظفر المبین، ص: ۵۷.

[2] حجۃ اللہ البالغۃ: ۱/ ۱۵۲۔ ۱۵۳.

اس کی نقل و حکایت پر امت اسلام جمع نہ ہوئی تھی، جیسا کہ اس وقت کے حالات و ظروف سے واضح ہوتا ہے، بلکہ ان میں بلاتفریق مذاہب علماء اور عوام ایک دوسرے کے تعاون سے دین اسلام پر قائم و دائم تھے۔ عام لوگ مسلمانوں اور جمہور مجتہدین کے درمیان غیر مختلف فیہ اجماعی مسائل میں صرف صاحب شریعت محمد کی تقلید و اتباع کرتے تھے، وضوء، غسل، نماز اور زکاۃ وغیرہ کی تعلیم اپنے ماں باپ اور اپنے شہروں کے اساتذہ اور معلّمین سے سیکھ کر اس کے مطابق عمل کیا کرتے تھے، جب ان کے درمیان کوئی واقعہ اور مسئلہ پیدا ہوتا تو وہ بغیر کسی مذہب کی تعیین کے جس مفتی کو پاتے ان سے مسئلہ دریافت کر لیتے۔''

تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خیر القرون کے زمانہ میں لوگ قرآن وسنت فہم وعمل صحابہ کرام وتابعین ہی عمل پیرا تھے۔

خیر القرون کا زمانہ:

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سب سے بہتر میرا زمانہ ہے اس کے بعد ان لوگوں کا جو اس کے بعد ہوں گے پھر جو ان کے بعد ہوں گے اور اس کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قسم سے پہلے گواہی دیں گے کبھی گواہی سے پہلے قسم کھائیں گے۔'' [1]

((عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ''خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ'' قَالَ عِمْرَانُ: فَلَا أَدْرِيْ أَقَالَ بَعْدَ قَرْنِهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا.)) [2]

''سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرا زمانہ سب سے بہتر زمانہ ہے، پھر اس کے بعد کا زمانہ اور پھر اس کے بعد کا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، رقم: ۶۴۲۹.

[2] صحیح بخاری، کتاب الشهادات، رقم: ۲۶۵۱۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، رقم: ۶۴۷۵.

زمانہ۔سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یاد نہ رکھ سکا کہ اللہ کے رسول نے اپنی صدی کے بعد دو صدیوں کا ذکر فرمایا تھا یا تین کا۔“

اس حدیث کے مطابق خیر القرون کا زمانہ اتباع تابعین تک بنتا ہے۔

۱: عہد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صحابہ کرام ۱۱۰ھ تک آخری صحابی سیّدنا ابوالطفیل رضی اللہ عنہ۔

۲: عہد تابعین عظام: ۱۱۰ھ سے دوسری ہجری کے آخر تک۔

۳: عہد تبع تابعین کرام: دوسری صدی سے ۲۴۱ھ تک (احمد بن حنبل)

۴: اتباع تبع تابعین کرام: تیسری صدی کے آخر سے چوتھی صدی تک۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی الانصاف (ص:۵۹) میں فرماتے ہیں:

((قَالَ اِبْنُ الْهَمَّامِ فِي آخِرِ التَّحْرِيْرِ: كَانُوْا يَسْتَفْتُوْنَ مَرَّةً وَاحِدًا، وَمَرَّةً غَيْرَهُ، غَيْرَ مُلْتَزِمِيْنَ مُفْتِيًا وَاحِدًا.))

علامہ ابن الہمام نے اپنی کتاب التحریر کے آخر میں لکھا ہے کہ: ”اسلاف کبھی کسی سے فتویٰ پوچھتے اور کبھی کسی سے ایک مفتی کو انھوں نے لازمی نہیں پکڑا ہوا تھا۔“

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ:

((اِنْ آمَنْتُمْ بِنَبِيِّكُمْ فَاتَّبِعُوْهُ خَالَفَ مَذْهَبًا اَوْ وَافَقَهُ.)) [1]

”اگر تم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اطاعت کرو خواہ وہ مذہب (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے خلاف ہو یا موافق۔“

اسی لیے فقہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور جعفری کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے کیونکہ ان سب مذاہب کا آپس میں حلال وحرام تک کا اختلاف ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ فقہی مذاہب مختلف آراء تو ہیں، شریعت اسلامیہ ہرگز نہیں ہے۔

شاہ ولی اللہ حنفی محدث دہلوی المتوفی ۱۱۷۶ھ مزید رقمطراز ہیں:

((فَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَرٰى اُنْمُوْذَجَ الْيَهُوْدِ فَانْظُرْ اِلٰى عُلَمَاءِ السُّوْءِ مِنَ الَّذِيْنَ

---

[1] تفہیمات: ۱/۲۰۲.

يَطْلُبُوْنَ الدُّنْيَا وَقَدِ اعْتَادُوْا تَقْلِيْدَ السَّلَفِ وَاَعْرَضُوْا عَنْ نُّصُوْصِ الْكِتٰبِ وَالسُّنَّةِ وَتَمَسَّكُوْا بِتَعَمُّقِ عَالِمٍ وَتَشَدُّدِهٖ وَاسْتِحْسَانِهٖ فَاَعْرَضُوْا عَنْ كَلَامِ الشَّارِعِ الْمَعْصُوْمِ وَتَمَسَّكُوْا بِاَحَادِيْثَ مَوْضُوْعَةٍ وَتَاْوِيْلَاتٍ فَاسِدَةٍ.)) [1]

''یعنی اگر یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہوتو ان بدترین علماء کو دیکھ لو جو دنیا طلبی میں مشغول ہیں جن میں تقلید کی بیماری گھر کر گئی ہے جنھوں نے کتاب وسنت سے منہ موڑ لیا ہے اور ایک ہی امام کے پیچھے لگ گئے اور شارع معصوم ﷺ کی حدیث کو چھوڑ رکھا ہے (اور اپنے امام کے قول کوتو) موضوع حدیثوں اور فضول تاویلوں سے مضبوط بنا بنا کر اسی پر تمسک کئے بیٹھے ہیں بس (یہی باطل اور گمراہ کن) روش ان کی ہلاکت کا سبب بنی۔''

[1] الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص:۱۰، ۱۱۔

تقلید کی مذمت علماء احناف کی نظر میں

انصاف پسند علماء احناف نے بھی اس تقلید کو انتہائی مذموم اور برا جانا ہے۔ ذیل میں چند علماء احناف کے اقوال بطور ثبوت دعویٰ پیش خدمت قارئین ہیں:

شرح مسلم الثبوت میں مرقوم ہے:

((اَجْمَعَ الصَّحَابَةُ عَلَى أَنَّ مَنِ اسْتَفْتَى أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ أَمِيْرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَهُ أَنْ يَسْتَفْتِيَ أَبَا هُرَيْرَةَ وَمَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَغَيْرِهِمَا وَيَعْمَلُ بِقَوْلِهِمْ مِنْ غَيْرِ نَكِيْرٍ.))

''یہ اجماع صحابہ ہے کہ کوئی اگر حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جو اہل ایمان کے امیر ہیں۔ ان سے فتویٰ پوچھے تو وہ سیّدنا ابو ہریرۃ اور سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما اور ان کے سوا دوسروں سے فتویٰ پوچھ کر بھی بغیر کسی ملامت کے عمل کر سکتا ہے۔''

(۱) علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ:

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((قَالَ ابْنُ الْهَمَّامِ فِي آخِرِ التَّحْرِيْرِ: كَانُوْا يَسْتَفْتُوْنَ مَرَّةً وَاحِدًا وَمَرَّةً غَيْرَهُ، غَيْرُ مُلْتَزِمِيْنَ مُفْتِيًا وَاحِدًا.)) [1]

''ابن اہمام۔ التحریر۔ کے آخر میں لکھتے ہیں: لوگ کبھی کسی سے فتویٰ پوچھتے تھے اور کبھی کسی سے۔ کسی ایک مفتی کا التزام نہیں کرتے تھے۔''

---

[1] الانصاف، ص: ۵۹.

(۲) ملا علی قاری حنفی:

ملا علی القاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَلَا يَجِبُ عَلَى اَحَدٍ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَنْ يَكُوْنَ حَنَفِيًّا اَوْ شَافِعِيًّا اَوْ مَالِكِيًّا اَوْ حَنْبَلِيًّا.)) [1]

''اس امت کے کسی بھی فرد پر حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی بننا واجب نہیں ہے۔''

ملا علی القاری رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ:

((وَمِنَ الْمَعْلُوْمِ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى مَا كَلَّفَ اَحَدًا اَنْ يَّكُوْنَ حَنَفِيًّا اَوْ مَالِكِيًّا اَوْ شَافِعِيًّا اَوْ حَنْبَلِيًّا بَلْ كَلَّفَهُمْ اَنْ يَّعْمَلُوْا بِالسُّنَّةِ.)) [2]

''یعنی یہ ظاہر وباہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اس بات کا مکلف نہیں ٹھہرایا کہ وہ حنفی، شافعی، مالکی، یا حنبلی بنے، بلکہ سب بندوں کو اس کا مکلف بنایا ہے کہ وہ سنت نبویہ علیہ التحیۃ والسلام پر عمل کریں۔''

مولانا عبدالحی لکھنوی:

مولانا لکھنوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:

((وَالْحَاصِلُ أَنَّ مَنِ ادَّعٰى بِأَنَّهُ قَدْ اِنْقَطَعَ مَرْتَبَةَ الْاِجْتِهَادِ الْمُطْلَقِ الْمُسْتَقِلِّ بِالْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ اِنْقِطَاعًا لَا يُمْكِنُ عَوْدُهٗ فَقَدْ غَلَطَ وَخَبَطَ، فَإِنَّ الْاِجْتِهَادَ رَحْمَةٌ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ لَا تَقْصِرُ عَلَى زَمَانٍ دُوْنَ زَمَانٍ، وَلَا عَلَى بَشَرٍ دُوْنَ بَشَرٍ. وَمَنِ ادَّعَى اِنْقِطَاعَهَا فِيْ نَفْسِ الْاَمْرِ مَعَ اِمْكَانِ وُجُوْدٍ فِيْ كُلِّ زَمَانٍ فَإِنْ اَرَادَ اَنَّهٗ لَمْ يُوْجَدْ بَعْدَ الْاَرْبَعَةِ مُجْتَهِدٌ اِتَّفَقَ الْجُمْهُوْرُ عَلَى اِجْتِهَادٍ وَسَلَّمُوْا اِسْتِقْلَالَهٗ كَاتِّفَاقِهِمْ عَلَى اِجْتِهَادِهِمْ فَهُوَ مُسَلَّمٌ وَاِلَّا فَقَدْ وُجِدَ بَعْدَهُمْ اَيْضًا اَرْبَابُ الْاِجْتِهَادِ الْمُسْتَقِلِّ كَاَبِيْ ثَوْرٍ

---

[1] معیار حق، ص: ۷۵۔

[2] شرح عین العلم، ص: ۳۲۶، طبع عامرہ استنبول۔ انتصار الحق، ص: ۲۳۸۔

الْبَغْدَادِيْ وَدَاؤُدَ الظَّاهِرِيْ وَمُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِيِ وَغَيْرِهِمْ عَلَى مَا لَا يَخْفٰى عَلَى مَنْ طَالَعَ كُتُبَ الطَّبْقَاتِ.)) [1]

''حاصل کلام یہ ہے کہ جو اس بات کا مدعی ہے کہ اجتہاد مطلق و مستقل کا مرتبہ ائمہ اربعہ کے بعد ختم ہو چکا ہے یہ مرتبہ اب کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا تو وہ غلطی اور خبط میں مبتلا ہے کیونکہ مرتبہ اجتہاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ کسی زمانہ پر منحصر ہے اور نہ ہی کسی انسان پر رُک سکتی ہے، اور جو امکان کے باوجود اس کے انقطاع کا نفس الامر میں مدعی ہے تو اس کا منشا اگر یہی ہے کہ ائمہ اربعہ کے بعد کوئی ایسا مجتہد نہیں جس کے اجتہاد پر جمہور کا اتفاق ہو اور انہوں نے اسے اسی طرح مستقل مجتہد تسلیم کیا ہو جیسے ائمہ اربعہ ہیں تو یہ بات قابل تسلیم ہے ورنہ ائمہ اربعہ کے بعد بھی مجتہد مستقل ہوئے ہیں جیسے امام ابوثور بغدادی، امام داؤد ظاہری، امام محمد بن اسماعیل بخاری وغیرہ کتب طبقات کا مطالعہ کرنے والا اسے اچھی طرح جانتا ہے۔''

مولانا اشرف علی تھانوی:

مولوی اشرف علی خاں تھانوی دیوبندی فرماتے ہیں کہ:

'''ہم خود ایک غیر مقلد کے معتقد اور مقلد ہیں کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ کا غیر مقلد ہونا یقینی ہے۔'' [2]

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

حنفی وشافعی ہونا جزو ایمان نہیں، ورنہ صحابہ وتابعین کا غیر مومن ہونا لازم آئے گا۔ [3]

---

[1] النافع الکبیر، ص: ۹۔

[2] مجالس حکیم الامت از مفتی شفیع دیوبندی، ص: ۳۴۵۔ حقیقت حقیقت الالحاد از امداد الحق شیوی، ص: ۷۰۔

[3] امداد الفتاویٰ: ۵/۳۰۰۔

مولانا مفتی کفایت اللہ:

مولانا مفتی کفایت اللہ حنفی فرماتے ہیں کہ:

''محض ترک تقلید سے اسلام میں فرق نہیں پڑتا اور نہ اہل سنت والجماعت سے تارک تقلید باہر ہوتا ہے۔''[1]

امام طحاوی رحمہ اللہ:

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تمام اقوال کو قبول کرلوں کیونکہ تقلید تو متعصب اور بے وقوف کا کام ہے۔[2]

امام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ (شاگرد خاص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ) فرماتے ہیں:

((مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَھُوَ مَاخُوْذٌ مِنْ کَلَامِہٖ وَمَرْدُوْدٌ عَلَیْہِ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰہِ.))

''رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہر شخص کی بات لی بھی جاسکتی ہے اور ردّ بھی کی جاسکتی ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات تسلیم کی جائے گی۔''

امام محمد رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

((وَلَوْ جَازَ التَّقْلِیْدُ کَانَ مَنْ قَضٰی مِنْ قَبْلِ أَبِیْ حَنِیْفَۃَ مِثْلُ الْحَسَنِ الْبَصَرِیِّ وَاِبْرَاہِیْمَ النَّخْعِیِّ أَحْرٰی أَنْ یُقَلَّدُوْا.))[3]

''اگر تقلید جائز ہوتی تو جو ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پہلے گزر چکے ہیں جیسے، حسن بصری اور ابراہیم نخعی (استاد امام ابوحنیفہ) تو وہ زیادہ حقدار تھے کہ ان کی تقلید کی جاتی۔''

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ بیہقی زمان المشہور رقمطراز ہیں: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی ایک کے متعلق عقیدہ رکھتا ہے کہ اس کی ہر بات درست اور واجب الاتباع ہے وہ گمراہ اور

---

[1] کفایت المفتی: ۱/ ۳۲۵.
[2] الایقاظ، ص: ۵۲.
[3] أصول سرخسی: ۱/ ۲۸.

جاہل ہے۔ ❶

مفتی احمد یار نعیمی:

احمد یار نعیمی (بریلوی) لکھتے ہیں:

''شریعت وطریقت دونوں کے چار چار سلسلے یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اسی طرح قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی یہ سب سلسلے بالکل بدعت ہیں۔'' ❷

مولانا مفتی تقی عثمانی:

تقلید شخصی کے بارے میں محمد تقی عثمانی حنفی لکھتے ہیں:

''یہ کوئی شرعی حکم نہیں تھا، بلکہ ایک انتظامی فتویٰ تھا۔'' ❸

---

❶ تفسیر مظھری۔طریق محمدی، ص: ۱۵۹.

❷ جاء الحق ۱/ ۲۲۲، طبع قدیم، بدعت کی قسموں کی پہچانیں اور علامتیں۔

❸ تقلید کی شرعی حیثیت، ص:۶۵ طبع ششم ۱۴۱۳ھ۔

تقلید کی مذمت عصرِ حاضر کے اہلِ علم کی نظر میں

مختار احمد شنقیطی رحمہ اللہ :

مختار احمد شنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تقلید اور اتباع کے درمیان جو فرق ہے اس فرق کو جاننا ضروری ہے، جہاں اتباع ہوگی وہاں تقلید ہرگز جائز نہیں ہے، اس بات کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ جس مسئلہ میں کتاب اللہ یا سنت رسول ﷺ یا پھر مسلمانوں کے اجماع میں سے اگر کوئی دلیل اس مسئلہ میں مل جاتی ہے (ظاہر ہو جاتی ہے) تو اس مسئلہ میں کسی بھی صورت میں تقلید جائز نہیں ہے کیونکہ جو اجتہاد (نص کے مخالف ہو) وہ اجتہاد باطل و فاسد ہے اور کسی کے اجتہاد پر عمل صرف اجتہادی مسئلہ میں جائز ہے، کیونکہ نصوص (دلائل) کتاب و سنت مجتہدین پر حاکم (وفیصل) ہیں ان (مجتہدین) میں سے کسی کو بھی لائق و زیبا نہیں کہ وہ ان دونوں کی مخالفت کرے، چاہے وہ کوئی بھی ہو۔''

شیخ سلیمان بن عبداللہ آل شیخ رحمہ اللہ :

شیخ سلیمان بن عبداللہ آل شیخ رحمہ اللہ کتاب التوحید کے اسی باب کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بلکہ ہر مومن پر فرض ہے کہ اسے جب کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے کوئی حکم معلوم ہو تو وہ اس پر عمل کرے، خواہ اس کی کسی بھی امام نے مخالفت کی ہو، کیونکہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اسی بات کا حکم دیا ہے، اور اس پر تمام علماء کا اجماع ہے، سوائے جاہل اور خشک مقلدین کے کہ جن کے نزدیک ہدایت یافتہ شخص وہ ہے جو سنت رسول ﷺ سے اعراض کرتے ہوئے کسی فقہی مذہب یا کسی

عالم پر اعتماد کرے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو ہدایت یافتہ قرار دیا ہے جو صرف رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرے، فرمایا: ''وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا'' یعنی ''اگر تم نے اس (رسول ﷺ) کی اطاعت کی تو تم ہدایت یافتہ ہوگے''، اور افسوس اس بات پر ہے کہ اس حرام تقلید میں آج بہت ساری خلقت مبتلا ہے۔''

شیخ ابن باز رحمہ اللہ:

سعودی عرب کے مفتی شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ نے فرمایا:

((وَأَنَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ لَسْتُ بِمُتَعَصِّبٍ وَلٰكِنِّي أُحَكِّمُ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ وَأَبْنِي فَتَاوَايَ عَلَى مَا قَالَهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ، لَا عَلَى تَقْلِيدِ الْحَنَابِلَةِ وَلَا غَيْرِهِمْ.)) [1]

''الحمد للہ! میں متعصب نہیں، میں کتاب وسنت کو حاکم مانتا ہوں اور اپنے فتاویٰ کی بنیاد قال اللہ وقال الرسول پر رکھتا ہوں نہ کہ حنابلہ اور دوسروں کی تقلید پر۔''

الشیخ مقبل بن ہادی رحمہ اللہ:

یمن کے مشہور سلفی عالم شیخ مقبل بن ہادی الوادعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اَلتَّقْلِيدُ حَرَامٌ، لَا يَجُوزُ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُّقَلِّدَ فِي دِينِ اللّٰهِ.)) [2]

''تقلید حرام ہے، کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کے دین میں (کسی کی) تقلید کرے۔''

شیخ مقبل رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

((فَالتَّقْلِيدُ لَا يَجُوزُ وَالَّذِينَ يُبِيحُونَ تَقْلِيدَ الْعَامِي لِلْعَالِمِ نَقُولُ لَهُمْ: أَيْنَ الدَّلِيلُ؟.)) [3]

''پس تقلید جائز نہیں ہے اور جو لوگ عامی (جاہل) کے لیے تقلید جائز قرار دیتے ہیں

---

[1] المجلۃ، رقم: ۸۰۶، تاریخ ۲۵ صفر ۱۴۱۶ ھ، ص: ۲۳۔ الاقناع، ص: ۹۲.

[2] تحفۃ المجیب علی اسئلۃ الحاضر والغریب، ص: ۲۰۵.

[3] ایضاً، ص: ۲۶.

ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ (اس کی) دلیل کہاں ہے؟''

شیخ مقبل بن ہادی رحمہ اللہ طالب علموں کو نصیحت فرماتے ہیں:

((نَصِيْحَتِيْ لِلطَّلَبَةِ الْعِلْمِ: اَلْإِبْتِعَادُ عَنِ التَّقْلِيْدِ، قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾.)) [1]

''طالب علموں کو میری یہ نصیحت ہے کہ وہ تقلید سے دور رہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جس کا تجھے علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ چل۔''

---

[1] غارۃ الاشرطۃ علی اھل الجھل والسعسطۃ، ص: ۱۲، ۱۱.

تقلید کے نقصانات

قارئین کرام گزشتہ صفحات میں آپ نے تقلید کی تعریف، اور قرآن وسنت، صحابہ کرام وائمہ ہدیٰ کے اقوال کی روشنی میں تقلید کی مذمت پڑھ لی، اب ہم تقلید شخصی کے نقصانات زیر قلم لا رہے ہیں۔ تاکہ تقلید سے بچنے میں مدد مل سکے۔ اور ہماری آخرت بہترین جائے۔ یاد رہے کہ اس سے ہمارا مقصد کسی کی دل آزاری نہیں، بلکہ اصلاح انسانیت ہے۔ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ۔

۱۔ بہتان باندھنا:

جب کوئی انسان کسی کا مقلد ہوجاتا ہے تو وہ دوسروں پر بہتان باندھنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ چنانچہ حنفیوں کی کتاب ہدایہ میں امام مالک پر یہ بہتان موجود ہے:

((وَقَالَ مَالِكٌ: هُوَ جَائِزٌ لِاَنَّهُ مُبَاحٌ.)) [1]

''یعنی رافضیوں کی طرح امام مالک بھی نکاح متعہ کو حلال جانتے ہیں۔''

اور اسی طرح فقہ حنفی کی کتاب ہدایہ میں کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الکعبہ، میں امام شافعی پر افترا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کہ امام شافعی کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کو ناجائز کہتے ہیں۔''

۲۔ مذہب کی خاطر جھوٹ بولنا:

مقلدین اکثر اپنے اپنے مذاہب کی خاطر جھوٹ بولتے ہیں۔ چنانچہ فقہ حنفی کی کتاب درمختار میں مرقوم ہے:

امام صاحب (ابوحنیفہ) کے والد گرامی ثابت رحمہ اللہ اپنے بیٹے امام ابوحنیفہ کو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اور دعا کروائی۔ [2]

---

❶ ھدایہ، کتاب النکاح: ۲/۲۹۲.

❷ در مختار: ۱/۳۶.

حالانکہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ چالیس ہجری میں وفات فرما گئے تھے۔ اور امام صاحب کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی۔

یوسف بن موسیٰ الملطی حنفی کہتا تھا: ''جو شخص امام بخاری کی کتاب (صحیح بخاری) پڑھتا ہے وہ زندیق ہو جاتا ہے۔'' ❶

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ:

''حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔'' ❷

اگر کوئی شخص کسی عورت پر یہ دعویٰ کر دے کہ یہ میری بیوی ہے اور وہ عورت انکار کرے پھر یہ شخص جھوٹے گواہ پیش کر کے اپنے حق میں قاضی سے فیصلہ لے لے تو ایسی صورت میں اس کے لیے عورت سے جماع جائز ہوگا اور اس عورت کا اپنے آپ کو اس کے قابو میں کر دینا جائز ہوگا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ جائز ہے اور ابو یوسف کے ایک قول کے مطابق بھی جائز ہے۔ ❸

۳۔ مذہب کی خاطر غلو:

مقلدین اپنے ائمہ کی شان میں اکثر غلو سے کام لینے لگتے ہیں۔ چنانچہ درمختار میں ہے:

((اَنَّ سَائِرَ الْاَنْبِیَاءِ یَفْتَخِرُوْنَ بِیْ وَاَنَا اَفْتَخِرُ بِاَبِیْ حَنِیْفَةَ مَنْ اَحَبَّهُ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَهُ فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ.)) ❹

''یعنی تمام انبیاء کو مجھ پر فخر ہے اور مجھے ابوحنیفہ پر۔ جس نے اس سے محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت کی، اور جس نے اس سے بغض کیا اس نے میرے ساتھ بغض کیا۔''

امام صاحب کی شان میں یہ حدیث بھی گھڑی گئی ہے:

---

❶ شذرات الذھب: ۷/۴۰۔ دین میں تقلید کا مسئلہ، ص: ۷۵.

❷ مکتوبات اردو، ج: ۱، ص: ۵۸۵، مکتوب: ۲۸۲.

❸ فتاویٰ عالمگیری: ۳/ ۳۵۰۔ ۳۵۱.

❹ در مختار.

((لِقَوْلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ صَلَّى خَلْفَ عَالِمٍ تَقِيٍّ فَكَأَنَّمَا صَلَّى خَلْفَ النَّبِيِّ.)) ❶

''جس نے متقی امام کی اقتدا میں نماز باجماعت ادا کی تو اسے اتنا اجر وثواب میسر ہوگا جس قدر کہ رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھنے سے ہوتا ہے۔''

یہ حدیث بھی گھڑ لی گئی کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((اِنَّ آدَمَ اِفْتَخَرَ بِيْ وَاَنَا اَفْتَخِرُ بِرَجُلٍ مِنْ اُمَّتِيْ اِسْمُهُ نُعْمَانُ وَكُنِيَّتُهُ اَبُوْحَنِيفَةَ هُوَ سِرَاجُ اُمَّتِيْ.)) ❷

''یعنی آدم علیہ السلام کو میری ذات پر فخر ہے اور مجھے اپنے ایک امتی کے سبب سے فخر ہے جس کا نام نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہے جو کہ میری امت کا روشن چراغ ہے۔''

اور یہ بھی آتا ہے کہ:

''امام صاحب نے اپنے آخری حج میں کعبہ شریف کے خادموں سے ایک رات اندر داخل ہونے کی اجازت لی۔ ایک رکعت میں ایک ٹانگ پر آدھا قرآن شریف ختم کیا پھر رکوع اور سجدہ کیا پھر دوسری رکعت میں کھڑے ہوئے، یہاں تک کہ دوسری ٹانگ پر باقی آدھا قرآن ختم کیا۔'' ❸

۴۔ قرآن وحدیث اور حتی کہ شانِ رسالت میں گستاخی:

مقلدین نے قرآن وحدیث کی توہین کو اپنا وطیرہ بنا رکھا ہے۔ حتی کہ بعض دفعہ تو وہ رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ ذیل میں دیئے گئے اقوال کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہوجاتی ہے۔ چنانچہ در مختار میں مرقوم ہے:

۱: فقہ کا سیکھنا افضل ہے باقی قرآن سیکھنے سے۔ ❹

---

❶ ھدایة کتاب الصلوة، باب الامامة، ج: ۱ ص: ۱۰۱.

❷ مقدمہ در مختار مع ردّ المختار: ۱/ ۵۲.

❸ در مختار: ۱/ ۳۰.

❹ در مختار: ۱/ ۱۹۔ عالمگیری: ۹/ ۱۲۹.

۲: پورا قرآن پڑھنے سے فقہ پڑھنا افضل ہے۔ ❶

۳: کتاب درمختار باذن نبوی تالیف ہوئی۔ ❷

۴: جو اہل قبلہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دینا جائز سمجھے وہ کافر نہیں۔ ❸

۵: مولوی محمود حسن دیوبندی نے لکھا ہے کہ ’’قول مجتہد بھی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی شمار ہوتا ہے۔‘‘ ❹

مفتی احمد یار خان گجراتی نے لکھا ہے:

’’چار مذہبوں کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں، اگرچہ وہ صحابہ کے قول، صحیح حدیث اور آیت کے موافق ہی ہو، جو ان چار مذہبوں سے خارج ہے وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے کیونکہ حدیث وقرآن کے محض ظاہری معنی لینا کفر کی جڑ ہے۔‘‘ ❺

۶: نکسیر پھوٹ پڑے تو پیشانی اور ناک پر سورۃ فاتحہ کو خون اور پیشاب سے لکھنا جائز ہے۔ ❻

۷: اشرف علی خاں تھانوی نے بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ:

’’یہ آیت بسم اللہ سمیت لکھ کر ناف کی جگہ باندھیں ناف اپنی جگہ آ جائے گی اور اگر بندھا رہنے دیں تو پھر نہ ٹلے گی۔ اَللّٰهُ یُمْسِكُ السَّمٰوَاتِ.....۔‘‘ ❼

۸: برہان الدین مرغینانی لکھتا ہے:

((اَنَّ الْهِدَايَةَ كَالْقُرْآنِ قَدْ نَسَخَتْ مَا صَنَّفُوْا قَبْلَهَا فِي الشَّرْعِ مِنْ كُتُبٍ.)) ❽

---

❶ عالمگیری: ۹/ ۱۲۹ ایضا.

❷ در مختار: ۱/ ۱۱.

❸ در مختار: ۱/ ۲۹۲.

❹ الورد الشذی: ۲/ ۳۰۔ تقاریر حضرت شیخ الہند، ص: ۲۴.

❺ جاء الحق: ۲۴، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور۔

❻ دُر مختار، ج: ۱، ص: ۱۹۴.

7 بهشتی زیور جهاڑ پهونك كا بیان نواں حصه، ۷۵۶.

8 مقدمه هدایه اخیرین، ص:۳.

’’بے شک ہدایہ قرآن کی طرح ہے، جس طرح قرآن مجید نے پہلی شرائع کو منسوخ کر دیا ایسے ہی ہدایہ نے اس سے قبل مرقوم کتب کو منسوخ کر دیا۔‘‘

۹: ((وَمَنِ امْتَنَعَ مِنَ الْجِزْيَةِ أَوْ قَتَلَ مُسْلِمًا أَوْ سَبَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَوْ زَنٰى بِمُسْلِمَةٍ لَمْ يَنْتَقِضْ عَهْدُهُ.)) 1

’’جو ذمی جزیہ دینے سے انکار کر دے یا کسی مسلمان کو قتل کرے یا نبی ﷺ کو گالی دے یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرے تب بھی اس کا عہد (ذمہ) نہیں ٹوٹے گا۔‘‘

۵۔ مذہب کی خاطر حدیث کے ساتھ ظلم اور ناانصافی:

دیوبندی عالم محمود الحسن صاحب کا خیارِ مجلس کے مسئلہ میں قول ملاحظہ ہو:

((اَلْحَقُّ وَالْاِنْصَافُ أَنَّ التَّرْجِيحَ لِلشَّافِعِي فِي هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ وَنَحْنُ مُقَلِّدُوْنَ يَجِبُ عَلَيْنَا تَقْلِيْدُ إِمَامِنَا أَبِي حَنِيْفَةَ.)) 2

’’حق اور انصاف یہ ہے کہ اس مسئلہ (اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا) میں امام شافعی کے قول کو ترجیح حاصل ہے۔ اور ہم مقلد ہیں لہٰذا ہم پر اپنے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید واجب ہے۔‘‘

ابن نجیم الحنفی شاتم رسول ﷺ کی سزا کے بارے میں لکھتے ہیں:

((نَفْسُ الْمُؤْمِنِ تَمِيْلُ إِلٰى قَوْلِ الْمُخَالِفِ فِي مَسْئَلَةِ السَّبِّ لٰكِنْ اِتِّبَاعًا لِلْمَذْهَبِ وَاجِبٌ.)) 3

’’مسئلہ شاتم رسول میں مومن کا نفس قولِ مخالف (امام شافعی رحمہ اللہ) کی طرف مائل ہوتا ہے کہ (کافر شاتم رسول کا ذمہ ٹوٹ جاتا ہے) لیکن ہم پر اپنے مذہب کی اتباع ضروری ہے۔‘‘

❶ هداية: ۱/۵۷۸.
❷ تقریر ترمذی، ص: ۴۰.
❸ البحر الرائق ۵/۱۲۵.

۶۔ نفس پرستی:

ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ وہ رمضان میں عورتوں کی امامت کرتی تھیں۔ امام محمد نے کہا کہ ہمیں پسند نہیں کہ عورت امامت کرے۔ ❶

۷۔ تعصب اور بغض وعناد:

مقلدین میں تعصب اور بغض وعناد بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ فقہ حنفی کی کتب میں مرقوم ہے:

لعنت ہو ہمارے ربّ کی اس شخص پر بقدر ریت کے ذرّات کے جو ابوحنیفہ کے قول کو ردّ کرے یعنی قبول نہ کرے۔ ❷

صاحبین یعنی امام ابوحنیفہ کے شاگردوں امام محمد وابو یوسف نے دو ثلث سے زیادہ مسائل میں امام ابوحنیفہ کا خلاف کیا ہے۔ ❸

صاحبِ شرح مسلم الثبوت رقمطراز ہیں:

((شَدَّدَ بَعْضُ الْمُتَكَلِّمِيْنَ، قَالُوْا: ''اَلْحَنَفِيُّ إِذَا تَرَكَ مَذْهَبَ إِمَامِهِ يُعَزَّرُ''، وَالْحَقُّ اَنَّهُ تَعَصُّبٌ، لَا دَلِيْلَ عَلَيْهِ، وَإِنَّمَا هُوَ تَشْرِيْعٌ مِنْ عِنْدِ نَفْسِهِ. قَالَ فِي التَّيْسِيْرِ شَرْحِ التَّحْرِيْرِ: ''هُوَ الْاَصَحُّ، إِذْ لَا وَاجِبَ إِلَّا مَا اَوْجَبَهُ اللّٰهُ، وَبِالْجُمْلَةِ لَا يَجِبُ تَقْلِيْدُ مَذْهَبٍ مُعَيَّنٍ، بَلْ جَازَ الْاِنْتِقَالُ. لٰكِنْ لَا بُدَّ اَنْ لَا يَكُوْنَ ذٰلِكَ قَصْدَ التَّلَهِّي وَتَوْهِيْنَ كِبَارِ الْمُجْتَهِدِيْنَ.))

''کچھ متکلمین اہل علم نے شدت سے کام لیا اور کہہ دیا کہ: ''حنفی اگر اپنے امام کے مذہب کو ترک کر دے تو اسے کوئی سزا دی جائے۔'' حق تو یہ ہے کہ ایسی متعصّبانہ بات ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ اپنی طرف سے شریعت سازی ہے۔ ''التیسیر'' میں ہے کہ: ''بالکل یہ تعصب ہے کیونکہ واجب وہی ہے جسے اللہ نے واجب قرار

❶ کتاب الآثار، ص: ۲۱۴.   ❷ در مختار: ۱/۳۶.
❸ در مختار: ۱/۳۳.

دیا، (ہم کون ہوتے ہیں تقلید کو واجب کرنے والے، اور اس کے ترک پر تعزیر دینے والے) القصہ کسی مذہب معین کی تقلید واجب نہیں۔ بلکہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف مسئلہ کی تلاش میں جانا بھی جائز ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ ایسا کرنا محض خواہش نفس کی بنیاد پر نہ ہو اور نہ ہی مجتہدین کرام کی توہین مقصود ہو۔''

قاضی ابو یوسف (شاگرد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ) نے فرمایا:

''اس کذاب یعنی محمد بن الحسن (شاگرد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ) سے کہو......الخ۔''❶

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے دین میں تحریف اور بدعت کے سات اسباب ذکر کیے ہیں جن میں ایک موذی مرض تقلید ہے اور بلاشبہ تقلید لفظ اتنا ردّی اور ناکارہ ہے اور کیسا بے نور لفظ ہے جو قرآن وسنت کے مقدس اوراق میں نوع بشر کے لیے کہیں مستعمل نہیں ہوا اور البتہ یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ صرف اور صرف ائمہ اربعہ کی تقلید سے عالم اسلام مختلف فرقوں کی نذر ہو چکا ہے اور باہمی آویزش ومنافرت، مشاجرات واختلافات کی کبھی نہ ختم ہونے والی لامتناہی خلیج حائل ہو چکی ہے اور مقلدین احناف اصحاب الحدیث کے بارہ میں ہمیشہ دلی کدورت رکھتے ہیں، خصوصاً دیوبند سے وابستہ حنفی دوست حدیث اور اہل حدیث سے ''مخلصانہ'' بغض وعناد رکھتے ہیں سب سے سبقت لے گئے ہیں۔

شیخ بکر ابوزید حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

((فَاَهْلُ الْحَدِيْثِ حَشَرَنَا اللّٰهُ مَعَهُمْ، لَا يَتَعَصَّبُوْنَ لِقَوْلِ شَخْصٍ مُعَيَّنٍ مَهْمَا عَلَا وَسَمَا، حَاشَا مُحَمَّدًا، بِخِلَافِ غَيْرِهِمْ مِمَّنْ لَا يَنْتَمِيْ إِلَى اَهْلِ الْحَدِيْثِ وَالْعَمَلِ بِهِ، فَإِنَّهُمْ يَتَعَصَّبُوْنَ لِاَقْوَالِ اَئِمَّتِهِمْ وَقَدْ نَهَوْهُمْ عَنْ ذٰلِكَ، كَمَا يَتَعَصَّبُ اَهْلُ الْحَدِيْثِ لِاَقْوَالِ نَبِيِّهِمْ، فَلَا عَجَبَ اَنْ يَّكُوْنَ اَهْلُ الْحَدِيْثِ هُمُ الطَّائِفَةُ الْمَنْصُوْرَةُ وَالْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ.))❷

❶ تاریخ بغداد: ۲/۱۸۰.

❷ مجموع رسائل التوجیهات الإسلامیة: ۱/۱۶۴.

"سو اہل حدیث کسی خاص شخص کے قول کے لیے تعصب نہیں کرتے، چاہے وہ کتنا بڑا امام ہو، سوائے محمد ﷺ کے، جبکہ وہ لوگ جو اہل حدیث کی طرف اپنی نسبت نہیں کرتے، وہ اپنے ائمہ کے اقوال کے لیے تعصب کرتے ہیں، حالانکہ ائمہ نے انہیں اس سے روکا ہے، اور اہل حدیث صرف اپنے نبی ﷺ کے اقوال کے لیے تعصب کرتے ہیں، اس لیے کوئی عجب نہیں کہ طائفہ منصورہ اور فرقہ ناجیہ یہی اہل حدیث ہوں۔"

الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ

((اَلتَّعَصُّبُ لِلْآرَاءِ وَالرِّجَالِ: یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَاِتِّبَاعِ الدَّلِیْلِ وَمَعْرِفَةِ الْحَقِّ، قَالَ تَعَالٰی: ﴿وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا﴾ وَهٰذَا هُوَ الشَّانُ فِی الْمُتَعَصِّبِیْنَ الْیَوْمَ مِنْ بَعْضِ اِتِّبَاعِ الْمَذَاهِبِ الصُّوْفِیَّةِ وَالْقُبُوْرِیِّیْنَ إِذَا دُعُوْا إِلٰی اِتِّبَاعِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَنَبْذِ مَا هُمْ عَلَیْهِ فَمَا یُخَالِفُهُمَا اِحْتَجُّوْا بِمَذَاهِبِهِمْ وَمَشَائِخِهِمْ وَآبَاءِهِمْ وَاَجْدَادِهِمْ.)) ❶

"آراء اور اشخاص کے لیے تعصب، جو کہ انسان کو اتباعِ دلیل اور حق کی معرفت سے روک دیتا ہے، (بھی ظہورِ بدعات کے اسباب میں سے ایک ہے) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جس چیز کو اتارا ہے اس کی پیروی کرو، تو وہ جواب دیتے ہیں کہ نہیں ہم تو اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا" اور یہی حال آج ان متعصب لوگوں کا ہے جن کا تعلق صوفیاء اور قبر پرستوں کے ساتھ ہے، اور وہ مذاہب کی پیروی کرتے ہیں، تو انہیں جب کتاب وسنت کی پیروی کی طرف دعوت دی جائے اور انہیں کہا جائے کہ تمہارے

اندر کتاب وسنت سے ٹکرانے والی جو باتیں ہیں انہیں چھوڑ دو، تو یہ اس کے مقابلے

---

❶ کتاب التوحید، ص: ١١٠.

میں اپنے مذاہب، مشائخ اور آباؤ اجداد کو دلیل بناتے ہیں۔"

ذہبی نے سمعانی سے نقل کیا ہے کہ آخر میں (احمد بن محمد حنفی) اُن کو مذہبی تعصب بہت ہوگیا تھا یہاں تک اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علماء کو وحشت ڈال دی اور قوموں میں عداوت پھیلا دی حتی کہ منبروں پر بیٹھ کر لعنت کی نوبت پہنچی۔ ❶

امیر کاتب عمید کے بارے میں فوائد بہیہ میں لکھتے ہیں:

"حنفیوں کے اندر سردار تھے لغت وفقہ میں پیش پیش تھے۔ اپنے آپ کو بہت بڑا جانتے تھے۔ مخالفین کے ساتھ سخت تعصب رکھتے تھے۔ چنانچہ اُن کے الفاظ جو اُن کی تصانیف مثل شرح منتخب حسامی اور شرح ہدایہ میں واقع ہیں وہ اس پر دلالت کرتے ہیں۔ اپنے مخالف کے ساتھ زبان درازی کرنے والے تھے۔ شافعیہ کے ساتھ عداوت رکھتے تھے۔ اس میں انہوں نے بڑی کوشش کی۔ رفع الیدین کرنے سے نماز کے فاسد ہوجانے کا حکم لگا دیا تھا۔ آخر عظیم محدث سبکی رحمہ اللہ نے ان کا ردّ کیا تب انہوں نے اس مسئلہ سے رجوع کیا۔" ❷

خیانت برتنا:

مقلدین اکثر مسائل بتلاتے وقت خیانت علمی سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ اُن کتابوں میں لکھا ہوا ہے:

"فتویٰ طلب کرنے والا پوچھے کہ اس مسئلہ میں شافعی رحمہ اللہ کا کیا قول ہے تو مفتی جواب میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول بیان کردے۔" ❸

٩۔ شرم وحیا کی رخصتی:

مقلدین ائمہ کتاب وسنت کو خیرآباد کہتے ہیں تو شرم وحیا کو بھی ساتھ ہی رخصت کردیتے

---

❶ الارشاد إلی سبیل الرشاد، تالیف علامہ حافظ ابو یحیی، ص: ۲۲۸.

❷ الارشاد إلی سبیل الرشاد، تالیف علامہ حافظ ابو یحیی، ص: ۲۲۹۔ فوائد بیھیۃ.

❸ در مختار: ۲۷۲/۴.

ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے:

۱: اپنے ذکر کو یا دوسرے کے ذکر کو پکڑنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ❶

۲: زندہ یا مردہ جانور یا کم عمر لڑکی سے جماع کیا تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ ❷

۳: جانور یا مردہ یا کم عمر لڑکی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو غسل فرض نہیں۔ ❸

۴: کسی جانور کا ذکر فرج یا دبر میں داخل کرے تو غسل لازم نہیں۔ ❹

۵: نفاس والی کے چالیس دن گزرنے کے بعد بغیر غسل کے صحبت جائز ہے۔ ❺

۶: نجاست بھرا کپڑا اس قدر چاٹے کہ نجاست کا اثر جاتا رہے تو پاک ہے۔ ❻

۷: جس عضو پر نجاست لگی ہو وہ تین بار چاٹنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ ❼

۸: چھری پر نجاست لگے تو چاٹنے سے پاک ہے۔ ❽

۹: بہشتی زیور میں جناب اشرف علی خاں تھانوی لکھتا صاحب لکھتے ہیں کہ:

کسی کے لڑکا پیدا ہو رہا ہے لیکن ابھی سب نہیں نکلا کچھ باہر ہے اور کچھ نہیں نکلا ایسے وقت میں بھی اگر ہوش وحواس باقی ہوں تو نماز پڑھنا فرض ہے قضا کر دینا درست نہیں، البتہ اگر پڑھنے سے بچہ کی جان کا خوف ہو تو نماز قضا کر دینا درست ہے۔'' ❾

۱۰: بہشتی زیور میں اشرف علی خاں تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ مردہ عورت کا دودھ دوہ کر کسی بچہ کو پلا دیا تو اس سے بھی سب رشتے حرام ہو گئے۔ ❿

۱۱: ردالمختار ۱/ ۱۳۹ میں ہے کہ:

---

❶ عالمگیری: ۱۸/۱. ❷ عالمگیری: ۲۲/۱۔ در مختار: ۹۵، ۹۶.

❸ در مختار: ۹۵/۱۔ عالمگیری: ۲۲/۱۔ ھدایہ: ۸۷/۱.

❹ در مختار: ۹۵/۱. ❺ شرح وقایہ: ۶۵.

❻ ھدایہ: ۲۷۸/۱۔ عالمگیری: ۷۰/۱.

7 عالمگیری: ۱/ ۷۰.   8 عالمگیری: ۱/ ۷۰۔ ھدایہ: ۱/ ۲۸۲.

9 بہشتی زیور، مسئلہ باب نماز کا بیان، حصہ دوم، ص: ۱۸۴.

10 بہشتی زیور، مسئلہ ۱۱، باب دودھ پینے اور پلانے کا بیان، حصہ چہارم، ص: ۳۱۸۔

((قَالَ مَشَايِخُنَا مَنْ صَلَّى وَفِيْ كُمِّهِ جَرٌّ وَتَجُوْزُ صَلَاتُهُ وَقَيَّدَهُ الْفَقِيْهُ اَبُوْ جَعْفَرِ الْهِنْدَوَانِيُّ بِكَوْنِهِ مَشْدُوْدَ الْفَمِ.))

''یعنی ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے: جو اس حالت میں نماز پڑھے کہ اس کی آستین میں کتے کا پلا ہو تو ایسی صورت میں نماز پڑھنا جائز ہے، فقیہ ابوجعفر ہندوانی نے یہ شرط لگائی ہے کہ کتے کا منہ بندھا ہونا چاہیے۔''

۱۲: اگر تشہد میں ہوا سبقت لے جائے تو دوبارہ وضو کرے، پھر سلام پھیرے کیونکہ سلام پھیرنا واجب ہے اور سلام پھیرنے کے لیے وضو ضروری ہے۔ لیکن اگر اس حالت میں جان بوجھ کر ہوا خارج کر دے یا گفتگو شروع کر دے یا نماز کے منافی کام کرے تو اس کی نماز مکمل ہو گی۔ [1]

۱۳: ابن عابدین شامی حنفی کے نزدیک امام کی شرطوں میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ ''ثُمَّ الْاَكْبَرُ رَأْسًا وَالْاَصْغَرُ عُضْوًا'' ''وہ بڑے سر والا اور چھوٹے عضو والا ہو۔'' [2]

۱۴: ((وَكَذٰلِكَ لَوْ تَزَوَّجَ بِذَاتِ رَحِمٍ مَحْرَمٍ نَحْوَ الْبِنْتِ وَالْاُخْتِ وَالْاُمِّ وَالْعَمَّةِ وَالْخَالَةِ وَجَامَعَهَا لَا حَدَّ عَلَيْهِ فِيْ قَوْلِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِنْ قَالَ عَلِمْتُ اَنَّهَا عَلَيَّ حَرَامٌ.)) [3]

''اس طرح اگر کوئی محرمات ابدیہ سے نکاح کرے، مثلاً بیٹی، بہن، ماں، پھوپھی یا خالہ اور پھر ان سے جماع بھی کرے تو امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق اس پر کوئی حد نہیں چاہیے، وہ یہ جانتا بھی ہو کہ یہ کام مجھ پر حرام ہے۔'' [4]

۱۱۔ حلال وحرام میں تمیز ختم:

تقلید کا ثمرہ یہ بھی ہے کہ مقلدین ائمہ کی تقلید میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینے

لگتے ہیں۔ چنانچہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ میں مرقوم ہے:

❶ ھدایۃ اولین، ص: ۱۱۰. ❷ ردالمختار: ۱/۳۷۵.
❸ فتویٰ عالمگیری: ۳/۴۶۸. ❹ فتاویٰ عالمگیری: ۳/۴۶۸.

۱: حرام چیز سے دوا کرنا اگر شفا کا یقین ہو تو جائز ہے۔ ❶

۲: جو گوشت شراب میں پکایا گیا ہو وہ تین بار جوش دینے اور خشک کرنے سے پاک ہے۔ ❷

۳: سور نمک سار میں گر کر نمک ہو جائے تو پاک ہے۔ ❸

۴: کتے کی ہڈی اور بال اور پٹھے پاک ہیں اور کتے کی کھال کا ڈول اور جائے نماز بنانا جائز ہے۔ ❹

۵: سور یا کتے کی پیٹھ پر غبار ہو تو تیمم جائز ہے۔ ❺

۶: روزہ میں ہاتھ سے منی نکالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ ❻

۷: خلیفہ اور امام اور بادشاہ زنا کرے تو حد نہیں۔ ❼

۸: جانور سے جماع کرنے پر حد نہیں آتی۔ ❽

۹: زوجہ مفقود الخبر نوے برس انتظار کرے۔ ❾

۱۲۔ حیرت واضطراب:

مقلدین کی زندگی بس حیرت واضطراب کی حالت میں ہی گزرتی ہے۔

ایک مصری عالم کا حال دل سنیئے:

جامع ازہر میں ہم نے باب وضوء تین ماہ میں پڑھا۔ مگر وضوء کی حقیقت وسہولت سمجھ نہ آئی۔ یہاں تک کہ فقہ السنہ نے آنکھوں پر سے پردہ اٹھایا۔ ہم میں بہتیرے جامعہ ازہر میں بارہ بارہ اور پندرہ پندرہ برس رہتے ہیں۔ اور مذاہب اربعہ میں کسی ایک مذہب کی اکثر وبیشتر کتابیں پڑھ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ فضیلت کی سند بھی مل جاتی ہے۔ لیکن جب آخر میں غور کرتے ہیں

❶ ھدایہ: ۱/۱۳۹. ❷ درمختار: ۱/۱۷۲.
❸ عالمگیری: ۱/۶۹۔ درمختار: ۱۷۰. ❹ درمختار: ۱/۱۱۹۔ ھدایہ: ۱/۱۳۵.

❺ ابوحنیفہ۔ھدایہ: ۱/۱۸۲۔ ❻ درمختار: ۱/۵۶۴۔ھدایہ: ۱/۱۱۲۔

❼ درمختار: ۲/۴۷۶۔عالمگیری: ۳/۲۷۰۔ھدایہ: ۲/۴۶۳۔شرح وقایہ: ۲/۹۶۔

❽ درمختار: ۲/۴۷۲۔عالمگیری: ۳/۲۶۸۔ھدایہ: ۲/۵۴۵۔شرح وقایہ: ۲/۹۶،۹۵۔

❾ عالمگیری: ۳/۵۱۰، ۵۱۱۔ھدایہ: ۴/۹۳۶۔شرح وقایہ: ۲/۱۲۲۔

تو معلوم ہوتا ہے کہ باوجود اتنی کتابیں رٹ جانے کے خود اس مذہب کی بھی تحقیق حاصل نہیں ہو پائی۔ دوسرے مذاہب کی تحقیق اور تفسیر وحدیث کا علم تو بہت دور رہا۔ چنانچہ ہم ہمیشہ حیرت واضطراب میں پڑے رہتے ہیں کہ اختلافی مسائل میں طریق ترجیح تک نہیں جانتے۔'' ❶

۱۲۔تقلید شرک کا سبب ہے:

مولانا سرفراز خان صاحب صفدر (دیوبندی، حنفی) فرماتے ہیں: کسی ایک خاص مجتہد کی ایسی تقلید کہ اس کے قول کو حق وصواب سمجھا جائے اور اس سے خطاء اور غلطی کو ناممکن تصور کیا جائے،......ایسی تقلید مفضی الی الشرک ہے۔ ❷

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے آلِ عمران آیت نمبر ۶۴ کے تحت تقلید کو شرک کہا ہے۔ ❸

۱۳۔مذہب کی خاطر حیلہ سازی:

مقلدین اپنے ائمہ کے اقوال کو تقویت دینے اور اپنے مذہب کا دفاع کرنے کے لیے عموماً حیلہ سازی سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ:

۱: ((وَاِذَا نَقَبَ اللِّصُّ الْبَيْتَ فَدَخَلَ وَاَخَذَ الْمَالَ وَنَاوَلَهُ اٰخر خَارِجَ الْبَيْتِ فَلَا قَطْعَ عَلَيْهِمَا.)) ❹

''کوئی چور نقب لگا کر گھر میں داخل ہو کر مال چوری کرے گھر سے باہر موجود شخص وہ مال لے لے تو دونوں کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں گے۔''

۲: اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:

((وَكَذٰلِكَ اِنْ حَمَلَهُ عَلَى حِمَارٍ فَسَاقَهُ وَاَخْرَجَهُ.)) ❺

"اگر چور مال سمیٹ کر گدھے پر لاد کر ہانک کر لے جائے تو ہاتھ نہیں کٹیں گے۔"

---

1 مقدمہ ھدی الرسول، ص: ۴.
2 الکلام المفید، ص: ۳۱۰.
3 الظفر المبین.
4 ھدایہ اوّلین، ص: ۵۲۵.
5 ھدایہ اولین، ص: ۵۲۶.

۱۴۔ دوسرے مسلمان کو حقیر جاننا حتی کہ خارج از اسلام سمجھنا:

مقلدین دوسرے مسلمانوں کو مسلمان تصور ہی نہیں کرتے، اور ان سے نکاح وشادی کو بھی حرام سمجھتے ہیں۔ چنانچہ محمد بن موسیٰ البلاساغونی حنفی کا کہنا تھا کہ

محمد بن موسیٰ البلاساغونی حنفی سے مروی ہے کہ اس نے کہا:

((لَوْ كَانَ لِيْ اَمْرٌ لَاَخَذْتُ الْجِزْيَةَ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ.)) 1

"اگر میرے پاس اختیار ہوتا تو میں شافعیوں سے جزیہ لیتا۔"

عیسی بن ابی بکر بن ایوب الحنفی سے جب پوچھا گیا کہ تم حنفی کیوں ہو گئے ہو جبکہ تمہارے خاندان والے سارے شافعی ہیں؟ تو اس نے جواب دیا: کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ گھر میں ایک مسلمان ہو! 2

حنفیوں کے ایک امام السفکر دری نے کہا ہے:

((لَا يَنْبَغِيْ لِلْحَنَفِيِّ اَنْ يُّزَوِّجَ بِنْتَهُ مِنْ شَافِعِيِّ الْمَذْهَبِ وَلٰكِنْ يَتَزَوَّجُ مِنْهُمْ.)) 3

"حنفی کو نہیں چاہیے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح کسی شافعی مذہب والے سے کرے لیکن وہ اس (شافعی) کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے۔"

۱۵۔ تقلید کا ثمرہ قتل وغارت کی صورت میں:

تقلید شخصی کی وجہ سے ائمہ اربعہ کی تقلید کرنے والے لوگوں نے آپس میں لڑائی جھگڑے اور قتل وغارت تک کرنے سے گریز نہ کیا۔ حنفیوں اور شافعیوں نے ایک دوسرے سے خونریز جنگیں لڑیں ایک دوسرے کو قتل کیا دکانیں لوٹیں اور محلے جلائے۔ 4

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کی زبانی سنیے:

"فقہ کے مذاہب اربعہ جب مشخص ومدوّن ہوگئے اور تقلید شخصی کا التزام ہوگیا تو سوال پیدا ہوا کہ ان چاروں اماموں میں افضل کون ہے حضرت امام ابوحنیفہ یا حضرت امام شافعی؟ اب بحث شروع ہوئی اور بحث نے جنگ وقتال کی شکل اختیار کی۔ چنانچہ ہلاکو خان کو اسلامی ممالک پر حملہ کی سب سے پہلی ترغیب خراسانیوں کے اسی جھگڑے سے ملی تھی۔ حنفیوں نے شافعیوں کی ضد میں آکر بلاوا بھیجا اور شہر کے پھاٹک کھول دیئے۔ جب تاتاریوں کی تلوار چل گئی تو اس نے نہ شافعیوں کو چھوڑا نہ حنفیوں کو۔" ((فَجَاسُوْا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَفْعُوْلًا.)) [1]

۱۶۔ حق کو قبول کرنے سے اعراض:

مقلدین قبول حق سے اعراض برتتے ہیں۔ چنانچہ امام فخر الدین الرازی لکھتے ہیں:

"ہمارے استاد جو خاتم المحققین والمجتہدین ہیں: فرماتے ہیں کہ میں نے فقہائے مقلدین کے ایک گروہ کا مشاہدہ کیا ہے کہ میں نے انہیں کتاب اللہ کی بہت سی آیتیں سنائیں جو ان کے تقلیدی مذہب کے خلاف تھیں تو انہوں نے (نہ) صرف ان کے قبول کرنے سے اعراض کیا بلکہ ان کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی۔" [2]

۱۷۔ تقلید سے جہالت آتی ہے:

عبیداللہ بن المعتز (متوفی ۴۴۷ھ) سے مروی ہے:

((لَا فَرْقَ بَيْنَ بَهِيْمَةٍ تُقَادُ وَإِنْسَانٍ يُقَلِّدُ.)) [3]

"یعنی تقلید کرنے والے انسان اور ہنکائے جانے والے جانور میں کوئی فرق نہیں ہے۔"

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] میزان الاعتدال للذہبی: ۴/۵۲۔ [2] الفوائد البھیہ، ص: ۱۵۲، ۱۵۳۔

[3] فتاویٰ بزازیہ علی ھامش فتاویٰ عالمگیریہ ۴/۱۱۲۔

[4] معجم البلدان: ۱/۲۰۹۔ اصبھان: ۳/۱۱۷۔ تاریخ ابن اثیر۔ الکامل: ۹/۹۲۔ حوادث سنة ۱۵۴۱ھ۔

"کسی امام یا عالم کی بات بغیر دلیل وتحقیق کے آنکھیں بند کرکے قبول کرنا تقلید کہلاتا

---

❶ ملخص ترجمان القرآن: ۲/ ۴۹۴.

❷ تفسیر کبیر، سورۃ التوبہ آیت: ۱۳، ج: ۱۶، ص: ۳۷۔ اصلی اهل سنت، ص: ۱۳۵، ۱۳۶.

❸ جامع بیان العلم وفضله: ۲/ ۱۱۴۔ اعلام الموقعین: ۲/ ۱۹۶۔ الرد علی من اخلد الی الارض، ص: ۱۲۱.

ہے قطع نظر اس سے کہ اس نے یہ بات کہاں سے لی اور کس سے لی ہے۔ ایسا اندھا مقلد جاہل اور علم سے کورا ہے۔ پھر آپ نے اس کی دلیل میں قرآنِ مجید کی یہ آیت پیش کی ﴿فَاعۡلَمۡ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ "یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔" اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو معرفت اور تحقیق کا حکم دیا ہے نہ کہ ظن اور تقلید کا۔" ❶

۱۸۔ شریعت سازی:

مقلدین جب اپنے مذہب کی خاطر اور اپنے اپنے ائمہ کے اقوال کو تقویت پہنچانے کے لیے اصول وضوابط گھڑتے ہیں یا پھر اپنے امام کے قول کو حدیث وسنت پر ترجیح دیتے ہیں تو گویا وہ شریعت سازی کر رہے ہوتے ہیں۔ چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

((مَنِ اسۡتَحۡسَنَ فَقَدۡ شَرَّعَ.)) ❷

"جس نے کسی عمل کو اپنی طرف سے اچھا جانا اس نے شریعت سازی کی۔"

احناف کے مشہور ومعروف عالم مسعود بن شیبہ اپنی "کتاب التعلیم" کے مقدمے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کے بارے میں رقم طراز ہیں:

((اِنَّهٗ يَجِبُ عَلَى اَهۡلِ الۡغَرۡبِ وَالشَّرۡقِ بَلۡ عَلَى كَافَّةِ الۡخَلۡقِ اَنۡ يَّتَّخِذُوۡا اَبَا حَنِيۡفَةَ اِمَامًا وَعَقِيۡدَتَهٗ دِيۡنًا وَقَوۡلَهٗ مَذۡهَبًا بِحَيۡثُ لَا يَبۡغُوۡنَ عَنۡهُ حَوۡلًا وَلَا يُرِيۡدُوۡنَ بِهٖ بَدَلًا.))

"مشرق ومغرب میں رہنے والوں پر بلکہ تمام مخلوق پر واجب ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ

رحمہ اللہ کو اپنا امام، ان کے عقیدے کو اپنا دین اور ان کے اقوال کو اپنا مذہب اس طور سے بنائے کہ نہ اس سے آگے بڑھ سکے اور پیچھے پلٹ سکے بلکہ تاحیات حنفی المذہب بن کے رہیں۔"

محمود الحسن دیوبندی صاحب مزید فرماتے ہیں:

"کیونکہ قولِ مجتہد بھی قول رسول اللہ ﷺ ہی شمار ہوتا ہے۔"[1]

شیخ عبدالرحمن بن حسن آل الشیخ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"یہ برائی عام ہو چکی ہے، خصوصاً ان لوگوں میں جو اہل علم کہلاتے ہیں، انہوں نے کتاب وسنت کے سامنے رکاوٹیں کھڑی کر دی ہیں اور لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی پیروی سے روک رہے ہیں، چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ کتاب وسنت سے صرف مجتہد ہی دلیل لے سکتا ہے، اور اب اجتہاد کا دروازہ بند ہے، نیز یہ کہتے ہیں کہ جس کی ہم تقلید کرتے ہیں وہ آپ سے بڑا عالم بالحدیث تھا، تو اس طرح کی باتوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع نہ کی جائے جو کہ وحی کے بغیر بولتے ہی نہیں تھے، اور اس شخص کی بات پر مکمل اعتماد کیا جائے جو غلطی بھی کر سکتا ہے......سو ہر مکلّف پر واجب ہے کہ اسے جب کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے کوئی دلیل مل جائے اور اسے اس کا معنی بھی سمجھ میں آ جائے تو وہ اس پر عمل کر گزرے، خواہ اس پر کسی عالم یا امام نے عمل کیا ہو یا نہ کیا ہو، اور اس بات پر ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اجماع نقل کیا۔"[2]

۱۹۔ مذہب کی خاطر تاویلات:

مقلدین اپنے ائمہ کے اقوال کی خاطر قرآنی آیات اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تاویلات کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ چنانچہ ابوالحسن کرخی حنفی نے لکھا ہے:

((اَنَّ كُلَّ آيَةٍ تُخَالِفُ قَوْلَ اَصْحَابِنَا فَإِنَّهَا تُحْمَلُ عَلَى النَّسْخِ اَوْ عَلَى

---

[1] فقہ الاکبر لامام ابو حنیفہ، طبع مصر، ص: ۱۰۔
[2] الإحکام للآمدی: ۴/ ۱۶۲۔

التَّرْجِيْحِ، وَالْاُوْلَى اَنْ تُحْمَلَ عَلَى التَّاوِيْلِ مِنْ جِهَةِ التَّوْفِيْقِ.)) ❸

"ہر وہ آیت قرآنیہ جو ہمارے فقہاء کے اقوال کے خلاف ہے اسے یا تو نسخ پر محمول کیا جائے گا یا ترجیح پر۔ زیادہ بہتر یہی ہے کہ اسے تاویل پر محمول کیا جائے تاکہ موافقت پیدا ہو جائے۔"

مزید لکھتے ہیں:

((اَنَّ كُلَّ خَبَرٍ يَجِئُى بِخِلَافِ قَوْلِ اَصْحَابِنَا فَاِنَّهُ يُحْمَلُ عَلَى النَّسْخِ اَوْ عَلَى اَنَّهُ مُعَارِضٌ بِمِثْلِهِ.)) ❶

"ہر وہ حدیث جو ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہو اسے منسوخ سمجھا جائے گا یا اس کے مثل حدیث کے معارض سمجھا جائے گا۔"

۲۰۔ مقلد، مبتدع جماعت اہل سنت سے خارج ہے:

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَالَّذِيْ يَجِبُ اَنْ يُّقَالَ: كُلُّ مَنِ انْتَسَبَ إِلَى إِمَامٍ غَيْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ يُوَالِي عَلَى ذٰلِكَ وَيُعَادِي عَلَيْهِ فَهُوَ مُبْتَدِعٌ خَارِجٌ عَنِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، سَوَاءٌ كَانَ فِي الْاُصُوْلِ اَوِ الْفُرُوْعِ.)) ❷

"یہ کہنا واجب (فرض) ہے کہ ہر وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے امام سے منسوب ہو جائے، اس انتساب پر وہ دوستی رکھے اور دشمنی رکھے تو یہ شخص بدعتی ہے، اہل سنت والجماعت سے خارج ہے، چاہے (انتساب) اصول میں ہو یا فروع میں۔"

۲۱۔ تقلید کی وجہ سے ہر گروہ اپنے مذہب کی دعوت دیتا ہے:

---

❶ تقاریر حضرت شیخ الہند، ص: ۲۴۔ الورد الشذی، ص: ۲۔

❷ فتح المجید، صفحہ نمبر: ۳۳۹۔ ۳۴۰۔

❸ اصولِ کرخی: ۱۲۔

تقلید کی وجہ سے ہر گروہ اپنے مذہب اور امام کی طرف بلاتا ہے، نہ کہ اسلام کی طرف نتیجتاً حیرانی ہی حیرانی ہوتی ہے۔

شیخ محمد سلطان معصومی نے اپنی کتاب ''ھل اعلم ملتزم باتباع مذہب معین، ص: ۳'' پر ذکر کیا ہے، کہ: ''جاپان کے شہر ٹوکیو سے انہیں ایک خط موصول ہوا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

---

❶ اصول الکرخی، ص: ۳۷۳۔ ❷ الکنز المدفون والفلک المشحون، ص: ۱۴۹۔

جاپان کے چند روشن دماغ آدمی اسلام کی طرف مائل ہوئے تو انہوں نے اپنا ارادہ جمعیت المسلمین ٹوکیو کے سامنے ظاہر کیا، تو وہاں پر جو ہندوستان کے حنفی علماء تھے، وہ کہنے لگے: تم ابوحنیفہ کے مذہب کو قبول کرو۔ کیونکہ وہ سراج امت ہیں۔ لیکن جاوا (انڈونیشیا) کے شافعی علماء نے ان کو مشورہ دیا کہ تم شافعی مذہب قبول کرو تو وہ لوگ دونوں گروہوں کی کھینچا تانی کی وجہ سے سخت متحیر ہوئے اور اسلام قبول نہ کر سکے۔''

شیخ محمد حیات سندھی حنفی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

> ''ہمارے اہل زمانہ نے جو خاص مذہب کے التزام کی بدعت ایجاد کی ہے کہ ہر ایک کی ایک مذہب سے منتقل ہو کر دوسرے مذہب میں جانے کو ناجائز کہتا ہے۔ تو یہ جہالت بدعت اور ظلم ہے۔ ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو صحیح غیر منسوخ احادیث کو چھوڑ کر جن مذاہب کی کوئی سند نہیں انہیں سے تمسک کرتے ہیں۔'' إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔ ❶

بین المذاہب رسہ کشی کی مثالوں سے کتب بھری پڑی ہیں، اسی تعصب اور اپنے مذہب کی طرف دعوت دینے کے نتیجے میں مسجد الحرام میں چار مصلے، بلکہ کچھ عرصہ شیعہ زیدیہ کا پانچواں مصلی اس کی بین دلیل ہے، جیسا کہ ابن جبیر اندلسی نے ۵۷۸ھ کے سفر نامہ حج میں ذکر کیا ہے۔ اختلاف کا کس قدر بدنما منظر ہوگا کہ جسے دیکھ کر اعداء اسلام کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے۔ العیاذ باللہ

علامہ صنعانی لکھتے ہیں کہ:

> ''اللہ تعالیٰ کے اِس حرم کہ جس کے سب مقامات سے افضل ترین مقام ہونے پر

علماء امت کا اجماع ہے، میں بھی پھر کسی، جاہل، گمراہ اور برے ملوک نے ان مصلوں کو ایجاد کیا۔ جس کی وجہ سے عباد اللہ کی عبادت کو بھی متفرق کر کے کتنے مفاسد پیدا کیے، یہ اللہ ہی جانتا ہے۔

اہل اسلام کی عبادت کو متفرق کرنا، ایسی بدعت ہے کہ جس سے ابلیس لعین کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں، اور پھر مسلمانوں کو شیطان کے لیے مسخرہ بنا دیا۔'' [1]

علامہ شوکانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

''مکہ مکرمہ میں مختلف مصلوں کی ایجاد کے بدعت ہونے پر اجماع ہے۔ جسے چرکسی ملوک میں سے فرج بن برقوق نے نویں صدی ہجری کے اوائل میں ایجاد کیا۔ اس زمانے کے اہل علم نے اس پر نکیر کیا۔ اور اس کی مخالفت میں کتابیں بھی لکھیں۔ اللہ اکبر۔

مقام تعجب ہے کہ زمین پر سب سے افضل مقام میں مسلمانوں کے برے بادشاہ نے اس بدعت کو ایجاد کیا، جسے بعد کے اہل خیر ملوک نے برا جانا، کیونکہ ان مصلوں نے مسلمانوں کو باجماعت نماز کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔ حالانکہ صادق و مصدوق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف اور تفرقہ سے منع فرمایا اور اتحاد و اتفاق کا درس دیا۔ بلکہ آپ نے بیک وقت مختلف جماعتیں کرانے سے منع فرمایا ہے۔

سب سے خطرناک اور اسلام اور اہل اسلام پر گراں بات یہ کہ حرم مکی میں ہر امام اپنی الگ الگ جماعت کھڑی کرتا۔ ہر امام کے مقلد و متبع اپنے ہی مصلی پر اس کے پیچھے کھڑے ہوتے، ایسا معلوم ہوتا کہ یہ لوگ مختلف شریعتوں اور ادیان کے جانتے مانتے ہیں۔'' انا للہ وانا الیہ راجعون [2]

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس مدرس و مفتی مسجد الحرام و پروفیسر جامعہ ام القریٰ مکۃ المکرمہ نے اپنی کتاب ''المسجد الحرام تاریخہ واحکامہ'' میں اس مسئلے کو تاریخی طور پر ذکر کیا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ: ''مجھے تتبع کے بعد ائمہ اربعہ کے مصلوں اور محاریب کا پہلا ذکر ۴۸۸ ھ میں

[1] إیقاظ ھمم اولی الابصار، ص: ۷۰.

ملا۔اس کا معنی یہ ہے کہ یہ مصلے نویں صدی سے بہت پہلے ہی ایجاد ہو چکے تھے۔ ❸
مزید برآں اپنی کتاب ''تقلید کا حکم، ص:۱۱۶'' پر رقمطراز ہیں: ''اللہ کے فضل وکرم سے یہ

---

❶ تطہیر الإعتقاد عن ادران الالحاد، ص: ۳۴.
❷ إرشاد السائل إلی دلائل المسائل، ص: ۹۵.
❸ المسجد الحرام تاریخه واحکامه، ص: ۱۶۳، ۱۶۹.

بدعت حرم پاک سے ختم ہوگئی۔ جب اسلام کے عبقری، اللہ کے دین کے مجدد شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل فیصل رحمہ اللہ جزیرہ عرب پر حاکم ہوئے اور اپنی حکومت کی بنیاد کتاب وسنت پر رکھی، جس نے دین حنیف کی خدمت کا حتی الامکان حق ادا کیا، کتاب وسنت کی تعلیم کو عام کیا۔ عقیدہ سلف کی ایسی خدمت کی جس کی مثال بہت صدیوں کے پہلے قرونِ خیر ہی میں مل سکتی ہے۔ اللہ ان کو اپنی رحمت میں رکھے، آمین!

البتہ اموی مسجد دمشق میں جیسا کہ وہاں کے لوگوں نے بتایا ہے کہ چار محراب اب بھی باقی ہیں۔ اللہ انہیں بھی زائل کر کے مسلمانوں کو ایک امام پر اکٹھا کر دے۔

مقلدین ائمہ کی کتب کا سرسری جائزہ

مقلدین ائمہ میں سے ہم صرف امام ابوحنیفہ کے مقلدین کی کتب اصول فقہ کا سرسری جائزہ پیش کیے دیتے ہیں تاکہ عوام مقلدین پر اس حقیقت کا پتا چل جائے کہ جن کتب پر ان کا اعتماد ہے، اُن کی حیثیت علمی وفقہی کیا ہے؟

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَجَدْتُ اَكْثَرَهُمْ يَزْعَمُوْنَ اَنَّ بِنَاءَ الْخِلَافِ بَيْنَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَالشَّافِعِیِّ عَلٰى هٰذِهِ الْاُصُوْلِ الْمَذْكُوْرَةِ فِیْ كِتَابِ الْبَزْدَوِیِّ وَنَحْوِهٖ، وَاِنَّمَا الْحَقُّ اَنَّ اَكْثَرَهَا اُصُوْلٌ مُخَرَّجَةٌ عَلٰى قَوْلِهِمْ وَاِنَّهَا لَا تَصِحُّ بِهَا رِوَايَةٌ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَصَاحِبَيْهِ.“ [1]

”اکثر مقلدین کا خیال ہے کہ اصول امام ابوحنیفہ اور صاحبین سے منقول ہیں لیکن یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ اصول ان کے فروعی مسائل اور اقوال سے بنائے گئے ہیں۔ لہٰذا اصول کو ان کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے۔“

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: جس شخص کی سنت مطہرہ پر نظر ہے اور وہ سنت کی تحقیق اور اشاعت میں مشغول رہتا ہے۔ اسے خوب معلوم ہے کہ کتب فقہ ایسے اقوال سے بھری پڑی ہیں۔ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا بھی جائز نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جید حنفی عالم عبدالحئی حنفی لکھنوی تسلیم کرتے ہیں کہ:

”کتنی کتابیں ایسی ہیں جو جلیل القدر فقہاء کے ہاں قابل اعتماد ہیں لیکن ضعیف احادیث سے بھری پڑی ہیں۔ پس ہم غور وفکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اگرچہ

---

[1] الانصاف، ص: ۸۸۔ حجة البالغة: ۱/ ۱۶۰۔

ان کتابوں کے مؤلفین نیک تھے لیکن وہ احادیث کے نقل کرنے میں سہل افکار تھے۔''[1]

امام ابوحنیفہ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی، اور فقہ حنفی کی کتب امام ابوحنیفہ کی وفات کے صدیوں بعد لکھی گئیں جس طرح یہود نصاریٰ اپنی کتب سیّدنا موسیٰ اور سیّدنا عیسیٰ علیہما السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں، بالکل اسی طرح حنفی حضرات بھی اپنی کتب فقہیہ امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرتے ہیں جن کا تعلق امام ابوحنیفہ کے ساتھ ہرگز ثابت نہیں۔

یہ لوگ حدیث میں بہت کمزور تھے۔ چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

''اِنَّ الْکُتُبَ الْفِقْھِیَّةِ وَاِنْ کَانَتْ مُعْتَبَرَةِ فِیْ نَفْسِھَا بِحَسْبِ الْمَسَائِلِ الْفَرْعِیَّةِ وَکَانَ مُصَنِّفُوْھَا اَیْضًا مِنَ الْمُعْتَبِرِیْنَ وَالْفُقَھَاءِ الْکَامِلِیْنَ لَایعتمد علی الاحادیث المنقولة فیھا اعتمادًا کلیا ولا یجزم بورودھا وثبوتھا قطعا بمجرد وقوعھا فیھا فکم من احادیث ذکرت فی الکتب المعتبرة وھی موضوعة ومختلقة.''[1]

مصنف بھی ایسے ہی معتبر فقہاء ہوں کہ ان کی فقاہت پر اعتماد کیا جاتا ہو لیکن ان احادیث پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے جو ان لوگوں نے اپنی کتب فقہ میں لکھی ہیں اور نہ ہی ان کا حدیث نام دے کر اپنی کتب میں کوئی عبارت لکھ دینے سے یقین کر لینا چاہیے کہ یہ ضرور حدیث ہی ہوگی۔ کیونکہ ان کتب فقہ میں بہت سی ایسی احادیث ہیں جو موضوع یعنی من گھڑت اور بناوٹی ہیں اور بہت سی مختلف فیہ ہیں یعنی جن کی صحت کا اعتبار نہیں ہے۔''

فقہ حنفی میں ہدایہ کو ''کالقرآن'' بھی کہا گیا ہے، اس کی روایات کے متعلق ملا علی قاری حنفی

---

[1] النافع الکبریٰ لمن یطالع الجامع الصغیر، ص: ۱۲۲.

[2] مقدمہ عمدة الرعایہ، صفحہ: ۱۲، مطبوعہ یوسفی.

قضائے عمری کے بارے میں ایک بے بنیاد روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"لَا عِبْرَةَ بِنَقْلِ النِّهَايَةِ وَلَا بِبَقِيَّةِ شُرَّاحِ الْهِدَايَةِ، فَإِنَّهُمْ لَيْسُوْا مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ، وَلَا أَسْنَدُوا الْحَدِيْثَ إِلَى أَحَدٍ مِنَ الْمُخَرِّجِيْنَ." ❶

"نہایہ شرح ہدایہ اور دیگر شارحین ہدایہ کی نقل کردہ روایاتِ حدیث کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ ایک تو وہ محدث نہیں دوسرے وہ روایات کا ماخذ (source) بھی بیان نہیں کرتے کہ کس محدث نے اس روایت کی تخریج کی ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

"مِنْ كِتَابٍ مُعْتَمَدٍ اِعْتَمَدَ عَلَيْهِ أَجِلَّةُ الْفُقَهَاءِ مَمْلُوْءٌ مِنَ الْأَحَادِيْثِ الْمَوْضُوْعَةِ، وَلَاسِيَمَا الْفَتَاوَى." ❷

"کتنی معتبر کتب ایسی ہیں جن پر جلیل القدر فقہاء نے اعتماد کیا ہے اور وہ موضوع احادیث سے بھری پڑی ہیں، خصوصاً فتاوے۔"

علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی ببانگِ دہل حق بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اَلَا تَرَى إِلَى صَاحِبِ الْهِدَايَةِ مِنْ اَجِلَّةِ الْحَنَفِيَّةِ وَالرَّافِعِيِّ شَارِحٍ مِنْ اَجِلَّةِ الشَّافِعِيَّةِ مَعَ كَوْنِهِمَا مِمَّنْ يُشَارُ إِلَيْهِمَا بِالْاَنَامِلِ وَيَعْتَمِدُ عَلَيْهِ الْاَمَاجِدُ وَالْاَمَاثِلُ قَدْ ذَكَرُوْا فِيْ تَصْنِيْفِيْهِمَا مَا لَمْ يُوْجَدْ لَهُ اَثَرٌ عِنْدَ خَبِيْرٍ بِالْحَدِيْثِ." ❸

"یعنی کیا تم صاحب ہدایہ کی طرف نہیں دیکھتے جو سرتاج حنفیہ اور رافعی شارح جو چوٹی کے فقہاء شافعیہ میں شمار کیے جاتے ہیں باوجود اس کے کہ یہ وہ جلیل القدر ہستیاں ہیں کہ ان کی عظمت اور جلالت کی طرف انگلیوں سے اشارے کیے جاتے ہیں اور بڑے بڑے نامور علماء وفقہاء ان کے مسائل حلال وحرام پر اعتماد کرتے

---

❶ الأسرار المرفوعة: ٣٥٦ بیروت۔ موضوعات کبیر، ص: ٧٤، مطبوعہ مجتماعی، دھلی۔

❷ مقدمہ النافع الکبیر: ١/ ٣١۔

❸ اجوبہ فاضلہ۔

چلے آئے ہیں، مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں نے بہت زیادہ ایسی احادیث اپنی کتابوں میں لکھی ہیں جو اس درجہ من گھڑت اور بناوٹی ہیں کہ اصل کتب حدیث سے ان کا ہرگز کچھ سروکار اور واسطہ ہی نہیں ہے۔"

الشیخ عبدالحق حنفی، مصنف ہدایہ کا علم حدیث کے ساتھ تعلق کو آشکارا کرتے ہوئے شرح سفر السعادت، ص ۲۳، طبع لکھنو میں رقمطراز ہیں:

"اگر حدیثے آوردہ نزد محدثین خالی از ضعفے نہ غالباً اشتغال وقت آں آستاذ در علم حدیث کمتر بودہ۔"

"یعنی معلوم ہوتا ہے مصنف ہدایہ کو علم حدیث سے کچھ زیادہ تعلق اور واسطہ نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ ایسی احادیث نقل کرتا ہے جو کہ محدثین رحمہم اللہ کے نزدیک ناقابل اعتبار وضعیف ہیں۔"

ان جلیل القدر ہستیوں اور فقہاء کا یہ حال ہے، کہ احادیث کے ذکر کرنے میں تساہل برتتے ہیں اور احادیث کی اسانید کے بارے میں چھان بین سے کام نہیں لیتے۔ یعنی یہ ہے بڑی بڑی اور معتبر کتب فقہ کا حال کہ ان میں موضوع اور بے اصل روایات پائی جاتی ہیں۔ ان کی چند ایک مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

ہدایہ کی موضوع اور بے اصل روایات:

پہلی حدیث:...... صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

"رُوِیَ أَنَّہُ -عَلَیْہِ السَّلَامُ- قَاءَ فَلَمْ یَتَوَضَّأْ." [1]

"روایت کیا جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے قے کی، لیکن وضو نہیں کیا۔"

تحقیق:...... حافظ زیلعی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

"غریب جداً، بہت غریب ہے۔" [2]

---

[1] فتح القدیر: ۱/ ۳۹.

[2] نصب الرایۃ: ۱/ ۳۷، ۱۸۴.

نوٹ:......ان کی غریب سے مراد یہاں یہ ہے کہ یہ حدیث ان کو نہیں ملی۔

اور ابن ہمام رقمطراز ہیں:

”أَمَّا حَدِيثُ، أَنَّهُ ﷺ قَاءَ فَلَمْ يَتَوَضَّأْ. فَلَمْ يُعْرَفْ.“ ❶

”نبی کریم ﷺ نے قے کی، لیکن وضو نہیں کیا، تو یہ معروف نہیں ہے۔“

علامہ عینی نے کہا ہے:

”هٰذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ لَا ذِكْرَ لَهُ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ.“ ❷

”یہ حدیث غریب ہے، اس کا کتب حدیث میں کوئی وجود نہیں۔“

دوسری حدیث:...... صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

”وَقَالَ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - لَا تَزَالُ أُمَّتِي بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْمَغْرِبَ وَأَخَّرُوا الْعِشَاءَ.“ ❸

”اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ”میری اُمت خیر پر رہے گی جب تک وہ مغرب کو جلد اور عشاء کو تاخیر سے ادا کرتی رہے گی۔“

تحقیق:......حافظ زیلعی اس کے متعلق لکھتے ہیں:

”قُلْتُ غَرِيبٌ.“ ❹

”میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث غریب ہے۔“

ابن ابی العز الحنفی لکھتے ہیں:

”هٰذَا الْحَدِيثُ مُنْكَرٌ، لَا يُعْرَفُ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ.“ ❺

”یہ حدیث منکر ہے، کتب حدیث میں پہچانی نہیں جاتی۔“

علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

---

❶ ۱/ ۳۹۔ ❷ البنایۃ: ۱/ ۱۹۸۔

❸ ۱/ ۲۲۸۔ ❹ ۱/ ۲۴۲۔

❺ التنبیہ علی مشکلات الہدایۃ: ۱۰/ ۴۶۸۔

"هٰذَا الْحَدِيْثُ لَهُ أَصْلٌ وَلٰكِنْ بِغَيْرِ هٰذِهِ الْبَصَارَةِ." ❶

"اس حدیث کی اصل ہے لیکن دوسرے الفاظ سے۔"

تیسری صورت:...... صاحبِ ہدایہ لکھتے ہیں:

"لِقَوْلِهِ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - مَنْ قَلَّدَ بَدَنَةً فَقَدْ أَحْرَمَ." ❷

"یعنی جس شخص نے حج کے موقع پر مکہ میں قربانی ہونے والی اونٹنی کے گلے میں بطور علامت جوتا یا پٹا ڈال دیا ہو اس نے یقیناً احرام باندھ لیا یعنی ایسا کرنے سے اس پر احرام کی پابندیاں لاگو ہو جائیں گی، اگرچہ اس نے ابھی تک احرام نہ بھی باندھا ہو۔"

حافظ زیلعی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

"قُلْتُ: غَرِيْبٌ مَرْفُوْعًا." ❸

"میں یہ کہتا ہوں کہ یہ حدیث مرفوعاً غریب ہے۔"

اس کے بعد انھوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

اور یہی بات ابن ہمام نے "فتح القدیر" (۲/ ۵۱۴) میں اور علامہ عینی نے "البنایۃ" (۴/ ۱۷۴) میں کہی ہے۔

اور حافظ ابن حجر نے کہا ہے:

"لَمْ أَجِدْهُ مَرْفُوْعًا...." ❹

"یہ حدیث مرفوعاً مجھے نہیں ملی۔"

اور ابن ابی العز نے کہا ہے:

"هٰذَا الْحَدِيْثُ غَيْرُ مَعْرُوْفٍ...." ❺

"یہ حدیث غیر معروف ہے۔"

پس انہی تین روایات کی حقیقت عیاں کرنے کے لیے چند باتوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ ورنہ اس کتاب میں بہت سی احادیث ہیں جو بے اصل ہیں، اگر کسی کو اس بات میں شک وشبہ

ہوتو وہ ''نصب الرایۃ''، ''الدرایۃ'' اور ''التنبیہ علی مشکلات الھدایۃ لابن ابی العز'' کا مطالعہ

❶ البنایۃ: ۲/۴۹. ❷ ۲/۵۱۴.
❸ ۳/۹۷. ❹ الدرایۃ: ۲/۳۲.
❺ التنبیہ علی مشکلات الھدایۃ: ۳/۱۰۶۲.

کر کے دیکھ لے۔ فانہ یری العجب العجاب.

درمختار بھی فقہ حنفی کی چوٹی کی کتاب ہے۔ اس کے صفحہ (۱۸۳) پر ''جامع المسانید'' وغیرہ کے حوالے سے امام ابوحنیفہ کی فضیلت سے متعلق ''أَبُوْ حَنِيْفَةَ سِرَاجُ أُمَّتِي.'' روایت موجود ہے۔ اس کی اسنادی حیثیت بیان کرتے ہوئے ملا علی قاری حنفی رقمطراز ہیں:

''مَوْضُوْعٌ بِاتِّفَاقِ الْمُحَدِّثِيْنَ.'' ❶

''محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔''

حنفی فتاویٰ میں بھی موضوع اور من گھڑت روایات پائی جاتی ہیں۔ قاضی خان اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

''رُوِيَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ أَكَلَ مُتَّكِأً.'' ❷

''روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ٹیک لگا کر کھانا کھایا۔''

یہ موضوع اور من گھڑت روایت ہے اور صحیح احادیث کے مخالف ہے کیونکہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اِنِّي لَا آكُلُ مُتَّكِأً.'' ❸

''میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔''

اور یہی حال کتب اصول فقہ حنفی کا ہے۔ ملا جیون نے ''نور الانوار'' میں ایک حدیث میں اسی طرح ذکر کیا ہے:

''إِذَا انْسَلَخَ شَعْبَانُ فَلَا صَوْمَ إِلَّا عَنْ رَمَضَانَ.'' ❹

''جب شعبان ختم ہو جائے تو پھر رمضان ہی کا روزہ رکھو۔''

❶ موضوعات کبیر، رقم: ۴.

❷ فتاویٰ قاضی خان: ۴/ ۷۸۱، مطبوع نور لکشور دهلی، منقول از الطوام المرعشة لبدیع الدین الراشدی، ص ۸۳.

❸ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، رقم: ۵۳۹۸، ۵۳۹۹.

❹ نور الأنوار، ص: ۲۱۱، بتحقیق حافظ ثناء اللّٰہ زاهدی.

باب نمبر ٦:

دین اسلام میں بدعت کی مذمت

١: بدعت کی لغوی تعریف:

علامہ مجدالدین یعقوب بن محمد فیروز آبادی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"بِدْعَۃٌ بِالْکَسْرِ: اَلْحَدَثُ فِی الدِّیْنِ بَعْدَ الْاِکْمَالِ اَوْ مَا اسْتُحْدِثَ بَعْدَ النَّبِیِّ مِنَ الْاَھْوَاءِ وَالْاَعْمَالِ." [1]

"بدعت: باء کے کسرہ کے ساتھ: ایسی چیز جو تکمیل دین کے بعد نکالی جائے یا وہ چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خواہشات واعمال کی صورت میں پیدا کی جائے۔"

علامہ محمد بن ابی بکر الرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اَلْبِدْعَۃُ: اَلْحَدِیْثُ فِی الدِّیْنِ بَعْدَ الْاِکْمَالِ." [2]

"بدعت: تکمیل دین کے بعد کسی چیز کو دین میں نیا ایجاد کرنا ہے۔"

امام ابواسحٰق الشاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اصل مادہ اس کا "بدع" ہے۔ جس کا مفہوم کسی سابقہ نمونے کے بغیر کسی چیز کا ایجاد کرنا ہے۔ اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ "یعنی آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ نمونے کے بغیر بنانے والا۔"

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ﴾ (الاحقاف: ٩)

"آپ کہہ دیں! میں اللہ کی طرف سے رسالت لے کر آنے والا پہلا آدمی نہیں

---

[1] القاموس المحیط: ٣/٣. [2] مختار الصحاح، ص: ٤٤.

ہوں بلکہ مجھ سے پہلے بھی بہت رسول آ چکے ہیں۔''

اسی طرح جب کہا جاتا ہے! ''اِبْتَدَعَ فُلَانٌ بِدْعَةً'' تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ ''اس نے ایسا طریقہ شروع کیا جس کی طرف پہلے کسی نے سبقت نہیں کی۔''[1]

ان ائمہ لغات کی توضیحات سے معلوم ہوا کہ بدعت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی ایسی چیز کو ایجاد کرنا جس کی مثال یا نمونہ پہلے موجود نہ ہو۔

۲: بدعت کی اصطلاحی تعریف:

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ مثال اور نمونے کے بغیر پیدا کرنے والا ہے اور یہی لغوی تقاضا ہے۔ اس لیے کہ لغت میں ہر نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں اور بدعت کی دو اقسام ہیں:

۱: بدعت شرعی: جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

۲: بدعت لغوی: جیسے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے جمع ہو کر تراویح پڑھنے کے متعلق فرمایا کہ ''یہ کیا ہی اچھی بدعت ہے۔''[2]

امام عبدالرحمن بن شباب المعروف ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَالْمُرَادُ بِالْبِدْعَةِ: مِمَّا لَا اَصْلَ لَهُ فِي الشَّرِيْعَةِ يَدُلُّ عَلَيْهِ فَاَمَّا مَا كَانَ لَهُ اَصْلٌ مِنَ الشَّرْعِ يَدُلُّ عَلَيْهِ فَلَيْسَ بِبِدْعَةٍ شَرْعًا وَاِنْ كَانَ بِدْعَةً لُغَةً.''[3]

''بدعت سے مراد وہ نو ایجاد چیز جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو جو اس پر دلالت کرے۔ بہر کیف جس کی شریعت میں کوئی اصل ہو جو اس پر دلالت کرے وہ شرعی بدعت نہیں اگرچہ وہ لغت کے اعتبار سے بدعت ہو۔''

---

[1] الاعتصام: ۱/۳۶۔

[2] تفسیر ابن کثیر: ۱/۳۴۸، بتحقیق عبدالرزاق المهدی۔ تفسیر سورة البقرة آیت: ۱۱۷۔

[3] جامع العلوم والحکم: ۲/۱۲۷۔

مولوی عبد الغنی خان حنفی اپنی کتاب ''الجنة لأهل السنة'' ص: ۱۶۱ میں ''البحر الرائق'' اور ''در مختار'' فقہ حنفی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''بدعت وہ چیز ہے جو ایسے حق کے خلاف ایجاد کی گئی ہو جو رسول اللہ ﷺ سے اخذ کیا گیا ہو۔ علم، عمل یا حال اور کسی شبہ کی بنیاد پر اسے اچھا سمجھ کر دین قویم اور صراط مستقیم بنالیا گیا ہو۔''

ان ائمہ اور حنفی اکابر کی توضیحات سے معلوم ہوا کہ ہر وہ نیا کام جسے ثواب وعبادت سمجھ کر دین میں داخل کرلیا گیا ہو وہ بدعت ہے۔

قرآن کریم کی روشنی میں بدعت کی مذمت

اللہ تعالیٰ نے علمائے یہود کے لیے وعید کا ذکر فرمایا کہ جو تورات کی آیات اور اس کے احکام کو دنیا کی حقیر متاع کی خاطر بدل دیتے تھے اور تحریف کردہ کلام کے بارے میں لوگوں کو باور کراتے تھے کہ یہ کلام اللہ ہے۔ اور اپنی حرکتوں کی وجہ سے ناجائز طور پر لوگوں پر دو قسم کا ظلم کرتے تھے، ان کا دین بدل دیتے تھے، اور ان کا مال بھی ناجائز طور پر کھا جاتے تھے:

۱: ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَٰبَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ۝﴾ (البقرہ: ۷۹)

”پس خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھ لیتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تاکہ اس کے بدلے کچھ مال حاصل کریں، پس ان کے لیے خرابی ہے، اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی (کتاب) کے سبب، ان کے لیے خرابی ہے ان کی اپنی کمائی کے سبب۔“

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان یہود علماء کی مذمت کی ہے جو تورات کی آیات کو بدل دیتے تھے، لیکن دین اسلام آنے کے بعد ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو بدعتوں کو صحیح ثابت کرنے کے لیے قرآن وسنت میں تحریف کرتے ہیں۔ اس میں ان یہود کی مذمت کی گئی ہے جو تورات کا علم نہیں رکھتے تھے، صرف ان کے پاس چند بے بنیاد تمنائیں تھیں، اور اب اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو قرآن کریم میں غور وفکر نہیں کرتے صرف حروف کی تلاوت کرتے ہیں، اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو دنیاوی مقاصد حاصل کرنے کے لیے قرآن کریم کے خلاف کوئی دوسری بات اپنے ہاتھ سے لکھ کر لوگوں میں

رائج کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی شریعت اور اللہ کا دین ہے۔ اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو قرآن وسنت کو چھپاتے ہیں، تاکہ ان کا مخالف حق بات پر ان سے استدلال نہ کرے۔

اور قرآنِ پاک کی سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

۲: ﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝﴾ (الانعام: ۱۵۳)

''اور بے شک یہی میری سیدھی راہ ہے، پس تم لوگ اسی کی پیروی کرو، اور دوسرے طریقوں پر نہ چلو جو تمھیں اس کی (سیدھی) راہ سے الگ کر دیں، اللہ نے تمھیں ان باتوں کا حکم دیا ہے، تاکہ تم تقویٰ کی راہ اختیار کرو۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''کہ اس آیت میں اسلام کے لیے لفظ ''سبل'' مفرد آیا ہے اور دیگر مذاہب اور فرقوں کے لیے ''سبل'' جمع آیا ہے۔ اس لیے کہ حق ایک ہے، اور تقلیدی مذاہب اور عقائدی فرقے متعدد اور گوناگوں ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، تحت الآیۃ)

ابن عطیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ''سبل'' کا لفظ یہودیت، نصرانیت، مجوسیت اور دیگر تمام حلقوں، بدعتوں اور گمراہیوں کو شامل ہے جنھیں اہل ہوا وہوس نے پیدا کیا ہے، اسی طرح علم کلام کے وہ تمام فرقے اس لپیٹ میں آ جاتے ہیں جو خواہ مخواہ کی تفصیلات میں داخل ہوتے ہیں۔

امام قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں، جان لو کہ راستہ صرف ایک ہے، اور اہل ہدایت کی جماعت اور اس کا انجام جنت ہے، اور ابلیس نے مختلف راستے پیدا کر دیے ہیں جو گمراہوں کی جماعتیں ہیں اور ان کا انجام جہنم ہے۔

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اُمت اسلامیہ کا اتحاد صرف ایک ہی صورت میں وجود میں آ سکتا ہے کہ وہ سارے فرقوں اور مذاہب کو چھوڑ کر صرف صحیح اسلام کی متبع بن جائے، جو صرف قرآن وحدیث کا نام ہے۔ اس کے بغیر اہل اسلام کا متحد ہونا محال ہے جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ اُمت کسی بھی زمانے میں اسی راہ پر چل کر اصلاح پذیر ہو سکتی ہے، جسے اپنا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اصلاح پذیر ہوئے۔

۳: بدعت افترا علی اللہ اور افترا علی الرسول ﷺ کے مترادف ہے۔ مفتری کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتا، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾ (یونس: ۷۰)

''آپ کہہ دیجیے کہ بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔''

۴: کسی بھی معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کا حکم صادر ہوجائے تو کسی مومن مرد یا عورت کے لیے یہ اختیار باقی نہیں رہتا کہ اس کی مخالفت کرے اور اپنی یا کسی اور کی رائے پر عمل کرے، اس لیے کہ ایسا کرنا اللہ اور اس کے رسول کی سراسر نافرمانی اور کھلم کھلا گمراہی ہوگی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾

(الاحزاب: ۳۶)

''اور جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں فیصلہ کردے، تو کسی مسلمان مرد اور عورت کے لیے اس بارے میں کوئی اور فیصلہ قبول کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہوجائے گا۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ اس آیت میں مذکور حکم تمام امور کو شامل ہے یعنی کسی بھی معاملے میں جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم صادر ہوجائے، تو کسی کے لیے بھی اس کی مخالفت جائز نہیں ہے، اور نہ کسی کے قول یا رائے کی کوئی حیثیت باقی رہ جاتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء آیت (۶۵) میں فرمایا ہے:

۵: ﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء: ۶۵)

''آپ کے ربّ کی قسم! وہ لوگ مومن نہیں ہوسکتے جب تک آپ کو اپنے اختلافی

امور میں اپنا فیصل نہ مان لیں، پھر آپ کے فیصلہ کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تکلیف نہ محسوس کریں، اور پورے طور سے تسلیم کر لیں۔''

(تفسیر ابن کثیر، تحت الآیۃ)

۶: بدعت ایجاد کرنا شریعت سازی کے مترادف ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں اس چیز کی مذمت کی گئی ہے۔ چنانچہ مشرکین کے خلاف اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کا اعلان ہوا کہ:

﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۲۱ ﴾

(الشوریٰ: ۲۱)

''کیا ان کے ایسے شرکاء ہیں جنھوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے، اور اگر اللہ کی جانب سے یہ بات طے نہ ہوگئی ہوتی (کہ ان کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا) تو اس دنیا میں ہی اُن کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا، اور بے شک ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

مفسرین لکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں شرک باللہ کا شدید انکار اور مشرکین کے خلاف اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کا اعلان ہے۔ اسی لیے اس کے بعد کہا گیا ہے کہ اگر یہ فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا کہ ان کی سزا قیامت کے دن کے لیے مؤخر کر دی گئی ہے، تو ان کے جرم کا تقاضا تو یہ تھا کہ انھیں فوراً ہلاک کر دیا جاتا، اور ایسے ظالموں کو قیامت کے دن دردناک عذاب دیا جائے گا۔ [1]

۷: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اسلام جیسا دین برحق دے کر دُنیا میں بھیجا، جس نے حق و باطل کو واضح کر دیا ہے، اب اگر کوئی اس سے چشم پوشی کرے اور اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرے تو اس سے بڑا ظالم کون ہوگا، جیسا کہ مشرکین کا حال تھا کہ وہ اللہ کے لیے بیٹا اور شریک ٹھہراتے، اور اس کی حرام کردہ چیزوں کو حلال، اور حلال چیزوں کو حرام بناتے، اور کہتے کہ اگر اللہ کی مرضی نہ ہوتی تو پھر ہم بتوں کی پرستش نہ کرتے۔

[1] تیسر الرحمن، ص: ۱۳۵۹.

﴿وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ وَ هُوَ یُدْعٰۤی اِلَی الْاِسْلَامِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝﴾ (الصف:۷)

''اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ کے خلاف جھوٹ باندھے، حالانکہ اسے اسلام کی دعوت دی جارہی ہو، اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بدعت کی مذمت

بدعت، سنت کی ضد ہے، بدعت دین میں اضافہ کے مترادف ہے، جس سے قرآن وسنت میں انتہائی سخت الفاظ میں منع کیا گیا ہے، چنانچہ سیّدنا سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۱: ((اِذَا حَدَّثْتُكُمْ حَدِيْثًا فَلَا تَزِيْدُنَّ عَلَيْهِ.)) [1]

''جب میں تمھیں کوئی بات بیان کروں تو تم اس پر اضافہ ہرگز نہ کرنا۔''

۲: ((عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: اِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ، فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ، ثُمَّ قُلِ: اللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ اِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِيْ اِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ، رَغْبَةً وَرَهْبَةً اِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَى مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ، اَللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ، وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ. فَاِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ، فَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَكَلَّمُ بِهِ. قَالَ: فَرَدَدْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَلَمَّا بَلَغْتُ: اَللّٰهُمَّ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ، قُلْتُ: وَرَسُوْلِكَ، قَالَ: لَا، وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ.)) [2]

''براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: جب تم اپنی خوابگاہ میں جاؤ تو پہلے نماز کا سا وضو کرو اور اپنے دائیں پہلو پر لیٹ کر یہ دعا پڑھو۔ اے اللہ! تیرے ثواب کے شوق میں اور تیرے عذاب

---

[1] مسند احمد: ۵/ ۱۱، حدیث نمبر: ۲۰۰۷۔ احمد شاکر نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

[2] صحیح البخاری، کتاب الوضوء، رقم: ۲۴۷۔

سے ڈرتے ہوئے میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا اور تجھے اپنا پشت پناہ بنالیا، تجھ سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں مگر تیرے ہی پاس، اے اللہ! میں اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے اتاری اور تیرے اس نبی پر یقین کیا جسے تو نے بھیجا۔ اب اگر تو اس رات مرجائے تو فطرت اسلام پر مروگے، نیز یہ دعائیہ کلمات سب باتوں سے فارغ ہوکر پڑھو، سیّدنا براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ کلمات آپ کے سامنے دہرائے، جب میں اس جگہ پہنچا: ''آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ'' اس کے بعد میں نے ''وَرَسُوْلِكَ'' کہہ دیا، تو آپ نے فرمایا: نہیں، بلکہ یوں کہو ''وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ۔''

۳: ((عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ، قَالَ: وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا بَعْدَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ، فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيْرًا وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّهَا ضَلَالَةٌ فَمَنْ أَدْرَكَ مِنْكُمْ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ.)) [1]

''سیّدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن صبح کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسا مؤثر وعظ فرمایا کہ جس سے آنکھیں بہہ پڑیں اور دل کانپ اٹھے۔ ایک شخص نے کہا: یہ الوداعی نصیحت ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ ہمیں کس بات کا حکم فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، احکامات سنو اور اطاعت کرو خواہ تم پر حبشی غلام ہی

[1] سنن ترمذی، کتاب العلم، رقم: ۲۶۷۶۔ سنن ابوداؤد، رقم: ۴۶۰۷۔ سنن ابن ماجہ، رقم: ۴۲۔ امام ترمذی نے اسے ''حسن صحیح'' اور محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

کیوں نہ امیر مقرر کر دیا جائے۔ اس لیے جو تم میں سے زندہ رہیں گے۔ وہ دیکھ لیں گے کہ میری امت میں بڑا اختلاف پیدا ہوگا اور دیکھو دین میں پیدا کردہ نئی بدعات سے بچنا اس لیے کہ یہ گمراہی ہے۔ جو شخص ایسا زمانہ پائے وہ میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی کے ساتھ ڈاڑھوں سے پکڑے رکھے۔''

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے اپنی کتاب جامع العلوم والحکم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان ''فَاِنَّ کُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' کی شرح کرتے ہوئے رکھا ہے کہ آپ کا مذکورہ فرمان ان جامع کلمات میں سے ہے جن سے کوئی چیز خارج نہیں ہے۔ وہ اصول دین میں ایک عظیم اصل ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ'' کے مشابہ ہے لہٰذا جس نے بھی کوئی نئی بدعت ایجاد کی اور دین کی طرف اس کی نسبت کی اور دین میں اس کی کوئی اصل مرجع نہیں ہے تو وہ گمراہی ہے اور دین اس سے بری، الگ ہے، خواہ وہ اعتقادی مسائل ہوں یا ظاہری و باطنی اعمال واقوال ہوں۔''

بدعت مردود ہے اور بدعتی بھی مردود ہے۔

چنانچہ اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ فِیْهِ فَهُوَ رَدٌّ .)) [1]

''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے وہ مردود ہے۔''

صحیح مسلم میں یہ حدیث ان الفاظ سے مروی ہے کہ:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَیْسَ عَلَیْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ .))

''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا امر نہیں وہ مردود ہے۔''

اور امام بغوی رحمہ اللہ نے اسے یوں روایت کیا ہے کہ:

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود ، رقم الحدیث: ۲۶۹۷۔صحیح مسلم، کتاب الاقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة ورد محدثات الأمور: ۱۷۱۸.

((مَنْ اَحْدَثَ فِي دِيْنِنَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ .)) ❶

یعنی اس حدیث میں ''أمرنا'' کی تفسیر ''دیننا'' سے ہے۔ امر سے مراد دین ہے جس نے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی وہ مردود ہے۔

اس تفسیر کی رو سے دنیاوی ایجادات بدعت شرعی کی تعریف سے خارج ہوگئیں اور اہل بدعت کے شبہات کا ازالہ ہوگیا جو کہتے ہیں کہ گھڑی پہننا، لاؤڈ سپیکر، گاڑیاں وغیرہ بھی تو بدعت ہیں۔ حدیث مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ بدعت مردود ہے جو دین میں نئی ایجاد کی گئی ہو اور اسے عبادت سمجھ کر تقربِ الٰہی مراد ہو اور یہی بات امام ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ نے ''جامع العلوم والحکم'' حدیث نمبر ١٥/ ١٧٦ کے تحت ذکر کی ہے۔

بدعتی پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت ہے۔

:۵ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ أَحْدَثَ فِي الْإِسْلَامِ حَدَثًا .)) ❷

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت فرمائے جس نے اسلام میں کوئی نئی بات ایجاد کی۔''

:٦ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا أَوْ أَوَى فِيْهَا مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ.)) ❸

''جس نے اس ''مدینہ'' میں بدعت ایجاد کی یا بدعتی کو اپنے ہاں ٹھکانہ دیا اس پر اللہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اس سے فرض یا نفل عبادت قبول نہیں کی جائے گی۔'' ❸

:۷ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

❶ شرح السنة، باب رد البدع والأهواء: ۱/ ۲۱۱، رقم: ۱۰۳.

❷ مسند الربیع، رقم: ۲۷۳۔

❸ مسند أحمد: ۱/ ۲۲۔

''مدینہ اس طرح حرام ہے، اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ ہی اس میں کوئی بدعت نکالی جائے۔ جس نے اس میں بدعت نکالی اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام بنی نوع انسان کی لعنت ہو۔'' [1]

بدعتی کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی، انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر بدعت والے آدمی سے توبہ کو روک دیا ہے۔''

اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں بیان کیا ہے۔ [2]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب فضائل المدینۃ، رقم: ۱۸۶۷ و کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، رقم: ۷۳۰۶۔ صحیح مسلم: ۱/۴۴۱۔

[2] مجمع الزوائد: ۱۰/۱۹۲۔ طبرانی اوسط: ۵/۱۱۳۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کی روشنی میں بدعت کی مذمت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنت سے محبت کرنے والے اور بدعت سے شدید نفرت کرنے والے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اسی چیز کا درس دیا تھا۔

(۱) سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے کہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لوگو! میں متبع سنت ہوں، بدعتی نہیں ہوں، لہٰذا اگر درست کروں تو میری مدد کرو اور اگر انحراف کروں تو میری اصلاح کرو۔"[1]

(۲) سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اصحاب الرائے (بدعتیوں) سے بچو کیونکہ یہ سنتوں کے دشمن ہیں، ان سے حدیثیں نہ یاد ہو سکیں تو انھوں نے اپنی من مانی (جو دل میں آیا) کہنا شروع کر دیا، خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔"[2]

(۳) سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ:

امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ایسے آدمی پر جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا اور اس کی لعنت برسے ایسے آدمی پر جس نے زمین کی حدود چوری کر لیں اور اللہ کی لعنت ہو ایسے آدمی پر جس نے اپنے والد پر لعنت کی اور ایسے آدمی پر بھی اللہ کی لعنت ہو جس نے کسی بدعتی کو پناہ دی۔"[3]

---

[1] الطبقات الکبری از ابن سعد: ۱۳۶/۳۔ [2] سنن دارمی: ۴۷/۱۔

[3] صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب تحریم الذبح لغیر اللّٰہ، رقم: ۱۹۷۸۔ مسند احمد: ۱۱۸/۱۔

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں بدعت ایجاد کرنے والے اور بدعتی کی عزت وتکریم مرنے والے شخص کے متعلق فرماتے ہیں:

((مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ آوَى فِيهَا مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ، وَالْمَلٰئِكَةِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ.)) [1]

''پس اس ''مدینہ'' میں جو کوئی نئی بات نکالے گا یا کسی بدعتی کو پناہ دے گا، اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے اس سے فرض یا نفل عبادت قبول ہی نہیں کی جائے گی۔''

(۴) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ.)) [2]

''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود اور نا قابل قبول ہے۔''

دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.)) [3]

''جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پہ ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: ''یہ حدیث اسلام کا ایک عظیم قاعدہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع کلمات میں سے ایک ہے۔ یہ ہر طرح کی بدعت اور خودساختہ امور کی تردید میں صریح ہے۔ دوسری روایت میں مفہوم کی زیادتی ہے اور وہ یہ کہ بعض پہلے سے ایجاد شدہ بدعتوں کو کرنے والے کے خلاف اگر پہلی روایت بطور حجت پیش کی جائے تو وہ بطور عناد کہے

---

[1] صحیح بخاری، رقم: ۳۱۷۲۔ صحیح مسلم، رقم: ۳۳۲۷.

[2] صحیح بخاری: ۱۳۲/۹۔ صحیح مسلم: ۱۳۴۴/۳.

[3] صحیح مسلم: ۱۳۴۴/۳.

گا کہ میں نے تو کچھ ایجاد نہیں کیا، لہٰذا اس کے خلاف دوسری روایت حجت ہوگی، جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ہر نئی چیز مردود ہے، خواہ کرنے والے نے اسے از خود ایجاد کیا ہو یا اس سے پہلے اسے کوئی ایجاد کر چکا ہو۔'' [1]

(۵) سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اِتَّبِعُوْا وَلَا تَبْتَدِعُوْا فَقَدْ كُفِيْتُمْ.)) [2]

''اتباع کرو بدعت اختیار نہ کرو، تمہاری کفایت کی جا چکی یعنی تمھیں خود رائی کی ضرورت نہیں۔''

عمرو بن یحییٰ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم لوگ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے پر صبح کی نماز سے پہلے بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ باہر نکلیں تو ہم سبھی لوگ ان کے ساتھ مسجد چلیں، اتنے میں سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آئے اور کہا کہ کیا ابھی ابوعبدالرحمن نہیں نکلے؟ ہم نے کہا کہ نہیں، تو وہ بھی ان کے نکلنے تک بیٹھ گئے، جب وہ نکلے تو ہم سبھی لوگ کھڑے ہو گئے۔ ابوموسیٰ نے کہا: اے ابوعبدالرحمن! میں نے ابھی مسجد میں ایک ایسی چیز دیکھی ہے جو مجھے بہت ناگوار گزری، اور الحمد للہ خیر ہی دیکھی ہے، انھوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اگر زندہ رہے تو آپ دیکھ لیں گے، انھوں نے کہا: میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو حلقہ لگا کر بیٹھے ہوئے دیکھا، وہ نماز کی انتظار میں تھے، ہر حلقے میں ایک آدمی تھا، اور ان کے ہاتھ میں کنکریاں تھیں، جب وہ کہتا کہ سو بار اللہ اکبر کہو تو سب لوگ سو بار ''اللہ اکبر'' کہتے، اور جب وہ کہتا کہ سو بار ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہو، تو سو بار ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہتے، جب وہ کہتا کہ سو مرتبہ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ'' کہو تو وہ سو مرتبہ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ'' کہتے۔ انھوں نے کہا، کیوں نہیں تم نے انھیں اپنے گناہوں کو شمار کرنے کو کہا اور تم ضمانت لے لیتے کہ تمھاری کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی۔

پھر وہ چلے ہم بھی ان کے ساتھ چل پڑے یہاں تک کہ ان حلقوں میں سے ایک حلقے کے

---

[1] شرح مسلم للنووی: ۱۲/۱۶۔ [2] سنن دارمی، رقم: ۲۱۱۔

پاس کھڑے ہوئے اور کہا یہ کیا میں تمھیں کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ اے ابوعبدالرحمن! کنکریاں ہیں جن سے ہم تکبیر وتہلیل، تسبیح اور تحمید کا شمار کرتے ہیں۔ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: تم لوگ اپنی اپنی خطائیں شمار کرو، تمھارے لیے اس بات کا ضامن ہوں کہ تمھاری کوئی نیکی برباد نہیں ہوگی۔ اے امت محمد! تمھاری تباہی و بربادی ہو، کتنی جلدی تمھاری ہلاکت آ گئی یہ صحابہ کرام کی جماعت موجود ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے ابھی بوسیدہ نہیں ہوئے اور نہ ہی آپ کے برتن ٹوٹے۔

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! کیا تم لوگ ایسے طریقے پر ہو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے زیادہ بہتر ہے، یا گمراہی کے دروازے کھولنے والے ہو۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! اے عبدالرحمن ہمارا مقصد صرف خیر کا ہی ہے، انھوں نے کہا کہ: کتنے خیر کے متلاشی اسے ہرگز نہیں پا سکتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک حدیث بیان کی کہ ایک قوم قرآن مجید پڑھے گی لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، اور اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ زیادہ تر تمھیں میں سے ہوں یہ کہہ کر وہاں سے واپس چلے گئے۔

عمرو بن سلمہ کہتے ہیں کہ: ''ہم نے انھیں نہروان کے دن دیکھا کہ وہ خوارج کے ساتھ ہم سے نیزہ زنی کر رہے تھے۔'' [1]

علامہ مروزی رحمہ اللہ سیّدنا ابن مسعود اور ابی ابن کعب رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

((اَلْاِقْتِصَادُ فِي السُّنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْاِجْتِهَادِ فِي الْبِدْعَةِ.)) [2]

''سنت کے مطابق تھوڑا عمل کرنا بدعت پر چلتے ہوئے زیادہ عمل کرنے سے بہتر ہے۔''

(۶) سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے:

''اَنَّ رَجُلًا عَطَسَ اِلٰی جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلُ

---

[1] سلسلة احادیث صحیحه، رقم: ۲۰۰۵۔ سنن دارمی، حدیث رقم: ۲۱۰.

[2] السنه للمروزی، حدیث رقم: ۷۶، ۷۷.

اللّٰهِ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَا اَقُوْلُ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَيْسَ هٰكَذَا عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَّمَنَا اَنْ نَقُوْلَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ.“ [1]

”سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بغل میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کو چھینک آئی اس پر اس نے 'اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ' کہا، اس پر سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں بھی کہتا ہوں 'اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس طرح نہیں سکھایا بلکہ ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہمیں جب چھینک آئے تو 'الحمد للہ' کہیں۔“

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ:

((كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَإِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً.)) [2]

”ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اسے اچھا سمجھیں۔“

(۷) سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”لوگوں پہ کوئی سال ایسا نہ گزرے گا جس میں وہ کوئی بدعت ایجاد نہ کریں گے اور کسی سنت کو مردہ کر چکے ہوں گے۔ یہاں تک کہ بدعتیں زندہ و پائندہ ہوتی رہیں گی اور سنتیں مردہ ہوتی چلی جائیں گی۔“ [3]

عثمان بن حاضر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاں گیا، ان سے نصیحت کی درخواست کی تو انھوں نے مجھے نصیحت فرمائی کہ اللہ سے تقویٰ کو لازم پکڑو، استقامت اختیار کرو، اتباع کرو اور بدعت سے دور رہو۔ [4]

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الأدب، رقم: ۲۷۳۸۔ محدث البانی نے اسے ”حسن“ کہا ہے۔

[2] السنة للامام المروزی، رقم: ۸۲۔ شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة للالکائی: ۱/ ۹۲۔ الابانة: ۱/ ۹۲۔

[3] المعجم الکبیر از امام طبرانی: ۱۰/ ۳۱۹۔

[4] سنن دارمی، رقم: ۱۴۱۔

اللہ تعالیٰ کے فرمانِ عالیشان: ﴿يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ﴾ (آل عمران:۱۰۶)
''جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ۔'' کی تفسیر میں سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''یعنی اہل سنت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت وافتراق کے چہرے سیاہ ہوں گے۔''[1]

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

خَيْرُ الْأُمُوْرِ السَّالِفَاتُ عَلَى الْهُدَىٰ
وَشَرُّ الْأُمُوْرِ الْمُحْدَثَاتُ الْبَدَائِعُ

''بہترین کام وہ ہیں جو راہ ہدایت پر چلتے ہوئے کیے جائیں اور بدترین کام وہ ہیں جو نئے اور انوکھے ہوں۔''

سیّدنا یزید بن عمیرہ سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے تھے، یہ سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ کا معمول ذکر کرتے ہیں کہ وہ جب بھی محفل ذکر میں بیٹھتے تو فرماتے: اللہ حکمت اور عدل والا ہے، اور شک کرنے والے ہلاک ہو گئے، ایک دن سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمھارے بعد بہت سارے فتنے ظہور پذیر ہوں گے، جن میں سے ایک فتنہ کثرتِ مال کا ہے اور قرآن کو کھول دیا جائے گا، یہاں تک کہ اس کو مومن ومنافق، مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے، غلام اور آزاد، سب دیکھیں گے، قریب ہے کہ ایک کہنے والا کہے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ میری اتباع نہیں کرتے حالانکہ میں نے قرآن ہی پڑھا ہے؟ وہ لوگ ہرگز ہرگز اس کی پیروی نہیں کریں گے، حتیٰ کہ (اس قاری قرآن) کے علاوہ کوئی اور شخص ان کے لیے بدعت ایجاد کرے گا (یہ اس کی پیروی کریں گے) تم اس بدعت سے بچتے رہو جس کو وہ گھڑے گا، یقیناً جو اس نے بدعت ایجاد کی ہے وہ گمراہی ہے، اور سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمھیں حکیم (دانا)

[1] اجتماع الجيوش الاسلامية على غزو المعطلة والجهمية، از امام ابن قیم رحمہ اللہ: ۲/ ۳۹۔

کے گمراہ کرنے سے ڈراتا ہوں، کیونکہ کبھی کبھار شیطان دانا آدمی کی زبان سے بھی گمراہی کا کلمہ

کہلوا دیتا ہے، اور کبھی کبھار منافق حق بات کہہ دیتا ہے؟ (یزید کہتے ہیں) میں نے سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اللہ آپ پر رحم کرے، آپ ذرا مجھے پہچان کرا دیں کہ دانا آدمی بھی گمراہی کا کلمہ کہتا ہے اور منافق بھی کلمہ حق کہہ سکتا ہے؟ سیّدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کیوں نہیں! دانا کے اس کلام سے بچ اور جس کے بارے میں اسے یوں کہا جائے کہ یہ کیا ہے؟ وہ اس گمراہی کو تیرے لیے حق سے علیحدہ بیان نہیں کرے گا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے اس حکم سے رجوع کرلے یا پھر جب وہ حق کو سنے تو اس کو قبول کرلے، یقیناً حق پر نور اور تابناک ہوتا ہے۔'' [1]

(۹) سیّدنا انس رضی اللہ عنہ:

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْأَلُوْنَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا فَقَالُوا: وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا، أَمَا وَاللهِ! إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي.)) [2]

''ازواج مطہرات کے پاس تین آدمی آئے، اور نبی کریم ﷺ کی عبادت کے سلسلہ میں دریافت کیا، جب ان کو اس کی خبر دی گئی تو انھوں نے اس کو کم تصور کیا اور کہنے لگے: ہماری نبی ﷺ سے کیا نسبت اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ سب بخش دیے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا: میں ساری رات نماز پڑھوں گا، دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ دن میں روزے سے رہوں گا اور تیسرے نے کہا:

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب السنة، رقم: ۴۶۱۱۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری، صحیح مسلم۔

میں عورتوں سے الگ رہوں گا کبھی شادی نہ کروں گا (یعنی ہمیشہ عبادت میں مصروف رہوں گا) اچانک نبی ﷺ پہنچ گئے، اور فرمایا: کیا تمھیں لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ خبردار، اللہ کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں، نفلی روزہ بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں، رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں لہٰذا جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔''

(۱۰) غضیف بن حارث رضی اللہ عنہ:

جناب غضیف بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی قوم بدعت ایجاد کرتی ہے تو ان سے ایک سنت اٹھالی جاتی ہے۔ [1]

(۱۱) ابراہیم بن میسرۃ رضی اللہ عنہ:

جناب ابراہیم بن میسرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے صاحب بدعت کی توقیر کی، اس نے اسلام کی عمارت ڈھا دینے میں معاونت کی۔ [2]

---

[1] مسند أحمد: ۱۰۵/۴.

[2] شعب الایمان: ۶۱/۷، رقم: ۹۴۶۴.

ائمہ کرام اور اہل علم کے اقوال کی روشنی میں بدعت کی مذمت

ائمہ کرام اور اہل علم نے بھی بدعت کی مذمت بیان کی ہے۔ ذیل میں دیے گئے اقوال و فتاویٰ ائمہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں۔

(۱) امام مالک بن انس رحمہ اللہ:

امام شاطبی رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز کتاب ''الاعتصام'' میں امام دارالہجرہ سے نقل فرمایا ہے:

''جو شخص اسلام میں کوئی بدعت متعارف کراتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے، تو اس شخص کا یقینا یہ عقیدہ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ کا پیغام پہنچانے میں جو کہ ان کی ذمہ داری تھی، خیانت کی ہے: (العیاذ باللہ) اور اگر تم دلیل چاہو تو اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھو:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدہ:۳)

''آج کے دن میں نے تمھارا دین تمھارے لیے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور اسلام کو تمھارے لیے بطور دین پسند کر لیا۔''

آپ نے مزید فرمایا:

''اور اس امت کے آخری (لوگوں) کی اصلاح نہیں ہو سکتی مگر صرف اس طریقے سے جس سے اس امت کے پہلے (لوگوں) کی اصلاح ہوئی تھی۔ پس جو چیز اس وقت دین کا حصہ نہ تھی وہ آج بھی دین کا حصہ نہیں بن سکتی۔''[1]

پھر امام شاطبی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: ''ہم اس روایت کو جو امام مالک (رحمہ اللہ) امام

[1] الشفا للقاضی عیاض: ۲/۶۷۶.

دارالہجرہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے، بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ دین میں کوئی بدعت ایجاد کرے، چاہے وہ کتنی ہی چھوٹی اور معمولی کیوں نہ ہو، اور چاہے وہ کردار وسلوک میں ہو یا عبادات و اعتقادات میں اور ہم اس روایت کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں قرآن کریم کی اس آیت پر اعتماد کرتے ہوئے کہ جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمارے دین یعنی اسلام کو تمام کر کے اس نے ہم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔'' [1]

فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ اپنی کتاب ''بدعت'' میں امام مالک رحمہ اللہ کا یہ قول لائے ہیں کہ ایک آدمی امام مالک بن انس رحمہ اللہ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں احرام کہاں سے باندھوں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اس میقات سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کی ہے آدمی نے کہا، اگر اس سے دور سے احرام باندھوں تو؟ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: یہ میں اچھا نہیں سمجھتا، تو اس آدمی نے کہا: اس میں آپ کیا برا سمجھتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ تمھارے فتنے میں پڑنے کا مجھے خوف ہے، اس آدمی نے کہا کہ خیر کے چاہنے میں فتنہ ہو سکتا ہے؟ تو امام مالک نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾ (النور:۶۳)

''پس چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں اور رسول کے حکم کی اس (بات) کہ انھیں دُنیا میں کوئی آزمائش یا آخرت میں دردناک عذاب پہنچے۔''

(۲) امام شافعی رحمہ اللہ:

امام شافعی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''اہل کلام کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے کہ کھجور کی شاخ سے ان کی پٹائی کی جائے، انھیں اونٹ پر سوار کر کے علاقوں اور قبیلوں میں گھمایا جائے اور اعلان کیا جائے کہ یہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر علم کلام سے جڑ جانے کا انجام ہے۔'' [2]

[1] الاعتصام: ۲/۳۵۔ [2] الحلیہ: ۹/۱۱۶۔

(۳) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''سنت کے اصول ہمارے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدہ منہج کو لازم پکڑنا، بدعات سے اجتناب کرنا کہ ہر بدعت گمراہی ہے جھگڑے اور بے جا مباحاثات سے دور رہنا اور اہل بدعت کی ہم نشینی سے احتراز کرنا نیز دین میں اختلاف اور جنگ وجدال سے بچنا ہے۔'' ❶

مزید امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اُصُوْلُ السُّنَّةِ عِنْدَنَا اَلتَّمَسُّكُ بِمَا كَانَ عَلَيْهِ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَالْاِقْتِدَاءُ بِهِمْ وَتَرْكُ الْبِدَعِ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.'' ❷

''اصول سنت ہمارے ہاں یہ ہے کہ صحابہ کرام کے طریقے کو لازم پکڑیں اور ان کی اقتداء کریں اور بدعت کو ترک کردیں کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔''

(۴) امام سفیان ثوری رحمہ اللہ:

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''اَلْبِدْعَةُ اَحَبُّ اِلٰی اِبْلِيْسَ مِنَ الْمَعْصِيَةِ لَاَنَّ الْمَعْصِيَةُ يُتَابُ مِنْهَا، وَالْبِدْعَةُ لَا يُتَابُ مِنْهَا.'' ❸

''شیطان کو بدعت نافرمانی وگناہ سے زیادہ محبوب وپسند ہے کیونکہ گناہ ونافرمانی سے توبہ کرلی جاتی ہے مگر بدعت سے توبہ اکثر طور پر نہیں کی جاتی۔''

مؤرخ اسلام علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ: ''جو شخص جان بوجھ کر بدعتی آدمی کی بات توجہ سے سنے وہ اللہ تعالیٰ کی (حفاظت) سے نکل گیا اور اپنے نفس کے سپرد کردیا گیا۔'' ❹

---

❶ شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة از لالکائی: ۱/۱۷۶.

❷ القول الرسمی، ص: ۱۳.

❸ منهج سلف صالحين، ص: ۱۱۱.

❹ سير أعلام النبلاء: ۷/۲۶۱.

سفیان ثوری رحمہ اللہ کا ہی ایک اور قول ہے: لکھتے ہیں ''جو شخص کسی بدعت کے بارے میں سنے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو اس بدعت کے متعلق مت بتائے، ان کی توجہ اس طرف مبذول نہ کروائے۔''

پھر امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''اکثر اسلاف اس قدر ڈراتے ہیں؛ ان کا خیال ہے کہ دل کمزور ہوتے ہیں اور شبہات ان میں جلدی داخل ہو جاتے ہیں۔''

(۵) سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ:

سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے کسی آدمی کو خط لکھا:

((سَلَامٌ عَلَیْكَ.))...... ''تجھ پر سلام وسلامتی ہو۔'' اس کے بعد میں تجھے اللہ کے دین پر کاربند رہنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع پر اکتفا کرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور اس سے بچنے کی جسے بعد والوں نے گھڑا ہے، آپ کی سنت جاری ہو چکی اور اس پر ہی تکلیف اُٹھانا کافی ہے، پھر یہ بات بھی تجھے ذہن نشین ہو جائے کہ جب بھی کوئی بدعت آتی ہے تو اس (بدعت) سے پہلے سنت چلی جاتی ہے، کیونکہ سنت وہ چیز ہے جس پر وہ لوگ چلے جو یہ جانتے تھے کہ اس (سنت) کے برعکس اور مقابل ومعارض جو چیز ہے وہ گمراہی، غلطی، جہالت اور حماقت وبے وقوفی ہے، اپنے نفس کو اس چیز پر راضی کر جس پر صحابہ نے اپنے نفسوں کو راضی کیا، بے شک انھوں نے علم کی بنا پر توقف اختیار کیا اور گہری بصیرت کی وجہ سے رُکے رہے۔ اور معاملات کا پردہ چاک کرنے پر زیادہ قادر تھے اور اگر اس میں فضیلت ہوتی تو وہ اس کے زیادہ مستحق وحق دار تھے، وہ تم سے پہلے گزرے ہیں اور اگر ہدایت وہ چیز ہے جس پر تم ہو تو کیا تم ہدایت میں ان سے بھی سبقت لے گئے ہو (اور ایسا نہیں ہو سکتا) تو پھر تم عذر پیش کرو کہ یہ معاملات ان کے بعد پیش آئے ہیں تو لامحالہ ان اُمور کو انھوں نے ہی گھڑا ہوگا، جو ان کے راستے کے علاوہ دوسرے راستے کی

پیروی کرتے ہیں اور خود کو ان سے بیزار سمجھتے ہیں۔ پس تحقیق ہم نے صفات کے بارے میں کلام کیا جو ان کے کلام کے علاوہ تھا تو وہ تقصیر و کمی اور توہین ہے اور کچھ ان سے آگے بڑھنے لگے یہ ان کے لیے قیامت کے دن حسرت ہوگی اور کچھ لوگوں نے ان سے کمی کی تو وہ (صراطِ مستقیم پر) قرار نہ پا سکے اور کچھ لوگوں نے ان سے نظریں پھیریں تو انھوں نے غلو کیا۔

اس کے باوجود کہ وہ صراط مستقیم پر تھے اگر تو یہ کہے فلاں فلاں آیت کہاں جائے گی؟ اور اللہ نے ایسے ایسے کیوں کہا؟ تحقیق انھوں نے بھی وہی پڑھا جو تم نے پڑھا اور ان کی تفسیر کو جانا جس کی تفسیر و تاویل سے تم نا آشنا و جاہل ہو پھر ان ساری باتوں کے بعد انھوں نے کہا ''ہدایت یافتہ وہی ہو سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق دے کیونکہ ہدایت کی توفیق دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور وہی جانتا ہے کہ ہدایت کے قابل کون ہے۔''[1]

(٦) حسان بن عطیہ رحمہ اللہ:

تابعی جلیل حضرت حسان بن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِي دِيْنِهِمْ إِلَّا نُزِعَ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلِهَا .''[2]

''جب بھی کوئی قوم دین میں بدعت ایجاد کرتی ہے تو ان میں سے اس کے مثل سنت اٹھالی جاتی ہے۔''

(٧) احمد بن سنان الواسطی رحمہ اللہ:

امام احمد بن سنان الواسطی (متوفی ۲۵۹ھ) فرماتے ہیں:

''دنیا میں جو بھی بدعتی ہے وہ اہل حدیث سے بغض رکھتا ہے اور آدمی جب بدعتی ہو جاتا ہے تو حدیث کی مٹھاس اس کے دل سے نکل جاتی ہے۔''[3]

---

[1] منہج سلف صالحین، ص: ۱۱۵، ۱۱۶. [2] سنن الدارمی: ۱/ ۵۸، رقم: ۹۸.

[3] معرفۃ علوم الحدیث للحاکم، ص: ۴.

(۸) ابوالفضل الھمدانی رحمہ اللہ :

الشیخ ابوالفضل الھمدانی نے فرمایا:

”بدعتی ٹولہ اسلام کے لیے ملحدین سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے کیونکہ ملحدین دین کو بیرونی ذرائع سے بگاڑنا چاہتے ہیں جب کہ بدعتی ٹولہ دین کو اندرونی طور پر بگاڑنا چاہتا ہے، ان کی مثال اس شہر والوں کی سی ہے جو شہر کے حالات کو بگاڑنا چاہتے ہیں اور ملحدین کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو باہر سے آکر ان کا ساتھ دیتے ہیں، تو اہل شہر قلعوں اور شہر کا دروازہ کھولتے ہیں، (تاکہ بیرونی مددگار بھی اندر داخل ہوسکیں) لہٰذا یہ ٹولہ اسلام کے لیے اندرونی دشمن ہونے کی وجہ سے زیادہ خطرناک ہے (یہ آستین کے سانپ ہیں)۔“ [1]

(۹) امام ابومحمد حسن بن علی البربہاری رحمہ اللہ :

امام بربہاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”وَهُمْ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، فَمَنْ لَمْ يَأْخُذْ عَنْهُمْ فَقَدْ ضَلَّ وَابْتَدَعَ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَالضَّلَالَةُ وَأَهْلُهَا فِي النَّارِ.“ [2]

”صحابہ کرام ہی اہل السنہ والجماعت ہیں جو ان سے دین کے معاملات میں رہنمائی نہیں لیتا، وہ گمراہ ہوگیا اس نے بدعت گھڑی ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی اور گمراہ دونوں جہنمی ہیں۔“

علامہ بربہاری رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ یہ بات آپ کے علم میں ہونی چاہیے کہ جب کبھی بھی لوگ بدعت گھڑتے ہیں تو نتیجتاً وہ اس کے بدلے میں اس جیسی ایک سنت کو چھوڑ دیتے ہیں، تو آپ من گھڑت امور سے بچیے کیونکہ ہر نیا کام من گھڑت اور بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا مرتکب جہنم میں جائے گا۔ [3]

---

[1] الموافقات: ۱/ ۵۱.
[2] منهج سلف صالحين، ص: ٦٢.
[3] منهج سلف صالحين، ص: ١١٠.

علامہ بربہاری رحمہ اللہ ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ:

”وَاحْذَرْ صِغَارَ الْمُحْدِثَاتِ مِنَ الْأُمُوْرِ، فَإِنَّ صَغِيْرَ الْبِدَعِ يَعُوْدُ حَتّٰى يَصِيْرَ كَبِيْرًا.“ ❶

”چھوٹی چھوٹی بدعتوں سے بھی بچو کیونکہ چھوٹی بدعتیں ہی چلتے چلتے بڑی ہوجاتی ہیں۔“

امام بربہاری رحمہ اللہ آگے مزید فرماتے ہیں کہ:

”اسی طرح ہر وہ بدعت جو اس امت کے اندر پیدا ہوتی ہے وہ ابتدا میں چھوٹی تھی اور حق کے متشابہ تھی جو اس میں داخل ہوا، اس نے اس سے دھوکہ کھایا پھر اس بدعت سے نکلنے کی اس میں ہمت نہ رہی، پھر یہ بڑھتے بڑھتے ایک الگ دین بن گیا جس کو اس نے اختیار کیا تو اس نے صراطِ مستقیم کی مخالفت کی۔“ ❷

(۱۰) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اہل بدعت کی یہ عادت ہے کہ وہ کتاب وسنت اور آثار صحابہ وتابعین پر کاربند نہیں ہوتے، بلکہ ان کا اعتماد و بھروسہ عقل اور لغت عرب پر ہے، ان کا اعتماد ایسی کتبِ تفسیر پر نہیں ہوتا جو احادیث اور آثارِ صحابہ اور تفسیر بالماثور پر مشتمل ہیں بلکہ اس کی بجائے ان کا بھروسہ کتب ادب و کتب کلام پر ہے جن کتب کو ان کے بڑوں نے لکھا ہے، یہ طریقہ تو ملحد و بے دین لوگوں کا ہے جو کتب فلسفہ وکلام اور کتب لغت کی باتوں کو لیتے ہیں، لیکن کتب احادیث وآثار صحابہ حتیٰ کہ قرآن کی طرف بھی التفات تک نہیں کرتے، یہ لوگ نصوصِ انبیاء علیہم السلام سے بھی انحراف واعراض کرتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک تو یہ نصوص (بے فائدہ ہیں) علم کا فائدہ تک نہیں دیتیں۔“ ❸

---

❶ منہج سلف صالحین، ص: ۱۱۲۔ ❷ منہج سلف صالحین، ص: ۱۱۴، ۱۱۵۔
❸ منہج سلف صالحین، ص: ۱۳۸۔

(۱۱) علامہ ابن قیم رحمہ اللہ:

علامہ ابن القیم نے لکھا ہے: ''کہ شیطان کا ایک مکر یہ بھی ہے کہ اس نے عوام کو ایک مذہبی لباس، ایک ہیئت اور ایک ہی قسم کے چال چلن اور ایک ہی متعین شیخ اور متعین مذہب کی پابندی کا ایسا عادی بنا دیا ہے کہ لوگ اسے دینی فریضہ کی طرح اختیار کر چکے ہیں اور اس متعین دائرے سے نکلنے کو دین سے نکل جانے کے برابر سمجھتے ہی اور جو لوگ اس تنگ مذہبی دائرے سے نکلنا چاہتے ہیں یا نکل جاتے ہیں، یہ انھیں خارجی اور بے مذہب ہونے کا طعنہ دیتے ہیں، جیسے مقلدین مذاہب اور صوفیاء کے مریدوں کا حال ہے کہ وہ اپنے سلسلوں آسمان سے اترا ہوا دائرہ سمجھتے ہیں اور نقش بندی یا سہروردی یا شاذلی یا تیجانی یا قادری سلسلہ سے باہر رہنے والوں کو دائرہ حق سے باہر سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں نے شریعت وطریقت کے نام پر چند موہوم اور من گھڑت رسوم وعادات کو دین کا نام دے کر اپنا لیا ہے۔ جن کا دینی حقائق اور کتاب وسنت سے دور کا واسطہ بھی نہیں، جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو تلاش کریں گے اور ان خرافات سے اس کا مقابلہ کریں گے ان پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور شریعت ربانی کے درمیان اہل بدعت وضلالت کے من گھڑت رسم ورواج میں زمین وآسمان اور سیاہ وسفید بلکہ رات اور دن کا فرق ہے۔''[1]

علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

> ''مقصود ومطلوبِ شریعت یہ ہے کہ آلاتِ موسیقی اور شراب کے برتنوں کو توڑنے کی بنسبت ان کتب کو جلانا، تلف کرنا اور ختم کرنا زیادہ افضل ہے جن میں جھوٹ اور بدعات بھری پڑی ہیں کیونکہ ان کا نقصان ان سے زیادہ ہے اور جس طرح آلاتِ موسیقی، شراب کی بھٹی اور برتنوں کے توڑنے پر کوئی کفارہ اور تاوان نہیں اسی طرح ان کتب کے ختم کرنے پر بھی کوئی کفارہ وتاوان نہیں ہے۔''[2]

---

[1] اغاثۃ اللھفان: ۱/ ۱۶۵۔

[2] الطرق الحکمیہ، ص: ۲۸۴۔

(۱۲) امام شاطبی رحمہ اللہ:

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ بات (روز روشن کی طرح) ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اس وقت تک موت نہیں آئی کہ جب تک انھوں نے ان تمام دینی و دنیاوی امور کو بیان نہیں کر دیا، جن کی طرف (بندہ) محتاج ہو سکتا ہے اور یہ بات مسلّم ہے کہ اہل السنہ میں سے اس کی مخالفت کرنے والا کوئی نہیں ہے اگر معاملہ اس طرح مانیں، اس طرح بدعتی لوگ کہتے ہیں تو گویا وہ اپنی زبان حال یا واضح طور پر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ شریعت مکمل نہیں ہے، بلکہ شریعت میں کچھ ایسی چیزیں باقی رہ گئی ہیں جن کا جاننا واجب یا مستحب ہے کیونکہ اگر ان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ شریعت مکمل واکمل اور اتم ہے تو یہ دین میں بدعتیں نہ گھڑتے اور نہ ہی استدراک کی ہر لحاظ سے کوششیں کرتے، جو شخص یہ بات کہتا ہے وہ صراط مستقیم سے بھٹک چکا ہے۔'' [1]

علامہ شاطبی مزید فرماتے ہیں کہ:

یہ شریعت کے مخالف اور دشمن ہیں کیونکہ اللہ ربّ العزت نے بندے کے لیے مخصوص مطالب وطرق خاص وجوہات کی بنا پر متعین کیے ہیں اور اللہ نے مخلوق کو پابند کر دیا ہے امر (حکم) دینے کے (ذریعے) اور نہی کے ذریعے اور وعدہ (جنت کی بشارت) کے ذریعے اور وعید (عذاب سے ڈرانے) کے ذریعے اور پھر بتا دیا کہ خیر اس میں ہے اور شر اس سے آگے بڑھ کر دوسروں کی طرف متوجہ ہونے میں ہے کیونکہ اللہ ذوالجلال والاکرام جانتا ہے ہم نہیں جانتے اور اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ مگر بدعتی ان تمام باتوں کو ٹھکرا کر یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے علاوہ کچھ اور بھی یہاں طرقِ خیر موجود ہیں۔ [2]

---

[1] منہج سلف صالحین، ص: ۸۷۔

[2] الاعتصام: ۱/ ۴۹۔ منہج سلف صالحین، ص: ۸۸۔

(۱۳) فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ:

فضیلۃ الشیخ اپنی کتاب ''بدعت'' میں رقمطراز ہیں:

- بعض بدعتیں صراحتاً کفر ہیں، جیسے صاحب قبر سے قرب حاصل کرنے کے لیے قبروں کا طواف کرنا اور ان پر ذبیحے اور نذر و نیاز پیش کرنا، ان سے مرادیں مانگنا اور فریادرسی کرنا۔
- اور بعض بدعتیں وسائل شرک میں سے ہیں جیسے قبروں پر عمارتیں تعمیر کرنا اور وہاں نماز پڑھنا اور دعائیں مانگنا۔
- اور بعض بدعتیں معصیت و نافرمانی کی ہیں جیسے شادی و بیاہ سے کنارہ کشی اور دھوپ میں کھڑے ہو کر روزہ رکھنے کی بدعت اور شہوت جماع ختم کرنے کی غرض سے خصی کرنے کی بدعت۔

(۱۴) الشیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ:

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ بدعت کی حقیقت وشناعت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱: ہر وہ قول وفعل واعتقاد جو سنت کے معارض ومخالف ہو۔

۲: ہر وہ کام جو اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے کیا جائے حالانکہ شریعت نے اس سے منع کیا ہو۔

۳: ہر وہ عقیدہ جس کی شرعی دلیل موجود نہ ہو۔

۴: ہر وہ عبادت جس کی کیفیت صرف کسی ضعیف یا موضوع روایت میں پائی جاتی ہو۔

۵: ہر وہ عبادت جسے شریعت نے مطلق رکھا ہو مگر لوگوں نے اس پر قیود مثلاً زمان ومکان یا ہیئت وعدد کا اضافہ کر دیا ہو۔

۶: ہر وہ کام جو شرعی دلیل ہی سے ثابت ہو سکتا ہو مگر اس کی شرعی دلیل موجود نہ ہو، البتہ عمل صحابہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

۷: بعض علماء خصوصاً متاخرین نے جن اعمال کو بلا دلیل مستحب قرار دیا ہے۔

۸: عبادت میں غلو۔ [1]

---

[1] ملاحظہ ہو: أحکام الجنائز للألبانی، ص: ۱۴۲.

بدعت کے اسباب

فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان حفظہ اللہ اپنی کتاب بنام ''بدعت'' میں اسبابِ بدعت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

۱: دینی احکام سے لاعلمی وجہالت:

جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اور لوگ آثار رسالت سے دور ہوتے گئے، علم کم ہوتا رہا اور جہالت عام ہوتی گئی جیسا کہ اس کی خبر نبی کریم ﷺ نے اپنی اس حدیث میں دی ہے:

''تم میں سے زندہ رہنے والا شخص بہت سارے اختلافات دیکھے گا۔''

اور اپنے اس فرمان میں بھی:

''کہ اللہ تعالیٰ علم بندوں سے چھین کر نہیں ختم کرے گا بلکہ علماء کو ختم کرکے علم ختم کرے گا، یہاں تک کہ جب کسی عالم کو زندہ نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو رؤسا بنالیں گے اور یہ لوگ مسئلہ پوچھے جانے پر بغیر علم کے فتویٰ دیں گے تو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

تو علم اور علماء ہی بدعت کا منہ توڑ جواب دے سکتے ہیں اور جب علم وعلماء ہی کا فقدان ہوجائے تو بدعت کے پھلنے پھولنے اور بدعتیوں کے سرگرم ہونے کے مواقع میسر ہوجاتے ہیں۔

۲: خواہشات کی پیروی:

جو کتاب وسنت سے اعراض کرے گا وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرے گا، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ﴾ (القصص:۵۰)

’’اگر یہ تیری نہ مانیں تو تو یقین کرلے کہ یہ صرف اپنی خواہش کی پیروی کر رہے ہیں اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے؟ جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا بغیر اللہ کی رہنمائی کے۔‘‘

اور فرمایا:

﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ﴾

(الجاثیہ:۲۳)

’’کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے۔‘‘

اور یہ بدعتیں خواہشات کی پیداوار ہیں۔

۳: مخصوص لوگوں کی رائے کے لیے تعصب برتنا:

کسی کے رائے کی طرف داری کرنا یہ انسان اور دلیل کی پیروی و معرفت حق کے درمیان بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ﴾ (البقرہ:۱۷۰)

’’اور ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔‘‘

اور آج کل یہی حالت متعصبین کی ہے خواہ و مذہب و صوفیت کے بعض پیروکار ہوں یا قبوری حضرات جب انھیں کتاب و سنت کی پیروی اور ان دونوں کی مخالف چیزوں کو چھوڑنے کو

کہا جاتا ہے تو یہ حضرات اپنے مذاہب، مشائخ اور آباؤ اجداد کو دلیل بناتے اور بطور حجت پیش کرتے ہیں۔

۴: کافروں سے مشابہت اختیار کرنا:

کافروں سے مشابہت سب سے زیادہ بدعتوں میں مبتلا کرنے والی چیزوں میں سے ہے جیسا کہ ابوواقد اللیثی کی حدیث میں ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ حنین کی طرف نکلے اور ہمارے کفر کا زمانہ ابھی قریب ہی تھا، مشرکوں کے لیے ایک بیری کا درخت تھا جہاں یہ لوگ ٹھہرتے تھے اور جس کے ساتھ اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے، جسے ذات انواط کہا جاتا تھا تو ہمارا گزر بیری کے پاس سے ہوا، ہم لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ذات انواط بنا دیجیے جیسا کہ ان کے لیے ذات انواط ہے، رسول اللہ ﷺ نے تعجب کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ اکبر''، یہی سنتیں ہیں، کہا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم لوگوں نے ویسے ہی کہا ہے جیسے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا:

﴿اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾

(الاعراف: ۱۳۸)

''ہمارے لیے بھی ایک ایسا معبود مقرر کر دیجیے جیسے ان کے یہ معبود ہیں، آپ نے فرمایا کہ واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے۔''

اس حدیث میں واضح بیان ہے کہ کفار کی مشابہت ہی نے بنی اسرائیل اور بعض صحابہ کو اس بات پر ابھارا کہ وہ اپنے نبی سے ایسا غلط مطالبہ کریں کہ وہ ان کے لیے اللہ کو چھوڑ کر ایک ایسا معبود مقرر کر دیں جس کی وہ پرستش کریں اور اس سے تبرک حاصل کریں۔

اور یہی آج حقیقت میں ہو رہا ہے اس لیے کہ اکثر مسلمانوں نے شرک و بدعت کے ارتکاب میں کافروں کی روش اپنائی ہوئی ہے جیسے برتھ ڈے منانا، مخصوص اعمال کے لیے دنوں اور ہفتوں کی تعین، یادگاری چیزوں اور دینی مناسبتوں سے جلسے جلوس منعقد کرنا، یادگاری تصویریں و مجسّمے قائم کرنا، ماتم کی محفلیں منعقد کرنا، جنازے کی بدعتیں اور قبروں پر تعمیر وغیرہ۔

۵: آباؤ اجداد کی اندھی تقلید:

بدعت کے اسباب میں سے تقلید آباء بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ﴾ (البقرہ: ۱۷۰)

''اور جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ نے جو نازل فرمایا ہے اس کی اتباع کرو، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اس کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء کو پایا، تو کیا اگر چہ اُن کے آباء کچھ نہ سمجھتے ہوں اور نہ راہِ راست پر ہوں (اُنھی کی اتباع کریں گے؟)''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں بغیر حجت و برھان آباء واجداد کی اتباع سے روکا ہے جو درحقیقت شیطان ہی کی اتباع ہے۔

اس آیت میں اس بات پر سخت نکیر کی گئی ہے کہ صریح قرآن اور صحیح سنت کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کی بات مانی جائے، اور قرآن وسنت کے مقابلے میں اسے دلیل بنایا جائے، اور حجت یہ پیش کی جائے کہ ہمارے امام، ہمارے مرشد، ہمارے بزرگ، اور ہمارے فقیہ زیادہ سمجھتے تھے، اور یقینا یہ حدیثیں ان کے علم میں رہی ہوں گی، لیکن کسی اقویٰ دلیل ہی کی وجہ سے انھوں نے ان حدیثوں کا انکار کیا ہوگا۔

اور ستم بالا ستم یہ کہ ان حضرات نے انکار احادیث کے ان واقعات سے فقہی اصول کشید کیے اور اپنی کتابوں میں مدوّن کر دیا کہ جب بھی کوئی حدیث ان اصولوں کے خلاف پڑے گی اسے ردّ کر دیا جائے گا، اس لیے کہ یا تو وہ ضعیف ہوگی، یا مرجوح یا منسوخ ہوگی۔ قرآن وسنت کے حق میں اس جرم عظیم کا بدترین نتیجہ یہ سامنے آیا کہ امت کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بہت سی کمزور اور واہیات قسم کی حدیثیں رائج ہوگئیں، اور وہ صحیح حدیثیں جو بخاری ومسلم نے روایت کی ہیں اور جن پر عمل نہ کرنے کا کوئی جواز امت کے پاس موجود نہیں، سینکڑوں سال سے مسلمانوں کا منہ تک رہی ہیں، اور پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ ہم پر عمل کرو، ہم اللہ کے رسول کی صحیح احادیث ہیں، لیکن مقلدین انھیں درخورِ اعتناء نہیں سمجھتے۔

اسلام میں تمام گمراہ فرقوں کا وجود، شرک و بدعت کا رواج، قبروں، مزاروں اور درگاہوں کی پرستش اور عقائد کی تمام بیماریاں اسی چور دروازے سے داخل ہوئی ہیں کہ قرآن وسنت کو ترک کر کے اپنے بزرگوں، پیروں، مشائخ اور خود ساختہ معبودوں کی بات کو ترجیح دی، ان کی تقلید کی اور کہا کہ یہ حضرات جو کرتے آئے ہیں آخران کے پاس بھی تو کوئی دلیل رہی ہوگی، اس لیے ہم وہی کریں گے جو ہمارے بزرگ کرتے آئے ہیں اور ان حدیثوں کو ہم نہیں مانیں گے اس لیے کہ ہم اپنے بزرگوں سے زیادہ فہم نہیں رکھتے۔ یہ روش مشرکین مکہ کی تھی۔

مشرکین مختلف شرکیہ اعمال میں مبتلا تھے، ان سے جب کہا جاتا کہ تم لوگ اپنے آباؤ اجداد کی تقلید چھوڑ دو جنھوں نے اللہ کے بارے میں افترا پردازی کی تھی، اور اللہ اور اس کے رسول کے کہے پر عمل کرو، تو وہ فوراً بول اٹھتے کہ ہم تو اپنے آباؤ اجداد ہی کی تقلید کریں گے، اس کا جواب اللہ نے دیا کہ کیا باپ دادوں کی تقلید ان کے لیے کافی ہوگی، چاہے ان کے وہ باپ دادا حق کو جانتے اور پہچانتے نہ ہوں۔

﴿وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَی الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ۝﴾

(المائدہ:۱۰۴)

’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نازل کردہ کتاب اور رسول کی طرف آجاؤ، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے جس دین وعقیدہ پر اپنے آباؤ اجداد کو پایا، وہی ہمارے لیے کافی ہے، کیا (وہ اسی پر قائم رہیں گے) اگرچہ ان کے آباؤ اجداد نہ کچھ جانتے رہے ہوں اور نہ راہ ہدایت پر رہے ہوں۔‘‘

مشرکین کے فعل شنیع پر مزید نکیر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے پاس فرشتوں اور بتوں کی عبادت و پرستش کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، صرف یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباء واجداد کو اسی دین پر عمل کرتے پایا ہے، لہٰذا ہم بھی اسی دین پر قائم رہیں گے:

﴿اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ۝ بَلْ قَالُوْۤا اِنَّا وَجَدْنَاۤ

اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ وَ كَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝﴾ (الزخرف: ۲۱ تا ۲۲)

''کیا ہم نے انھیں قرآن سے پہلے کوئی کتاب دی تھی جس سے وہ چمٹے ہوئے ہیں، بلکہ اُن کا کہنا ہے کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر چلتے پایا ہے، اور ہم یقیناً اُنھی کے نقش قدم کی پیروی کرتے رہیں گے۔ اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا (نبی) بھیجا، تو ان کے عیش پرستوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر چلتے پایا ہے، اور ہم یقیناً اُنھی کے نقش قدم پر چلتے رہیں گے۔''

۶: کفار کی مشابہت اختیار کرنا:

بنی اسرائیل جو فرعون کی غلامی سے آزاد ہونے اور سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے سمندر پار کرنے کے بعد جزیرہ نمائے سینا کے جنوبی علاقے کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ان کا گزر ایسی قوم کے پاس سے ہوا جو بتوں کی پرستش کرتی تھی۔ انھیں دیکھ کر بنی اسرائیل نے سیّدنا موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ہمیں بھی ایک ایسا ہی بت چاہیے جس کے سامنے جھکیں۔

﴿وَ جٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۚ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ﴾

(الاعراف: ۱۳۸)

''اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر عبور کرا دیا، تو ان کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو اپنے بتوں کی عبادت کر رہے تھے، انھوں نے کہا، اے موسیٰ، جس طرح ان کے کچھ معبود ہیں، آپ ہمارے لیے بھی معبود بنا دیجیے، موسیٰ نے کہا کہ واقعی تم لوگ بالکل نادان ہو۔''

مفسر بغوی نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں کوئی شبہ نہیں تھا، بلکہ ان

کا مقصد یہ تھا کہ ان بت پرستوں کی طرح ان کے لیے بھی کوئی ایسی چیز ہونی چاہیے جس کی تعظیم کر کے اللہ کا قرب حاصل کریں، اپنی شدت جہالت کی وجہ سے سمجھ بیٹھے تھے کہ اس سے ان کے دین وایمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ انتہی (تفسیر بغوی)

امام احمد، ترمذی اور ابن جریر وغیرھم نے ابوواقد اللیثی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوۂ حنین کے لیے نکلے تو ایک درخت کے پاس سے گزرے جس پر مشرکین اپنے ہتھیار لٹکایا کرتے تھے، اس لیے اسے ''ذاتِ انواط'' کہا کرتے تھے، تو صحابہ میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ایک ایسا ہی ''ذات انواط'' بنا دیجیے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سبحان اللہ! یہ تو وہی قوم موسیٰ کی بات ہے کہ بت پرستوں کے معبودوں کی طرح ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دیجیے۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم لوگ گذشتہ قوموں کی راہ پر ضرور چلو گے۔''[1]

یہی وجہ ہے کہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مقام حدیبیہ کے اس درخت کو کٹوا دیا تھا جس کے نیچے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے بیعت لی تھی، جسے بیعۃ الرضوان کہا جاتا ہے۔ امام ابوبکر طرطوش مالکی لکھتے ہیں کہ اگر تم کوئی ایسا درخت دیکھو جس کی لوگ زیارت اور تعظیم کرتے ہوں، اسے شفایابی کا سبب مانتے ہوں، اور اس میں کیلیں ٹھونکتے ہوں اور کپڑے کے ٹکڑے لٹکاتے ہوں، تو اسے کاٹ دو، کیونکہ وہ ''ذات انواط'' ہے۔[2]

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اپنے سے پہلے لوگوں کی ضرور بالضرور بالشت اور ہاتھ کی حد تک پیروی کرو گے یہاں تک کہ اگر وہ سانڈھے کے بل میں گھس گئے تو تم بھی ان کے پیچھے چلو گے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کہتے ہیں کہ) ہم نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! کیا پہلے لوگوں سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تو پھر اور کون ہیں؟[3]

---

[1] تفسیر ابن جریر: ۱۳/ ۸۲۔ سنن ترمذی، کتاب الفتن، رقم: ۲۱۸۰.

[2] تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۳۹۵، ۳۹۶.

[3] صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، رقم: ۷۳۲۰.

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَيَاْتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِيْ كَمَا اَتٰى عَلٰى بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ، وَاِنَّ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَّتَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلٰثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِى النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً، قَالُوْا: مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ.)) [1]

''سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری امت پر ایسا وقت آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا۔ جس طرح جوتا جوتے کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں سے علانیہ بدکاری کی ہوگی تو میری امت کے (کچھ بدنصیب) لوگ بھی ایسا ہی کریں گے، اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری اُمت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی، ایک کے سوا سب دوزخ میں جائیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: یارسول اللہ! وہ (نجات پانے والی) کون سی جماعت ہے؟ فرمایا: جو میرے اور میرے اصحاب کے طریق پر ہوگی۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اور ایسی ہی وہ چیزیں ہیں جو بعض لوگ گڑھ کر مناتے ہیں یا میلاد عیسیٰ علیہ السلام میں نصاریٰ کی مشابہت کرتے ہوئے اور یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم میں آپ کی عید مناتے ہیں، حالانکہ آپ کی تاریخ پیدائش میں لوگوں کا اختلاف ہے کیونکہ اسے سلف کرام نے نہیں کیا ہے اگر اس کا کرنا محض خیر ہوتا یا کرنا راجح ہوتا تو سلف صالحین رحمہم اللہ ہم سے زیادہ اس کے حقدار ہوتے، کیونکہ وہ لوگ ہم سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور تعظیم کرنے والے تھے اور وہ لوگ خیر کے زیادہ حریص

---

[1] مستدرك حاكم: ۱/۱۲۹۔ سنن ترمذی، كتاب الايمان، رقم: ۲۶۴۱۔ واللفظ له، مشكوٰة، رقم: ۱۷۱۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۱۳۴۸۔

تھے اور نبی کریم ﷺ کی محبت اور تعظیم آپ کی متابعت وفرماں برداری، نیز آپ کے حکم کی پیروی، آپ کی سنت کے احیاء ظاہری اور باطنی طور پر، آپ کی دعوت کو عام کرنے اور اس پر دل، ہاتھ اور زبان سے جہاد کرنے ہی میں ہے، کیونکہ یہی طریقہ مہاجرین وانصار سابقین اوّلین کا ہے اور ان لوگوں کا بھی ہے جنھوں نے اچھائی کے ساتھ اس کی پیروی کی۔'' [1]

۷: غلو:

اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو دین میں غلو کرنے سے منع فرمایا ہے، اس لیے کہ ہر دور میں یہ برائی ان کے اندر دوسروں کی بہ نسبت زیادہ پائی گئی۔ انھوں نے دین میں رہبانیت اور عورتوں سے کنارہ کشی کو ایجاد کیا، اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا مقام دیا، بلکہ اپنے علماء اور راہبوں تک کو اپنا معبود بنالیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴾ (النساء: ۱۷۱)

''اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو، اور اللہ کی شان میں حق بات کے علاوہ کچھ نہ کہو، مسیح عیسیٰ بن مریم صرف اللہ کے رسول تھے، اور اس کا کلمہ، جسے اس نے مریم کی طرف پہنچادیا، اور اس کی طرف سے ایک روح، پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ، اور تین معبودوں کے قائل نہ بنو، اس سے باز آجاؤ، اسی میں تمھاری بہتری ہے، بے شک اللہ اکیلا معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کی اولاد ہو، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اسی کی ملکیت ہے، اور اللہ

[1] اقتضاء الصراط المستقیم: ۶۱۵/۲.

بحیثیت کارساز کافی ہے۔"

سورۃ التوبہ میں ارشاد فرمایا:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللهُ ۚ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ○ اتَّخَذُوٓا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوٓا إِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ○ (التوبۃ: ۳۰ تا ۳۱)

"اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں، اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں، یہ اُن کے منہ کی بکواس ہے، ان لوگوں کے قول کی مشابہت اختیار کرتے ہیں جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا تھا، اللہ انھیں ہلاک کر دے، کس طرح حق سے پھرے جا رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے بجائے معبود بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انھیں تو صرف ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔"

امام احمد، ترمذی اور ابن جریر وغیرھم نے سیّدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو ان کی گردن میں چاندی کا صلیب لٹک رہا تھا (انھوں نے جاہلیت کے زمانہ میں عیسائیت کو قبول کرلیا تھا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت پڑھی: "اتَّخَذُوٓا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللهِ" "تو میں نے کہا کہ عیسائیوں نے اپنے عالموں کی عبادت تو نہیں کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، انھوں نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنایا، تو لوگوں نے ان کی بات مانی اور ان کی پیروی، یہی ان کی عبادت ہے۔ [1]

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ممبر پر یہ فرماتے

---

[1] مسند أحمد: ۴/۳۷۸۔ سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، رقم: ۳۰۹۵۔ تفسیر طبری: ۱۴/۲۱۲۔ محدث البانی نے اسے "حسن" قرار دیا ہے۔

سنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُوْلُوْا: عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ.)) [1]

''مجھے نصاریٰ کی طرح نہ بڑھانا جیسا کہ انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں کیا میں تو اللہ کا نبی اور اس کا رسول ہوں۔''

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

((إِیَّاکُمْ وَالْغُلُوَّ فِی الدِّیْنِ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمُ الْغُلُوُّ فِی الدِّیْنِ.)) [2]

''دین میں غلو سے بچو، پس تم سے پہلے لوگوں کو غلو فی الدین نے برباد کردیا تھا۔''

علامہ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے غلو کو کبائر میں شمار کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''مخلوق کے بارے میں غلو کرنا حتیٰ کہ اس کے مقام سے تجاوز کیا جائے اور بعض اوقات یہ غلو گناہ کبیرہ سے شرک کی طرف لے جاتا ہے۔'' [3]

سیّدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میری اُمت کے دو قسم کے افراد کے حق میں میری شفاعت قبول نہیں ہوگی: (۱) انتہائی ظالم حکمران اور (۲) غلو کرتے کرتے دائرہ مذہب سے خارج ہوجانے والا۔'' [4]

مولانا حالی نے کہا:

تم اوروں کی مانند دھوکا نہ کھانا
کسی کو خدا کا بیٹا نہ بنانا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب أحادیث الانبیاء، رقم: ۳۴۴۵.

[2] مسند احمد، رقم: ۲۴۷، ۲۱۵.

[3] اعلام الموقعین: ۴/۴۰۷.

[4] سلسلہ احادیث صحیحہ، رقم: ۴۷۰۔ المعجم الاوسط للطبرانی، رقم: ۶۴۴.

میری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا
بڑھا کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا
سب انسان ہیں واں جس طرح سرفگندہ
اسی طرح ہوں میں بھی ایک اس کا بندہ
بنانا نہ تربت کو میری صنم تم
نہ کرنا میری قبر پس سر خم تم

۸: استدلالات فاسدہ واتباع متشابہات:

استدلالاتِ فاسدہ اور اتباع مشابہات بھی بدعات کے اسباب ومحرکات میں سے ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''يَطْلُبُوْنَ الدُّنْيَا وَقَدِ اعْتَادُوْا تَقْلِيْدَ السَّلَفِ وَأَعْرَضُوْا عَنْ نُصُوْصِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَتَمَسَّكُوْا بِتَعَمُّقِ عَالِمٍ وَتَشَدُّدِهِ وَاِسْتِحْسَانِهِ فَاعْرَضُوْا كَلَامَ الشَّارِعِ الْمَعْصُوْمِ وَتَمَسَّكُوْا بِأَحَادِيْثَ مُوْضُوْعَةٍ وَتَاوِيْلَاتٍ فَاسِدَةٍ، كَانَتْ سَبَبُ هَلَاكِهِمْ.''[1]

''اگر تم یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو (ہمارے زمانے کے) علمائے سوء کو دیکھو، جو دنیا کی طلب اور (اپنے) سلف کی تقلید پر جمے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ کتاب وسنت کی نصوص (دلائل) سے منہ پھیرتے اور کسی (اپنے پسندیدہ) عالم کے تعمق، تشدد اور استحسان کو مضبوطی سے پکڑے بیٹھے ہیں۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو معصوم ہیں، کے کلام کو چھوڑ کر موضوع روایات اور فاسد تاویلوں کو گلے سے لگا لیا ہے۔ اسی وجہ سے یہ لوگ ہلاک ہو گئے ہیں۔''

جن لوگوں کے دلوں میں کفر ونفاق ہے، وہ متشابہ آیتوں کے درپے ہوتے ہیں، تاکہ لوگوں کو شبہات میں مبتلا کرسکیں، اپنے باطل عقائد ونظریات پر فاسد تاویلات کے ذریعہ ان سے

[1] الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، ص: ۱۰، ۱۱.

استدلال کرسکیں، اور اسلام میں بدعتوں کو رواج دے سکیں۔ ایسے لوگ یقیناً بیمار عقل والے ہوتے ہیں جو مشتبہ آیتوں کی تلاش میں ہوتے ہیں، تاکہ اپنے باطل افکار کی تائید میں کوئی دلیل لاسکیں، اور مسلمانوں میں شر اور فتنہ پھیلا سکیں۔

﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ؀﴾

(آل عمران:۷)

''پس جن لوگوں کے دلوں میں کھوٹ پن ہوتا ہے وہ فتنہ انگیزی کی غرض سے اور (اپنی خواہش نفس کے مطابق) تاویل کی غرض سے انہی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، حالانکہ ان کی تاویل اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اور راسخ علم والے کہتے ہیں کہ ہم اُن پر ایمان لے آئے، سب ہمارے ربّ کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف عقل والے حاصل کرتے ہیں۔''

۹: تعصبِ مذہبی:

تعصب بہت بُری چیز ہے، اس کی وجہ سے اُمت مختلف گروہوں اور فرقوں میں بٹ گئی اور اس کی بنا پر دوستی یا دشمنی کی جانے لگی۔ حالانکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠﴾ (آل عمران:۱۰۳)

''اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور فرقوں میں مت بٹو۔''

تعصب سے افتراق وعداوت اس حد تک بڑھ گئی کہ بعض اصحاب مذہب نے مخالف مذہب کی لڑکی یا اس کے عکس سے نکاح کو ناجائز قرار دیا ہے اور بعض نے مخالف مذہب کی لڑکی کو یہودی یا نصرانی عورت کی طرح سمجھ کر نکاح کو جائز قرار دیا۔ اسی طرح مخالف مذہب کے امام کے پیچھے نماز کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔

چنانچہ ابن ھمام حنفی رقمطراز ہیں کہ: ''ابوالیسر نے کہا ہے: کہ حنفی آدمی کی صلاۃ شافعی کے

پیچھے جائز نہیں! اس کی وجہ یہ ہے کہ مکحول نخعی نے اپنی کتاب ''یشفاع'' میں رقم کیا ہے کہ رکوع کو جاتے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ یہ عمل کثیر ہے۔ ❶

شیخ محمد حیات سندھی حنفی نے کہا ہے:

''ہمارے اہل زمانہ نے جو خاص مذہب کے التزام کی بدعت ایجاد کی ہے کہ ہر ایک کسی ایک مذہب سے منتقل ہو کر دوسرے مذہب میں جانے کو ناجائز کہتا ہے۔ تو یہ جہالت، بدعت اور ظلم ہے۔ ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو صحیح غیر منسوخ احادیث کو چھوڑ کر جن مذاہب کی کوئی سند نہیں انھی سے تمسک کرتے ہیں۔'' اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ❷

اسی تعصب مذہبی کے نتیجے میں ہی لوگوں نے مسجد الحرام کو چار یا پانچ مصلوں میں بانٹ رکھا تھا۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گزرا ہے۔

یہ ملّاں کافروں کو دولت اسلام کیا دے گا
اسے کافر بنانا بس مسلمانوں کو آتا ہے
تعصب نے اس صاف چشم کو آکر
کیا بغض کے خارو خس سے مکدر

۹: بدعتی لوگوں کی ہم نشینی:

ابتلائے اسلام میں مشرکین مکہ صحابہ کرام کو قرآن پڑھتے دیکھتے تو مذاق اُڑاتے، اور باتیں بناتے، انھی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کو منع کیا کہ کفار جب قرآن کا مذاق اڑا رہے ہوں تو ایسی مجلسوں سے اُٹھ جائیں، یہاں تک کہ وہ لوگ کوئی اور بات کرنے لگیں:

﴿ وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ

❶ فتح القدير: ۱/ ۳۱۰۔ ❷ ايقاظ همم أولي الأبصار، ص ۷۰۔

حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۞﴾ (الانعام:٦٨)

''اور جب آپ اُن لوگوں کو دیکھئے جو ہماری آیتوں کے خلاف باتیں بناتے ہیں، تو آپ ان سے اعراض کیجیے، یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کوئی اور بات کرنے لگیں، اور اگر شیطان آپ کو بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھئے۔''

اور جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت کر کے مدینہ شریف پہنچے، تو وہاں بھی جب کفار اور منافقین کا ایسا ہی رویہ تھا کہ وہ لوگ قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ایسی مجلسوں سے اجتناب کرنے کا حکم دیا، جیسا کہ سورۂ نساء میں آیا ہے:

﴿وَ قَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۞﴾ (النساء:١٤٠)

''اللہ نے قرآن میں تمھارے لیے اتارا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے، اور اس کا مذاق اُڑایا جا رہا ہے، تو اُن کے ساتھ نہ بیٹھو، یہاں تک کہ اس کے علاوہ کوئی اور بات کرنے لگیں، ورنہ تم انھی کے جیسے ہو جاؤ گے۔''

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ حکم عام ہے، اور اُمت مسلمہ کے ہر فرد کا فرض ہے کہ جہاں کہیں بھی اسلام کا یا قرآن وسنت وغیرہ کا مذاق اُڑایا جا رہا ہو، یا بدعت وخرافات کی طرف دعوت دی جا رہی ہو اس مجلس کا بائیکاٹ کرے، ورنہ اس پر بھی وہی حکم لگے گا جس کا بیان ابھی سورۂ نساء کے آخر میں گزرا کہ ''اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ'' ''تم بھی ان کے مانند ہو جاؤ گے۔''

محمد بن سیرین رحمہ اللہ اسی آیت کریمہ کی روشنی میں اہل بدعت سے مجالست کو مردود قرار دیتے تھے، اور فرماتے کہ یہ آیت انھی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ [1]

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جو شخص اہل بدعت کی مجلس اختیار کرتا ہے۔ اسے

---

[1] سیر أعلام النبلاء: ٦١٠/٤.

حکمت وبصیرت نہیں ملتی۔ ❶

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِیْسِ السُّوْءِ کَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْکِیْرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا أَنْ یُّحْذِیَكَ، وَاِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهَ، وَاِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِیْحًا طَیِّبَةً، وَنَافِخُ الْکِیْرِ اِمَّا أَنْ یُحْرِقَ ثِیَابَكَ، وَاِمَّا أَنْ تَجِدَ رِیْحًا خَبِیْثَةً.)) ❷

''نیک ہم نشین اور بُرے ہم نشین کی مثال مشک فروش اور آگ کی بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے۔ مشک فروش یا تو آپ کو مشک ہدیہ میں دے دے گا، یا آپ اس سے خرید لیں گے، یا کم از کم تمھیں اس سے پاکیزہ خوشبو ضرور ملے گی۔ اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمھارے کپڑے جلا دے گا، یا کم از کم تمھیں اس سے بدبو ملے گی۔''

۱۰: تصوف:

یہ معاملے ہیں نازک، جو تیری رضا ہو تو کر
کہ مجھے تو خوش نہ آیا یہ طریق خانقاہی

تصوف بدعت کی جڑ ہے۔ ائمہ ہدیٰ نے اس سے بڑا ڈرایا ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ انسان غیر محسوس طریقے سے گمراہی میں چلا جاتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لَوْ اَنَّ رَجُلًا تَصَوَّفَ أَوَّلَ النَّهَارِ لَا یَأْتِي الظُّهْرُ حَتّٰی یَصِیْرَ أَحْمَقَ.))

''اگر کسی نے شروع دن میں صوفیانہ زندگی اختیار کر لی تو وہ دوپہر تک احمق ہو جائے گا۔''

---

❶ سیر أعلام النبلاء: ۸/۴۳۰.

❷ صحیح البخاری: کتاب الذبائح والصید، باب السمك، حدیث رقم: ۵۵۳۴۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب مجالسة الصالحین....، حدیث رقم: ۲۶۲۸، بروایت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ.

مزید فرماتے ہیں:

((مَا لَزِمَ أَحَدًا الصوفيين أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فَعَادَ عَقْلُهُ.))

''جس کسی نے متواتر چالیس دن تک کسی صوفی کی صحبت اختیار کی تو اس کی عقل دوبارہ لوٹ کر نہیں آئے گی۔''

اور امام السنہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((حَذِّرُوْا مِنَ الْحَارِثِ أَشَدَّ التَّحْذِيْرِ، الْحَارِثُ أَصْلُ الْبَلْبَلَةِ يَعْنِيْ فِي حَوَادِثِ كَلَامِ جَهْمٍ، ذَاكَ جَالِسُهُ فُلَانٌ وَفُلَانٌ وَأَخْرَجَهُمْ إِلَى رَأْيِ جَهْمٍ مَا زَالَ مَأْوَى أَصْحَابُ الْكَلَامِ، حَارِثٌ بِمَنْزِلَةِ الْأَسَدِ الْمُرَابِطِ أُنْظُرْ أَيَّ يَوْمٍ يَثُبُّ عَلَى النَّاسِ.)) [1]

''حارث صوفی سے جہاں تک ہو سکے بچو، کیوں کہ وہ مصیبت کی جڑ ہے، جہم بن صفوان کے کلام کے حوادث کا شکار ہے، دیکھتے نہیں کہ فلاں اور فلاں اشخاص اس کے ہم جلیس ہیں، جس نے ان کو جہم بن صفوان کی رائے کا پابند بنا دیا ہے، جواب تک علم کلام والوں کا ملجا و ماویٰ ہے، حارث کی مثال گھات میں رہنے والے شیر کی ہے، دیکھو وہ کس دن حملہ آور ہوتا ہے۔''

یہ سلسلے بھی تصوف کے ہیں، ان سے صحبت و مجلس بدعت کی طرف لے جاتی ہے۔

۱: سلسلۂ قادریہ
۲: سلسلہ نقشبندیہ
۳: سلسلہ سہروردیہ
۴: سلسلہ رفاعیہ
۵: سلسلہ تیجانیہ
۶: سلسلہ چشتیہ

۱۱: طمع ولالچ:

طمع ولالچ بھی انسان کو بدعت کی طرف لے جاتا ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[1] الفكر الصوفي في ضوء الكتاب والسنة، ص: ۲۸۳/ ۲۸۴.

((بَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ فِتْنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِيْ كَافِرًا، أَوْ يُمْسِيْ مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيْعُ دِيْنَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا.)) [1]

''ان فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے نیک اعمال کی طرف سبقت اور جلدی کرو جو شبِ دیجور کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے کہ آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر، یا شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر، اپنے دین کو ایک دنیوی سامان کے عوض فروخت کرے گا۔''

دوسرے مقام پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

((مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِيْ غَنَمٍ بِأَفْسَدَ مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِيْنِهِ.)) [2]

''بکریوں کے کسی ریوڑ میں بھیجے گئے دو بھوکے بھیڑیے اتنا زیادہ نقصان دہ نہیں جتنا مال وشرف کا لالچ آدمی کے دین کو نقصان پہنچاتا ہے۔''

۱۲: اکابر پرستی:

جاہل اور غلو کرنے والے یہودیوں نے سیّدنا عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا، جن کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ساڑھے پانچ سو سال پہلے کا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے بکھرے ہوئے تورات کو اکٹھا کیا، اور عبرانی زبان میں لکھی ہوئی تمام اسرائیلی کتابوں کو جمع کر کے بنی اسرائیل کے لیے قانون کی ایک عظیم کتاب تیار کی۔ جس سے متاثر ہوکر یہودیوں نے انھیں اللہ کا مجازی بیٹا کہنا شروع کر دیا، جو توحید باری تعالیٰ کی شان کے خلاف تھا۔

اور گمراہ نصاریٰ میں سے کسی نے سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا، کسی نے ان کو بعینہ اللہ اور کسی نے انھیں تین میں سے ایک معبود قرار دیا۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۱۱۸۔

[2] سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب حدثنا سوید، رقم: ۲۳۷۶۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝ (التوبة: ۳۰)

''اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں، یہ اُن کے منہ کی بکواس ہے، ان لوگوں کے قول کی مشابہت اختیار کرتے ہیں جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا تھا، اللہ انھیں ہلاک کر دے، کس طرح حق سے پھرے جا رہے ہیں۔''

قوم نوح صالحین کی عبادت کرنے لگی۔ قوم کے سرغنوں نے عوام الناس کو شرک پر ابھارتے ہوئے کہا کہ جن معبودوں کی ہمارے اور تمھارے آباء پرستش کرتے آئے ہیں، انھیں ہرگز نہیں چھوڑو، اور اُن کی عبادت پر سختی کے ساتھ جمے رہو۔ تم لوگ اپنے معبود وَدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو کسی حال میں فراموش نہ کرو۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ:

''ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر قوم نوح میں نیک لوگوں کے نام تھے جب وہ لوگ وفات پا گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ان کے بیٹھنے کی جگہوں پر ان کے ناموں کے مجسّمے بنا کر گاڑ دو، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور جب وہ لوگ مر گئے، اور ان کے درمیان سے علم اُٹھ گیا تو اُن مجسّموں کی عبادت کی جانے لگی۔'' [1]

۱۳: عقل پرستی:

عقل پرستی انسان کو گمراہ کر دیتی ہے۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

نهايةُ اقدامِ العقولِ عقالُ
وأكثرُ سعى العالمين ضلالُ
وأرواحُنا في وحشةٍ في جسومنا

[1] صحیح بخاری، رقم: ۴۹۲۰.

وحاصلُ دنيانا أذى ووبالُ

ولم نستفد من بحثنا طولَ عمرنا

سوى أن جمعنا فيه قيل وقالوا

''عقلوں کے گھوڑوں کی منزل ہے بے بسی اور علماء کی زیادہ محنت گمراہی کا سبب ہے۔ ہماری روحیں ہمارے جسموں میں وحشت زدہ ہیں اور ہماری دنیا کا حاصل تکلیف اور مصیبت ہے۔ ہماری عمر بھر کی بحثوں سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوا سوائے اس کے کہ ہم نے اس میں قیل اور قالوا کو جمع کر دیا ہے۔'' [1]

اور ان کا ایک دوسرا عالم کہتا ہے:

''میں نے ایک بڑے سمندر میں غوطہ لگا دیا ہے۔ اہل اسلام اور ان کے علوم کو چھوڑ دیا ہے۔ ایک ایسے علم میں مشغول ہو گیا ہوں جس سے لوگوں نے روکا تھا اور اب اگر مجھے میرے رب کی رحمت نے مجھے اپنے دامن میں نہ لیا تو ہلاکت ہو فلاں آدمی کے لیے۔ لہٰذا اب میں اپنی ماں کے عقیدے پر جان دے رہا ہوں۔'' [2]

ان میں سے ایک اور شخص کہتا ہے:

''موت کے وقت سب سے زیادہ شک میں پڑنے والے لوگ اہل کلام ہیں۔''

۱۴: ابتلائے شک وشبہ:

مشرکین مکہ اپنے جھوٹے معبودوں جنھیں انھوں نے اور اُن سے پہلے ان کے آباء واجداد نے اللہ کے ناموں سے مشتق نام دے رکھے تھے، ان میں معبود بننے کی کوئی بھی صفت موجود نہیں تھی، انھوں نے محض اپنی طرف سے ان کے ایسے نام رکھ دیے تھے، جن کا حقیقت سے کوئی

---

[1] یہ ابن خطیب المعروف فخر الدین رازی کے اشعار ہیں، شاطبی نے انھیں ''الافادات والانشادات'' میں (صفحہ ۸۴، ۸۵) پر اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور المقری کی کتاب ''نفخ الطیب'' (۱۹/۹) میں اور لسان الدین ابن خطیب کی کتاب ''الاحاطة فی اخبار غرناطه'' (۲۲۲/۲) میں دوسری سند کے ساتھ مروی ہیں۔

[2] یہ ابن جوینی کے الفاظ ہیں۔ جیسا کہ ''المنتظم'' (۹/۱۹)، ''سیر اعلام النبلاء'' (۴۷۱/۱۸)، ''طبقات شافعیه'' (۲۶۰/۳) اور ''شذرات الذهب'' (۳۶۱/۳) میں ہے۔

تعلق نہیں تھا، اور جن کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں نازل کی تھی۔ وہ محض اپنے وہم وگمان اور اپنی خواہش نفس کی اتباع کرتے تھے، حالانکہ اُن کے پاس اُن کے رب کی طرف سے واضح دلیل آچکی تھی کہ یہ بت اس لائق نہیں کہ ان کی عبادت کی جائے۔ عبادت تو صرف اُس اللہ جل شانہ کے لیے خاص ہے جو ہر چیز کا خالق اور آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا مالک ہے۔ مشرکین مکہ کے لیے ان کے رب کی طرف سے نبی کریم ﷺ کے ذریعہ جو ہدایت آئی، اس سے انھوں نے منہ پھیرلیا، اور اپنی من مانی تمناؤں سے رشتہ جوڑ لیا، اور اس خیال باطل کو اپنے دل میں جگہ دے دی کہ اُن کے بت اُن کے لیے سفارشی بنیں گے:

﴿إِنْ هِيَ إِلَّآ أَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوهَآ أَنتُمْ وَءَابَآؤُكُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَٰنٍ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا ٱلظَّنَّ وَمَا تَهْوَى ٱلْأَنفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَآءَهُم مِّن رَّبِّهِمُ ٱلْهُدَىٰٓ ۝٢٣﴾ (النجم:۲۳)

''یہ بت تو محض نام ہیں جنھیں تم نے اور تمھارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے، وہ لوگ محض وہم وگمان کی پیروی کرتے ہیں، اور اپنی خواہش نفس کی، حالانکہ اُن کے پاس اُن کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔''

اور ابونعیم نے شافعی رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ: ''مالک بن انس رحمہ اللہ کے پاس جب بعض اہل اہواء آتے تو کہا کرتے تھے کہ میں اپنے رب اور اپنے دین کی طرف سے بینہ (واضح دلیل) پر ہوں اور تم محض مبتلائے شک ہو، لہٰذا اپنے جیسے شکی کے پاس جاؤ اور اسی سے لڑو جھگڑو۔''

۱۵: کتمانِ حق:

کتمان حق بھی اسبابِ بدعت میں سے بڑا سبب ہے۔ جب حق پس پردہ ہوجائے تو بدعات سے پردہ اٹھ جاتا ہے، جن لوگوں کا شیوہ کتمانِ حق ہو وہ باطل کو بیان کرنے والے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی شدید مذمت فرمائی جو انبیاء ورسل کے ذریعہ بھیجی گئی ہدایت و

رہنمائی کو لوگوں سے چھپاتے تھے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۙ﴾

(البقرہ: ۱۵۹)

"بے شک جو لوگ ہماری نازل کردہ نشانیوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں، اس کے باوجود کہ ہم اسے لوگوں کے واسطے کتاب میں بیان کر چکے ہیں، ان پر اللہ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔"

یہ آیت کریمہ اگرچہ یہود و نصاریٰ کے ان علماء کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنھوں نے نبی کریم ﷺ کی صداقت کی نشانیوں کو چھپایا تھا، لیکن اس کا حکم عام ہے، ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ حق کو چھپاتا ہے، وہ لازمی طور پر اس وعید شدید میں شامل ہوگا۔

چند آیات آگے کتمانِ حق کرنے والوں کے لیے وعید کا دوبارہ ذکر کیا تاکہ امت مسلمہ کے افراد ایسی مذموم صفت سے اپنے آپ کو بچا کر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (البقرہ: ۱۷۴)

"جو لوگ اللہ کی نازل کردہ کتاب کو چھپاتے ہیں، اور اس کے بدلے حقیر سی قیمت قبول کر لیتے ہیں، وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتے ہیں، اور روزِ قیامت اللہ اُن سے کلام نہیں فرمائے گا، اور نہ اُنھیں پاک کرے گا، اور اُن کے لیے بڑا دردناک عذاب ہوگا۔"

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ یَعْلَمُهُ فَكَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنَ النَّارِ.)) [1]

''جس شخص سے کوئی علم دریافت کیا گیا جسے وہ جانتا ہے اور اس نے اسے چھپا لیا تو اسے قیامت کے روز آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔''

۱۶: تحریف:

تحریف بھی بدعت کے اسباب میں سے ہے اور بڑا مذموم فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علمائے یہود کے لیے وعید شدید کا ذکر فرمایا جو تحریف کیا کرتے تھے:

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ○﴾ (البقرہ: ۷۹)

''پس ویل ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھ لیتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تاکہ اس کے بدلے کچھ مال حاصل کریں، پس ان کے لیے خرابی ہے، اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی (کتاب) کے سبب، ان کے لیے خرابی ہے ان کی اپنی کمائی کے سبب۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان یہود علماء کی مذمت کی ہے جو تورات کی آیات کو بدل دیتے تھے، لیکن دین اسلام آنے کے بعد ان لوگوں کو بھی شامل ہے جو بدعتوں کو صحیح ثابت کرنے کے لیے قرآن وسنت میں تحریف کرتے ہیں۔ اس میں ان یہود کی مذمت کی گئی ہے جو تورات کا علم نہیں رکھتے تھے، صرف ان کے پاس چند بے بنیاد تمنائیں تھیں، اور اب اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو قرآن کریم میں غور وفکر نہیں کرتے صرف حروف کی تلاوت کرتے ہیں، اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو دنیاوی مقاصد

---

[1] سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی کتمان العلم، حدیث نمبر: ۲۶۴۹۔ سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب کراھیة منع العلم، حدیث نمبر: ۳۶۵۸۔ سنن ابن ماجه، المقدمة، باب من سئل عن علمه فکتمه، حدیث نمبر: ۲۶۶۔ مسند احمد: ۲/ ۲۶۳، ۳۰۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

حاصل کرنے کے لیے قرآن کریم کے خلاف کوئی دوسری بات اپنے ہاتھ سے لکھ کر لوگوں میں رائج کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی شریعت اور اللہ کا دین ہے۔ اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو قرآن وسنت کو چھپاتے ہیں، تاکہ ان کا مخالف حق بات پر ان سے استدلال نہ کرے۔ انتہیٰ

بدعت کے نقصانات

ابتداع واحداث، باعث خسارہ وگھاٹا ہے۔ بلکہ سراسر گھاٹا ہے کہ اس سے فائدہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ذیل کی سطور میں بدعت کے نقصانات کو بیان کیا جاتا ہے۔

۱: بدعت سے توبہ قبول نہیں ہوتی:

بدعتی آدمی بدعت کو نیکی سمجھ کر رہا ہوتا ہے، لہٰذا نہ وہ اسے گناہ سمجھ کر توبہ کرتا ہے، اور نہ ہی اس کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''شیطان لعین کو گناہوں کی بہ نسبت بدعت زیادہ محبوب ہے کیونکہ گناہوں سے تو توبہ کر لی جاتی ہے لیکن بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی۔'' [1]

اور سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ صَاحِبِ كُلِّ بِدْعَةٍ.)) [2]

''اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی سے توبہ کو روک دیا ہے۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''البتہ توبہ اس طور پر ممکن اور واقع ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے کہ اس کی راہنمائی فرمائے یہاں تک کہ حق اس کے لیے آشکارا ہوجائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سارے کفار ومنافقین اور اہل بدعت وضلالت کو ہدایت عطا فرمائی۔'' [3]

---

[1] شرح السنة از امام بغوي: ۱/۲۱۶.

[2] المعجم الأوسط للطبراني: ۸/۲۲، حدیث نمبر: ۴۲۱۳۔ سلسلة احادیث صحیحه، حدیث: ۱۶۲۰.

[3] مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیه: ۱۰/۹.

۲: بدعت سے گناہ ملتا ہے:

سیّدنا کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف مزنی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے باپ نے (میرے باپ سے) میرے دادا نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے میری سنت سے کوئی ایک سنت زندہ کی اور لوگوں نے اس پر عمل کیا تو سنت زندہ کرنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا، جتنا اس سنت پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کو ملے گا جبکہ لوگوں کے اپنے ثواب میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور جس نے بدعت جاری کی اور پھر اس پر لوگوں نے عمل کیا تو بدعت جاری کرنے والے پر ان تمام لوگوں کا گناہ ہوگا، جو اس بدعت پر عمل کریں گے جبکہ بدعت پر عمل کرنے والے لوگوں کے اپنے گناہوں کی سزا سے کوئی چیز کم نہیں ہوگی (یعنی وہ بھی پوری پوری سزا پائیں گے)۔''[1]

مزید اللہ کے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَیِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يُنْقَصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ.))[2]

''جس نے اسلام کے اندر کوئی برا طریقہ ایجاد کیا اس پر خود اس کا گناہ ہوگا اور اس کے بعد اس پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کا گناہ بھی ہوگا اس کے بغیر کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی واقع ہو۔''

۳: بدعت باعث لعنت ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ آوَى فِيهَا مُحْدِثًا، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ، وَالْمَلٰئِكَةِ،

---

[1] سنن ابن ماجہ، المقدمة، رقم: ۲۰۹، ۲۱۰۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔
[2] صحیح مسلم: ۲/۷۰۴، ۷۰۵۔

وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ.)) ❶

''جس نے مدینہ میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی، اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اس کی کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہ فرمائے گا۔''

۴: بدعت کے آنے سے سنت اٹھ جاتی ہے:

حسان بن عطیہ محاربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِي دِيْنِهِمْ إِلَّا نُزِعَ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلُهَا، ثُمَّ لَا يُعِيْدُهَا إِلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.)) ❷

''جب کوئی قوم اپنے دین میں کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس جیسی ایک سنت اٹھا لیتا ہے پھر تا قیامت اسے ان تک واپس نہیں لوٹاتا۔''

۵: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کا خاتمہ:

اہل بدعت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے جو کہ زبردست گھاٹا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي.)) ❸

''جو شخص میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں۔''

۶: بدعتی حوض کوثر سے دور ہٹا دیا جائے گا:

سیّدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، مَنْ وَرَدَ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا، عَلَيَّ

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب اثم من آوی محدثا، حدیث نمبر: ۷۳۰۶۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینة، ودعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیها بالبرکة، حدیث نمبر: ۱۳۶۶.

❷ سنن الدارمی: ۱/۴۵.

❸ صحیح بخاری، کتاب النکاح، رقم: ۵۰۶۳.

أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُوْنَنِيْ، ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ.)) [1]

''میں حوض کوثر پر تمھارا پیش رفت ہوں گا، جو بھی آئے گا نوش کرے گا، اور جو بھی نوش کرے گا اسے پھر کبھی پیاس نہ لگے گی، اور میرے پاس کچھ لوگ ایسے آئیں گے جنھیں میں پہچانتا ہوں اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے، پھر میرے اور ان کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی۔''

اور ایک روایت میں ہے کہ میں کہوں گا: ((اِنَّهُمْ مِنِّيْ.)) ''یہ میرے امتی ہیں'' تو کہا جائے گا: ((اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ.)) ''آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کر لی تھیں'' تو میں کہوں گا: ((سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِيْ.)) ''ایسے لوگوں کو مجھ سے دور ہٹاؤ جنھوں نے میرے بعد میرے دین میں تبدیلیاں کر لی تھیں۔'' [2]

اور سیّدنا شقیق سے بروایت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يَا رَبِّ أَصْحَابِيْ أَصْحَابِيْ، فَيُقَالُ: اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ.)) [3]

''(کہ میں کہوں گا) اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں، یہ میرے اصحاب ہیں، تو کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کر لی تھیں۔''

نیز سیّدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنِّيْ عَلَى الْحَوْضِ حَتّٰى أَنْظُرَ مَنْ يَّرِدُ عَلَيَّ مِنْكُمْ، وَسَيُؤْخَذُ نَاسٌ مِنْ دُوْنِيْ فَأَقُوْلُ: يَا رَبِّ مِنِّيْ وَمِنْ أُمَّتِيْ، فَيُقَالُ: هَلْ شَعَرْتَ مَا عَمِلُوْا بَعْدَكَ،

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الرقائق، باب فی حوض النبی ﷺ: ۷/۲۶۴۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا ﷺ وصفاته: ۴/۱۷۹۳، حدیث نمبر: ۲۲۹۰۔

[2] صحیح البخاری، کتاب الرقائق، باب فی حوض النبی ﷺ، حدیث نمبر: ۶۵۸۳۔

[3] صحیح البخاری، کتاب الرقائق، باب فی حوض النبی ﷺ، حدیث نمبر: ۶۵۷۵۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا ﷺ وصفاته، حدیث نمبر: ۲۲۹۷۔

وَاللّٰهِ مَا بَرِحُوْا يَرْجِعُوْنَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ، فَكَانَ ابْنُ أَبِيْ مُلَيْكَةَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَعُوْذُ بِكَ أَنْ نَرْجِعَ عَلٰى أَعْقَابِنَا وَأَنْ نُفْتَنَ فِيْ دِيْنِنَا .)) ❶

''میں حوض کوثر پر ہوں گا تا کہ تم میں جو لوگ میرے پاس آتے ہیں انھیں دیکھوں اور جو کچھ لوگوں کو مجھ سے ہٹا دیا جائے گا تو میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ مجھ سے اور میری امت کے لوگ ہیں تو کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا عمل کیا؟ اللہ کی قسم! یہ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ گئے تھے، چنانچہ حضرت ابن ابوملیکہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ! ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں کہ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹیں یا اپنے دین میں فتنہ سے۔''

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

((أَلَا لَيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِيْ كَمَا يُذَادُ الْبَعِيْرُ الضَّالُّ أُنَادِيْهِمْ أَلَا هَلُمَّ فَيُقَالُ إِنَّهُمْ قَدْ بَدَّلُوْا بَعْدَكَ فَأَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا .)) ❷

''سنو! کچھ لوگوں کو میرے حوض سے بھگایا جائے گا جس طرح بھٹکے ہوئے اونٹ کو بھگایا جاتا ہے۔ میں انھیں آواز دوں گا: سنو، ادھر آؤ تو کہا جائے گا: انھوں نے آپ کے بعد تبدیلی کر دی تھی تو میں کہوں گا: دوری ہو، دوری ہو (بھگاؤ، دور کرو)۔''

اہل بدعت کے ساتھ تعلق کا حکم:

اہل بدعت کے ساتھ میل جول گمراہی کا باعث ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (الانعام:۶:۱۱۶)

''اور اگر (اے پیغمبر!) آپ زمین میں بسنے والے اکثر لوگوں کی بات مانیں گے تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے گمراہ کر دیں گے۔''

---

❶ صحیح البخاری، کتاب الرقائق، باب فی حوض النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر: ۶۵۹۳۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وصفاته، حدیث نمبر: ۲۲۹۳.

❷ صحیح مسلم: ۲۱۸/۱.

فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ اپنی کتاب ''بدعت'' میں رقمطراز ہیں:

''بدعتیوں کے پاس آنا جانا، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا حرام ہے، ہاں! اگر مقصد ان کو نصیحت کرنا اور ان کے اس فعل پر نکیر ہو تو جائز ہے۔ اس لیے کہ بدعتی سے ملنا جلنا ملنے والے پر بہت برا اثر چھوڑتی ہے جس کی برائیاں دوسروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں اور جب انھیں بدعت سے روکنے اور گرفت کرنے کی طاقت نہ ہو تو ان سے اور ان کی برائیوں سے ڈرانا ضروری ہے۔ اور ممکن ہونے کی صورت میں مسلم علماء کرام اور ان کے اولی الامر پر ان کی گرفت کرنا، ان کی برائیوں سے انھیں باز رکھنا اور انھیں بدعتوں سے روکنا واجب ہے اس لیے کہ اسلام پر ان کے خطرات بہت سخت ہیں۔

پھر یہ جاننا ضروری ہے کہ کافر ممالک بدعت کی نشر و اشاعت میں بدعتیوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں مختلف طریقوں سے ان کی مدد کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اس میں اسلام کا خاتمہ نظر آتا ہے اور اس کی صورت دوسروں کی نظریں بگاڑنا مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم سوال کرتے ہیں کہ وہ اپنے دین کی مدد فرمائے اور اپنے کلمے کو بلند کرے اور دشمنوں کو رسوا کرے۔''

امام اسماعیلی سلف صالحین کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((وَيَرَوْنَ أَهْلَ الْحَدِيْثِ مَجَانِبَةَ الْبِدْعَةِ وَالْآثَامِ وَتَرْكَ الْغِيْبَةِ إِلَّا لِمَنْ أَظْهَرَ بِدْعَةً وَهُوَ يَدْعُوْ إِلَيْهَا فَالْقَوْلُ فِيْهَا لَيْسَ بِغِيْبَةٍ عِنْدَهُمْ.)) [1]

''گناہ اور غیبت سے بچتے تھے ہاں اس شخص کے بارے میں بات چیت کرتے جس کا بدعتی ہونا واضح ہو جاتا، اور وہ شخص اس بدعت کی دعوت بھی دیتا ہو۔ ایسے شخص (کی غیر موجودگی میں اس) کے بارے میں بات چیت کرنا اہل السنہ کے نزدیک غیبت نہیں ہے۔''

---

[1] اعتقاد آئمہ الحدیث: ۷۸.

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یقیناً اللہ کے نبی ﷺ نے اس اُمت کے فرقوں میں بٹ جانے اور ان میں خواہشات و بدعات کے پیدا ہو جانے کی بھی خبر دے دی ہے، اور نجات کا فیصلہ اس جماعت کے حق میں کر دیا جو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے پر چلے گی۔ اب یہ بات ایک مسلمان پر لازم ہے کہ جب کوئی شخص بدعات و خواہشات کو عقیدہ بنا کر سر انجام دے یا پھر وہ ایسا کرم کرے جو سنت کو کمزور کر دے تو اس سے قطع تعلقی کرے اور اس سے برأت و بیگانگی کا اظہار کرے اور اس کو زندگی و موت دونوں صورتوں میں چھوڑ دے (یعنی اس کے خوشی و غمی کے معاملات میں شریک نہ ہو) جب کبھی ملاقات ہو تو سلام بھی نہ کہے اور اگر وہ پہلے سلام کہے تو اس کا جواب نہ دے یہاں تک کہ وہ اس بدعت کو چھوڑ کر حق کی طرف لوٹ آئے، امام بغوی نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا: تین دن سے زیادہ بات چیت چھوڑنا اس وقت حرام ہے جب اس کی وجہ سے محبت اور معاشرت پر منفی اثر ہو، مگر جب دین کے معاملہ میں ہو اور دین کے حق میں ہو تو تب یہ گناہ نہیں بلکہ خواہشات پرست لوگوں سے اس وقت تک بات چیت بند رکھی جائے جب تک وہ توبہ نہ کر لیں۔'' ❶

حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں زمانہ ماضی میں اہل سنت اقلیت میں تھے، آئندہ بھی وہ اقلیت میں ہی رہیں گے۔ یہ وہ ہیں جو نہ تو تکبر میں متکبر لوگوں کے ساتھی بنے اور نہ بدعت میں اہل بدعت کے ساتھی بنے بلکہ سنت پر رہ کر صبر کرتے رہے، یہاں تک کہ اپنے رب سے جا ملے اور تم بھی ایسے ہی ہو جاؤ۔ ❷

امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۷ھ) نے فرمایا:

---

❶ شرح السنة: ۱/ ۲۲۳، ۲۲۷.

❷ بحوالہ نجات یافتہ کون؟ ص: ۱۴۹.

"یقیناً اللہ کے فرشتے ذکر کے حلقے تلاش کرتے رہتے ہیں، لہٰذا دیکھو کہ تمھارا اُٹھنا بیٹھنا کس کے ساتھ ہے؟ بدعتی کے ساتھ نہ ہو کیونکہ اُن (بدعتیوں) کی طرف (رحمت سے) نہیں دیکھتا اور نفاق کی علامت یہ ہے کہ آدمی کا اٹھنا بیٹھنا بدعتی کے ساتھ ہو۔"[1]

قاضی فضیل بن عیاض رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

"کہ میں کسی یہودی یا عیسائی کے ہاں کھانا کھاؤں یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ کسی بدعتی کے ہاں سے کھانا کھاؤں، کیونکہ جب میں یہودی و عیسائی کے ہاں کھانا کھاؤں گا تو اس بات میں میری پیروی نہیں کی جائے گی، لیکن جب میں کسی بدعتی کے ہاں کھانا کھاؤں گا تو لوگ اس میں میری پیروی کریں گے، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرے اور بدعتی کے درمیان لوہے کا قلعہ (یا پردہ) ہو، سنت کے مطابق تھوڑا سا عمل کرنا یہ بدعتی کے (بہت سارے) اعمال سے بہتر ہے، اور جو شخص بدعتی کے ساتھ بیٹھتا ہے تا کہ وہ اس بدعتی کو اللہ سے ڈرائے تو یہ صحیح ورنہ اس کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں یہ بھی عذاب کی لپیٹ میں نہ آ جائے، اور بدعتی کو اپنے دین کے بارے میں نہ بتاؤ اور اپنے معاملات میں اس سے مشورہ بھی نہ لو۔"[2]

ابن مفلح حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"متوکل نے اپنے دورِ حکومت میں فتویٰ پوچھنے کے لیے امام احمد رحمہ اللہ کے پاس آدمی کو بھیجا کہ ہم حکومتی کاموں کے لیے عیسائیوں کو مزدور، ملازم رکھیں یا پھر بدعتی اور خواہش پرست لوگوں کو ملازم رکھیں؟ امام احمد بن حنبل نے فتویٰ دیا کہ عیسائیوں کو ملازم رکھنا بدعتیوں کو ملازم رکھنے سے بہتر ہے، پھر جب متوکل کا قاصد چلا گیا تو امام احمد کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں نے آپ سے سوال کیا۔ امام صاحب

---

[1] الطیوریات: ۳۱۸/۲، ح: ۲۵۸۔ حلیۃ الاولیاء: ۱۰۴/۸.

[2] حلیۃ الاولیاء: ۱۰۳/۸.

نے جواب دیا کہ یہود و نصاریٰ تو ذلیل و رسوا کیے ہوئے ہیں اور ان کی برائی واضح ہے، لیکن یہ اہل بدعت لوگوں پر ان کے دین کو خلط ملط کرتے ہیں اور ان سے ان کے صحیح دین کو چھپاتے ہیں۔''[1]

[1] الآدب الشرعیة: ۱۶۵.

اہل بدعت کے شبہات اور ان کا ازالہ

اہل بدعت اپنی ایجاد کردہ بدعات کو تقویت دینے کے لیے، بلکہ انھیں دین کا حصہ ثابت کرنے کے لیے چند شبہات پیش کرتے ہیں، جن کا ازالہ انتہائی ضروری ہے تاکہ سادہ لوح عوام ان خبیث لوگوں کی خباثت سے محفوظ رہ سکیں۔

پہلا مغالطہ اور شبہ:

بدعت سنت حسنہ ہے، جس کے شروع کرنے والے کو ماجور قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ سیّدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ.)) [1]

''جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ شروع کیا خود اسے اس کا اجر ملے گا اور ان تمام لوگوں کا اجر بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے اجر میں کسی قسم کی کمی واقع ہو اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ شروع کیا تو اس کے اوپر اس کا اپنا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا بھی جنھوں نے اس کے بعد اس پر عمل کیا بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے گناہ میں کسی قسم کی کمی واقع ہو۔''

جواب: ...... اسلام مکمل بھی ہے اور محفوظ بھی ہے۔ اسلام میں اگر کسی نے قرآن وسنت کے طریقے کو اپنایا یا متروکہ سنت کو دوبارہ شروع کیا یہ حدیث اس کے لیے خوشخبری ہے اور جس نے اسلام میں کوئی بُرا طریقہ یا بدعت اختیار کی اُس کے لیے وعید ہے۔

---

[1] صحیح مسلم: ۲/۷۰۴، ۷۰۵.

دوسری بات یہ حدیث کا ٹکڑا ہے مکمل حدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قبیلہ مضر کے لوگوں کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صدقہ کی ترغیب دی، صحابہ کرام نے اتنا صدقہ کیا کہ سب سے پہلے ایک انصاری صحابی ایک تھیلی لائے جس کی وجہ سے اُن کے ہاتھ تھک گئے، اس کے بعد یکے بعد دیگرے غلے اور کپڑوں کے دو ڈھیر لگ گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ بہت خوش ہوئے اُس وقت نبی کریم ﷺ نے یہ حدیث مبارک ارشاد فرمائی تھی۔ لٰہذا اس کو بدعت ایجاد کرنے کے لیے دلیل بنانا جہالت اور شریعت اسلامیہ سے ناواقفیت کے علاوہ کچھ نہیں۔

دوسرا مغالطہ اور شبہ:

بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تقسیم اور مزید سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو ایک امام کے پیچھے تراویح پر جمع کرنا اور علیحدہ علیحدہ ائمہ کے پیچھے تراویح کو بدعت حسنہ قرار دینا اس امر کی دلیل ہے کہ بدعت، حسنہ بھی ہوتی ہے اور مذمت تو بدعت سیئہ کی ہے نہ کہ حسنہ کی۔

جواب: ...... نبی کریم ﷺ سے مسجد میں با جماعت تراویح پڑھانا، صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ لٰہذا اسے بدعت کہنا جہالت پر مبنی ہے۔

اور اگر سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک امام پر جمع کیا تو وہ بھی قابل تعریف اور قابل عمل بات ہے۔ انھوں نے شریعت اسلامیہ میں کوئی بدعت ایجاد نہیں کی تھی، بلکہ سنت ہی سے با جماعت نماز پڑھنا ثابت تھی، اسی سنت کا احیاء کیا تھا تا کہ مسجد میں زیادہ جماعتوں کے بجائے ایک جماعت کروائی جائے، اور یہی سنت طریقہ تھا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ.)) [1]

''تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔''

---

[1] مسند أحمد: ۴/ ۱۲۷۔ سنن ابوداؤد: ۵/ ۱۳۔ ۱۵۔ سنن ترمذی، رقم: ۲۶۷۱۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

پس سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا باجماعت تراویح پڑھنے کا حکم دینا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو جانا ہمارے لیے حجت ہے۔

بعض لوگ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قول ''نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ'' سے دھوکہ دیتے ہیں، کہ بدت اچھی بھی ہوتی ہے۔ حالانکہ جس عمل کی نص قرآن وسنت میں موجود ہو، وہ بدعت کیسے ہوسکتی ہے، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ لغوی طور تھے نہ کہ شرعی بدعت کے معنی میں کیونکہ شریعت میں بدعت سیئہ ہی ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر خطبہ میں ارشاد فرمایا کرتے تھے:

((وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.)) [1]

''اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اور سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَإِنْ رَآهَا النَّاسُ حَسَنَةً.)) [2]

''ہر بدعت گمراہی ہے، اگرچہ لوگ اس کو اچھا تصور کریں۔''

اس اثر کی روشنی میں بدعت کی تقسیم سیئہ اور حسنہ کے لحاظ سے کرنا قطعی درست نہیں ہے۔

تیسرا مغالطہ اور شبہ:

بدعتی لوگ قرآن مجید کے ایک مصحف میں جمع کو بھی بدعت حسنہ کہہ کر بدعت کی ترویج کرنا چاہتے ہیں۔

جواب:...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ:

((لَا تَكْتُبُوا عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ.)) [3]

''میری طرف سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کے طریقے کو اپنانے کا حکم فرمایا ہے، لہٰذا انھوں

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجمعة، رقم: ۲۰۰۵.

[2] شرح السنة للمروزی، ص: ۵۸، بتحقیقنا.

[3] صحیح مسلم: ۲۲۹۸/۴.

نے قرآن مجید کو کتابی شکل میں جمع فرمایا اور اس پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ اور ہم پر فرض ہے کہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع پر عمل کریں، لہٰذا جمع قرآن کو بدعت قرار دینا کسی لحاظ سے بھی صحیح نہیں اور نہ ہی اس کو دلیل بنا کر دین اسلام میں نئی نئی بدعات و خرافات ایجاد کرنے کی جرات کرنی چاہیے۔

باب نمبر ۷:

دین اسلام کے امتیازات

فصل نمبر ۱:

اللہ تعالیٰ کا مبعوث کردہ ہر نبی دین لے کر آیا، اور اس کے زمانے کے لوگوں کے لیے اسی کی اتباع لازم ہوئی، یہاں تک کہ آخر الزماں پیغمبر سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، اور تمام سابقہ ادیان منسوخ ہوگئے اور صرف وہ دین رہ گیا جو اللہ عزوجل نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دے کر مبعوث کیا۔

﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۟ ﴾ (آل عمران: ۱۹)

"بے شک دین برحق اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔"

دین کا معنی ومفہوم:

دین سے مراد شریعت کے تمام اصول اور جزئی احکامات وہدایات ہیں اور ان احکام پر عمل پیرا ہونے کا وہ طریقہ، نمونہ اور منہج وسلوک کہ جو رسول اللہ ﷺ نے تمام مسلمانوں کے سامنے پیش فرمایا۔

دین اسلام، دین فطرت ہے:

دین اسلام اللہ کا وہ دین فطرت ہے جس پر اس نے تمام انسانوں کو پیدا فرمایا ہے:

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ۤۙ﴾

(الروم: ۳۰)

"پس (اے میرے نبی!) آپ یکسو ہو کر دین اسلام پر قائم رہیے، یہ اللہ کا وہ دین

فطرت ہے جس کے مطابق اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی، یہی سچا اور صحیح دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں۔''

یعنی اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو عقیدۂ توحید اور دین اسلام پر پیدا کرتا ہے، لیکن خارجی عوارض وموانع کے سبب بہت سے لوگ اس امر فطری سے برگشتہ ہو جاتے ہیں اور کفر وشرک کی راہ اختیار کر لیتے ہیں، جیسا کہ بخاری ومسلم کی سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔'' اور ایک روایت میں ہے: اس ملت پر پیدا ہوتا ہے، لیکن اس کے ماں باپ اسے یہودی اور نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جیسے مادہ چوپایہ ایک مکمل چوپائے کو جنتی ہے، کیا اس میں کوئی بچہ کان کٹا ہوتا ہے؟ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر چاہو تو یہ آیت پڑھو: ﴿ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ﴾ ''اور ایک روایت میں ہے کہ تم لوگ اس کا کان کاٹ دیتے ہو۔ [1]

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ﴾ ''مسلمانو! تم لوگ اس فطرت کو مت بدلو'' بلکہ اپنی اولاد کی صحیح تعلیم وتربیت کے ذریعہ اس فطرت کی نشو ونما کرو تا کہ بچہ جب بڑا ہو تو عقیدہ توحید پر گامزن ہو اور دین اسلام کا پیرو کار رہے۔

پیارے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح اور شام کرتے تو یہ دعا فرماتے:

((أَصْبَحْنَا / أَمْسَیْنَا عَلَی فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ وَعَلَی كَلِمَةِ الْاِخْلَاصِ وَعَلَی دِیْنِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم وَعَلَی مِلَّةِ أَبِیْنَا اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ.)) [2]

''ہم نے فطرت اسلام، اور کلمہ اخلاص اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور اپنے باپ ابراہیم حنیف کی ملت پر صبح / شام کی، وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔''

دین اسلام اللہ کا پسندیدہ دین ہے:

اللہ تعالیٰ نے اُمت اسلامیہ پر اپنی عظیم نعمت اور عظیم احسان کا ذکر کیا ہے کہ اللہ نے انھیں اپنا پسندیدہ ایک مکمل دین عطا کیا ہے، انھیں کسی دوسرے دین کی اور نہ ہی کسی دوسرے نبی کی

ضرورت ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (المائدۃ: ۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور اپنی نعمت پوری کر دی، اور اسلام کو بحیثیت دین تمہارے لیے پسند کر لیا۔''

دین اسلام، مکمل ہو چکا ہے:

مذکورہ آیت کریمہ سے پتا چلتا ہے کہ دین اسلام مکمل ہو چکا ہے، امام احمد اور بخاری و مسلم وغیرھم نے جناب طارق بن شہاب سے روایت کی ہے کہ ایک یہودی سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ اے امیر المومنین! آپ لوگ اپنی کتاب میں ایک ایسی آیت پڑھتے ہیں کہ اگر وہ ہم پر نازل ہوئی ہوتی، تو اس دن کو ہم ''یوم عید'' بنا لیتے۔ انھوں نے پوچھا، وہ کون سی آیت ہے؟ تو یہودی نے کہا: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ﴾ تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم، میں اُس دن اور اُس وقت کو خوب جانتا ہوں جب یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی۔ یہ آیت جمعہ کے دن عرفہ کی شام میں نازل ہوئی تھی۔ [1]

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَنِ ابْتَدَعَ فِي الْاِسْلَامِ بِدْعَةً يَرَاهَا حَسَنَةً فَقَدْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا خَانَ الرِّسَالَةَ لِأَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾.)) [2]

''جس نے اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کی اور اس کو وہ نیکی خیال کرتا ہے، تو تحقیق اس نے یہ گمان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت میں خیانت کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا کہ ''آج کے دن میں نے تم پر تمہارا دین مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ۱۳۵۹۔ صحیح مسلم، رقم: ۶۷۵۵۔ مسند احمد: ۳۵۱/۲.

[2] مسند أحمد: ۴۰۶/۳۔ الأذکار اللنووی، ص: ۱۲۵۔ شیخ حمزہ نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

کو مکمل کر دیا اور تمھارے لیے دین اسلام پسند کیا ہے۔''

❶ مسند أحمد: ۱/ ۲۸۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم: ۴۵۔ صحیح مسلم، کتاب التفسیر، رقم: ۳۰۱۷.

❷ کتاب الاعتصام للشاطبی: ۱/ ۴۹.

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا:

((اِذَا حَدَّثْتُكُمْ حَدِيْثًا فَلَا تَزِيْدُنَّ عَلَيْهِ.)) ❶

''جب میں تم کو کوئی حدیث بیان کروں تو اس پر زیادہ نہ کرو۔''

❶ مسند أحمد، رقم: ۱۹۶۱۸۔ احمد شاکر نے اسے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے۔

یعنی اس بیان کردہ دین میں اپنی طرف سے زیادتی نہ کرو کیونکہ وہ دین تو مکمل ہو چکا ہے۔

تکمیل دین کا مطلب:

تکمیل دین کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد مسلمانوں کو زندگی کے ہر شعبہ میں خواہ وہ معاشرتی ہو، معاشی ہو یا سیاسی ہو۔ باہر سے کوئی بھی اصول اور طریقہ اسلام میں درآمد کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہی، اس لحاظ سے موجودہ مغربی جمہوریت، اشتراکیت، کیمونزم، سوشلزم اور کوئی بھی ازم داخل اسلام کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

تکمیل دین کا دن:

امام احمد اور بخاری و مسلم وغیرہم نے طارق بن شہاب سے روایت کی ہے کہ ایک یہودی سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ اے امیر المومنین! آپ لوگ اپنی کتاب میں ایک ایسی آیت پڑھتے ہیں کہ اگر وہ ہم پر نازل ہوئی ہوتی، تو اس دن کو ہم ''یوم عید'' بنا لیتے۔ انہوں نے پوچھا، وہ کون سی آیت ہے؟ تو یہودی نے کہا ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ'' (الآیۃ) تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں اُس دن اور اُس وقت کو خوب جانتا ہوں جب یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی۔ یہ آیت جمعہ کے دن عرفہ کی شام میں نازل ہوئی تھی۔ ❶

❶ صحیح بخاری، کتاب الإیمان، رقم: ۴۵۔ صحیح مسلم، کتاب التفسیر، رقم: ۳۰۱۷۔ مسند احمد:

۲۸/۱.

دین اسلام، اللہ تعالیٰ کی طرف سے محفوظ ہے:

دین اسلام کتاب وسنت کا نام ہے اور وہ محفوظ ہیں، ان کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴿۹﴾﴾ (الحجر: ۹)

''بے شک ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ اس تفسیر پر اللہ تعالیٰ نے خود اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وظیفہ مقرر کیا۔

﴿وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ وَ لَعَلَّہُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ﴾
(النحل: ۴۴)

''اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے، تاکہ لوگوں کے لیے جو کچھ نازل کیا گیا ہے، اسے آپ ان کے لیے کھول کر بیان کر دیجیے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے جو لوگوں کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلاتا ہے، اور انھیں خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے، اور آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ بحیثیت رسول ان اوامر ونواہی اور وعدہ و وعید کو لوگوں کے لیے بیان کر دیں جو اس قرآن میں موجود ہیں۔

معلوم ہوا کہ دین کتاب اللہ اور سنت رسول کا نام ہے، اور جیسے قرآن محفوظ ہے، ایسے ہی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی محفوظ ہے، چنانچہ امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا فرمان ہے:

((اَلْاِسْنَادُ عِنْدِیْ مِنَ الدِّیْنِ وَلَوْ لَا الْاِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ.))

''میرے نزدیک سند دین کا حصہ ہے اور اگر سند نہ ہوتی تو جو چاہتا کہہ ڈالتا۔''

❶ مقدمہ صحیح مسلم.

امام ابوعبداللہ الحاکم النیشاپوری مذکورہ بالا قول نقل کرنے کے بعد اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

''اگر اسناد نہ ہوتیں اور محدثین کرام ان کو طلب نہ کرتے اور کثرت سے یاد نہ رکھتے تو اسلام کی علامتیں مٹ جاتیں، جھوٹی احادیث گھڑ لی جاتیں، اسنادِ حدیث کو الٹ پلٹ کر دیا جاتا اور اس طرح اہل بدعت غالب آ جاتے، کیونکہ اگر احادیث کو اسناد سے بے نیاز کر دیا جائے تو وہ بالکل بے بنیاد رہ جائیں گی۔'' [1]

حدیث رسول ﷺ آپ کے عہد مبارک میں ہی مکتوب تھی:

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ حدیث رسول ﷺ آپ کے عہد مبارک میں مکتوب تھی، لہٰذا اسے مشکوک اور ظنی قرار دینا، اور اعتراض یہ کرنا کہ حدیث عہد نبوی ﷺ میں مدون نہ تھی، بعد میں لکھی گئی، لہٰذا یہ مشکوک ہے، اس کو شریعت اسلامیہ یا دین قرار دینا درست نہیں۔

آپ نے سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

''احادیث لکھا کرو، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس منہ سے حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی۔'' [2]

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو زکوٰۃ کے فرائض لکھ کر دیے۔ [3]

ابوراشد الحبرانی فرماتے ہیں کہ سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے میرے سامنے

---

[1] معرفة علوم الحديث، ص: ٦.

[2] سنن ابوداؤد، كتاب العلم، باب كتابة العلم، رقم: ٣٦٤٦.

[3] صحيح بخاری، كتاب الزكوٰة، باب زكوٰة الغنم، رقم: ١٤٥٤.

ایک کتاب رکھی اور فرمایا:

''یہ وہ کتاب ہے جو رسول اللہ ﷺ نے لکھوا کر مجھے دی تھی۔'' [1]

موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وہ کتاب ہے جو معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ ﷺ نے لکھوائی تھی۔ [2]

جب رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو یمن کا عامل بنا کر بھیجا تو اہل یمن کے لیے ایک کتاب لکھوا کر دی جس میں فرائض، سنت اور دیت کے مسائل تحریر تھے۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو پڑھا، یہ کتاب ابوبکر بن حزم کے پاس تھی۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے بھی اس کتاب کو پڑھا۔ [3]

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کتاب الصدقہ تحریر کروائی۔ امام محمد بن مسلم فرماتے ہیں کہ آپ کی یہ کتاب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان کے پاس تھی اور مجھے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے سالم نے یہ کتاب پڑھائی اور میں نے پوری طرح اس کو محفوظ کرلیا۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس کتاب کو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پوتوں سالم اور عبداللہ سے لے کر لکھوایا۔ [4]

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہمارے پاس کوئی چیز نہیں سوائے کتاب اللہ کے اور اس صحیفہ کے جس میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہیں۔'' [5]

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء علمه ﷺ أبابکر: ۳۵۲۹.

[2] سنن الدارقطنی : ۹۶/۲، رقم: ۱۸۹۱۔ مسند أحمد : ۲۲۸/۵، رقم: ۲۱۹۸۹۔ مستدرك حاکم: ۴۰۱/۱۔ سنن الکبریٰ البیهقی: ۱۲۸/۴، ۱۲۹.

[3] سنن نسائی، کتاب القسامة، باب عقل الأصابع، رقم: ۴۸۵۰ (وباب) ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول واختلاف الناقلین له، رقم: ۴۸۵۷.

[4] سنن ابوداؤد، کتاب الزکاة، باب فی الزکاة السائمة: ۱۵۷۰.

[5] صحیح بخاری، کتاب فضائل المدینة، باب حرم المدینة، رقم: ۱۸۷۰۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینة...... الخ، رقم: ۱۳۷۰.

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی شخص مجھ سے زیادہ نبی اکرم ﷺ کی احادیث بیان نہیں کرتا سوائے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے، اس لیے کہ وہ لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔ [1]

خلیفہ ثانی سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی زکوٰۃ کے متعلق ایک کتاب تحریر فرمائی تھی۔ امام مالک

فرماتے ہیں کہ میں نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہما کی کتاب پڑھی۔ ❷

سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے علماء کو حدیث کی جمع وتدوین کا حکم صادر فرمایا: آپ نے ابوبکر بن حزم رحمہ اللہ کے نام ایک خط میں تحریر کیا:

''احادیث نبویہ جہاں بھی ملیں، ان کو لکھ لو، اس لیے کہ مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے رخصت ہو جانے کا خدشہ دامن گیر ہے حدیث نبوی کے سوا اور کچھ قبول نہ کیجیے۔ علم کی اشاعت کیجیے اور بیٹھ کر درس دیجیے تاکہ جو شخص نہیں جانتا وہ جان لے، یاد رکھئے کہ علم اس وقت تک معدوم نہیں ہوتا جب تک اسے پوشیدہ نہ رکھا جائے۔'' ❸

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کی ایک جماعت کتابت حدیث کو ناپسند کرتی تھی، وہ چاہتے تھے کہ جس طرح انھوں نے وہ احادیث اپنے حافظہ میں محفوظ رکھیں، اسی طرح دوسرے لوگ بھی ان احادیث کو یاد کرلیں مگر جب ہمتیں پست ہوگئیں اور علماء علم کے ضائع ہو جانے سے ڈرنے لگے تو انھوں نے احادیث کو مدون کرلیا۔ اس ضمن میں سبقت کا شرف امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کو حاصل ہوا۔ آپ نے پہلی صدی ہجری کے اختتام پر جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے حکم سے حدیثیں جمع کیں۔ پھر تدوین وتصنیف کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا اور اس سے (ملت اسلامیہ کو) بڑا فائدہ پہنچا۔ ❹

---

❶ صحيح بخارى، كتاب العلم، باب كتابة العلم، رقم: ۱۱۳.

❷ موطا امام مالك، كتاب الزكاة، باب صدقة الماشية، رقم: ۲۳.

❸ صحيح بخارى، كتاب العلم ـ مؤطا مالك، كتاب العلم.

❹ فتح البارى: ۱/ ۸۱۵.

دین اسلام، آسان دین ہے:

دین اسلام آسان دین ہے، اس میں جبر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ (البقرة: ۲۵۶)

”دین میں داخل ہونے کے لیے کسی کو مجبور نہ کیا جائے۔“

یہ آیت کریمہ دین اسلام کے کامل ہونے کی دلیل ہے، اور اس میں اس بات کا بیان ہے کہ دین اسلام کی صداقت کے دلائل و براہین واضح ہیں، لہٰذا ضرورت نہیں کہ کسی کو اس میں داخل ہونے پر مجبور کیا جائے، اگر کوئی شخص اس میں داخل ہوتا ہے تو یہ اس کی خوش نصیبی ہے کہ اللہ نے اسے حق قبول کرنے کی توفیق دی، اور اگر وہ کفر کی راہ اختیار کرتا ہے تو گویا اللہ نے اس کے دل کی روشنی چھین لی، اور اس کی آنکھ اور کان پر مہر لگا دی، اب اگر ایسے آدمی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور بھی کیا جائے تو کوئی فائدہ نہ ہوگا، کیونکہ حق قبول کرنے کے تمام راستے مسدود ہو چکے ہیں۔

مزید اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرہ:۲۸۶)

”اللہ کسی آدمی کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔“

سورۃ البقرہ میں دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (البقرہ:۱۹۵)

”اور اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔“

لہٰذا ہر وہ کام اور ہر وہ بات جس میں مسلمانوں کی ہلاکت کا ڈر ہو، اس آیت کے حکم میں داخل ہوگی۔

سورۃ البقرہ میں تیسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرہ:۱۸۵)

”اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، تمہارے لیے تنگی کو پسند نہیں کرتا۔“

اس آیت کریمہ میں مریض اور مسافر جتنے دن روزے نہیں رکھیں گے، اتنے دن کے روزے صحت مند ہونے اور سفر ختم ہوجانے کے بعد رکھ لیں گے۔ اللہ کی طرف سے بندوں کو یہ سہولت دی گئی ہے، اور قضا کا حکم اس لیے دیا گیا تا کہ رمضان کے فرض روزے پورے ہوجائیں۔

حالت سفر میں روزہ افطار کرنے کی رخصت دین اسلام کی طرف سے آسان ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ رمضان میں مدینہ سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے تو روزے سے تھے، جب عسفان پہنچے تو پانی مانگا اور اسے دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھایا تا کہ لوگ اسے دیکھ لیں، پھر روزہ توڑ دیا، یہاں تک کہ مکہ پہنچ گئے۔ اسی حدیث کے پیش نظر سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سفر میں) روزہ بھی رکھا اور افطار بھی کیا، اس لیے جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے۔"[1]

سیّدنا ابو بردۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہما) کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو اُن سے ارشاد فرمایا: ((یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرا.))[2]

"لوگوں کے لیے آسانی کی راہ اختیار کرنا، ان کے لیے تنگی پیدا نہ کرنا۔"

دین اسلام، خیر خواہی کا دین ہے:

سیّدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا:

((اَلدِّیْنُ النَّصِیحَۃُ: قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: "لِلّٰہِ، وَلِکِتَابِہِ وَلِرَسُوْلِہِ وِلِأَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِہِمْ.))[3]

"دین خیر خواہی کا نام ہے۔ ہم نے دریافت کیا، کس کے لیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے پیغمبر کے لیے، مسلمان خلفاء کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔"

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الصوم، رقم: ۱۹۴۸۔ صحیح مسلم، کتاب الصیام، رقم: ۱۱۱۳.

[2] صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۳۴۱، ۴۳۴۲.

[3] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۵۵/۹۵۔ سنن ترمذی، رقم: ۱۹۲۶۔ سنن نسائی، رقم: ۴۱۹۹۔ سنن دارمی، رقم: ۲۷۵۴۔ مسند احمد: ۱۰۲/۴.

سیّدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَی اِقَامِ الصَّلَاۃِ، وَاِیْتَاءِ الزَّکَاۃِ، وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ.))[1]

’’میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔‘‘

دین اسلام، اہل دنیا کے لیے رحمت کا دین ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (الانبیاء:۱۰۷)

’’اور ہم نے آپ کو سارے جہاں والوں کے لیے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔‘‘

نبی کریم ﷺ جو رحمت لے کر دُنیا میں مبعوث ہوئے وہ توحید باری تعالیٰ اور حکمت ہے، یہی دین اسلام اور تمام ادیانِ سماویہ کی اصل اور بنیاد ہے۔

اس آیت کریمہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں دُنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا ہے یعنی جس دین کے ساتھ وہ دنیا میں مبعوث ہوئے وہ جن وانس کے لیے سراپا رحمت ہے، دُنیا وآخرت کی سعادت اسی کو قبول کر لینے میں ہے، اس لیے بطور مبالغہ رسول اللہ ﷺ کو رحمت کہا گیا ہے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، نبی کریم ﷺ سے کہا گیا کہ آپ مشرکوں پر بددعا کر دیجیے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: ’’میں لعنت بھیجنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں، میں تو ’’رحمت‘‘ بنا کر بھیجا گیا ہوں۔‘‘ [2]

اس لیے اس آیت کی تفسیر میں سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد جو ایمان لے آیا، اس کے لیے دنیا وآخرت دونوں جہان میں رحمت تمام ہوگئی، اور

---

[1] صحیح بخاری، رقم: ۲۷۱۵۔ صحیح مسلم، رقم: ۹۷۔۵۶.

[2] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ۲۵۹۹.

جو ایمان نہیں لایا وہ دنیاوی عذاب سے محفوظ ہوگیا، گزشتہ قوموں پر مسخ صورت، زمین کے اندر دھنس جانے اور پتھروں کی، بارش کی شکل میں آتا رہا ہے۔ [1]

اہل ایمان کے لیے رحمت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾﴾ (التوبہ:١٢٨)

''تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف آئے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں، جن پر تمہاری تکلیف والی بات نہایت گراں گزرتی ہے، جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں، اہل ایمان کے لیے بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔''

کفار اور مشرکین کے لیے رحمت کا پہلو:

دین اسلام کا یہ امتیاز ہے کہ وہ جہاں اہل ایمان و اسلام کے لیے رحمت کا معاملہ کرتا ہے، کئی مقامات پر کفار و مشرکین کے ساتھ انسانیت کے ناطے رحمت و شفقت کا معاملہ کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

((یَا أَیُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ.)) [2]

''اے لوگو! میں تو صرف ایک تحفہ رحمت ہوں۔''

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ''ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مشرکین کو بددعا دینے کی درخواست کی گئی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا بنا کر مبعوث نہیں کیا گیا، بلکہ مجھے تو سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔'' [3]

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مومنوں کے لیے تو آپ ﷺ دنیا اور

---

[1] تفسیر طبری: ١٨/٥٥٢.

[2] مستدرك حاكم: ١/٣٥۔ معجم صغیر، طبرانی: ١/٥١۔ السلسلة الصحیحة، رقم: ٤٩٠.

[3] ابن جریر بحواله ابن کثیر: ٣/٤٨٧.

آخرت میں رحمت تھے اور غیر مومنوں کے لیے آپ ﷺ صرف دنیا میں ہی رحمت تھے کہ وہ زمین میں دھنسائے جانے سے آسمان سے پتھر برسائے جانے سے بچ گئے جیسے کہ پہلی امتوں کے کافروں پر یہ عذاب آئے تھے۔ [1]

حیوانات اور جمادات کے لیے رحمت:

دین اسلام کا امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ جہاں انسانیت کے لیے رحمت وشفقت کا معاملہ کرتا ہے، حیوانات اور جمادات کے لیے بھی رحمت وشفقت کا بازو پھیلاتا ہے۔ چنانچہ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گدھا دیکھا جس کے چہرے پر داغ لگایا گیا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیا تمھیں معلوم نہیں کہ میں نے جانور کے چہرے پر داغ لگانے والے یا جانوروں کے چہرے پر مارنے والے پر لعنت کی ہے۔ پھر آپ نے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔'' [2]

بنی اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی [3] اور اس کے برعکس ایک عورت بلی پر ظلم کرنے کی وجہ سے جہنم میں چلی گئی۔ [4] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاوجہ چیونٹی کو مارنے سے منع فرمایا۔ [5] جانوروں کو احسان کے ساتھ ذبح کرنے کا حکم فرمایا۔ [6]

جمادات کے ساتھ ساتھ رحمت کا معاملہ دیکھیے گا کہ اُحد پہاڑ نے حرکت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تھمنے کا حکم دیا تو وہ فوراً ساکن ہو گیا۔ [7] روتے ہوئے کھجور کے تنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] ایضاً۔

[2] سنن ابوداؤد، کتاب الجهاد، رقم: ۲۵۶۴۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[3] صحیح بخاری، کتاب المساقاۃ، رقم: ۳۴۶۷۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، رقم: ۲۲۴۵۔

[4] صحیح بخاری، کتاب کتاب الأنبیاء، رقم: ۳۴۸۲۔ صحیح مسلم، رقم: ۲۲۴۳۔

[5] سنن ابوداؤد، کتاب الأدب، رقم: ۵۲۶۷۔ محدث البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

[6] صحیح مسلم، رقم: ۱۹۵۵/۵۷۔

[7] صحیح بخاری، رقم: ۷۳۳۳۔ صحیح مسلم، رقم: ۱۳۶۵/۴۶۴۔

دست شفقت رکھا تو وہ آہستہ آہستہ خاموش ہو گیا۔ [1]

سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا ہے۔ [2]

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مرغ کو بُرا مت کہو کیونکہ وہ نماز کے لیے جگاتا ہے۔ [3]

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یقیناً نبی کریم ﷺ نے جانوروں کے چہروں پر مارنے سے منع فرمایا۔ [4]

چھپکلی کو مارنے کی اجازت ہے۔سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے چھپکلی کو پہلی ضرب میں مارا اس کے لیے اتنا ثواب ہے۔اور جس نے دوسری ضرب میں مارا اسے اتنا ثواب ہے۔یعنی پہلے سے کم۔اور جس نے تیسری چوٹ میں مارا اس کے لیے اتنا ثواب ہے۔یعنی دوسری بار سے بھی کم۔'' [5]

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے چھپکلی کو پہلی ہی چوٹ میں مارا اس کے لیے (۷۰) نیکیاں ہیں۔'' [6]

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ پہلی چوٹ مار دینے سے سو نیکیاں ملتی ہیں۔ [7]

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے رفیق سفر تھے، پس

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الجمعۃ، رقم: ۵۰۵۔سلسلۃ صحیحۃ، رقم: ۲۱۷۴۔

[2] سنن ترمذی، کتاب الجهاد، رقم: ۱۷۰۸، ۱۷۰۹۔

[3] سنن ابوداؤد، کتاب الأدب، رقم: ۱۵۰۱۔المشکاۃ، رقم: ۴۱۳۶۔محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

[4] سنن ترمذی، کتاب الجهاد، رقم: ۱۷۱۰۔صحیح ابوداؤد، رقم: ۲۳۱۰۔

[5] سنن ابوداؤد، کتاب الأدب، رقم: ۵۲۶۳۔محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

[6] سنن ابوداؤد، کتاب الأدب، رقم: ۵۲۶۴۔محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

[7] صحیح مسلم، کتاب السلام، رقم: ۲۲۴۰۔

ایک دفعہ آپ رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے تو ہم نے ایک چڑیا دیکھی جس کے دو چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ہم نے وہ دونوں پکڑ لیے تو وہ چڑیا پر پھڑ پھڑانے لگی، اتنے میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے کس نے اس کے بچوں کی وجہ سے تکلیف پہنچائی

ہے، اسے اس کے بچے لوٹا دو۔ اور پھر آپ نے چیونٹیوں کی بستی کو دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے کس نے جلایا ہے؟ ہم نے عرض کیا، ہم نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آگ کے اب کے سوا کسی شخص کے لیے زیبا نہیں کہ وہ کسی کو آگ سے تکلیف پہنچائے۔ [1]

دین اسلام امن و آشتی کا دین ہے:

اسلام امن و آشتی کا دین ہے، قیام امن کے لیے یہ کارنامہ بھی سرانجام دیا کہ وحدتِ انسانی کا تصور قائم کیا۔ جبکہ قبل اس سے انسانیت مختلف قبائل، اقوام اور طبقات میں بٹی ہوئی تھی، اور ان قبائل و طبقات کا باہمی فرق ایسا اور اتنا تھا جتنا انسان و حیوان، آزاد و غلام اور عابد و معبود کا فرق ہو سکتا ہے، نیز آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے قبل وحدت و مساوات انسانی کا تصور خواب و خیال بن چکا تھا۔ سید ابوالحسن علی ندوی ''نبی رحمت'' میں رقمطراز ہیں:

> ''چھٹی صدی عیسوی میں دُنیا کے لیے بڑے بڑے مذاہب، قدیم مذہبی صحیفے اور ان کے احکام و قوانین بازیچہ اطفال بن چکے تھے اور تحریف کے علمبرداروں، منافقوں اور ناخدا ترس و بے ضمیر مذہبی رہنماؤں کی ذاتی اغراض کا نشانہ اور حوادثِ زمانہ کا اس طرح شکار ہو چکے تھے کہ ان کی اصلی شکل و صورت کا پہچاننا مشکل بلکہ ناممکن تھا، اگر ان مذاہب کے اوّلین بانی و علم بردار، اور ان کے انبیاء کرام دوبارہ واپس آ کر اس حالت کو دیکھتے تو ان مذاہب کو خود نہ پہچان سکتے اور ان کا انتساب اپنی طرف کرنے پر ہرگز تیار نہ ہوتے۔'' [2]

---

[1] سنن ابوداؤد، کتاب الجهاد، رقم: ۲۶۷۵۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] نبی رحمت، ص ۳۵۔

''چھٹی صدی عیسوی جس میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی، تاریخ کا بدترین دور تھا، پوری انسانیت خودکشی کے راستہ پر تیزی کے ساتھ گامزن تھی، اس کے اندر بھلائی و برائی اور زشت و خوب میں تمیز کرنے کی بھی صلاحیت باقی نہیں تھی،

بسا اوقات پورے پورے ملک میں ایک شخص ایسا نظر نہ آتا جس کے دل میں انسانیت کا درد ہو، اور اس کے تاریک و ہولناک انجام پر کچھ بے چین ہو۔"[1]

چنانچہ دین اسلام نے صدیوں کی طویل خاموشی اور چھائے ہوئے اندھیروں میں یہ انقلابی، قلوب واذہان کو جھنجھوڑ دینے والا اور حالات کے رُخ موڑ دینے والا اعلان عام فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۱۳ ﴾

(الحجرات: ۱۳)

"لوگو! ہم نے تمھیں مرد اور عورت کے ملاپ سے پیدا کیا ہے، اور ہم نے تمھیں قوموں اور قبیلوں میں اس لیے بانٹ دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ ہیں جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہیں، بے شک اللہ بڑا جاننے والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔"

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَاِنَّ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ، كُلُّكُمْ مِنْ آدَمَ، وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ. اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ، وَلَيْسَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى اَعْجَمِيٍّ فَضْلٌ اِلَّا بِالتَّقْوٰى.))[2]

"اے لوگو! تمھارا رب ایک اور تمھارا باپ ایک، تم سب آدم کے بیٹے ہو اور آدم مٹی سے (پیدا کیے گئے) تھے۔ تم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے شریف وہ انسان ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے، اور کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے۔"

شریعت اسلامیہ کی یہ نصوص وحدۃ الرب اور وحدۃ الأب کا نظریہ دے کر اس پرامن و

---

[1] أیضًا، ص: ۵، بتعدیل.

[2] مسند أحمد: ۵/ ۴۱۱، رقم: ۲۳۸۹۔ شیخ شعیب نے اس کی سند کو "صحیح" کہا ہے۔

آشتی کی بنیاد رکھتی ہیں۔ چنانچہ دین اسلام میں کوئی نسل کسی نسل پر اور کوئی قبیلہ کسی قبیلے پر فوقیت نہیں رکھتا، اصل معیار فضیلت تقویٰ ہے۔

اسلام ظلم وستم کا دین نہیں:

فی زمانہ دین اسلام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ ظلم وستم کا دین ہے، بلکہ پیغمبر دین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہے کہ ۱۸۷۰ء میں شائع شدہ کتاب ''لائف آف دی محمد'' صلی اللہ علیہ وسلم میں یو پی۔ بھارت کے گورنر ولیم میور نے اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے لکھا ہے کہ:

''دو چیزیں انسانیت کی سب سے بڑی دشمن ہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قرآن اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلوار۔'' (موج کوثر، ص: ۱۶۳)

حالانکہ دین اسلام میں تو سراسر انسانیت کی فلاح و بہبود اور عالم انسانیت کے لیے امن و آشتی کا درس دیتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کی عظمت واحترام ہر حقوق انسانی کے متعلق وہ دائمی تصور دیا ہے جو انسانیت نوازی پر مبنی دائمی دستاویز ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ''معاہدۂ حلف الفضول'' تو سراسر مظلوموں کی نصرت کا پہلا تاریخی منشور ہے۔ اور اسی طرح تاریخ انسانی کا اولین معاہدہ امن ''مواخات'' ہے۔ یہ دستاویز و معاہدات حقوقِ انسانی کے لیے ہی تو ہیں، پھر اس پر مستزاد یہ کہ یہ دساتیر اور تعلیمات محض کاغذی، تخیلاتی اور دفعات محض نہیں بلکہ عملی طور پر نافذ العمل بھی ہیں۔ اب اس کے باوجود بھی اگر یہ کہا جائے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا، اور عالم انسانیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار سے خطرہ ہے تو اس سے بڑھ کر تعصب اور ہٹ دھرمی کی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی پالیسی:

محسن انسانیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی پالیسی کا اساسی کلیہ یہ تھا کہ مخالف عنصر کا خون بہانے کی بجائے اسے بے بس کر دیا جائے، تا آنکہ یا تو وہ تعاون کرے یا مزاحمت چھوڑ دے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے ابواب کو جن محققین و مفکرین نے ہمارے سامنے بے نقاب کیا ہے ان میں ارض ہندو پاک کے ایک مایہ ناز فرزند ڈاکٹر حمید اللہ صدیقی ہیں موصوف نے

سرورِ عالم ﷺ کی جنگی پالیسی کو یوں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اصل میں آنحضرت ﷺ نے دشمن کو نیست و نابود کرنے کے بجائے مجبور کرنا پسند فرمایا۔'' ❶

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ کی سیاست قریش کو تباہ و نابود کرنے پر نہیں، بلکہ بالکل محفوظ رکھ کر بے بس اور مغلوب کردینے پر مشتمل تھی۔'' ❷

اپنے اس نظریہ کو فاضل محقق نے حضور ﷺ کی اختیار کردہ تدابیر کی تفصیل دے کر اور سلسلۂ واقعات پر تبصرہ کرکے بڑی خوبی سے ثابت کیا ہے۔ ❸

دراصل پیغمبرِ ﷺ کو اگرچہ چاروناچار میدانِ کارزار میں اترنا پڑا، کیونکہ شہادت گہ الفت کے باہر سے کوئی راہ نصب العین کی طرف نہ جاتی تھی، لیکن آپ ﷺ زمین کے ٹکڑوں کے بجائے روحوں کو فتح کرنا چاہتے تھے، آپ ﷺ تلوار کے زور سے بدنوں کو مطیع بنانے کے بجائے دلیل سے دماغوں کو، اور اخلاق سے دلوں کو مسخر کرنا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ کا اصل معرکہ رائے عامہ کے میدان میں تھا، اور اس میدان میں حریفوں نے زک اُٹھائی اور تیزی سے بازی ہارتے چلے گئے۔ جنگی کارروائی اس تصادم کا بہت چھوٹا جزء ہے جو پیغمبرِ ﷺ کو اُمن دشمنوں سے پیش آیا۔

دیکھیے کہ غزوۂ خیبر کی مہم کے دوران میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے علم خاص

❶ عہد نبوی ﷺ کے میدان ہائے جنگ، ص: ۴۴۔

❷ عہد نبوی ﷺ میں نظامِ حکمرانی، ص: ۲۴۰۔

❸ محسن انسانیت، ص: ۳۸۷۔

عنایت فرماتے ہوئے کیا تاکید کی تھی؟ فرمایا: اے علی! اگر تمہارے ذریعے سے ایک شخص کو بھی ہدایت مل گئی تو یہ تمہارے لیے سب سے بڑی نعمت ہوگی۔ ❶

یعنی اصل مقصود دشمن کا جانی نقصان اور خونریزی نہیں ہے، بلکہ فوقیت اسی بات کو ہے کہ

زیادہ سے زیادہ افراد کے دل و دماغ میں تبدیلی واقع ہو اور وہ نظامِ اَمن کو قبول کر لیں، یہ نمایاں جنگی انداز ہم نے محض بطور نمونہ پیش کیا ہے، ورنہ ایسے شواہد کی کمی نہیں جن سے نبی کریم ﷺ کا بنیادی نقطۂ نظر سامنے آ جاتا ہے۔ جنگ جوئی اور خونریزی کرنے والے لوگ مغلوب الغضب اور جلد باز ہوتے ہیں، بخلاف اس کے ہم آپ ﷺ کو ٹھنڈے عزم اور عالی حوصلے سے آراستہ پاتے ہیں، اور آپ ﷺ کی جنگی پالیسی میں قوت کے استعمال کے بجائے حکمت دانشمندی کام کرتی دکھائی دیتی ہے۔ حکمت دانشمندی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو گا کہ حضور ﷺ مدینہ میں جاتے ہی مختلف عناصر کو مرکب کر کے اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھ دیتے ہیں، کسی انقلابی نظریے پر بغیر ایک قطرۂ خون بہائے نظامِ ریاست کو یوں استوار کر دینے کی مثال تاریخ کے اوراق میں ملنا ناممکن ہے۔ صحیح معنوں میں غیر خونی (Blood Less) انقلاب ہمیں یہی ایک ملتا ہے، جس کی بنیادوں میں انسانی خون کا ایک قطرہ نہ گرا، اور جس کی نیو کے پتھروں میں کسی ایک فرزندِ آدم کا لاشہ شامل نہیں، یہ محیر العقول واقعہ خود نبی کریم ﷺ کی مخصوص شان کا ترجمان ہے۔

نبی کریم ﷺ کی جنگوں میں جانی نقصانات کے اعداد و شمار:

نبی کریم ﷺ کی دس سالہ جنگی کارروائیوں کی یہ خاص نوعیت جانی نقصان کے اعداد و شمار سامنے رکھنے سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ ماننا پڑتا ہے کہ آپ ﷺ نے ''کم سے کم خونریزی'' کا ارادہ و اُصول سامنے رکھا، اور بہت قلیل جانی نقصان کے ساتھ دس لاکھ مربع میل رقبہ کی سلطنت قائم کر دکھائی۔ آپ کی جنگی کارروائیوں میں طرفین سے کام آنے والے افراد کی تعداد درج ذیل ہے:

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر۔

	نام غزوہ یا سریہ	مسلمانوں کا نقصان	دشمن کا نقصان
		شہید	مقتول

۱	غزوۂ بدر	۲۲	۷۰
۲	غزوۂ اُحد	۷۰	۳۰
۳	غزوۂ احزاب	۶	۱۰
۴	غزوۂ خیبر	۱۸	۹۳
۵	سریہ موتہ	۱۲	نامعلوم
۶	غزوۂ فتح مکہ	۲	۱۲
۷	غزوۂ حنین وطائف	۶	۷۱
	کل تعداد	۱۳۶	۲۸۶

سات غزوات وسرایا میں دونوں طرف سے کام آنے والے افراد کی کل تعداد ۴۲۲ ہے۔

عام طور پر مؤرخین اور سیرت نگاروں نے رسول اللہ ﷺ کے غزوات وسرایا کی تعداد ۸۲ لکھی ہے جو کہ درست نہیں۔ غزوات کی تعداد صرف سات ہے، البتہ حیات طیبہ کی تمام چھوٹی بڑی کارروائیوں اور نقل وحرکت کی تعداد ۸۲ ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

	کارروائیوں کا مقصد	کارروائیوں کی تعداد	شہدا کی تعداد	تعداد مقتولین دشمن
۱	تبلیغ اسلام اور تکمیل معاہدات	۵	-	-
۲	بت شکنی کی مہمات	۳	-	-
۳	دشمن کی طرف سے ڈاکہ زنی کے بعد مسلمانوں کا تعاقب	۱۰	۱۹	۱۲
۴	ذاتی نوعیت کے واقعاتِ قتل	۵	-	۵
۵	غلط فہمی کی بنا پر پیش آنے والے تصادم	۶	-	۱۲۷
۶	سرحدوں کی حفاظت کے لیے کی گئی کارروائیاں	۳۸	۷۳	۱۱

۷	دشمن کی طرف سے دھوکہ دہی اور بغاوت کے واقعات	۸	۸۲	۴۱۰
۸	جنگیں (غزوات وسرایا)	۷	۱۳۶	۲۸۶
	کل تعداد	۸۲	۳۱۰	۸۵۱

۸۲ کارروائیوں میں دونوں طرف سے کام آنے والے افراد کی کل تعداد رحمۃ اللعالمین ج ۲، باب غزوات وسرایا اور الرحیق المختوم ،ص: ۴۲۴، ۴۹۵ پر ۱۱۶۱ ہے۔

۸۲ کارروائیوں میں کام آنے والے افراد کی یہ محیر العقول تعداد اس زمانے کی ہے جس زمانے میں انتقام در انتقام کی شکل میں ہونے والی طویل جنگوں میں لاکھوں انسانوں کی ہلاکت ایک معمولی بات سمجھی جاتی تھی۔

اَمن پسند ''مہذبوں'' کی اَمن پسندی:

آیئے ایک نظر آج کے نام نہاد مہذب، داعیانِ تہذیب اور اَمن پسند یورپ کی رزم آرائیوں پر ڈالیں، اور دیکھیں کہ کس کی تلوار عالَمِ انسانیت کی دشمن اور خون کی پیاسی ہے؟ اور کون انسانیت کا دشمن ہے؟

1۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں امریکی سفید فام نوآبادکاروں نے اپنی ''نئی دنیا'' آباد کرنے کے لیے ستر لاکھ ریڈ انڈینز کا قتل عام کیا۔ براعظم افریقہ کے سیاہ فام باشندوں کو جانوروں کی طرح پکڑ پکڑ کر اپنا غلام بنایا، جہازوں میں جانوروں کی طرح لاد لاد کر امریکہ لائے اور ان کی باقاعدہ خرید وفروخت کی۔ ان سیاہ فام باشندوں کی نسل آج تک امریکہ میں سفید فاموں کے برابر حقوق حاصل نہیں کر سکی۔ جب بھی سیاہ فام انسانوں نے امریکی دستور میں لکھے گئے ''انسانی حقوق'' کا مطالبہ کیا، انہیں نہایت بے رحمی سے کچل دیا گیا۔ [1]

2۔ ۱۸۹۰ء میں جنوبی ڈکوٹا اور ارجنٹائن پر امریکہ نے حملہ کیا۔ ۱۸۹۱ء میں چلی پر حملہ کیا،

۱۸۹۲ میں اواہو پر، ۱۸۹۳ء میں ہوائی پر حملہ کر کے آزاد ریاست کا خاتمہ کیا، ۱۸۹۴ء میں کوریا پر ۱۸۹۵ء میں پانامہ پر، ۱۸۹۶ء میں نکاراگوا پر حملہ کیا، ۱۸۹۸ء میں فلپائن پر حملہ کیا، یہ جنگ ۱۹۱۰ء تک یعنی بارہ سال تک جاری رہی جس میں چھ لاکھ فلپائنی مارے گئے۔

3۔ ۱۹۱۲ء میں کیوبا پر حملہ کیا، ۱۹۱۳ء میں میکسیکو پر، ۱۹۱۴ء میں ہیٹی پر، ۱۸، ۱۹۱۷ء میں جنگ عظیم اول میں شرکت کی، ۱۹۱۹ء میں ہونڈریس پر حملہ کیا، ۱۹۲۰ء میں گوئٹے مالا پر حملہ کیا، ۱۹۲۱ء میں مغربی ورجینیا پر حملہ کیا۔

4۔ ۴۵۔۱۹۴۱ء کی جنگ عظیم دوم، جس میں چار کروڑ انسان لقمہ اجل بنے، صرف امریکہ بہادر نے اس جنگ میں تین کھرب ۶۰ ارب ڈالر خرچ کیے۔ ایک کروڑ ساٹھ لاکھ امریکی فوجیوں نے اس میں حصہ لیا، ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرانے کا فیصلہ کرنے والوں میں حقوق انسانی کے علمبردار امریکا کا صدر ''ٹرومین'' اور ''مہذب'' برطانیہ کا وزیراعظم ''سر'' ونسٹن چرچل بھی شامل تھے۔

5۔ ۱۹۴۳ء میں ڈیٹوریٹ میں سیاہ فاموں کی بغاوت کچلنے کے لیے امریکہ نے فوجی ایکشن کیا۔ یونان کی خانہ جنگی (۴۹۔۱۹۴۷) میں کمانڈو آپریشن کیا، ۱۹۵۰ء میں پورٹوا یکو پر حملہ کیا، ۱۹۵۳ء میں فوجی آپریشن کے ذریعہ ایران کی حکومت بدلی، ۱۹۵۴ء میں گوئٹے مالا پر بمباری کی۔

6۔ ۱۹۶۰ء تا ۱۹۷۵ء امریکہ نے مسلسل پندرہ سال تک ویت نام پر جنگ مسلط کیے رکھی،

---

❶ امریکی سیاہ فام محمد علی کلے، اسلام قبول کرنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: میں ۱۹۶۰ میں اٹلی کے شہر روم سے ایک مقابلہ جیت کر امریکہ واپس آیا تو ایک ہیرو کی طرح میرا استقبال کیا گیا۔ ایک روز میں ایسے ہوٹل میں چلا گیا جو گوروں کے لیے مختص تھا، جونہی میں ایک میز پر بیٹھا، ہوٹل کی خاتون مینیجر نے مجھے بڑی درشتی سے حکم دیا: ''ہوٹل سے باہر چلے جاؤ، یہاں کسی سیاہ فام کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔'' ''میں نے بتایا'' میں روم میں اولمپک مقابلوں میں جیت کر آیا ہوں اور سونے کا تمغہ حاصل کیا ہے، لیکن اس خاتون نے ایک نہ سنی اور حقارت کے ساتھ زبردستی مجھے ہوٹل سے نکال دیا۔'' (ہم مسلمان کیوں ہوئے، از عبدالغنی فاروق، ص: ۴۵۶)

جس میں دس لاکھ انسان ہلاک ہوئے۔

7۔ ۱۹۶۵ء میں امریکہ نے انڈونیشیا کے آمر صدر سہارتو کو بائیں بازو کے دس لاکھ افراد کو قتل کرنے کے لیے مدد فراہم کی۔

8۔ ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۵ء تک (چھ سال) کمبوڈیا سے جنگ کی، جس میں ۲۰ لاکھ انسانوں کا قتل عام ہوا۔

9۔ ۱۹۷۱۔۷۳ء میں لاؤس پر بمباری کی، ۱۹۷۳ء میں جنوبی ڈیکوٹا میں فوجی آپریشن کیا، ۱۹۷۳ء میں ''چلی'' میں فوجی آپریشن کے ذریعہ حکومت تبدیل کی، ۱۹۷۶،۹۲ء میں انگولا میں جنوبی افریقہ کی حمایت سے ہونے والی بغاوت میں باغیوں کو مدد فراہم کی۔ ۱۹۸۱۔۹۰ء میں ''نکاراگوا'' میں فوجی آپریشن کیا، ۱۹۸۲، ۸۴ء میں لبنان کے مسلم علاقوں پر بمباری کی، ۱۹۸۴ء میں خلیج فارس میں دو ایرانی طیارے تباہ کیے۔ ۱۹۸۶ء میں حکومت تبدیل کرنے کے لیے لیبیا پر حملہ کیا۔

10۔ ۱۹۷۹ء میں عراق نے امریکہ کے فوجی تعاون سے ایران پر حملہ کیا، یہ جنگ مسلسل آٹھ سال تک جاری رہی، جس میں دونوں طرف سے لاکھوں انسان لقمہ اجل بنے۔

11۔ ۱۹۸۹ء میں فلپائن میں فوجی بغاوت ہوئی۔ امریکہ نے بغاوت کچلنے کے لیے فلپائن کو فضائی مدد مہیا کی۔ ۱۹۸۹ء میں ہی فوجی آپریشن کے ذریعہ پانامہ میں حکومت تبدیل کی، جس میں ۲ ہزار افراد ہلاک ہوئے۔

12۔ ۱۹۸۹ء میں الجزائر میں اسلامک سالویشن فرنٹ الیکشن میں بھاری اکثریت سے جیتی، جو ملک میں اسلامی انقلاب لانا چاہتی تھی، اسلامی انقلاب کو روکنے کے لیے امریکہ کی مدد سے فوجی آپریشن کیا گیا، جس میں ۸۰ ہزار افراد قتل ہوئے۔

13۔ ۱۹۹۰ء میں عراق کو کویت پر حملہ کرنے کی ترغیب دلائی، اور ۱۹۹۱ء میں ''ڈیزرٹ سٹارم آپریشن'' کی صورت میں خود عراق پر حملہ کر دیا، جس میں ہزاروں عراقی ہلاک ہوئے۔

14۔ ۱۹۹۴ء میں ہیٹی کی حکومت بدلنے کے لیے فوجی آپریشن کیا۔ ۱۹۹۶ء میں عراق پر حملہ کیا،

اورفوجی اہمیت کے ۲۷ ٹھکانوں پر مزائل پھینکے۔ ۱۹۹۸ء میں سوڈان کی دواساز کمپنی پر میزسے ۱۹۹۸ء میں عراق پر پھر مسلسل چار دن تک میزائلوں سے بمباری کی۔

15۔ ۱۹۹۰ء میں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت انڈونیشیا میں بغاوت کروائی، عیسائیوں کو مدد فراہم کی، لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام کیا، بال آخر مشرقی تیمور کی صورت میں ایک عیسائی ریاست قائم کی۔ [1]

16۔ سوویت یونین کے جابرانہ تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لیے دس لاکھ شہداء کی قربانیاں دینے والے زخموں سے نڈھال، نہتے افغانستان پر ۲۰۰۱ء میں طیاروں اور میزائلوں سے شدید بمباری کی، جس کے نتیجہ میں ۲۵ ہزار بے گناہ شہری شہید ہوئے، ۷ ہزار افراد کو گرفتار کیا گیا اور طالبان کی جگہ شمالی اتحاد کی کٹھ پتلی حکومت قائم کی۔

17۔ عراق میں تباہ کن ہتھیاروں کا بہانہ بنا کر ۲۰ مارچ ۲۰۰۳ء کو امریکہ نے عراق پر حملہ کیا، جس میں ہزاروں بے گناہ شہری مارے گئے، امریکی قبضہ کے بعد فلوجہ شہر کے عوام کی مزاحمت پر امریکی فوج نے فلوجہ پر زہریلی گیس چھوڑی اور کیمیاوی ہتھیار بھی استعمال کیے، جن کے استعمال پر بین الاقوامی طور پر پابندی عائد ہے۔ [2]

انسانی جان کی حفاظت:

انسانی فطرت ہے، بلکہ تمام حیوانات اور ذی نفس کا خاصہ ہے کہ وہ جان کی حفاظت ضروری سمجھتا ہے۔ اسلام نے انسانی جان کی حفاظت کے لیے بہت ہی معقول اور مؤثر طریقہ بتایا ہے۔ اور اس کی تنفیذ کا حکم دیا ہے۔

---

[1] مذکورہ بالا اعدادوشمار خالد محمود قادری کی کتاب ''افغانستان میں مسلمانوں کا قتل عام'' سے لیے گئے ہیں۔

[2] ہفت روزہ تکبیر، کراچی، جنوری ۲۰۰۶ء۔

انسانی جان اللہ رب العزت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بہت ہی قیمتی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جانوں کی حفاظت کا سخت انتظام فرمایا ہے۔ ایک فرد کے قتل کو تمام لوگوں کا قتل قرار دیا۔ ارشاد فرمایا:

﴿مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ﴾ (المائدہ: ۳۲)

''اسی لیے بنی اسرائیل پر ہم نے فرض کر دیا۔ کہ جو شخص کسی کو ناحق قتل کرے گا یا زمین میں فساد برپا کرنے کے لیے قتل کرے گا تو گویا اسنے پوری نوع انسانی کو قتل کر ڈالا، اور جو اسے زندہ رکھے گا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ چھوڑا۔''

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ.)) [1]

''قیامت کے روز معاملات سے متعلق سب سے پہلے خون کا فیصلہ ہوگا۔''

اسلام میں کسی بھی شخص کا خون بہانا حرام ہے، خواہ وہ کسی بھی دین اور مذہب کا ہو بشرطیکہ وہ مسلمانوں سے جنگ نہ کرتا ہو، اور مسلمانوں کے جان و مال کے درپے نہ ہو۔ اگر وہ مسلمانوں

[1] صحیح بخاری، رقم: ۶۸۶۴۔ صحیح مسلم، رقم: ۱۶۷۸/۲۸۔

کے عہد و پیمان اور امان کے اندر ہے تو اس کے قتل پر اللہ کی طرف سے بہت سخت وعید آئی ہے۔ جس طرح ایک مسلمان کے قتل پر سخت وعید آئی ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝۹۳﴾ (النساء: ۹۳)

''جو شخص جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے گا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ کا غضب اس پر ہوگا اور لعنت بھی، اور اللہ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

اسی طرح عہد و پیمان دے کر کسی غیر مسلم کو قتل کرنے کی سزا اور عذاب یہ ہے کہ قاتل جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔ سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ (أَيْ لَمْ يَشُمَّهَا) وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ

مَسِيْرَةِ أَرْبَعِيْنَ عَامًا.)) ❶

''جو شخص ذمی اور معاہدین میں سے کسی کو قتل کرے تو وہ جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا، اوراس کی خوشبو چالیس سالوں کی مسافت تک محسوس کی جاتی ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچنا۔عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''شرک کرنا، جادو کرنا، جس کا قتل جائز نہ ہو اس کو ناحق قتل کرنا۔'' ❷

---

❶ صحيح بخاری، كتاب الجزيه والموادعة، رقم: ٣١٦٦.

❷ صحيح مسلم، كتاب الايمان، رقم: ٢٦٢.

تورات کا قانون بھی یہی تھا اور وہی قانون قرآن نے مسلمانوں کے لیے بھی برقرار رکھا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ﴾

(المائدہ: ۴۵)

''ہم نے یہودیوں پر تورات کے ذریعہ فرض کیا تھا کہ قاتل کو مقتول کے بدلے قتل کیا جائے، مظلوم کو آنکھ پھوڑنے کے بدلے میں ظالم کی آنکھ پھوڑی جائے! ناک کان کاٹنے کے بدلے میں کاٹنے والے کے ناک اور کان کاٹے جانے کے بعد پھر قتل کیا جائے۔ اگر زخمی کیا تو زخم کا بدلہ زخم لگا کر لیا جائے۔''

یہ قانون تورات میں اب بھی پایا جا رہا ہے۔ اگرچہ اس میں یہودی علماء نے بہت تبدیلیاں کر ڈالی ہیں۔ ❶

قصاص میں خیر و بھلائی ہے۔ اسی حکمت کو قرآن کریم میں دو ٹوک الفاظ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝﴾

(البقرہ: ۱۷۹)

''عقل وخرد والو! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔''

انسانی عقول کی حفاظت:

اسی طرح اسلام نے اس عقل کی حفاظت کے لیے سخت سے سخت انتظام کیا ہے۔ کیونکہ یہ عقل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝﴾ (یوسف: ۲)

[1] دیکھئے: الکتاب المقدس خروج ۲۳، ۲۱۔ ۲۵۔ اسی طرح انجیل متی میں بھی اسی جیسا حکم ہے۔ دیکھئے: متی ۵۔ ۲۱۔ ۱۸/۱۹۔۔ لوقا ۱۸/۲۰۔

''یقیناً ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں اتارا ہے تاکہ تم اسے سمجھو۔''

لٰہذا ہر اس چیز کو اسلام نے حرام کیا ہے جس سے عقل انسانی کو وقتی طور پر یا ہمیشہ کے لیے نقصان پہنچ سکتا ہے اور انسان بے عقل ہوسکتا ہے۔ جس طرح پورے نفس اور انسانی وجود کا مالک اللہ ہے اسی طرح اس کی عقل کا مالک بھی اللہ ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝﴾ (المائدہ: ۹۰)

''اے ایمان والو! شراب اور جوا، بت اور تیروں کے ذریعہ قسمت کے جاننے کی کوشش کرنا یہ ناپاک چیزیں ہیں، شیطان کے کاموں میں سے ہیں۔ ان سب مذکورات سے باز رہو! اسی میں تمہاری فلاح وبہبود ہے۔''

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ.)) [1]

''ہر نشہ والی چیز ''خمر'' ہے اور ''خمر'' شراب حرام ہے۔''

اللہ کی عطا کردہ اس نعمت عقل کی حفاظت ہی کے پیش نظر اگر کوئی شخص شراب پیتا ہے تو اس

کے اوپر حد شرعی واجب ہے۔ دنیا کے عقلمند یہ بات کہنے پر مجبور ہیں کہ اسلام کی تعلیم شراب کے بارے میں بہت ہی معقول ہے کہ اس شراب سے سوسائٹی میں بہت کچھ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ شراب کی خرابی سے متعلق ایک حدیث کا ذکر کر دینا اس موقع پر مناسب ہوگا۔ طبرانی اور حاکم رحمہما اللہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ابوبکر و عمر اور کچھ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بیٹھے:

((فَذَكَرُوا أَعْظَمَ الْكَبَائِرِ فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُمْ فِيهَا عِلْمٌ يَنْتَهُونَ إِلَيْهِ.))

''اور بڑے سے بڑے گناہوں کا ذکر آیا تو ان لوگوں کے پاس اس بارے میں یقینی علم نہ تھا۔''

تو مجھے سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس بھیج کر پوچھا تو سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بتایا:

((أَنَّ أَعْظَمَ الْكَبَائِرِ شُرْبُ الْخَمْرِ.)) [1]

''کہ سب سے بڑا گناہ شراب کا پینا ہے۔''

میں نے آ کر ان کو بتایا تو سب نے اس پر نکیر کی، اور سب اٹھ کر سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس ان کے گھر آئے، تو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے سب سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ مَلِكًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَخَذَ رَجُلاً، فَخَيَّرَهُ بَيْنَ أَنْ يَشْرَبَ الْخَمْرَ، أَوْ يَقْتُلَ صَبِيًّا، أَوْ يَزْنِي، أَوْ يَأْكُلَ لَحْمَ الْخِنْزِيرِ، أَوْ يَقْتُلُوهُ إِنْ أَبَى، فَاخْتَارَ أَنْ يَشْرَبَ الْخَمْرَ وَإِنَّهُ لَمَّا شَرِبَهَا لَمْ يَمْتَنِعْ مِنْ شَيْءٍ أَرَادُوا مِنْهُ.)) [2]

''کہ بنو اسرائیل کے ایک بادشاہ نے ایک شخص کو پکڑا اور اسے اختیار دیا کہ یا تو شراب پی، یا ایک آدمی کو قتل کرے، یا پھر زنا کرے، یا سور کا گوشت کھائے ورنہ اگر ان میں سے کوئی ایک کام بھی نہیں کرتا تو اسے قتل کر دیا جائے۔ تو اس شخص نے شراب پی لینے کو سب سے ہلکا گناہ سمجھ کر شراب پی لی۔ جب شراب پی لی تو مست

---

[1] سنن ابوداؤد، کتاب الأشربة، حدیث نمبر: ۳۶۷۹۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

ہوا، عقل جاتی رہی، پھر باقی دوسرے گناہ جن میں اس کو اختیار دیا گیا تھا سب کچھ کر گزرا۔'' ❷

حسب ونسب کی حفاظت:

اسلام کی اہم تعلیمات میں سے حسب ونسل کی حفاظت ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے شریعت نے نکاح اور شادی کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ یعنی نکاح کے فوائد میں سے نسل کی بڑھوتی بھی ہے، اور رہبانیت اور قطع تعلق عن الدنیا سے منع فرمایا۔

❶ صحیح الترغیب والترھیب، حدیث نمبر: ۲۳۷۰.

❷ سلسلة الاحادیث الصحیحة، حدیث نمبر: ۲۶۹۵.

حدیث شریف میں ہے کہ مسلمان اپنے اہل وعیال پر جو کچھ خرچ کرتا ہے وہ اس کے لیے صدقہ لکھا جاتا ہے۔ صحیح مسلم میں سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((دِیْنَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِيْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، وَدِینَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِيْ رَقَبَةٍ، وَدِینَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَی مِسْکِینٍ، وَدِینَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَی أَهْلِکَ، أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِی أَنْفَقْتَهُ عَلَی أَهْلِکَ.)) ❶

''ایک دینار تم نے جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کیا، ایک دینار غلام آزاد کرنے میں خرچ کیا، ایک دینار کسی مسکین پر خرچ کیا اور ایک دینار اپنے بیوی بچوں پر خرچ کیا تو ان میں سے سب سے زیادہ اجر وثواب اس پر ملے گا جسے تم نے اپنے بیوی بچوں پر خرچ کیا۔''

اسلام نے نسل کی تربیت اور اس کی حفاظت پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ تاکہ وہ صالح اور نیک ہو۔ جب وہ اولاد صالح ہوگی تو خود والدین کی وقت ضرورت خدمت کرے گی۔ اور اس خدمت کو اللہ نے اولاد پر فرض کر دیا ہے۔

﴿وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا﴾ (الاسرا: ۲۳)

”اور تمھارے پروردگار نے صاف حکم دیا ہے، تم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔“

مرنے کے بعد بھی یہ اولاد نفع پہنچائے گی۔ صحیح مسلم میں سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ إِنْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ.)) [2]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الزكاة، حديث نمبر: ۲۳۵۸۔ صحيح الجامع الصغير، رقم: ۳۳۹۸.

[2] صحيح مسلم، كتاب الوصية، حديث نمبر: ۴۱۹۹۔ صحيح الترغيب والترهيب، كتاب العلم، حديث نمبر: ۷۸۔

”جب ابن آدم فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں (اس کے لیے نفع مند ثابت ہوتی ہیں): (۱) صدقہ جاریہ۔ (۲) علم نافع اور (۳) نیک اولاد جو اس کے حق میں دعائے خیر کرتی ہے۔“

مسلمان کی عزت نفس کی حفاظت:

اسی طرح اسلام نے اس انسان کو باعزت بنایا ہے۔ کسی کے لیے جائز نہیں! کہ اس کو حقیر سمجھے کسی بھی خاندان کا ہو، کسی بھی ملک کا ہو، کسی بھی رنگ کا ہو۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ﴾ (الاسرا: ۷۰)

”یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی۔“

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۱۱﴾ (الحجرات: ۱۱)

''اے ایمان والو! کوئی مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہو، اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں! ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں، اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ، اور نہ کسی کو برے لقب دو، ایمان کے بعد فسق برا نام ہے، اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بدگمانی سے بچو، بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہے، عیب نہ ٹٹولو۔ ایک دوسرے کی ٹوہ میں میں نہ لگو۔ حسد بغض اور ایک دوسرے سے منہ پھلانے سے بچو، سب سے مل کر اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔'' [1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الأدب، رقم: ۶۰۶۶۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ۲۵۶۳.

مال کی حفاظت:

اسی طرح اسلام نے مال کو بھی بڑی اہمیت دی ہے۔ ہر شخص اس حد تک مال کما سکتا ہے اور جمع کر سکتا ہے جس کے ذریعہ اپنی زندگی آرام سے گزار سکے۔ مال کے لیے شرط ہے کہ حلال طریقے سے کمایا ہو اور پھر اس میں سے اللہ کا مقرر کردہ حق ادا کیا ہو۔ اللہ رب العزت نے مال کو لوگوں کے زندہ رہنے کا سبب بتایا ہے اور اس کی حفاظت کا حکم بھی دیا ہے:

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝﴾ (النساء: ۵)

''بے عقل لوگوں کو اپنا مال نہ دے دو، جس مال کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری گزران کے قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے، ہاں! انہیں اس مال سے کھلاؤ پلاؤ، پہناؤ، اوڑھاؤ اور انہیں معقولیت سے نرم بات کہو۔''

ہر شخص کو حق ہے کہ شرعی طریقے پر جسقدر مال جمع کر سکے کرے، لیکن مال کے راستے میں واجبات شرعیہ کو نہ چھوڑے اور خود مال میں جو حق واجب آتا ہے اس کو ادا کرے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾

(الجمعه: ۱)

''پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔''

مال کی حفاظت کے سلسلے میں خود صاحب مال کو حفاظت کی تاکید فرمائی گئی۔ اسراف اور ناحق خرچ کرنے سے منع کیا گیا۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝﴾

(الاسراء: ۲۶ تا ۲۷)

''اور رشتے داروں کا اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو! اور اسراف اور بیجا خرچ سے بچو! بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔''

نیز یتیموں کو لوگ کمزور سمجھ کر ان کا مال ہڑپ کر لینے کے درپے رہتے ہیں اس وجہ سے ان کے مال کی حفاظت کی بھی بڑی تاکید فرمائی:

﴿وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ﴾ (الانعام: ۱۵۲)

''اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے سن رشد تک پہنچ جائے اور ناپ اور تول پورا کرو انصاف کے ساتھ۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ وَلِيَ يَتِيْمًا وَلَهُ مَالٌ فَلْيَتَّجِرْ لَهُ! لَا تَأْكُلُهُ الصَّدَقَةُ.)) [1]

''یتیم کے ولی کو چاہیے کہ اس کا مال تجارت میں لگا دے، تاکہ زکاۃ مال کو کھا نہ جائے!''

مزید ارشاد فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ

مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾

(البقرہ:۲۷۵تا۲۷۶)

''سود خور نہ کھڑے ہوں گے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھو کر خبطی بنا دے! یہ اس لیے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام، جو شخص اللہ تعالیٰ کی نصیحت سن کر رک گیا اس کے لیے وہ ہے جو گزرا اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور جو پھر دوبارہ (حرام کی طرف) لوٹا، وہ جہنمی ہے، ایسے لوگ ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے۔''

سود کا مال خود سود خور کو لے ڈوبے گا! اس میں نہ برکت ہوگی نہ ہی وہ اس سے آسودہ ہوگا! یہ مال اولاد کو کھلا کر ان پر مصائب کا سبب بنا سکتا ہے۔ اور تھوڑا حرام اس کے زیادہ حلال مال کو کھا بھی سکتا ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ الرِّبَا وَإِنْ كَثُرَ فَإِنَّ عَاقِبَتَهُ إِلَى قَلَّ.)) [1]

''کہ سود کا مال اگرچہ دیکھنے میں زیادہ! مگر اس کا انجام قلت ہی ہے۔''

غرضیکہ کہ اسلام میں مال حلال کا خاص احترام ہے۔ اسی وجہ سے ہر غیر شرعی طریقے سے مال کا کھانا، مال کا خرچ کرنا حرام کیا گیا اور حرام کھانے والے کے بارے میں بہت سخت وعید آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ جَسَدٍ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ أَوْلَى بِهِ.)) [2]

''ہر جسم جو حرام سے پلا ہو تو جہنم کا زیادہ حقدار ہے۔''

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الزکاۃ، حدیث نمبر: ۶۴۱.

نیز حرام کھانے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((الرجل يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبِّ! يَا رَبِّ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَ مَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِّيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ.)) [3]

''جو آدمی لمبا سفر کرتا ہے۔ پریشان صورت اور پریشان حالت میں آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یارب! یارب! کہتا ہے مگر اس کا کھانا حرام کا ہے، اس کا پینا حرام کا ہے، اس کا پہننا حرام کا ہے، اس کی غذاء حرام کی ہے، تو اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟''

اسی وجہ سے مال کے چوری کرنے پر اگر دینار کا چوتھائی حصہ بھی چوری کیا ہے۔ اور چوری ثابت ہوگئی تو چور کا ہاتھ پہنچے کے جوڑ سے کاٹا جائے گا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالسَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ﴾ (المائدہ: ۳۸)

''چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دو! یہ بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا! یہ عذاب اللہ کی طرف سے ہے۔''

اسی طرح اگر ایک مسلمان مال اور جان کی دفاع میں مار ڈالا گیا تو اس کا درجہ شہید کا ہے۔ سیّدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ.)) [1]

''جو شخص اپنے مال کی خاطر مارا جائے وہ شہید ہوگا۔''

---

[1] الترغيب والترهيب، حديث نمبر: ۱۸۶۳.

[2] صحيح الجامع الصغير، حديث نمبر: ۴۵۱۹.

[3] صحيح مسلم، كتاب الزكاة، حديث نمبر: ۲۳۴۶.

اصل دین خالص ہی انسانیت کے مسائل کا حل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین حق کو قائم کرے تاکہ ظلم اور بداخلاقی سے کراہتی اور سسکتی انسانیت کو سکون ملے۔

❶ سنن ابن ماجه، كتاب الحدود، حديث نمبر: ۲۵۸۰.

فصل نمبر ۲:

اسلام ہی انسانیت کا حل ہے

وہ اسلام جو پیارے پیغمبر محمد مصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام لے کر مبعوث ہوئے، اس میں انسانیت کے تمام کے تمام دینی، دنیاوی، معاشی، سماجی، سیاسی اور معاشرتی گویا تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ ربّ العزت نے انسانیت کو اس میں پورے طور پر داخل ہونے کا حکم صادر فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱدْخُلُوا۟ فِى ٱلسِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝٢٠٨ ﴾ (البقرہ:۲۰۸)

''اے ایمان والو! اسلام میں پورے طور پر داخل ہوجاؤ، اور شیطان کے نقش قدم کی اتباع مت کرو، کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے اہل اسلام کو اس بات کا حکم صادر فرمایا ہے کہ وہ اسلام اس کے تمام جزئیات وتفاصیل کے ساتھ قبول کریں، ان کی طرح نہ ہوجائیں جو خواہش نفس کے غلام بن گئے کہ جو بات ان کی خواہش کے مطابق ہوئی اسے لے لیا، اور جو ان کی خواہش کے مطابق نہ ہوئی اسے چھوڑ دیا۔

کوئی بھی انسان پورے اسلام میں اسی وقت گامزن ہوسکتا ہے جب شیطان کی مخالفت کو اپنی زندگی کا مشن بنالے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے شیطان کی اتباع سے منع فرمایا اور تنبیہ فرمائی کہ وہ تو تمہارا عدو مبین ہے، اور یہ بات بھی تمھیں معلوم ہے کہ اس نامراد اور مردود نے تمہارے باپ آدم کے ساتھ کھلی عداوت کی تھی، اور جنت سے نکلوایا تھا۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس آیت کریمہ میں ''اہل ایمان'' سے مراد اہل کتاب کے بعض وہ لوگ ہیں جنھوں نے اسلام کو تو قبول کرلیا تھا، لیکن تورات کے بعض احکام وشرائع کو

بھی اب تک گلے لگا رکھا تھا، انہی کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ پورے دین مصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کرو، اس میں سے کسی بھی حکم کو بھی اب تک گلے لگا رکھا تھا، انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ پورے دین محمدی کو قبول کرو، اس میں سے کسی بھی حکم کو مت چھوڑو، اور تورات پر صرف تمہارا ایمان لانا کافی ہوگا۔

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (آل عمران:۸۵)

''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین چاہے گا، تو اس کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں گھاٹا پانے والوں میں سے ہوگا۔''

کیونکہ کتاب وسنت میں انسانیت کے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴾ (النحل:۸۹)

''اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کو بیان کرتی ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے۔''

بعض یہود نے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کہا:

((لَقَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ ﷺ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ فَقَالَ: اَجَلْ نَهَانَا اَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ اَوْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِيْنِ وَاَنْ نَسْتَنْجِيَ بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ اَوْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيْعٍ اَوْ عَظْمٍ.)) [1]

''تمہارے نبی (ﷺ) تو تمہیں ہر چیز سکھا دی ہے یہاں تک کہ قضاء حاجت بھی؟ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! آپ نے ہمیں پیشاب و پاخانہ کے وقت

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الطہارۃ، رقم: ۱۶۔ سنن ابن ماجہ، رقم: ۳۱۶۔ صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، رقم: ....

قبلہ رُخ ہونے اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے، تین پتھر سے کم میں استنجاء کرنے اور لید وہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔"

ہر فیصلہ دین اسلام کے مطابق کرنا:

دین اسلام کا تقاضا ہے کہ ہر فیصلہ دین اسلام کے مطابق کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ أَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾﴾ (النسآء: ۵۹)

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اور تم میں سے اقتدار والوں کی، پھر اگر کسی معاملہ میں تمہارا اختلاف ہوجائے، تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، اس میں بھلائی ہے اور انجام کے اعتبار سے یہی اچھا ہے۔"

"مجاہد اور دوسرے علمائے سلف نے کہا ہے کہ "اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو" سے مقصود قرآن وسنت ہے۔ آیت کے اس حصہ میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں ان کے درمیان اختلاف ہو اس کا فیصلہ قرآن وسنت کے مطابق ہونا چاہیے، اللہ اور آخرت پر ایمان کا تقاضا یہی ہے۔ معلوم ہوا کہ جو شخص بھی کسی اختلافی مسئلہ میں قرآن وسنت کا حکم نہیں مانے گا، وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا نہیں مانا جائے گا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ قرآن وسنت کی طرف رجوع میں ہی ہر چیز ہے، اور انجام کے اعتبار سے بھی یہی عمل بہتر ہے۔ (تیسیر الرحمن: ۱/ ۲۶۹)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُولُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِينًا ﴿٣٦﴾﴾

(الاحزاب: ۳۶)

''اور جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں فیصلہ کردے، تو کسی مسلمان مرد اور عورت کے لیے اس بارے میں کوئی اور فیصلہ قبول کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ اس آیت میں مذکور حکم تمام امور کو شامل ہے، یعنی کسی بھی معاملے میں جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم صادر ہو جائے، تو کسی کے لیے بھی اس کی مخالفت جائز نہیں ہے، اور نہ کسی کے قول یا رائے کی کوئی حیثیت باقی رہ جاتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء آیت (۶۵) میں فرمایا: ﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ ''تمہارے ربّ کی قسم، وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو اپنے اختلافی امور میں اپنا فیصل نہ مان لیں، پھر آپ کے فیصلہ کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تکلیف نہ محسوس کریں، اور پورے طور سے اسے تسلیم کرلیں۔'' (تفسیر ابن کثیر: تحت الآیۃ)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کے وقت فرمایا تھا:

((لَوْ خَطَفَتْنِی الْکِلَابُ وَالذِّئَابُ لَا نْفَذْتُهُ کَمَا اَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَدْ أَرَادَ قَضَا بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَلَوْ لَمْ یَبْقَ فِی الْقُرٰی غَیْرِیْ لَا نْفَذْتُهُ.)) [1]

''میرے علاوہ پوری بستی میں کوئی شخص نہ ہو، اور مجھے کتوں اور بھیڑیوں کے نوچ لینے کا خدشہ بھی ہو، تب بھی میں رسول اللہ ﷺ کے نافذ کردہ فیصلہ کو جاری کرنے سے نہ رکوں گا۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَمَا لَمْ تَحْکُمْ اَئِمَّتُهُمْ بِکِتَابِ اللّٰهِ وَیَتَخَیَّرُوا مِمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَأْسَهُمْ بَیْنَهُمْ.)) [2]

---

[1] الکامل: ۲/۲۲۶۔

[2] سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب العقوبات، حدیث: ۴۰۱۹۔

’’اور جب تک ان کے ائمہ کتاب اللہ کے ساتھ فیصلے نہیں کریں گے، اللہ ان کے درمیان لڑائی ڈال دے گا۔‘‘

تمام مسائل اختلافیہ کا حل دین اسلام میں ہے:

اختلاف ہو جانا طبع انسانی کا لازمہ ہے، مگر اس اختلاف کو دین اسلام کی روشنی میں حل کرنا چاہیے۔ اجتہاد اگر درست ہے تو مجتہد کو دو اجر ملیں گے، اگر مجتہد مخطی ہے تو اجتہاد کا ایک اجر تو اس کو لازمی ملے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی آپس میں اختلاف ہو جاتا، مگر وہ اختلاف کے وقت جو کتاب وسنت سے زیادہ قریب ہوتا اسی کو اختیار کرتے، اور یہی طرز عمل تابعین، تبع تابعین اور ائمہ ہدی رحمہم اللہ کا تھا۔

کوئی بھی شخص اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا، جب تک اپنے تمام امور اختلافیہ میں دین اسلام کو فیصل نہیں مان لیتا، اور عملی طور پر اس پر ایمان کا ثبوت فراہم کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝۶۵ ﴾ (النسآء: ۶۵)

’’پس آپ کے ربّ کی قسم، وہ لوگ مومن نہیں ہوسکتے جب تک آپ کو اپنے اختلافی امور میں اپنا فیصل نہ مان لیں، پھر آپ کے فیصلہ کے متعلق اپنے دلوں میں کوئی تکلیف نہ محسوس کریں، اور پورے طور سے اسے تسلیم کرلیں۔‘‘

اختلاف کے وقت ائمہ ہدیٰ کا طرز:

ائمہ کرام رحمہم اللہ اختلاف کے وقت کتاب وسنت کے قریب ترین رائے واجتہاد کو ترجیح دیتے تھے۔ عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو کہتے سنا ہے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث مل جائے تو وہ سر آنکھوں پر، اقوال صحابہ مل جائیں تو ان کے مختلف اقوال میں سے ہم کسی ایک کا اختیار کریں گے۔ تابعین کے اقوال سامنے آئیں تو ہم بھی انہی کی طرح اجتہاد کریں گے۔ [1]

اسحاق بن عیسیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ جب بھی کوئی بحث و

❶ المدخل الی السنن: ۱/۴۶۔

مباحثہ کرنے والا آئے تو کیا ہم سیّدنا جبریل علیہ السلام کے ذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ دین کو چھوڑ دیں گے۔ ❶

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے کہ: ''ائمہ کا طریقہ ہم نے یہ پایا ہے کہ وہ کوئی بات کہنی ہوتی تو لوگوں سے کتاب وسنت کا علم پوچھتے تھے۔ ان کی اپنی رائے کے خلاف اگر کسی مسئلہ کی خبر مل جاتی تو کتاب وسنت کی خبر کو قبول کر لیتے۔ اپنے تقویٰ کی بنا پر کتاب وسنت کی طرف رجوع کر لیتے، انکار نہ کرتے۔ اگر ہمیں ائمہ کی تحقیق نہ ملے تو صحابہ کرام کے اونچے مقام ومرتبہ کی بنا پر ان کے قول کو لیں گے۔ ان کے بعد لوگوں کی پیروی کے بجائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتباع افضل ہے۔'' ❷

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلافی مسائل میں جو کتاب وسنت سے زیادہ قریب ہوتا اسی کو اختیار کرتے لیکن صحابہ کے اقوال سے باہر نہ جاتے۔ اگر کسی قول کی ترجیح آپ کے نزدیک ظاہر نہ ہوتی تو بغیر ایک کے اختیار کیے تمام اقوال کا ذکر کرنے پر اکتفا کرتے۔

امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کسی بستی میں آدمی سے ایسا مسئلہ پوچھا جائے جس میں لوگوں کا اختلاف ہے تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: کہ کتاب وسنت کی موافقت میں فتویٰ دے اور جو کتاب وسنت کے موافق نہ ہو اس کا فتویٰ نہ دے۔ ❸

اختلاف کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل:

اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ وہ دین ودنیا کے کسی بھی معاملہ میں اگر اُن کے درمیان اختلاف ہو جائے تو اپنے معاملات کتاب وسنت سے حل کریں۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ (الشوریٰ: ۱۰)

❶ الحلية: ۶/ ۳۲۴.

❷ الرسالة، ص: ۵۵۹، ۵۶۰.

❸ اعلام الموقعين: ۱/ ۳۲، ۳۳.

''اور تم جس چیز میں بھی اختلاف کرو، اُس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہی لوٹانا ہے۔''

''صاحب محاسن التنزیل رقمطراز ہیں: آیت میں اشارہ ہے کہ سچا دین صرف دین اسلام ہے، اور مشرکین مکہ اور دیگر مشرکین کا دین و مذہب ان کے آباء و اجداد کی مشرکانہ رسمیں اور خواہش نفس کی اتباع ہے۔ اور اگرچہ یہ سورت مکی ہے، لیکن یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ جن مسائل و معاملات میں اختلاف ہو جائے، ان میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہی فیصل قرار پائے گی۔'' انتہی!

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں عقیدہ و عمل کے کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو فوراً اللہ اور رسول کا فیصلہ تلاش کرتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو یہی حکم فرمایا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے پہلا اختلاف نبی کریم ﷺ کی وفات کے متعلق تھا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ قسم کھا کر کہنے لگے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات نہیں ہوئی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نکلے تو دیکھا کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے مخاطب ہیں، سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: عمر بیٹھ جاؤ، لیکن وہ نہ بیٹھے۔ سب نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطاب کیا۔

((أَمَّا بَعْدُ! مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللهَ فَإِنَّ اللهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ.))

''جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو وہ جان لے کہ محمد ﷺ کو موت آ گئی ہے، اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا، تو بے شک اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے،

اسے موت نہ آئے گی۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ؕ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝﴾ (آل عمران: ۱۴۴)

''محمد اللہ کے رسول ہیں، آپ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے۔ تو آپ کو موت آ جائے تو یا شہید کر دیے جائیں تو کیا تم اپنی پرانی حالت میں لوٹ جاؤ گے؟ جو بھی ایسا کرے گا تو اس سے اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ شکر بجالانے والوں کو اچھا بدلہ دے گا۔''

اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کہ اللہ کی قسم! ایسا لگتا تھا کہ لوگوں کو اس آیت کے نازل ہونے کا علم ہی نہ تھا۔

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی تو لوگ اس کو دہرانے لگے۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

((وَاللّٰهِ! مَا هُوَ اِلَّا اَنْ سَمِعْتُ اَبَا بَكْرٍ تَلَاهَا فَعُقِرْتُ حَتّٰى مَا تُقِلُّنِيْ رِجْلَايَ وَحَتّٰى اَهْوَيْتُ اِلَى الْاَرْضِ حِيْنَ سَمِعْتُهُ تَلَاهَا: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ مَاتَ.)) [1]

''اللہ کی قسم! ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب اس آیت کریمہ کی تلاوت کی تو میں گھائل سا ہو گیا، یہاں تک کہ اپنے پاؤں نہ سنبھال سکا اور زمین پر گر پڑا۔ یہ آیت سننے کے بعد مجھے بھی یقین ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ وفات پا چکے ہیں۔''

اس کے بعد دوسرا اختلاف رسول اللہ ﷺ کے بعد خلیفہ کی تعیین کے بارے میں ہوا۔ لیکن اسے بھی سنت رسول ''اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ'' یعنی ''خلیفہ قریش میں سے ہیں'' سے رفع کیا گیا۔

ابن العربی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہو کر آپس میں مشورہ کر رہے تھے، کچھ سمجھ نہ پا رہے تھے کہ کیا کریں۔ مہاجرین کو جب خبر لگی تو آپس میں کہا: کہ انصار کو

یہاں بلا لیا جائے۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں ہم خود ان کے پاس جائیں۔ مہاجرین میں سے سیّدنا ابوبکر، عمر اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم گئے۔ باتیں ہوئیں انصار کے کچھ لوگوں نے کہا کہ مہاجرین میں

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۴۵۴.

سے ایک امیر رہے، اور انصار میں سے ایک امیر ہو۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بہت کچھ مفید باتیں کیں اور مزید یہ کہا: ((وَلَكِنَّا الْأَمَرَاءُ وَأَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ.))

''کہ امیر ہم ہوں گے اور آپ لوگ وزیر ہوں گے۔''

کیونکہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ''ائمہ قریش میں ہوں۔'' میں انصار کے ساتھ اچھے سلوک کی تاکید کرتا ہوں ان کے نیکوکاروں کو قبول کرو اور ان میں کا کوئی کچھ غلط کام کرے تو اسے معاف کر دو۔

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ نے ہمیں ''صادقین'' کا لقب دیا ہے اور آپ لوگوں کو ''مفلحین'' کے لقب سے نوازا ہے، اور آپ لوگوں کو ہر حالت میں ہمارے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے:

﴿يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿١١٩﴾﴾ (التوبہ: ۱۱۹)

''اے مومنو! اللہ سے ڈرو اور صادقین (سچوں) کے ساتھ رہو۔''

اس کے علاوہ بہت سی صحیح باتوں اور قوی دلیلوں کا ذکر کیا۔ اس پر انصار نے رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے خلیفہ کی حیثیت سے بیعت کر لی۔ ❶

پھر صحابہ کرام میں اس بات میں اختلاف ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے، اس اختلاف کو بھی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حل کیا گیا۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو لوگوں میں اختلاف ہوا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے؟ اس پر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے، بھولا نہیں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد نے فرمایا:

((مَا قَبَضَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيهِ.)) ❷

''کہ اللہ کسی نبی کو وہیں وفات دیتا ہے جہاں وہ دفن ہونا پسند کرتے ہیں۔''

❶ العواصم من القواصم، ص: ۴۳، ۴۴.

❷ سنن ترمذی، رقم: ۱۰۱۸.

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

((أَدْفِنُوْهُ فِي مَوْضِعِ فِرَاشِهِ.)) ❶

''کہ آپ کے بستر ہی کی جگہ پر آپ کو دفن کرو، اختلاف کا خاتمہ ہو گیا۔''

پھر صحابہ میں جو اختلاف ہوا وہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کے بعد سیّدنا علی، عباس اور فاطمہ رضی اللہ عنہم کا سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اختلاف تھا۔

اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات رسول کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں سے وراثت طلب کی۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ.)) ❷

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''ہمارا کوئی وارث مال نہیں ہوگا جو کچھ ہم چھوڑ کر جائیں گے وہ صدقہ ہوگا۔''

یاد رہے کہ اس حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیّدہ فاطمۃ الزہراہ رضی اللہ عنہا نے قبول کر لیا۔

اسی طرح کے اور بہت سے واقعات ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے جب بھی کسی واقعہ میں اختلاف ہوتا تو قرآن وسنت کی دلیلوں کو ڈھونڈتے، جب دلیل مل جاتی اختلاف رفع ہو جاتا۔ اس آیت کی عملی تفسیر تھے:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (النساء: ۵۹)

''جب تم میں کسی مسئلہ میں نزاع ہو جائے تو کتاب وسنت سے رجوع کرو۔''

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے خیر القرون کے موقف کا ذکر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: ''کہ صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کو لیا اور تابعین سے کہا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت

ہے ہم تمھیں پہنچا رہے ہیں۔

تابعین عظام نے بھی اسی نہج پر زندگی گزاری۔ پھر اتباع تابعین بھی اسی سیدھے مسلک پر چلے۔ اسی طرح ائمہ متبوعین بھی ان کے بعد اسی منہج پر رہے۔

---

❶ سنن ترمذی، ص: ۲۴۲، احکام الجنائز.

❷ صحیح بخاری، رقم: ۳۵۰۸.

یہ ائمہ قیاس واجتہاد کی طرف اس وقت توجہ دیتے جب کتاب وسنت سے انھیں دلیل نہ مل پاتی۔ کیونکہ اللہ کا دین ان کے سینوں میں حد درجہ معظم تھا ان کے دلوں میں یہ بات بہت ہی بڑی تھی کہ صحابہ اور تابعین کے طریقوں کے خلاف کوئی رائے اور قیاس یا عقلی کسی بات کو آگے بڑھائیں یا کسی کی تقلید کو مقدم کریں۔

اس وجہ سے پورے عالم میں ان کی تعریف ہوتی رہی اور اللہ نے بعد کے لوگوں میں ان کو بڑی عزت کا مقام دیا۔ اسی طرح ان ائمہ کے طریقوں پر ان کے اتباع بھی چلے کسی کے لیے کوئی تعصب نہیں برتا۔ حجت اور دلیل ہی کے ساتھ وہ چلتے رہے، حق جہاں بھی ہوا اسی قافلہ میں رہے۔''❶

مقصد عرض یہ ہے کہ عہد نبوی، عہد صحابہ اور جس کسی نے ان کی اقتداء واتباع کی ان کے عہد میں کسی قول کے ساتھ تعصب نہ برتا گیا۔ خواہ وہ کس قدر عالی مرتبت ہو۔ بلکہ وہ لوگ کسی کے قول کو جب دلیل کے خلاف پاتے تو باادب وحکمت اس کی تردید کرتے۔ یہاں تک کہ بعض امراء وحکام کے قول وفعل کو جب وہ خلاف سنت پاتے تو تردید میں کوئی باک نہ کرتے اور نہ کسی کی ملامت کا خوف ان کے دلوں میں رہتا، کیونکہ ان کے دلوں میں دین کی عظمت ہر کسی کی عظمت سے بڑھ کر تھی۔

جناب ابوالشعثاء کہتے ہیں: کہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ طواف میں کعبہ کے چاروں کونوں کا استلام کرتے تھے۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انھیں ٹوکا اور کہا کہ دو رکنوں (حجر اسود اور رکن یمانی) ہی کا استلام کرنا ہے۔ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ بیت اللہ کوئی حصہ نہیں چھوڑا

جا سکتا۔

سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی تمام ارکان کا استلام کرتے تھے۔ مسند احمد اور سنن الترمذی میں یہ بھی ہے کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آخر میں سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

"یعنی پیارے رسول ﷺ کی ذات میں تمہارے لیے اتباع واقتداء ہے۔"

سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے درست کہا۔ [1]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی دلیلوں پر ہوا کرتی تھی۔ ان میں علم فقہ کا کوئی انتساب تھا نہ کوئی مذہبی اختلاف تھا کہ جس پر دوستی یا دشمنی کی جاتی۔ یہی حال تمام خیر القرون میں رہا۔

دین اسلام نے جہالت کو ختم کر دیا:

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت پوری دنیا گمراہ ہو چکی تھی۔ لوگ بت پوجتے تھے، جو لوگ اپنے کو اہل کتاب سمجھتے اور کہلاتے تھے، انھوں نے اپنے پاپوں اور پادریوں کو حلال وحرام کا مالک ومختار سمجھ رکھا تھا۔

سیّدنا عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، تو میری گردن میں صلیب لٹک رہی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عدی! ((أَلْقِ هٰذَا الْوَثَنَ مِنْ عُنُقِكَ.)) "اپنی گردن سے یہ بت اتار دو۔" اور میں آپ ﷺ تک پہنچا تو آپ سورۃ التوبہ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے:

﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (التوبہ: ۳۱)

"انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور راہبوں کو معبود بنا لیا ہے۔"

تو میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم نے انھیں رب نہیں بنایا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں، کیا یہ بات نہیں؟ کہ جس حرام چیز کو وہ حلال کر دیتے تم اسے حلال جانتے اور

---

[1] اعلام الموقعین: ۱/۶ و ۲/۹، ۱۰.

جس حلال چیز کو حرام کر دیتے تم اسے حرام جانتے؟ تو میں نے کہا: ''ہاں'' یہ بات تو ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی ان کی عبادت ہوئی۔''❷

❶ مسند احمد: ۱/۳۷۳۔ سنن الترمذی: ۳/۲۱۳.

❷ سنن ترمذی، رقم: ۳۰۹۵۔ السنن الکبریٰ للبیھقی: ۱/۱۱۶۔ الفقیہ والمتفقہ: ۲/۶۶۔ محدث البانی نے اس حدیث کو ''حسن'' قرار دیا ہے۔

چھٹی صدی عیسوی بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کو تاریخ انسان کا تاریک ترین اور پست ترین دور شمار کیا جاتا ہے، بلکہ اس کو دورِ جاہلیت کہا جاتا ہے۔ اہل تاریخ نے رقم کیا ہے:

یہود و نصاریٰ کی اکثریت اصل یہودیت و نصرانیت کو چھوڑ چکی تھی۔ اور جو کچھ لوگ اپنے پائے ہوئے دین پر قائم تھے وہ دین کی امانت کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے زندگی کے میلان سے کنارہ کش ہوکر دیر وکلیسا اور صحراؤں کی تنہائیوں میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ اخلاقی پستی بعض اقوام میں ایسی آ چکی تھی کہ یزدگرد جو ایران کا پانچویں صدی کے وسط میں بادشاہ تھا، اس نے اپنی لڑکی کو اپنی زوجیت میں رکھا پھر اسے قتل کر دیا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ بہرام جو چھٹی صدی عیسوی میں حکمران تھا اس نے اپنی بہن سے اپنا ازدواجی تعلق رکھا۔''❶

اہل عرب کے ہر ہر قبیلے کا الگ بت ہوا کرتا تھا، یہاں تک کہ عام پتھروں کو پوجتے اور پہلے سے اچھا پتھر مل جاتا تو پہلے کو چھوڑ کر دوسرے کی پوجا کرنے لگتے، انسانی عقل کا عجیب حال تھا۔ صحیح بخاری میں ہے، ابو رجاء عطاردی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((كُنَّا نَعْبُدُ الْحَجَرَ، فَإِذَا وَجَدْنَا حَجَرًا هُوَا أَخْيَرُ مِنْهُ أَلْقَيْنَاهُ وَأَخَذْنَا الْآخَرَ فَإِذَا لَمْ نَجِدْ حَجَرًا جَمَعْنَا جُثْوَةً مِنْ تُرَابٍ، ثُمَّ جِئْنَا بِالشَّاةِ، فَحَلَبْنَاهُ عَلَيْهِ.))❷

''کہ ہم لوگ پتھر کو پوجتے تھے اگر اس پتھر سے کوئی اچھا پتھر مل جاتا تو پہلے کو پھینک کر اس دوسرے پتھر کو لے کر پوجنا شروع کر دیتے اور اگر پتھر نہ پاتے تو مٹی کا ڈھیر بنا لیتے اور بکری کو لا کر اس پر دوہتے پھر اس کا طواف کرتے۔''

ایسے حالات میں اسلام نے انسانیت کو شرفِ انسانیت سے بہرہ یاب کیا۔ بتانِ آزری سے ہٹا کر توحید الٰہ العالمین کے راستے پر گامزن کیا۔

﴿قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ

❶ تاریخ طبری: ۱۳۸/۳۔ انسانی دنیا پر مسلمانوں کا عروج وزوال کا اثر، ص: ۴۸۔

❷ صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۳۷۶۔

اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾ (البقرہ: ۲۵۶)

''ہدایت گمراہی سے الگ اور نمایاں ہو چکی ہے، پس جو کوئی طاغوت کا انکار کر دے گا، اور اللہ پر ایمان لے آئے گا، اُس نے درحقیقت ایک ایسے مضبوط کڑے کو پوری قوت کے ساتھ تھام لیا، جو کبھی نہیں ٹوٹے گا۔''

صرف اور صرف اسلام مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت:

اللہ تعالیٰ کے قرآن کریم نے صرف اور صرف دعوت اسلام کا حکم ارشاد فرمایا، باقی ادیان کی دعوت کا حکم نہیں دیا۔ اور فرمایا کہ اس شخص سے بہتر بات کس کی ہوسکتی ہے جو لوگوں کو صرف ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دیتا ہے یعنی قرآن وسنت کی دعوت دینے والوں کو احسن قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ وَ لَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝﴾ (حم السجدہ: ۳۳، ۳۴)

''اور اُس شخص سے زیادہ اچھی بات والا کون ہوسکتا ہے جس نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا، اور عمل صالح کیا، اور کہا کہ میں بے شک مسلمانوں میں سے ہوں۔ اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتی، آپ برائی کو بطریق احسن ٹال دیجیے، تو (آپ دیکھیں گے کہ) آپ اور جس آدمی کے درمیان عداوت ہے، وہ آپ کا گہرا دوست بن جائے گا۔''

مفسرین لکھتے ہیں کہ اس آیت کے مصداق سب سے پہلے انبیاء کرام ہیں، پھر علماء، پھر مجاہدین، پھر اذان دینے والے، اور پھر توحید خالص اور قرآن وسنت کی دعوت دینے والے۔ ❶

احسن انداز میں دعوتِ اسلام کا حکم:

داعیان اسلام کو یہ حکم ہوا ہے کہ وہ اسلام کی دعوت اچھے اور احسن انداز سے دیں۔ اور اس راہ میں آزمائشوں اور مصائب وآلام پر صبر کا مظاہرہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَ لَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝﴾ (النحل: ۱۲۵، ۱۲۶)

''آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ بلائیے، اور ان کے ساتھ بحث ونقاش میں سب سے عمدہ اسلوب اختیار کیجیے، بے شک آپ کا رب اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اُس کی راہ سے برگشتہ ہوگئے ہیں، اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ اور (مسلمانو!) اگر تم سزا دو تو اتنی ہی دو جتنی سزا تمھیں دی گئی تھی، اور اگر تم صبر کرو گے تو (جان لو کہ) ایسا کرنا صبر کرنے والوں کے لیے بہت اچھی بات ہے۔''

مذکورہ بالا آیت قرآنیہ میں اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو حکم صادر فرمایا کہ وہ لوگوں کو اس کے دین، بلکہ دین اسلام کی طرف حکمت اور دانائی کے ساتھ دعوت دیں۔

مفسر ابن جریر طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ ''حکمت'' سے مراد قرآن وسنت ہے۔ یعنی دعوت کا طریقہ ان ہی دونوں کی روشنی میں متعین کریں۔ (تفسیر ابن جریر، تحت الآیۃ)

صاحب فتح البیان رقمطراز ہیں کہ ''حکمت'' سے مراد ایسی صحیح اور صریح بات ہے جو حق کو واضح کردے اور ہر شک وشبہ کا ازالہ کردے۔

❶ بحوالہ تیسیر الرحمن: ۲/ ۱۳۴۳۔

اور ''موعظۃ'' سے مراد ایسی اچھی گفتگو ہے جسے سننے والا پسند کرے اور اس سے فائدہ اٹھائے لیکن اگر داعی الی اللہ کا واسطہ کبھی سخت اور جھگڑالو مخالف سے پڑ جائے تو اس کے سامنے حق کو بیان کرنے کے لیے مناظرانہ اسلوب اختیار کرے، ''وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ'' میں اسی طرف اشارہ ہے یعنی نرمی کے ساتھ ایسی مدلل بات کرے کہ اس کا شر دب جائے۔ اور قبول حق کے لیے آمادہ ہو جائے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص دعوت اسلام کو قبول نہیں کرتا تو آپ بالکل بھی پریشان نہ ہوں، اس لیے کہ ہدایت دینا آپ کا کام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے کہ گمراہی پر کون باقی رہے گا اور کون ہدایت کو قبول کرے گا، اور وہ روزِ قیامت ہر ایک کو اس کی ہدایت یا گمراہی کے مطابق بدلہ دے گا۔ آپ کو دعوت کا حکم صرف اس لیے دیا گیا ہے تاکہ حجت پوری ہو جائے اور کافروں کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہے۔

مزید داعیانِ اسلام کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر ان کا واسطہ غیر مسلموں سے پڑے تو پہلے انھیں قبول حق کی دعوت دیں، اور اگر انکار کریں اور جزیہ بھی نہ دیں تو ان سے قتال کریں، اگر دشمنوں سے بدلہ لینے کی نوبت آئے تو بدلہ لینے میں زیادتی نہ کریں اور بہتر یہی ہے کہ جس پر زیادتی ہوئی ہے وہ صبر کرے اور عفو و درگزر سے کام لے۔

سیّدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں میں تمھیں بات بیان کرتا ہوں تو جو تم میں سے موجود ہے وہ غائب کو بتا دے۔ [1]

مبلغ اسلام کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا:

سنن ابن ماجہ میں سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ.)) [2]

''تروتازہ رکھے اللہ تعالیٰ اس شخص کو کہ جس نے مجھ سے کچھ سنا پھر اس کو جس طرح سنا آگے پہنچا دیا۔''

دین اسلام کی دعوت دینے والے کی مثال:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَثَلُ مَا بَعَثَنِی اللّٰہُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا، فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ، قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ، أَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللّٰہُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا، وَأَصَابَتْ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرَى، إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً، فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللّٰہِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِی اللّٰہُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰہِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ.)) [1]

''اس کی مثال جو اللہ نے مجھ کو ہدایت اور علم دیا ایسی ہے جیسے زمین پر بہت زیادہ مینہ برسے، اس میں کچھ حصہ ایسا تھا جس نے پانی کو جذب کر لیا اور چارہ اور بہت سا سبزہ جمایا اور کچھ حصہ اس کا کافی سخت تھا، اس نے پانی کو سمیٹ رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچایا۔ لوگوں نے اس سے پیا اور پلایا اور چرایا (یعنی اس سے کھیتی کی) اور کچھ حصہ اس کا چٹیل میدان تھا۔ نہ تو پانی روک رکھا اور نہ ہی گھاس اُگایا (جیسے چکنی چٹان کہ پانی لگا اور چل دیا) تو یہ مثال ہے اس کی جس نے اللہ کے دین کو سمجھا اور اللہ نے اس کو فائدہ دیا۔ اس چیز سے جو مجھ کو عطا فرمائی اور خود بھی علم حاصل کیا اور دوسروں کو بھی سکھایا اور جس نے اس طرف سر نہ اٹھایا (یعنی توجہ نہ دی) اور اللہ کی ہدایت کو قبول نہ کیا جس کو میں دے کر بھیجا گیا ہوں۔''

جلانا ہے مجھے ہر شمع دل کو سوز پنہاں سے
تیری تاریک راتوں میں چراغاں کر کے چھوڑوں گا

تبلیغ اسلام والے کے لیے اجر وثواب:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] سلسلہ احادیث صحیحہ حدیث: ۲۴۵۵۔ طبرانی فی الکبیر کمافی المجمع ۱/ ۱۳۹.

[2] سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، رقم: ۲۳۲۔ المشکاۃ، رقم: ۲۳۰۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

((مَنْ دَعَا إِلٰى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَ أُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يُنْقَصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا.)) [2]

''جس نے کسی کو ہدایت کی بات کی طرف دعوت دی تو اسے اسی طرح اجر وثواب ملے گا جس طرح اس پر عمل کرنے والے کو ملے گا، لیکن ان کے اجر وثواب میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوگی اور جس نے کسی گمراہی کی بات کی طرف بلایا اسے اتنا ہی گناہ ملے گا جتنا اس گمراہی پر عمل کرنے والے کو ملے گا، لیکن ان کے گناہوں میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوگی۔''

تبلیغ اسلام صدقہ جاریہ ہے:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ، إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ.)) [1]

''جب انسان وفات پا جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، سوائے تین کے۔ صدقہ جاریہ یا ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا رہے، یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔''

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: الٰہی! میرے خلیفوں پر رحم کر۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے خلیفے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ لوگ جو میری احادیث روایت کریں گے اور لوگوں کو ان کی تعلیم دیں گے۔ [2]

اسلام کو سیکھنا باعث اجر وثواب ہے:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ.)) [3]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب العلم، باب فضل من علم وعلم، رقم: ۷۹.

[2] صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سنة حسنة أو سيئة ومن دعا الى هدى او ضلالة، رقم: ۲۶۷۴.

"اور جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرے تو اسے دین میں سمجھ دے دیتا ہے۔"
سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً نقل کیا گیا ہے سمندر کی مچھلیوں سمیت ہر مخلوق بھلائی

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الوصیة، باب مایلحق الانسان من الثواب بعد وفاته، رقم: ٢٢٣.

❷ مسند دارمی۔ طبرانی اوسط.

❸ سلسله احادیث الصحیحه، رقم: ٢٤٦٧۔ سنن ابن ماجه، رقم: ٢١١.

سکھلانے والے کے لیے خیر کی دعا کرتی ہے۔ ❶

تبلیغ اسلام میں کوئی چیز رکاوٹ نہ بنے:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا نبی اور رسول بنا کر مبعوث کیا، اس نعمت عظمیٰ کا تقاضا تھا کہ آپ قرآن مجید کی تلاوت، اس پر عمل، اور اس کی تبلیغ کسی حال میں نہ چھوڑتے اور لوگوں کو اپنے رب کی توحید اور اس کی شریعت اسلامیہ پر عمل کی دعوت دیتے، چنانچہ آپ نے ایسے ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم بایں الفاظ صادر فرمایا:

﴿وَ لَا یَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَیْكَ وَ ادْعُ اِلٰی رَبِّكَ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۟ۚ﴾ (القصص: ٨٧)

"اور کوئی کافر آپ کو اللہ کی آیتوں کی تبلیغ سے، انھیں آپ پر نازل کیے جانے کے بعد روک نہ دے، اور آپ اپنے رب کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیے، اور مشرکوں میں سے نہ ہو جائیے۔"

قاضی بیضاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں شرک کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تا کہ انھیں اس سے روکا جائے، اس لیے اس سے مراد مشرکین کو قطعی طور پر ناامید کرنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مشرکانہ اعمال میں ان کا کسی بھی حال میں ساتھ دیں گے۔ انتہی

دین اسلام کا مذاق اڑانے کی ممانعت:

دین اسلام کا مذاق اڑانا ممنوع ہے، جو لوگ دین اسلام اور پیغمبر اسلام کا مذاق اڑاتے

ہیں، ان کی مجلس اختیار کرنا بھی جرم عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ۙ﴾ (النساء:۱۴۰)

---

❶ سلسلہ احادیث صحیحہ، حدیث نمبر: ۲۴۶۲۔

''اور اللہ قرآنِ کریم میں تمھارے لیے اتار چکا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے، اور اُن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ کفار اس کے علاوہ کوئی اور بات کرنے لگیں، ورنہ تم انھی جیسے ہو جاؤ گے، بے شک اللہ تمام منافقین اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے۔''

مشرکین مکہ اپنی مجلسوں میں دین اسلام کا مذاق اڑاتے تھے، لہٰذا اللہ رب العزت نے اہل اسلام کو ان کی مجالست اختیار کرنے سے منع کر دیا، اور سورۃ الانعام کی آیت (۶۸) نازل فرمائی:

﴿وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ (الانعام:۶۸)

''جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی کرتے ہیں، تو ان سے کنارہ کش ہو جایئے، یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں، اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھیے۔''

چنانچہ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد اہل اسلام نے کفار کی مجالست اختیار کرنا چھوڑ دی۔ جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو یہود اور منافقین کے ساتھ ان کی مجلسوں میں بیٹھنا شروع کر دیا، جہاں یہود اسلام کا مذاق اڑاتے تو، تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، جس میں مسلمانوں کو یاد دہانی کرائی گئی کہ اس کے قبل قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا حکم آ چکا ہے کہ جن مجلسوں میں کفار قرآن کریم کا مذاق اڑایا کریں، اُن میں مت بیٹھو، کیونکہ تمہارا ان کی مجلس اختیار

کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کی آیتوں کے انکار کیے جانے اور ان کا مذاق اڑائے جانے پر تم راضی ہو، پھر کفر اور عذاب جہنم کے مستحق ہونے میں تم ان کی مانند ہو جاؤ، پھر کفر اور عذابِ جہنم کے مستحق ہونے میں تم ان کی مانند ہو جاؤ گے، جیسا کہ اللہ نے مزید فرمایا کہ ''اللہ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا کر دے گا۔''

امام حاکم رحمہ اللہ کا کہنا ہے: ''کہ جو علمائے اسلام ملحدین اور مخالفین اسلام کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لیے ان کی مجلسوں میں جاتے ہیں، ان کے لیے کوئی ممانعت نہیں، بلکہ اُنھیں اجر و ثواب ملے گا۔ اور اگر کسی مجلس میں اللہ، رسول یا دین اسلام کا مذاق اڑایا جا رہا ہو، تو جو شخص اس سے راضی ہوگا، وہ کافر ہو جائے گا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ '' یعنی ''تم بھی انھی جیسے ہو جاؤ گے۔'' انتہی!

مفسر ابن جریر رحمہ اللہ نے ضحاک رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ ہر وہ آدمی جو دین اسلام میں کوئی نئی بات (بدعت) پیدا کرتا ہے، اور قیامت تک ہر بدعتی اس آیت کے ضمن میں آئے گا۔ انتہی۔ (تفسیر ابن جریر، تحت الآیۃ)

علامہ شوکانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ چونکہ قرآنِ کریم میں خصوصِ سبب کا نہیں بلکہ عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے، اس لیے ہر وہ مقام و موقف جہاں دلائل شرعیہ کا مذاق اڑایا جا رہا ہو اس سے اجتناب کرنا واجب ہے، مثال کے طور پر اسیرانِ تقلید شخصی جو قرآن وسنت کے بدلے میں لوگوں کے آراء کو قبول کرتے ہیں، اور جب کسی عالم کو اس مسئلہ پر قرآن وسنت سے استدلال کرتے دیکھتے ہیں، تو اس کا مذاق اُڑاتے ہیں، اور لوگوں کو باور کراتے ہیں کہ اس نے اُن کے امام مذہب کی مخالفت کر کے، جس کو انھوں نے معلم شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام دے رکھا ہے، کسی بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے، ایسے لوگوں کی مجلسوں سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ انتہی

اور سورۃ التوبہ میں ارشاد فرمایا:

﴿يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۞ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا

نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿٦٦﴾ (التوبہ: ٦٤ تا ٦٦)

''منافقین ڈرتے ہیں کہ آپ پر کوئی سورۃ نازل ہو جو ان کے دلوں کی خفیہ باتوں کو ان کے سامنے کھول کر رکھ دے، آپ کہیے کہ تم مذاق اڑاتے رہو، اللہ یقیناً اُن باتوں کو باہر لانے والا ہے جن سے تم ڈرتے تھے۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں گے تو وہ کہیں گے کہ ہم تو یونہی گپ شپ کرتے تھے اور دل بہلاتے تھے، آپ کہیے کہ کیا تم لوگ اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کا مذاق اُڑاتے تھے۔ اب (جھوٹی) معذرت پیش نہ کرو، تم لوگ ایمان لانے کے بعد دوبارہ کافر ہو گئے ہو، اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو (ان کے ثابت ہو جانے کے بعد) معاف کر دیں گے، تو دوسرے گروہ کو، اس لیے کہ وہ مجرمین تھے، ضرور سزا دیں گے۔''

ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر وغیرھما نے امام مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ منافقین آپس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف جب کوئی بات کرتے تو ڈرتے کہ کہیں ایسا نہ ہو اللہ ہماری بات محمد کو بتا دے۔ ایک اور روایت ہے کہ ایک منافق نے کہا کہ کاش ہمیں سو کوڑے لگائے جاتے اور ہمارے بارے میں قرآن نازل ہوتا جو ہمارا پردہ فاش کر دیتا ہے جو یہ آیت نازل ہوئی، اور اللہ نے انھیں دھمکی دی کہ خوب اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑا لو، لیکن یہ جان لو کہ اللہ تمہاری تمام خباثتوں اور منافقوں کو طشت از بام کر کے رہے گا۔ انتہی

اور ابو نعیم رحمہ اللہ نے ''حلیہ'' میں شریح بن عبید سے اور علامہ ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ وغیرھم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں جو روایت نقل کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک آدمی (اور وہ غالباً عبداللہ بن ابی سلول تھا) نے غزوۂ تبوک کے موقع سے ایک مجلس میں کہا کہ ہم نے ان قراء سے زیادہ جھوٹا اور بزدل نہیں دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہو گئی اور قرآن نازل ہوا تو وہ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی

مہاڑ پکڑ کر دوڑ رہا تھا اور لوگ اسے پتھر سے مار رہے تھے، اور کہتا تھا کہ یارسول اللہ! ہم یونہی گپ شپ کر رہے تھے، اور نبی کریم ﷺ کہے جا رہے تھے کہ کیا تم لوگ، اللہ، اس کی آیتوں اور اس کے رسول کا مذاق اڑا رہے تھے۔ انتہیٰ۔

جو لوگ دین اسلام اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذاق اڑاتے تھے، ان کے لیے دردناک عذاب ہے، ارشاد فرمایا:

﴿ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا۝﴾

(الکہف:۱۰۶)

''ان کا بدلہ جہنم ہوگا اس لیے کہ انھوں نے کفر کی راہ اختیار کی، اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا۔''

دین اسلام کو چھوڑ کر نفسانی خواہش کی اتباع کی مذمت:

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی مذمت کی جنھیں اللہ نے آسمانی کتاب کا علم دیا، جس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اس میں موجود دلائل و براہین سے استفادہ کر کے اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ استوار کرتے، اور اصلاح وتقویٰ کی زندگی اختیار کرتے، لیکن معاملہ برعکس رہا، انھوں نے دنیاوی عارضی مفاد کی خاطر اللہ تعالیٰ کا انکار کر دیا اور اس کی نازل کردہ کتاب کو پشت کے پیچھے ڈال دیا اور دامن جھاڑ کر اس سے ایسے الگ ہو گئے جیسے کوئی سانپ اپنے چمڑے کے خول سے نکل کر باہر چلا جاتا ہے۔ اور جب وہ ایسے حال کو پہنچ گئے تو شیطان نے انھیں جالیا اور انھیں اپنا دوست اور ساتھی بنالیا، اور انھیں ضلالت وگمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۝۱۷۵ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۝۱۷۶﴾ (الاعراف:۱۷۵،۱۷۶)

''اور آپ انھیں اُس آدمی کی خبر پڑھ کر سنا دیجیے جسے ہم نے اپنی نشانیاں دی تھیں تو وہ ان سے نکل کر باہر چلا گیا، پھر شیطان اس کے پیچھے تک گیا، پھر وہ گم گشتۂ راہ لوگوں میں سے ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو اسے اس کی وجہ سے رفعت و بلندی عطا کرتے، لیکن وہ پستی میں گرتا چلا گیا اور اپنی خواہش نفس کا فرمانبردار ہو گیا، پس اس کی مثال کتے کی سی ہے، اگر تم اس پر کچھ بوجھ ڈال دو گے تو ہانپے گا، یا اگر اسے اس کے حال پر چھوڑ دو گے تب بھی ہانپے گا، یہ ان کی مثال ہے جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ پس آپ ان لوگوں کو یہ قصے سناتے رہیے، شاید کہ وہ غور کریں۔''

اس آیت کریمہ میں بہت بڑی وعید ہے ان علمائے سوء کے لیے جو دنیا کی عارضی لذتوں کی خاطر آخرت کو فراموش کر دیتے ہیں، اور دنیا ہی کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام علمائے اسلام کو اس آیت کا مصداق بننے سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

ابو عثمان نیسابوری رحمہ اللہ کا قول ہے: جو اپنے آپ پر سنت کو قول و فعل میں حاکم بنا لیتا ہے اس کی زبان سے حکمت جھڑنے لگتی ہے، اور جو شخص اپنے قول و فعل میں خواہش نفس کو حاکم بنا لیتا ہے اس کی زبان سے بدعت جاری ہو جاتی ہے۔ [1]

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

((لَوْ كَانَ الدِّيْنُ بِالرَّأْيِ لَكَانَ أَسْفَلُ الْخُفِّ أَوْلٰى بِالْمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُ.)) [2]

''اگر دین عقل کا نام ہوتا تو موزوں پر مسح اوپر کی بجائے پاؤں کے نیچے سے کرنا زیادہ بہتر ہوتا۔''

اس حدیث مبارکہ میں بھی خواہش نفس کو دین اسلام پر مقدم کرنے کی مذمت ہے۔ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علو مرتبت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝۱ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى ۝۲ وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝۳﴾ (النجم: ۱ تا ۳)

''ستارے کی قسم جب وہ گرتا ہے، تمھارے ساتھی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نہ گمراہ

ہوئے ہیں اور نہ بھٹکے ہیں، اور وہ اپنی خواہش نفس کی پیروی میں بات نہیں کرتے ہیں۔''

جو شخص خواہشات نفسانی کی پیروی کرتا ہے اور دین اسلام کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔

❶ حلیۃ الاولیاء: ۱۰/ ۲۴۴.

❷ سنن ابوداؤد، کتاب الطھارۃ، رقم: ۱۶۲۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

قرآن مجید کی رو سے اس نے خواہشاتِ نفسانی کو اپنا معبود بنا لیا۔ ارشاد فرمایا:

﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۲۳ ﴾ (الجاثیہ: ۲۳)

''کیا آپ نے اس شخص کے حال پر غور کیا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا، اور اللہ نے اُسے حق بات کا علم ہو جانے کے باوجود گمراہ کر دیا، اور اُس کے کان اور دل پر مہر لگا دی، اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا، ایسے آدمی کو اللہ کے بعد کون راہ دکھا سکتا ہے، کیا تم لوگ نصیحت نہیں حاصل کرتے۔''

نفسانی خواہشات اللہ تعالیٰ کی محبت پر غالب آ جائیں، تو توحید میں خلل پڑتا ہے اگر توحید میں خلل نہیں پڑتا تو یہ پیرایہ بیان اختیار نہ کیا جاتا کہ اس نے خواہشات نفسانی کو الہ بنا لیا۔

بعض سلف کا کہنا ہے:

((مَنْ شَغَلَكَ عَنِ اللّٰهِ فَهُوَ صَنَمُكَ.))

''جو کوئی بھی تمھیں اللہ کی یاد سے غافل کر دے، وہ تمہارا بت ہے۔''

اسلامِ مصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بنیادی ارکان

دین اسلام کے بنیادی پانچ ارکان ہیں:

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ.)) [1]

''اسلام کی بنیاد پانچ (ستونوں) پر (قائم) ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، (استطاعت ہو تو) حج (بیت اللہ) کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔''

مذکورہ بالا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے پانچوں ارکان کے بیان کو محیط ہے، جو درج ذیل ہیں:

پہلا رکن:

اسلام کا پہلا رکن، کلمۂ شہادت ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کا اقرار و اعتراف ہے۔

کلمۂ توحید ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کی شہادت کا معنی یہ ہے کہ اللہ اکیلے کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔

چنانچہ اس کلمہ کے اوّل جزء ''لَا إِلٰهَ'' سے ان تمام معبودانِ باطلہ کی نفی اور تردید ہو جاتی ہے جن کی اللہ کے علاوہ پرستش کی جاتی ہے، اور دوسرے جزء ''إِلَّا اللّٰهُ'' سے اللہ عزوجل کے لئے ہر

[1] صحیح بخاری، کتاب الإیمان، رقم: ۸۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم: ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴۔

قسم کی عبادت کا اثبات ہوجاتا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، اس کے متعلق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱۸﴾ (آل عمران:۱۸)

''اللہ گواہی دیتا ہے کہ اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور فرشتے اور اہل علم گواہی دیتے ہیں، وہ (اپنے احکام میں) عدل پر قائم ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، جو عزت والا اور حکمت والا ہے۔''

کلمہ توحید کے تقاضے

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

اعمال سے پہلے عقیدۂ توحید کا علم حاصل کرنا ضروری ہے، ورنہ عقیدۂ توحید کے بغیر سارے اعمال برباد ہوجاتے ہیں، بالکل اسی طرح جیسے روح کے بغیر جسم ختم ہوجاتا ہے۔

کلمہ توحید ''لَا إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ'' کی شہادت کا تقاضا درج ذیل تین باتوں کا اقرار کرنا ہے۔

(۱) توحید الوہیت۔ (۲) توحید ربوبیت۔ (۳) توحید اسماء وصفات۔

اوّل: توحید الوہیت:

یعنی جملہ عبادات میں اللہ تعالیٰ کو اکیلا مانا جائے، اور کسی طرح کی عبادت غیر اللہ کے لیے نہ کی جائے۔

یاد رہے کہ یہی وہ توحید ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاریات:۵۶)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

اور اسی توحید الوہیت کی دعوت کو عام کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام بھیجے، صحیفے اور کتابیں نازل فرمائیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾

(النحل: ۳۶)

''اور ہم نے ہر گروہ کے پاس ایک رسول اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ لوگو! اللہ کی عبادت کرو، اور شیطان اور بتوں کی عبادت سے بچتے رہو۔''

''شرک'' ''توحید'' کی ضد ہے، جب ''توحید'' کا یہ معنی ہو کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی عبادت میں اکیلا اور منفرد مانا جائے تو اس کے برعکس ''شرک'' کی تعریف یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور (غیر) کی بھی کسی طرح کی پرستش کی جائے۔

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اَلْمُشْرِكُ الَّذِيْ عَبَدَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ.)) [1]

''مشرک وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی غیر کی بھی کسی طرح کی عبادت کرے۔''

چنانچہ جو شخص اپنی خوشی اور مرضی سے کسی بھی طرح کی عبادت کسی غیر اللہ کے لئے بجالائے، چاہے وہ عبادت نماز ہو یا روزہ، دعا ہو یا نذر، قربانی ہو یا کسی صاحب قبر وغیرہ سے فریادرسی، تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا۔

اور شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔

﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝﴾ (لقمان: ۱۳)

''بے شک شرک ظلم عظیم ہے۔''

جس کی وجہ سے سارے اعمال صالحہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ (۱۸) انبیاء کرام کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

﴿وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (الانعام: ۸۸)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الرعد۔

''اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو اُن کے اعمال ضائع ہو جاتے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ''اس آیت کریمہ میں شرک کی ہیبت ناکی اور اس کی خطرناکی کو بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝﴾ (الزمر: ٦٥)

''کہ آپ کو اور آپ سے پہلے تمام انبیاء و رسل کو بذریعہ وحی بتا دیا گیا ہے کہ آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔'' [1]

قارئین کرام! اگر وہ اللہ کے برگزیدہ پیغمبر اور عظیم ہونے کے باوجود شرک کا ارتکاب کر بیٹھتے تو ان کے سارے اعمال ضائع ہو جاتے، تو اگر دوسرے لوگ شرک کا ارتکاب کریں گے تو ان کا کیا حال ہوگا؟

اور شرک کے مرتکب کے جان و مال بھی غیر محفوظ ہو جاتے ہیں۔ پیارے پیغمبر سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُوْلُوْا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَمَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهُ وَنَفْسَهُ.)) [2]

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتال کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کا اقرار کر لیں۔ پس جس شخص نے بھی ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کہہ دیا اُس نے اپنا مال اور جان محفوظ کر لیا۔''

دوم: توحید ربوبیت:

یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق، رازق، زندہ کرنے والا، موت دینے والا ہے، اور وہی سارے جہان کا کارساز ہے جس کی آسمانوں اور زمین میں حکومت ہے۔ اور اس قسم

[1] تفسیر ابن کثیر: ۵۷/۳، ۵۶، تحقیق عبدالرزاق المهدی۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم: ۱۲۵۔ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، رقم: ۲۹۴۶.

کی توحید کا اقرار و اعتراف اس فطرت کا تقاضا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو پیدا فرمایا ہے، حتی کہ مشرکین جن کے درمیان رسول ہاشمی ﷺ مبعوث ہوئے وہ بھی اس کا اقرار کرتے تھے اور اس کے منکر نہ تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۳۱﴾ (یونس: ۳۱)

”یعنی آپ پوچھئے کہ تمہیں آسمان اور زمین سے روزی کون پہنچاتا ہے، یا کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے، اور کون زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے، اور کون تمام اُمور کی دیکھ بھال کرتا ہے، وہ جواب میں یہی کہیں گے کہ اللہ۔ تو آپ کہئے کہ پھر تم لوگ شرک سے کیوں نہیں بچتے ہو۔“

اس قسم کی توحید کا انکار کم ہی لوگوں نے کیا ہے، اور وہ بھی تکبر و عناد کی وجہ سے ظاہری طور پر کیا ہے، ورنہ دل سے وہ بھی اس کا اعتراف کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہی کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۱۴﴾ (النمل: ۱۴)

”اور ان نشانیوں کا انہوں نے ظلم و سرکشی کی وجہ سے انکار کر دیا، حالانکہ ان کا باطن ان کی صداقت کا یقین کر چکا تھا۔ پس آپ دیکھیں کہ فسادیوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔“

سوم: توحید اسماء و صفات:

آیا ہے وقت نازک غفلت میں ہے زمانہ
کوئی نہیں سناتا توحید کا ترانہ

یعنی اللہ تعالیٰ نے، یا نبی کریم ﷺ نے اللہ عزوجل کے جو اوصاف بیان فرمائے ہیں،

ان پر ایمان لایا جائے اور انہیں بلا تکییف و تمثیل اور بلا تحریف و تعطیل مان لیا جائے، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ (الاعراف:۱۸۰)

''اور اللہ کے بہت ہی اچھے نام ہیں، پس تم لوگ اسے انہی ناموں کے ذریعہ پکارو۔''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾

(بنی اسرائیل:۱۱۰)

''آپ کہہ دیجئے! کہ تم لوگ اللہ کو اللہ کے نام سے پکارو یا رحمن کے نام سے پکارو، جس نام سے چاہو اسے پکارو، تمام بہترین نام اسی کے لئے ہیں۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴾ (الشوری:۱۱)

''کوئی چیز اُس کے مانند نہیں اور وہ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔''

کلمہ توحید ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' کی شہادت اور گواہی مذکورہ بالا تینوں قسموں کی توحید کا اقرار و اعلان ہے۔ چنانچہ جو شخص اس کے معانی و مفہوم کو سمجھ کر اس کا اقرار کر لے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرے، یعنی شرک سے بچتا رہے اور اللہ کی وحدانیت کا قائل ہو جائے تو وہ سچا اور حقیقی مسلمان ہے۔ اور اس کے برعکس جو زبان سے اقرار کر لے اور دل سے تصدیق کئے بغیر ظاہراً اس کے تقاضے پورے کرے تو وہ منافق ہے۔ اور جس نے اپنی زبان سے اقرار کیا، لیکن اس کے تقاضوں کے خلاف عمل کیا تو وہ کفر کرتا ہے اگرچہ وہ بار بار اس کلمہ کو پڑھتا رہے۔

شہادت رسالت:

''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کا معنی محمد عربی ﷺ کی رسالت و نبوت کا اقرار کرنا، اور آپ ﷺ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے ہیں اس کی تصدیق کرنا ہے، یعنی آپ

کے احکامات کی بجا آوری، اور منہیات وممنوعات سے اجتناب کرنا اور ساری عبادات کو آپ کی لائی شریعت کے مطابق ادا کرنا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾﴾ (التوبہ:۱۲۸)

''مسلمانو! تمہارے لئے تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں، جن پر ہر وہ بات شاق گزرتی ہے جس سے تمہیں تکلیف ہوتی ہے، تمہاری ہدایت کے بڑے خواہش مند ہیں، مومنوں کے لئے نہایت شفیق ومہربان ہیں۔''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء:۸۰)

''جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ (ہی) کی اطاعت کی۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾﴾ (آل عمران:۱۳۲)

''اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضے

کلمۂ توحید کے دوسرے جزء ''محمد رسول اللہ'' کے کچھ تقاضے ہیں، جنھیں پورا کیے بغیر بندہ مؤمن اور مسلمان نہیں بن سکتا۔

پہلا تقاضا:

کلمۂ توحید کے دوسرے جزء ''محمد رسول اللہ'' کا تقاضا ہے کہ بندہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ﴾ (الحجرات:۱۵)

''یاد رکھو! مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهِ لَا یَسْمَعُ بِیْ أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ یَهُوْدِیٌّ وَلَا نَصْرَانِیٌّ ثُمَّ یَمُوْتُ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِالَّذِیْ أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا کَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ.)) ❶

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اس زمانے (یعنی میرے اور میرے بعد قیامت تک) کا کوئی یہودی یا نصرانی (یا کوئی اور دین والا) میرا حال سنے پورا ایمان نہ لائے اس پر جس کو میں دے کر بھیجا گیا ہوں تو وہ جہنم میں جائے گا۔''

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ زمانہ قریب ہے کہ مریم کے بیٹے (سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام) تم لوگوں میں عادل حکمران بن کر اتریں گے تو وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو ختم کر دیں گے، جزیہ کو موقوف کر دیں گے اور مال اس کثرت سے ہوگا کہ اسے کوئی آدمی قبول نہیں کرے گا، ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا، پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اور اگر تم چاہو تو (سورہ نساء) کی یہ آیت پڑھو (جو اس حدیث کی تائید کرتی ہے) کہ اہل کتاب میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا، جو عیسیٰ کی موت سے پہلے ان پہ ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن عیسیٰ اس پر گواہی نہ دیں۔'' ❷

مزید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب مریم علیہا السلام کے بیٹے (سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام) تم میں اتریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔'' ❸

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۳۸۶۔

❷ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ۴۹، رقم: ۳۴۴۸۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۳۸۹۔

❸ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، رقم: ۳۴۴۹۔

جب بندہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آئے تو ساتھ یہ عقیدہ رکھے کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ﴾

(الاحزاب: ۴۰)

''محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، البتہ آپ اللہ کے رسول اور خاتم النّبیین ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ.)) [1]

''میں خاتم النّبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

عبداللہ بن ابی اوفی سے کہا گیا کہ آپ نے ابراہیم بن رسول ﷺ کو دیکھا تھا؟ آپ نے جواب میں کہا کہ بچپن ہی میں ان کا انتقال ہوگیا، لیکن اگر اللہ ان کو نبی کریم ﷺ کے بعد نبی بنانا چاہتا تو وہ زندہ رہتے، لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ [2]

امام احمد کی روایت ہے، سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَى إِبْرَاهِيْمَ لَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا.)) [3]

''اللہ کی رحمت ہو ابراہیم پر اگر زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے۔''

حافظ ابن حجر فتح الباری میں ابن مندہ کی روایت بیان کی ہے کہ:

((وَلٰكِنْ لَمْ يَكُنْ لِأَنَّ نَبِيَّكُمْ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ.)) [4]

''ان کو اللہ نے اس وجہ سے زندہ نہیں رکھا کہ تمہارے نبی ﷺ آخری نبی ہیں۔''

فائدہ:...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ قول نبی کریم ﷺ کے قول کے حکم میں ہے کیونکہ صحابہ

---

[1] صحیح بخاری، رقم: ۳۵۳۵۔ صحیح مسلم، حدیث: رقم ۲۲۸۶۔ سنن ابی داؤد، رقم: ۴۲۵۲۔

[2] صحیح بخاری: ۱۰/۷۳۔ [3] مسند احمد: ۱۳۳/۳۔

[4] فتح الباری: ۱۰/۷۴۔

کرام غیبی باتوں کو اپنی ذاتی رائے سے نہیں کہہ سکتے۔ لازمی طور پر اسے نبی کریم ﷺ سے سماعت کیا ہوگا، اگرچہ انھوں نے نبی کریم ﷺ سے اپنے سماع کا ذکر نہیں کیا۔

ان آیات کریمہ اور احادیثِ شریفہ کی روشنی میں پتا چلا کہ قادیانیوں کا دعویٰ کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبی تھا، قرآن وسنت کا انکار ہے اور کفریہ عقیدہ ہے۔ اس عقیدہ کے حامل لوگ مسلمان نہیں ہیں اور بلکہ ان کا جھوٹا نبی مرزا غلام احمد قادیانی بھی مسلمان نہیں تھا۔

ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے جھوٹے مرزا غلام احمد قادیانی کے گستاخانہ اور کفریہ عقائد ونظریات:

۱: مرزا غلام احمد نے قرآن حکیم کی توہین کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے (یعنی مرزے کے) منہ کی باتیں ہیں۔"

۲: احادیث رسول ﷺ کے بارے میں یوں لکھتا ہے:

"جو حدیث میری بات سے معارض ہو اس حدیث کو ہم ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں۔"

مزید کہا:

"ہم وہ حدیثیں تائیدی طور پر پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف اور میری بات کے خلاف نہ ہوں۔" [2]

۳: سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتا ہے:

"لوگ میرے بارے میں کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو حسن وحسین سے افضل کہا تو میں جواباً کہتا ہوں ہاں میں ان سے افضل ہوں عنقریب اللہ میری یہ فضیلت ظاہر کردے گا۔" [3]

---

1. تذکرہ، ص: ۶۴۱، چوتھا ایڈیشن۔
2. اعجاز احمدی، ص: ۳۰۔ روحانی خزائن: ۹/ ۱۴۰، از مرزا غلام احمد۔
3. اعجاز احمدی، ص: ۵۸، از مرزا غلام احمد قادیانی۔

۴: سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتا ہے:

''ابو ہریرہ بے وقوف تھے اور ان کی روایات ٹھیک نہیں تھیں۔'' ❶

۵: مزید کہا:

''بعض صحابہ احمق تھے۔'' ❷

۶: ''ابوبکر وعمر کیا تھے وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہ تھے۔'' ❸

۷: انبیاء اور رُسل کی توہین کرتے ہوئے کہنے لگا:

''میرے باپ نے کہا تھا وہ آدم، نوح اور عیسیٰ سے افضل ہے کیونکہ شیطان نے آدم کو جنت سے نکالا جبکہ میں بنی آدم کو جنت لے جاؤں گا، یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کو سولی چڑھادیا جبکہ میں صلیب توڑ دوں گا، نوح کا بیٹا گمراہ تھا جبکہ میرا بیٹا راہِ ہدایت پر ہے۔'' ❹

۸: مزید کہتا ہے:

''وہ کمالات جو تمام انبیاء میں پائے جاتے تھے ان کو حضرت محمد کی ذات میں اکٹھا کیا گیا اور پھر انھیں بڑھا کر میری طرف منتقل کر دیا گیا اسی لیے میرا نام آدم، ابراہیم، موسیٰ، نوح، داؤد، یوسف، سلیمان، یحییٰ اور عیسیٰ رکھا گیا۔'' ❺

۹: خالقِ کائنات کی شان میں بھی گستاخی کی ہے، کہتا ہے:

''میں نے اپنے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور پھر یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں۔'' ❻

---

❶ اعجاز احمدی، ص: ۱۸، از غلام احمد۔ ❷ ضمیمہ نصرۃ الحق، ص: ۱۴۰۔

❸ ماہنامہ المہدی بابت جنوری ۱۹۱۵ صفحہ ۱۵۸، احمدیہ انجمن اشاعت لاہور، اور کتاب المہدی، صفحہ: ۵۸۔

❹ ماہنامہ الفضل ۱۸ جولائی ۱۹۳۱۔

❺ ملفوظات احمدیہ ۲/ ۱۴۲۔

❻ کتاب البریۃ، ص: ۷۵ مندرجہ روحانی خزائن: ۳/ ۱۰۳، از مرزا قادیانی۔

غور فرمائیں کہ ایسا شخص جو کتاب وسنت کا منکر ہو، انبیاء کرام اور صحابہ کرام کی گستاخی کرتا ہو، اور خالق کائنات کو برا بھلا کہتا ہو، وہ نبی تو کیا، عام مسلمان بھی نہیں ہوسکتا بلکہ ایسا انسان کافر ہے۔ اُس کافر کے مزید کفریہ عقائد پڑھ لیجیے گا۔

۱۰: وہ خدا جس کے قبضہ میں ذرہ ذرہ ہے اس سے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے، وہ فرماتا ہے کہ: میں چوروں کی طرح پوشیدہ آؤں گا۔ ❶

۱۱: خدا تعالیٰ نے آج سے ۲۶ برس پہلے میرا نام براہین احمدیہ میں محمد اور احمد رکھا ہے اور آنحضرت ﷺ کا بروز مجھے قرار دیا ہے۔ ❷

۱۲: آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے۔ حالانکہ مشہور تھا کہ سور کی چربی اس میں پڑتی ہے۔ ❸

۱۳: میں اس بات کا خود قائل ہوں کہ دنیا میں کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس نے کبھی اجتہاد میں غلطی نہیں کی۔ ❹

۱۴: پس اس اُمت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیل یوسف سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا، مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔ ❺

۱۵: نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا گیا ہے کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔ ❻

۱۶: یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام

---

❶ تجلّیات الٰہیہ، ص: ۴، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۲۰، صفحہ ۳۹۶۔

❷ حقیقۃ الوحی، تتمہ، ص: ۶۷، مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۲۲، صفحہ ۵۰۲۔

❸ مرزا قادیانی کا مکتوب، اخبار الفضل قادیان، ۲۲ فروری ۱۹۲۴ء۔

❹ تتمہ حقیقۃ الوحی، ص: ۱۳۵، مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۲۲، صفحہ ۵۷۳۔

❺ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، صفحہ ۹۹، مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۲۱، صفحہ ۹۹۔

❻ حاشیہ انجام آتھم، ص: ۶، مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۱۱، صفحہ ۲۹۰۔

شراب پیا کرتے تھے۔ ❶

۱۷: ایک دفعہ مجھے ایک دوست نے یہ صلاح دی کہ ذیابیطس کے لیے افیون مفید ہوتی ہے۔ پس علاج کی غرض سے مذائقہ نہیں کہ افیون شروع کر دی جائے۔ میں نے جواب دیا کہ یہ آپ نے بڑی مہربانی کی کہ ہمدردی فرمائی لیکن اگر میں ذیابیطس کے لیے افیون کھانے کی عادت کرلوں تو میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا اور دوسرا افیونی۔ ❷

۱۸: دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔ ❸

۱۹: ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا اور یا محمد کو مانتا ہے ہر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکّا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ❹

۲۰: اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اُس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔ ❺

۲۱: اور مجھے بشارت دی ہے کہ جس نے تجھے شناخت کرنے کے بعد کوئی دشمنی اور تیری مخالفت اختیار کی وہ جہنمی ہے۔ ❻

۲۲: سچا خدا ہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ ❼

۲۳: یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے، اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے، حتیٰ کہ

---

❶ کشتی نوح حاشیہ، ص: ۷۳، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۹، صفحہ ۷۱۔

❷ نسیم دعوت، صفحہ ۶۹، مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۱۹، صفحہ: ۴۳۴۔

❸ نجم الھدیٰ، صفحہ ۳، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۴، صفحہ ۵۳۔

❹ کلمۃ الفصل، ص: ۱۱۰ از مرزا بشیر احمد M.A بن مرزا قادیانی۔

❺ انوار الاسلام، ص: ۳۰، مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۹، صفحہ ۳۱، از مرزا قادیانی۔

❻ تذکرہ مجموعہ الہامات، ص: ۱۶۸، طبع دوم از مرزا غلام احمد قادیانی۔

❼ دافع البلاء، ص: ۱۱، مندرجہ روحانی خزائن: جلد ۱۸، صفحہ ۲۳۱ از مرزا غلام احمد قادیانی۔

محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ ❶

۲۴: مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن کریم پر۔ ❷

۲۵: عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا اور اس دن سے کہ آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا۔ اُسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا۔ ❸

۲۶: خدا نے اس اُمت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔ ❹

۲۷: جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ غبی اور درایت اچھی نہیں رکھتا ہے۔ ❺

۲۸: جو شخص قرآن شریف پر ایمان لاتا ہے، اس کو چاہیے کہ ابوہریرہ کے قول کو ایک ردّی متاع کی طرح پھینک دے۔ ❻

۲۹: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔ ❼

دوسرا تقاضا:

''محمد رسول اللہ'' کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کو اپنا مطاع سمجھیں، آپ کی اطاعت اور اتباع کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

❶ حضرت خلیفۃ المسیح مرزا بشیرالدین محمود کی ڈائری۔ اخبار الفضل قادیان نمبر ۵، جلد ۱۱۰۔ ۱۲ جولائی ۱۹۲۲۔
❷ اربعین نمبر ۴، صفحہ ۱۹، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۷، صفحہ ۴۵۴ از مرزا قادیانی۔
❸ حاشیہ انجام آتھم، ص: ۶، مندرجہ روحانی خزائن جلد ا ز صفحہ ۲۹۰ از مرزا قادیانی۔
❹ دافع البلاء، ص: ۱۳، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۸، صفحہ ۲۳۳ از مرزا قادیانی۔
❺ اعجاز احمدی، ص: ۱۸، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۹، صفحہ ۱۲۷ از مرزا قادیانی۔
❻ ضمیمہ براھین احمدیہ، حصہ پنجم، ص: ۴۱۰، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۲۱، صفحہ ۴۱۰ از مرزا قادیانی۔
❼ ایک غلطی کا ازالہ (حاشیہ) صفحہ ۱۱ از مرزا غلام احمد قادیانی۔

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾ (الحشر: ۷)

''اور رسول تمھیں جو کچھ دے اسے لے لو، اور جس چیز سے منع کر دیں اس سے رک جاؤ۔''

کیونکہ آپ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے تھے، بلکہ وہ سب اللہ کی طرف سے وحی ہوتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ۝۱ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى ۚ۝۲ وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ۝۳﴾ (النجم: ۱ تا ۳)

''ستارے کی قسم جب وہ گرتا ہے، تمھارے ساتھی (یعنی رسول اللہ ﷺ) نہ گمراہ ہوئے ہیں اور نہ بھٹکے ہیں، اور وہ اپنی خواہش نفس کی پیروی میں بات نہیں کرتے ہیں۔''

اور سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا:

﴿وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ﴾ (النساء: ۱۱۳)

''اور اللہ نے آپ پر کتاب وحکمت دونوں نازل کیا ہے۔''

صاحب ''فتح البیان'' رقمطراز ہیں: ''یہ آیت دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سنت وحی ہوتی تھی جو آپ کے دل میں ڈال دی جاتی تھی۔''

قرآنِ حکیم اور سنت رسول دونوں منزل من اللہ ہیں۔ قرآن حکیم کی تفسیر اوّل سنت رسول ہے، قرآن مجید کے معانی ومفاہیم کو حدیث رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں سمجھنا ہوگا۔ بلکہ قرآنِ حکیم کو سنت رسول ﷺ کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (النحل: ۴۴)

''اس ذکر (قرآن) کو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اس کی توضیح کر دیں جو ان کے لیے نازل کی گئی ہے تاکہ لوگ غور وفکر کریں۔''

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے:

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.)) [1]

''تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، اس کو اپنی ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوط کر کے پکڑ لو، اور بدعات سے بچو، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔''

تیسرا تقاضا:

رسالت کا تیسرا تقاضا یہ ہے کہ اپنے اختلافی مسائل میں فیصل رسول ﷺ کو مانا جائے۔ اور جو فیصلہ آپ فرمادیں اس کو دل وجان سے تسلیم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ ﴾ (النساء: ۶۵)

''پس قسم ہے تیرے پروردگار کی یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس کے تمام اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں پھر جو فیصلہ آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں، اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾ ﴾ (النساء: ۵۹)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور ان لوگوں کی جو تمہارے اوپر اختیار والے ہیں، اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں تنازع ہو جائے تو اس کا حل صرف یہ ہے کہ اسے اللہ کی طرف اور رسول کی طرف

---

[1] مسند أحمد: ۴/۱۲۶۔۱۲۷۔ سنن ابوداؤد، کتاب السنة، رقم: ۴۶۰۷۔ سنن ترمذی، رقم: ۲۶۸۷۔ سنن ابن ماجه، رقم: ۴۲۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

لوٹا دو اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی تمہارے لیے بہتر اور عاقبت وانجام کے اعتبار سے بھی اچھا ہے۔''

امام احمد نے سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری کی قیادت میں ایک فوجی دستہ بھیجا۔ دستہ کے امیر کسی بات پر لوگوں سے ناراض ہو گئے، تو انھوں نے آگ جلوائی اور لوگوں کو اس میں کودنے کے لیے حکم دیا، دستہ کے ایک نوجوان نے لوگوں سے کہا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اس لیے لائے ہیں تا کہ آگ سے بچیں، اسی لیے ہم لوگ جلدی نہ کریں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں۔ جب انھوں نے واپس آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ اُس میں کود جاتے تو اس سے کبھی نہ نکلتے، امیر یا قائد کی اطاعت بھلائی کے کام میں ہوتی ہے۔ [1]

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک ''اولی الامر'' سے مراد اہل فقہ و دین ہیں اور مجاہد، عطا اور حسن بصری وغیرہم کے نزدیک اس سے مراد علماء ہیں۔ لیکن بظاہر حق یہ ہے کہ تمام اہل حل وعقد امراء اور علماء مراد ہیں۔ [2]

مجاہد اور دوسرے سلف اہل علم نے کہا ہے کہ ''اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو'' سے مقصود قرآن وسنت ہے۔ آیت کے اس حصہ میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں ان کے درمیان اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ قرآن وسنت کے مطابق ہونا چاہیے، اللہ اور آخرت پر ایمان کا تقاضا یہی ہے۔ معلوم ہوا کہ جو شخص بھی کسی اختلافی مسئلہ میں قرآن وسنت کا حکم نہیں مانے گا، وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا نہیں مانا جائے گا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ قرآن وسنت کی طرف رجوع میں ہی ہر خیر ہے، اور انجام کے اعتبار سے بھی یہی عمل بہتر ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب أخبار الاحاد، رقم: ۷۲۵۷۔ مسند أحمد: ۱/ ۸۲.

[2] تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۷۰۶، طبع مکتبہ قدوسیہ، لاھور۔

اختلاف کے وقت اہل علم کی آراء کی حیثیت:

مشہور ثقہ امام عامر بن شراحیل الشعبی التابعی (المتوفی ۱۰۴ھ) فرماتے ہیں:

((مَا حَدَّثُوْكَ هٰؤُلَاءِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَخُذْ بِهِ وَمَا قَالُوْهُ بِرَأْيِهِمْ فَأَلْقِهِ فِي الْحَشِّ.)) [1]

"یہ لوگ تجھے رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث بیان کریں اسے (مضبوطی سے) پکڑ لو اور جو بات وہ اپنی رائے سے کہیں اسے بیت الخلا میں پھینک دو۔"

تابعی صغیر مشہور ثقہ وثبت امام الحکم بن عتبۃ (المتوفی ۱۱۵ھ) فرماتے ہیں:

((لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ إِلَّا يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيُتْرَكُ إِلَّا النَّبِيُّ ﷺ.)) [2]

"نبی اکرم ﷺ کے علاوہ اللہ کی مخلوق میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس کی بات لی اور چھوڑی نہ جاسکتی ہو۔ صرف آپ ﷺ ہی ایسی بابرکت اور پاکیزہ شخصیت ہیں جن کی ہر بات لی جائے گی۔"

اہل رائے کے مشہور امام جناب ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ایک دن اپنے شاگردِ خاص قاضی ابویوسف سے فرمایا:

((وَيْحَكَ يَا يَعْقُوْبُ! لَا تَكْتُبْ كُلَّ مَا تَسْمَعُ مِنِّيْ فَإِنِّيْ قَدْ أَرَى الرَّأْيَ الْيَوْمَ وَأَتْرُكُهُ غَدًا وَّأَرَى الرَّأْيَ غَدًا وَّأَتْرُكُهُ بَعْدَ غَدٍ.)) [3]

"اے یعقوب! (ابویوسف) تیرا ستیاناس ہو! میری ہر بات نہ لکھا کر، میری آج ایک رائے ہوتی ہے اور کل بدل جاتی ہے، کل دوسری رائے ہوتی ہے تو پھر پرسوں وہ بھی بدل جاتی ہے۔"

شاہ صاحب تفہیمات ۲/ ۲۴۰ میں لکھتے ہیں:

---

[1] سنن الدارمی، المقدمة، رقم: ۲۰۶.

[2] جامع بیان العلم وفضله: ۲/ ۹۱۔ الأحکام لابن حزم: ۶/ ۲۹۳.

[3] تاریخ یحیی بن معین: ۲/ ۶۰۷، ت: ۲۴۶۱۔ تاریخ بغداد: ۱۳/ ۴۲۴.

((در فرع پیروی علماء محدثین که جامع باشند میان فقه و حدیث کردن.

ودائماً تفریعات فقهيه را بر کتاب و سنت عرض نمودن و آنچه موافق باشد در حیز قول آوردن والا کالائے بدیرش خاوند دادن. امت را هیچ وقت از عرض مجتهدات بر کتاب و سنت استغناء حاصل نیست وسخن متقشفه فقهاء که تقلید عالمے را دستاویز ساخته تتبع سنت را ترك كرده اند. نه شنیدن وبدیشان التفات نه کردن وقربت خدا جستن بدوری اینان.))

''فروع میں علماء محدثین جن کی فقہ حدیث دونوں پر نظر ہو۔کی پیروی کرنا۔فقہ کے فروعی مسائل کو ہمیشہ کتاب وسنت پر پیش کرنا، جو ان کے موافق ہو اسے قبول کرنا اور جو مخالف ہو اسے رد کر دینا چاہیے۔امت کو اپنے اجتہادی مسائل کتاب وسنت پر پیش کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں متقشف فقہاء کی بات قطعاً نہ سنے۔جن لوگوں نے اہل علم کی تقلید کر کے کتاب وسنت کو ترک کر دیا ہے ان کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھے۔ان سے دور رہ کر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے۔''

امام مالک رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ:

((كُلُّ النَّاسِ يُؤْخَذُ مِنْهُ وَيُؤْخَذُ عَلَيْهِ اِلَّا صَاحِبُ هَذَا الْقَبْرِ، وَاَشَارَ اِلٰى قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.)) [1]

''ترجمہ: ہر شخص کی بات قبول بھی کی جا سکتی ہے اور ردّ بھی کی جا سکتی ہے سوائے اس روضۂ اقدس (ﷺ) والے کی بات کے۔اور اشارہ قبر نبوی ﷺ کی طرف کیا کرتے تھے۔''

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فتویٰ دے کر فرمایا کرتے تھے ہم اس مسئلہ میں اسی حد تک سمجھ سکے ہیں اگر کوئی دوسرا (عالم) ہم سے زیادہ واضح طور پر مسئلہ کو سمجھا دے تو اسی کی بات مانی جائے۔ [1]

[1]

الشیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ان چار مذاہب میں سے ہے جو مشہور ہیں اور ان کی پیروی کی جاتی ہے، لیکن یہ بات جان لینی چاہیے کہ حق انھیں چار مذاہب میں منحصر نہیں، بلکہ حق کسی اور مذہب میں بھی ہوسکتا ہے اور انہی چاروں ائمہ کا کسی مسئلہ میں اتفاق پوری امت کا اجماع قرار نہیں پاسکتا اور خود ان ائمہ کو اپنا مقام و مرتبہ معلوم تھا اور انھیں اس بات پر یقین تھا کہ ان کی اطاعت اسی مسئلے میں ہوسکتی ہے جو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہو، اسی لیے وہ اپنی تقلید سے منع کرتے تھے، الا یہ کہ ان کا مذہب سنت کے موافق ہو۔''

''اور اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ابوحنیفہ، امام احمد، امام الشافعی، امام مالک رحمہم اللہ اور ان کے علاوہ دیگر اہل علم کا مذہب غلط بھی ہوسکتا ہے اور درست بھی اور ہر ایک کے قول کو لیا بھی جاسکتا ہے اور چھوڑا بھی جاسکتا ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، کہ ان کا ہر فرمان واجب الاتباع ہے، لہٰذا اس مدرس پر کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنے شاگردوں کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ پڑھائے، لیکن شرط یہ ہے کہ جب اسے اس کے خلاف دلیل مل جائے تو وہ اسی کی پیروی کرے اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے کو چھوڑ دے اور اپنے طالب علموں کو بتائے کہ دلیل ہی حق ہے اور ان کے لیے بھی یہی لازم ہے کہ وہ ایسی صورتحال میں صرف دلیل پر عمل کریں اور جب دونوں کا آپس میں ٹکراؤ ہو تو امام حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک چھوڑ دیں۔'' [2]

ثقہ محدث امام عبدالعزیز بن رفیع (المتوفی ۱۳۰ھ) فرماتے ہیں:

''امام عطاء ابن ابی رباح رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۴ھ علی المشہور) سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا

---

[1] فرقہ پرستی اور اسلام از محمد سلطان المعصومی المکی، ص: ۴۳۔

[2] مجموع فتاوی ورسائل الشیخ ابن عثیمین: ۲۸/۱.

تو انھوں نے کہا: ''لَا أَدْرِیْ'' (مجھے اس کے متعلق علم نہیں) امام عبدالعزیز بن

رفیع فرماتے ہیں کہ امام عطاء ابن ابی رباح سے کہا گیا: ''أَلَا تَقُوْلُ فِيْهَا بِرَأْيِكَ؟'' ''آپ نے اپنی رائے سے جواب کیوں نہیں دیا؟'' اس کے جواب میں امام عطاء ابن ابی رباح نے فرمایا: ''اِنِّيْ اَسْتَحْيِ مِنَ اللهِ أَنْ يُّدَانَ فِي الْأَرْضِ بِرَأْيِي'' ''میں اللہ سے اس بات میں حیا کرتا ہوں کہ زمین میں میری رائے کو دین بنایا جائے۔'' [1]

امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس مسلمان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت واضح اور ثابت ہو جائے اس کے لیے حلال نہیں کہ وہ کسی کے قول وعمل کی وجہ سے اس سنت اور حدیث کو چھوڑ دے اور بلاشبہ حق پر بہت ہی لوگ ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان وعمل کی اقتدا کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور طریقہ پر عمل کرتے ہیں اور اگر کسی مسئلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مختلف طریقوں سے عمل ثابت ہو تو وہ کبھی ایک طریقہ پر عمل کر لیتے ہیں اور کبھی دوسرے طریقہ پر اور اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ آپ کے خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل کی قدر کرتے ہیں۔ [2]

کیا کسی نے خوب کہا ہے:

((زَلَّةُ الْعَالِمِ زَلَّةُ الْعَالَمِ.))

''ایک عالم کی لغزش سارے جہان کی لغزش کی موجب ہے۔''

شیخ ابن باز رحمہ اللہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

((كُلُّ قَوْلٍ يُخَالِفُ الْأَدِلَّةَ الشَّرْعِيَّةَ يَجِبُ أَنْ يُّطْرَحَ وَلَا يُعَوَّلُ عَلَيْهِ لِقَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللهِ وَ الرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ وقوله ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللهِ﴾.)) [1]

---

[1] سنن الدارمی: ۱/ ۴۷، ح: ۱۰۸۔ تاریخ دمشق: ۴۳/ ۲۶، ۲۷.

[2] فرقہ پرستی اور اسلام، ص: ۴۵ از محمد سلطان المصومی المکی۔

''ہر ایسا قول جو شرعی دلائل سے ٹکراتا ہو، اسے ٹھکرا دینا واجب ہے، کیونکہ فرمانِ الٰہی ہے: ''پھر اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ، اگر تمھیں اللہ اور آخرت کے دن پر یقین ہے۔ یہ بہت بہتر اور انجام کے اعتبار سے بہت اچھا ہے، اور فرمایا: ''اور جس جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔''

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے ''وجوب العمل بسنة الرسول ﷺ وکفر من أنکرها'' کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا ہے، جس میں ایک جگہ وہ لکھتے ہیں:

''اور جب حج تمتع کے مسئلے میں کچھ لوگوں نے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ دلیل دی کہ سیّدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما حج افراد کے قائل ہیں تو سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عین ممکن ہے کہ تم پر آسمان سے پتھر برسنا شروع ہو جائیں، میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے، اور تم کہتے ہو کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے یوں فرمایا ہے۔''

اس کے بعد شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((فَإِذَا كَانَ مَنْ خَالَفَ السُّنَّةَ لِقَوْلِ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ تُخْشَى عَلَيْهِ الْعُقُوْبَةُ فَكَيْفَ بِحَالِ مَنْ خَالَفَهَا لِقَوْلِ مَنْ دُوْنَهُمَا، أَوْ لِمُجَرَّدِ رَأْيِهِ وَاجْتِهَادِهِ.)) [2]

''پس اگر کوئی شخص قول ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی وجہ سے سنت کو چھوڑ دے تو اس پر عذاب نازل ہونے کا ڈر ہے، تو اگر کوئی ان دونوں کے قول کے علاوہ کسی امام کے قول، یا اپنی رائے اور اجتہاد کی وجہ سے سنت کو چھوڑ دے تو اس کے متعلق کیا وعید ہو سکتی ہے؟''

---

[1] فتاوی مهمّة تتعلق بالصلاة، ص: ۵۸.

[2] مجموع فتاوی و مقالات متنوعة، ص: ۹۹.

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث مل جائے تو اس کے مقابلے میں کسی کا قول لینا جائز نہیں ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی

سنت اور فرمان کو اختیار کرنا اور اس پر عمل کرنا ہی ہر مسلمان کے لیے واجب اور فرض ہے اور کسی فقہی مذہب یا کسی امام کے قول کو قرآن وحدیث سے مقدم قرار دینا جائز نہیں ہے۔ [1]

سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((وَیْلٌ لِلْاَتْبَاعِ مِنْ عَثَرَاتِ الْعَالِمِ، قِیْلَ: کَیْفَ ذَاكَ؟ قَالَ: یَقُوْلُ الْعَالِمُ شَیْئًا بِرَأْیِهِ ثُمَّ یَجِدُ مَنْ هُوَ أَعْلَمُ مِنْهُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَیَتْرُكُ قَوْلَهُ ثُمَّ یَمْضِی الْاَتْبَاعِ.)) [2]

''عالم کی ہر اچھی بری بات کی اتباع کرنے والے ہلاکت میں ہیں۔ لوگوں نے پوچھا: وہ کیسے؟ تو آپ نے فرمایا: ''ایک عالم اپنی رائے سے کوئی بات کہتا ہے پھر اس کی اتباع میں کوئی شخص جو اس عالم سے زیادہ علم رکھتا ہے رسول اللہ ﷺ کا کوئی قول وعمل پاتا ہے تو وہ نبی ﷺ کا قول چھوڑ کر اس عالم کی اتباع کرتا ہے۔''

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَهُوَ مَاخُوْذٌ مِنْ کَلَامِهِ وَمَرْدُوْدٌ عَلَیْهِ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ))

''رسول کریم ﷺ کے سوا دنیا میں کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا، جس کی ہر بات صحیح تسلیم کر لی جائے۔''

حضرت شاہ صاحب کا یہ استدلال قرآن حکیم کی اس آیت سے ماخوذ ہے:

﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝﴾ (النجم: ۳، ۴)

''وہ (رسول) اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتا، بلکہ وہ وحی الٰہی ہوتی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔'' [3]

---

[1] فرقہ پرستی اور اسلام، ص: ۱۴۷ از: محمد سلطان المعصومی۔ [2] منہج سلف صالحین، ص ۱۷۶۔
[3] حجۃ اللہ البالغہ، ص: ۱۴۹۔

امام علائی سے منقول ہے کہ جب کسی مقلد کو دوسرے امام کا قول حدیث کے مطابق نظر آئے اور اپنے امام کا قول حدیث کے خلاف ہو تو اس مقلد کو چاہیے کہ اپنے امام کے قول کو چھوڑ کر

دوسرے امام کا قول جو کہ حدیث کے مطابق ہے اس کو اپنا لے۔ [1]

شیخ محمد جمیل زینو فرماتے ہیں کہ:

((وَنَحْنُ لَمْ نُؤْمَرْ اِلَّا بِاتِّبَاعِ الْقُرْآنِ الْمُنَزَّلِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ، وَقَدْ شَرَحَهُ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِاَحَادِيْثِهِ الصَّحِيْحَةِ، لِقَوْلِهِ تَعَالٰی ﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ﴾ فَلَا يَجُوْزُ لِمُسْلِمٍ سَمِعَ حَدِيْثًا صَحِيْحًا اَنْ يَّرُدَّهُ لِاَنَّهُ مُخَالِفٌ لِمَذْهَبِهِ، فَقَدْ أَجْمَعَ الْأَئِمَّةُ عَلَى الْأَخْذِ بِالْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ، وَتَرْكِ كُلِّ قَوْلٍ يُخَالِفُهُ.)) [2]

’’ہمیں صرف قرآن کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اترا ہے اور اس کی تفسیر رسول اکرم ﷺ نے اپنی صحیح احادیث کے ذریعے فرما دی ہے، فرمان الٰہی ہے: ’’تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے جو کچھ اتارا گیا ہے، اسی کی پیروی کرو اور اسے چھوڑ کر اولیاء کی پیروی نہ کرو‘‘ تو کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ صحیح حدیث کو سن لے، پھر اسے اس لیے رد کر دے کہ وہ اس کے مذہب کے خلاف ہے، کیونکہ خود ائمہ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحیح حدیث پر عمل کیا جائے اور اس سے ٹکرانے والا ہر قول و مذہب چھوڑ دیا جائے۔‘‘

امیر المومنین خلیفہ راشد سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لَا رَأْيَ لِأَحَدٍ مَعَ سُنَّةٍ سَنَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ.)) [3]

---

[1] معیار الحق، ص: ۹۰۔ الظفر المبین، ص: ۵۰.

[2] مجموع رسائل التوجیهات الاسلامیة: ۱/ ۱۳۵.

[3] سنن دارمی، مقدمه، باب ما یتقی من تفسیر حدیث النبی، وقول غیره عند قوله، رقم: ۴۳۲، ۴۳۳۔ اعلام الموقعین: ۱/ ۷۸.

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((عَلَيْكَ بِاٰثَارِ مَنْ سَلَفَ، وَاِنْ رَفَضَكَ النَّاسُ، وَاِيَّاكَ وَآرَاءَ الرِّجَالِ وَاِنْ

زَخْرَفُوا لَكَ الْقَوْلَ.)) [1]

''تم آثار سلف کو لازم پکڑو، چاہے لوگ تم سے جدا ہو جائیں، اور تم لوگوں کی آراء سے بچو اگر چہ لوگ تمھارے لیے بات کو مزین کر کے پیش کریں۔''

چوتھا تقاضا:

چوتھا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث وسنت کی مخالفت نہ کی جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کرنے والے کو فتنہ اور عذابِ الیم سے ڈرایا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝﴾ (النور:٦٣)

''پس جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں، انھیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انھیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔''

سیّدنا سلمہ بن اُکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔'' کہنے لگا: میں اس سے نہیں کھا سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تو اس کے ساتھ نہ ہی کھا سکے۔'' چنانچہ ایسے ہی ہوا اور واقعتاً اس کا دایاں ہاتھ مفلوج ہو گیا۔ [2]

پانچواں تقاضا:

صرف چند مسلموں کی نہیں ہے یہ صدا
حرمت رسول پر پوری اُمت ہے فدا

''محمد رسول اللہ'' کا پانچواں تقاضا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے اتنی زیادہ محبت کی جائے کہ وہ محبت تمام کائنات اور تمام موجودات کی محبت پر غالب آ جائے۔ ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ

---

[1] اعلام الموقعین: ۱/۸۰.

[2] صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، رقم: ۲۰۲۱.

وَ اَمْوَالُ اِۨقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۠ ﴿۲۴﴾ (التوبہ: ۲۴)

''آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارے کنبے قبیلے اور تمھارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنھیں تم پسند کرتے ہو، اگر یہ تمھیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم انتظار کرو کہ اللہ اپنا عذاب لے آئے، اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

((لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ.)) [1]

''کوئی بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک اس کو میری محبت، گھر والوں اور مال اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبان سے محبت اور دشمنان سے دشمنی رکھی جائے۔

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! بے شک آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں اور آپ مجھے میری اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں اور بے شک جب میں گھر میں ہوتے ہوئے آپ کو یاد کرتا ہوں تو اس وقت تک میں صبر نہیں کرتا جب تک میں آپ کے پاس آ کر دیدار نہ کرلوں، اور جب میں اپنی اور آپ کی موت کو یاد کرتا ہوں تو مجھے یقین ہے کہ آپ تو اس وقت انبیاء کے ساتھ بلند و بالا مقام پر ہوں گے، جب آپ جنت میں داخل ہوں گے، اور بے شک میں جنت میں داخل ہوں گا تو مجھے ڈر ہے کہ میں اس وقت آپ

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۱٦۸.

کو نہ دیکھ سکوں گا، تو نبی کریم ﷺ نے اس بات کا جواب اس وقت نہیں دیا، حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ﴾ (النساء: ۶۹)

''اور جو شخص اللہ کی اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے، جیسے نبی اور صدیق۔'' الی آخر الآیۃ [1]

آپ ﷺ کا تقاضا ہے کہ ایسے محبانِ رسول ﷺ سے محبت کی جائے اور ان کے ناموں کے ساتھ دعائیہ کلمہ ''رضی اللہ عنہم'' پڑھا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝۲۳﴾ (الاحزاب: ۲۳)

''ایمان لانے والوں میں کچھ ایسے لوگ ہیں جنھوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا۔ ان میں کچھ لوگ اپنا وعدہ پورا کر کے چل بسے اور کچھ لوگ وقت آنے کے منتظر ہیں، انھوں نے اپنے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔''

مفسرین لکھتے ہیں کہ ان سے مراد یا تو وہ انصارِ مدینہ ہیں جنھوں نے بیعۃ العقبۃ میں ہر حال میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا، یا وہ صحابہ کرام ہیں جنھوں نے نذر مانی تھی کہ اگر انھیں رسول اللہ کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کا موقع ملا تو ثابت قدم رہیں گے اور راہِ فرار نہیں اختیار کریں گے۔ چنانچہ ان میں سے بعض تو جنگ اُحد میں کام آ گئے جیسے حمزہ، مصعب بن عمیر اور انس بن النضر رضی اللہ عنہم اور اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی، اور جو بچ گئے جیسے عثمان بن عفان، طلحہ اور زبیر وغیرہم رضی اللہ عنہم وہ اللہ کی فتح و نصرت اور اس کی راہ میں شہادت کا انتظار کرتے رہے، اور انھوں نے اپنے رب سے جو عہد و پیمان کیا تھا اس میں کوئی تبدیلی نہیں لائی اور نہ ہی منافقوں کی طرح نقضِ عہد کیا، جس کی طرف اسی سورت کی آیت (۱۵) میں اشارہ کیا گیا ہے، کہ

[1] معجم أوسط للطبرانی، رقم: ۴۸۰۔

ان منافقوں نے اس سے پہلے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ میدانِ کارزار میں دشمن کو اپنی پیٹھ نہیں دکھلائیں گے۔ ❶

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کے بعد ہمارے مقتدا ہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ عَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ کُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.)) ❷

''تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، اس کو اپنی ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوط کر کے پکڑ لو، اور بدعات سے بچو، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ﴾

(النساء: ۱۵۹)

''اور جو شخص راہِ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا، اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر کسی دوسری راہ کی اتباع کرے گا، تو وہ جدھر جانا چاہے گا ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے، اور اسے جہنم میں ڈال دیں گے، اور وہ بُرا ٹھکانہ ہو گا۔''

معلوم ہوا کہ جو کوئی حق واضح ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے گا، اور مسلمانی کی راہ یعنی دینِ اسلام کے علاوہ کسی دوسری راہ کو اپنائے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے اُسی مخالفت

---

❶ تفسیر ابن کثیر، تحت الآیۃ، بتعدیل یسیر۔

❷ مسند أحمد: ۴/ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ سنن ابوداؤد، کتاب السنة، رقم: ۴۶۰۷۔ سنن ترمذی، رقم: ۲۶۸۷۔ سنن ابن ماجه، رقم: ۴۲۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

رسول اور عدم اتباع اسلام کی راہ پر چھوڑ دے گا، بلکہ اُس کی نگاہوں میں اس کی اس روش کو خوبصورت اور عمدہ بنا دے گا یہاں تک کہ جہنم میں جا گرے گا۔

یہ آیت دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت آدمی کو کفر تک پہنچا دیتی ہے، اور اس پر بھی دلیل ہے کہ مسلمانوں کے اجماع کی مخالفت بھی کبیرہ گناہ ہے، اور یہ کہ اجماع بھی دلیل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((اِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ، وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ.)) [1]

''اللہ میری اُمت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت کے اُوپر ہے۔''

شیعیت اپنی کتب کے آئینے میں:

حق تو یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کی جائے، اُنھیں اپنا مطاع اور مقتدا سمجھا جائے، مگر اس کے برعکس شیعہ اثنا عشریہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس حد تک نفرت کرتے ہیں کہ اُنھیں اسلام سے ہی خارج قرار دیتے ہیں۔ یقینی طور پر شیعہ اثنا عشریہ کے مسائل، توحید سے لے کر احکام شرعیہ تک اسلام سے متصادم ہیں۔ ذیل میں چند عقائد کا بیان کیا جاتا ہے:

۱: تحریف اور تغیر و تبدل کے واقع ہونے میں قرآن، تورات و انجیل ہی کی طرح ہے اور منافقین امت پر مسلط ہو کر حاکم بن گئے وہ قرآن میں تحریف کرنے کے بارے میں اسی طریقہ پر چلے جو طریقہ بنی اسرائیل نے اختیار کیا۔ [2]

۲: موجودہ قرآن میں خلافِ فصاحت اور قابل نفرت الفاظ موجود ہیں۔ [3]

۳: حضرت علی کا نام قرآن میں کئی مقامات سے نکال دیا گیا۔ [4]

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الفتن، رقم: ۲۱۶۷۔ السنة لابن ابی عاصم، رقم: ۸۱۔

[2] فصل الخطاب، ص: ۷۰ بحوالہ بینات، ص: ۶۲۔

[3] احتجاج طبرسی، ص: ۲۵ بحوالہ ایضا، ص: ۸۱۔

[4] دیباچہ تفسیر صافی بحوالہ ایضا، ص: ۷۵۔

۴: امامت کا مرتبہ نبوت کے مرتبہ سے بالاتر ہے۔ ❶

۵: حق بات یہ ہے کہ کمالات وشرائط اور صفات میں پیغمبر اور امام کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ❷

۶: ائمہ اطہار سوائے جناب سرورِ کائنات ﷺ کے دیگر تمام انبیاء اولوالعزم وغیرھم سے افضل واشرف ہیں۔ ❸

۷: علی علیہ السلام کی ولایت کا مسئلہ انبیاء علیہم السلام کے تمام صحیفوں میں لکھا ہوا ہے اور اللہ نے کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا جو محمد ﷺ کے نبی ہونے پر اور علی علیہ السلام کے وصی ہونے پر ایمان لانے کا حکم نہ لایا ہو اور اس نے اس کی تبلیغ نہ کی ہو۔ ❹

۸: امام کی دس خاص نشانیاں ہیں۔ وہ بالکل پاک وصاف پیدا ہوتا ہے، ختنہ شدہ پیدا ہوتا ہے۔ پیدا ہوکر زمین پر آتا ہے تو اس طرح آتا ہے کہ دونوں ہتھیلیاں زمین پر رکھے ہوتا ہے اور بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھتا ہے، اس کو کبھی جنابت نہیں ہوتی، سونے کی حالت میں صرف اس کی آنکھ سوتی ہے اور دل بیدار رہتا ہے۔ اس کو کبھی جمائی نہیں آتی، نہ وہ کبھی انگڑائی لیتا ہے، وہ جس طرح آگے کی جانب دیکھتا ہے اسی طرح پیچھے کی جانب سے بھی دیکھتا ہے، اس کے پاخانہ میں مشک کی سی خوشبو آتی ہے اور زمین کو اللہ کا حکم ہے کہ وہ اس کو چھپالے اور نگل لے اور جب وہ رسول اللہ ﷺ کی زرّہ پہنتا ہے تو وہ اسے بالکل فٹ آتی ہے اور جب کوئی دوسرا وہی زرّہ پہنتا ہے چاہے وہ لمبا ہو ٹھینگا ہو زرّہ اس کو ایک بالشت بڑی رہتی ہے۔ ❺

۹: رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے رحلت فرما جانے کے بعد سوائے چار افراد علی ابن ابی

---

❶ حیاۃ القلوب از باقر مجلسی: ۳/۳ بحوالہ أیضا، ص: ۷۹.

❷ حیاۃ القلوب از باقر مجلسی: ۳/۳ بحوالہ ایضا، ص: ۱۱۰.

❸ احسن الفوائد فی شرح العقائد شیخ صدوق از محمد حسین مجتھد، ص: ۴۰۶ ایضاً.

❹ أصول کافی، ص: ۲۷۶ بحوالہ ایرانی انقلاب، ص: ۳۸۔

❺ اصول کافی، ص: ۲۴۶، بحوالہ ایضاً ص: ۱۲۸۔

طالب، مقداد، سلمان اور ابوذر کے سوا سب مرتد ہو گئے۔ ❶

۱۰: ابوبکر وعمر اور ان کے رفقاء دل سے ایمان نہیں لائے تھے، انھوں نے (درطمع ریاست خود رابدین پیغمبر جسیانده بودند) خود کو حکمرانی کی لالچ میں پیغمبر علیہ السلام کے دین کے ساتھ چپکا رکھا تھا۔ ❷

۱۱: ابوبکر وعمر یہ دونوں قطعی کافر ہیں ان دونوں پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت۔ ❸

۱۲: جس طرح نوح اور لوط کی بیویاں طیبات میں داخل نہیں اسی طرح جناب عائشہ اور حفصہ بھی طیبات میں داخل نہیں۔ ❹

۱۳: ہم ایسے خدا کو پوجتے اور جانتے ہیں کہ جس کے کام عقل کے مطابق ہوں نہ کہ اس خدا کو جو یزید، معاویہ اور عثمان جیسے ظالموں، بدقماشوں کو حکومت دے دے۔ ❺

۱۴: ﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى﴾

(پ نمبر ۲۶، سورۂ محمد، آیت نمبر: ۲۵)

''جب ہدایت واضح ہو کر ان کے سامنے آ گئی تو وہ لوگ کفر کی حالت میں پلٹ کر مرتد ہو گئے۔''

اس آیت میں ابوبکر، عمر اور عثمان مراد ہیں جو امیر المومنین علی علیہ السلام کی ولایت ترک کر دینے کی وجہ سے مرتد ہو گئے۔ ❻

۱۵: ((اِنَّ تِسْعَةَ اَعْشَارِ الدِّيْنِ فِي التَّقِيَّةِ.)) ''دین ۹۰٪ فیصد جھوٹ میں ہے۔'' ❼

---

❶ حیاۃ القلوب از باقر مجلسی، ص: ۲۶۷ بحوالہ بینات، ص: ۱۰۶۔

❷ کشف الاسرار از خمینی، ص: ۱۱۲ بحوالہ بینات، ص: ۵۰۰۔

❸ الجامع الکافی، کتاب الروضۃ، ص: ۶۲ بحوالہ بینات، ص: ۴۳۔

❹ سہم مسموم از غلام حسین نجفی، ص: ۲۰۔

❺ کشف الاسرار از خمینی، ص: ۱۰۷ بحوالہ ایرانی انقلاب، ص: ۲۱۔

❻ اصول کافی، ص: ۲۶۵، بحوالہ أیضاً، ص: ۱۵۸۔

❼ الاصول الکافی: ۲، تالیف أبی جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق الکلینی، طبع ایران۔

۱۶: مجلسی نے اپنی کتاب بحار الانوار (۹۴/۲۹) مطبوعہ دار الاحیاء التراث العربی، بیروت میں لکھا ہے: جب بھی تجھے کوئی اللہ عزوجل سے ضرورت پیش آئے، تو اللہ پر توکل کرتے ہوئے تو اپنی حاجت کو ایک کاغذ پر تحریر کر کے ائمہ کی قبور میں سے کسی قبر پر ڈال دے، یا اُسے مہر لگا کر لپیٹ لے اور پھر صاف پاک گوندھی ہوئی مٹی میں اسے رکھ کر کسی بہتی نہر میں یا کسی گہرے کنویں میں یا پانی کی کسی جھیل میں ڈال دے۔ تیری یہ طلب امام علیہ السلام تک پہنچ جائے گی، اور امام علیہ السلام بذاتِ خود تیری ضرورت کو پورا کر دے گا۔

۱۷: امام کلینی نے اصول الکافی (۱/۴۴۴) اور مجلسی نے بحار الانور (۲۰/۲۴۰) میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد، علی اور فاطمہ کو تخلیق فرمایا۔ ان کی تخلیق کے ہزار ہا سال بعد اللہ تعالیٰ نے دیگر مخلوقات کو پیدا کیا اور ان کو اپنی مخلوقات کی آفرینش کا گواہ بنایا اور ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کو ان پر لازم کر دیا اور ان کے تمام اُمور کی دیکھ بھال کو ان کے سپرد کر دیا، لہٰذا وہ چاہیں تو کسی شے کو حلال کر دیں۔ اور چاہیں تو کسی چیز کو حرام قرار دے دیں۔

۱۸: خمینی نے اپنی کتاب تحریر الوسیلہ (۲/۱۶۴) میں لکھا ہے کہ: شفاء کی خاطر مٹی کھانے کی ممانعت سے سیّدنا حسین علیہ السلام کی قبر کی مٹی کو تخصیص واستثناء حاصل ہے۔ تاہم اس کا کھانا بھی صرف شفاء کی طلب کے لیے جائز ہے۔ اور وہ بھی صرف درمیانے سائز کے چنے کے برابر۔ آپ کی قبر کی مٹی کی ہمسری کوئی بھی مٹی حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آئمہ علیہ السلام کی قبور کی مٹی بھی نہیں کر سکتی۔

۱۹: امام کلینی نے فروع الکافی (ص:۵۹) میں لکھا ہے کہ یہ حقیقت ہے کہ حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت بیس حجوں کے مساوی بلکہ بیس حج اور عمروں سے بھی زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

چھٹا تقاضا:

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کا چھٹا تقاضا یہ ہے کہ لوگ آپ کے لائے ہوئے دین میں کمی یا زیادتی نہ کریں اور یہ بات طے ہے کہ دین مصطفی علیہ السلام مکمل ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد

فرمایا:

﴿ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ﴾ (المائدۃ:۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔''

امام مالک رحمہ اللہ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

''جس نے اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کی اور اس کو وہ نیکی خیال کرتا ہے، تو تحقیق اس نے یہ گمان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت میں خیانت کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ ''آج کے دن میں نے تم پر تمہارا دین مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت کو مکمل کر دیا اور تمہارے لیے دین اسلام پسند کیا ہے۔''[1]

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اس بارے میں ارشادِ گرامی ہے:

((اِذَا حَدَّثْتُکُمْ حَدِیْثًا فَلَا تَزِیْدُنَّ عَلَیْهِ.))[2]

''جب میں تم کو کوئی حدیث بیان کروں تو اس پر زیادہ نہ کرو۔''

زیادہ کردہ کام مردود بدعت ہو گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَیْسَ عَلَیْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.))[3]

''جس نے کوئی بھی ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہیں، پس وہ کام مردود ہے۔''

کام بظاہر کتنا ہی اچھا ہو، چونکہ اس کی بنیاد یا اس کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، لہٰذا وہ بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

((کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَاِنْ رَاٰهَا النَّاسُ حَسَنَةً.))[4]

---

[1] کتاب الاعتصام للشاطبی: ۱/ ۴۹.

[2] مسند احمد: ۵/ ۱۱۔ سلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۳۴۶۰.

[3] صحیح بخاری، رقم: ۲۶۹۷.

[4] ذم الکلام للھروی، رقم: ۲۷۶.

''ہر بدعت گمراہی ہے، اگرچہ لوگ اسے اچھا ہی سمجھیں۔''

علامہ شاطبی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں: ''کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ'' حدیث علماء کے نزدیک عموم پر مبنی ہے، اس عموم سے قطعاً کوئی چیز مستثنیٰ نہیں اور نہ کسی حالت میں کوئی بدعت، بدعت حسنہ ہوگی۔ [1]

تصوف کی بدعت:

ان بدعات میں سے جو فی زمانہ مروج ہیں۔ بدعتِ تصوف بھی ہے، جس میں بدعات و خرافات اور خودساختہ اوراد وظائف کی بھرمار ہے، یہ بات بھی یاد رہے کہ لفظ ''تصوف'' کا وجود قرونِ ثلاثہ میں نہ تھا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''علماء حق نے واضح طور پر اس کی تصریح کی ہے کہ تصوف کا لفظ قرونِ ثلاثہ میں مشہور ہی نہ تھا بعد میں اس کی شہرت ہوئی۔'' [2]

لفظ تصوف، صوف سے مشتق ہے کیونکہ عام طور پر متصوف اچھے کپڑوں کو چھوڑ کر صوف یعنی اونی کپڑے پہننے لگے تھے۔ [3]

الرماح کے مؤلف نے شیخ احمد تیجانی سے نقل کیا ہے کہ میرے دونوں پاؤں آدم علیہ السلام سے لے کر نفخ صور تک ہر ولی کی گردن پر ہیں۔ [4]

سلیمان الدارانی سے منقول ہے:

((اِذَا طَلَبَ الرَّجُلُ الْحَدِيْثَ اَوِ الزِّوَاجَ اَوْ سَافَرَ فِيْ طَلَبِ الْمَعَاشِ فَقَدْ اَكَنَ اِلَى الدُّنْيَا.)) [5]

---

[1] فتاویٰ الشاطبی، ص: ۱۸۰.

[2] مجموع فتاوی ابن تیمیة: ۱۱/ ۱۶.

[3] مقدمة ابن خلدون.

[4] بحواله الهدية الهادية الى الطائفة التيجانية، ص: ۵۵.

[5] احياء العلوم: ۱/ ۶.

''اگر آدمی حدیث سیکھے یا شادی کرنا چاہے یا روزی کی تلاش میں سفر کرے تو وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا۔''

ابو بکر شبلی سے منقول ہے، کہ ان کو کوئی اونی کپڑا یا ٹوپی یا عمامہ پسند آجاتا تو فوراً اس کو جلا دیتے اور کہتے:

((كُلُّ شَيْءٍ مَا لَتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ دُوْنَ اللهِ وَجَبَ اِتْلَافُهُ فَقِيْلَ لَهُ: لِمَ لَا تَتَصَدَّقُ بِهِ فَقَالَ... الخ.)) ❶

''یعنی اللہ کے علاوہ جس چیز کی طرف نفس مائل ہو اسے منعدم کر دینا واجب ہے۔ ان سے کہا گیا کہ اس کا صدقہ کر دیتے یعنی کسی مسکین وفقیر کو دے دیتے، تو جواب دیا جب وہ چیز باقی رہے گی اگرچہ دوسرے کے جسم پر ہو اسے دیکھ کر نفس اس کے پیچھے پڑا رہے گا اس لیے اللہ کی طرف توجہ کی خاطر جلا کر ضائع کر دینا ہی اچھا ہے۔''

امام غزالی نے حمشاد الدینوری سے نقل کیا ہے: ''وہ کہتے ہیں کہ تیس سال سے جنت مجھے پیش کی جا رہی ہے لیکن میں نے اسے ایک نظر بھی نہ دیکھا۔'' ❷

بعض گمراہ صوفیاء نے جہالت کو علم اور بدعت کو سنت کے بجائے اختیار کیا ہے۔ فتوحات ابن عربی (۱/ ۳۶۵) میں ہے:

''تم اپنا علم مردوں سے لیتے ہو اور ہم نے اپنا علم حیّ لا یموت سے لیا ہے۔''

ان کے ہاں علم حدیث سیکھنا عیب کی بات ہے۔ ابو سعید کہتے ہیں کہ میں صوفیہ کے رباط میں اقامت پذیر تھا ان سے چھپ کر حدیث پڑھا لکھا کرتا تھا، ایک دن میری آستین پر روشنائی پڑ گئی تو بعض صوفیا نے کہا اپنی شرم گاہ کو چھپا لو۔

تیجانی فرقے کے شیخ احمد تیجانی سے صاحب الرماح نے (۲/ ۱۷۷) میں نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ خلوت کی شروط یہ ہیں: جس طرح مسجد میں داخل ہوتا ہے اسی طرح خلوت میں

---

❶ طبقات شعرانی: ۱/ ۸۹۔ ❷ احیاء العلوم: ۴/ ۳۶۰۔

داخل ہوکر اپنے شیخ کے واسطے سے تمام مشائخ کی ارواح سے تعاون اور مدد طلب کرتے ہوئے داخل ہو، اور شیخ کے تصور کو اپنی نظروں کے سامنے رکھے۔ کیونکہ وہ اس کا رفیق راہ ہے اور شیخ اپنے معنی اور روحانیت کے ساتھ مرید کے ساتھ رہتا ہے۔

❁ ابن عربی نے ''فتوحات مکیہ'' میں وحدت الوجود کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

''پاک ہے وہ ذات جس نے اشیاء کو پیدا کیا اور خود عین اشیاء رہا۔''[1]

❁ مزید کہا کہ: ''یہ کتے اور سور ہی تو ہمارے الہ ہیں۔ اللہ تو گرجے میں پادری بنا بیٹھا ہے۔''[2]

❁ بایزید بسطامی انبیاء ورسل کی تحقیر کرتے ہوئے کہتا ہے:

'''''ہم (معرفت کے) سمندر میں گھس گئے مگر انبیاء ورسل ساحل پر ہی کھڑے رہ گئے۔''[3]

❁ مولانا روم کے ملفوظات ''فیہ مافیہ'' میں مرقوم ہے:

''ایمان وکفر کا تفرقہ بھی راستوں تک ہے، منزل پر نہیں۔ سب بحثیں، جھگڑے، یہ راستہ غلط، وہ راستہ صحیح، یہ حق پر، وہ باطل پر، جب منزل پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ سب اختلاف راستے کے تھے اور بس، منزل مقصود سب کی ایک تھی۔''[4]

❁ ایک صوفی حسن رضوان متوفی ۱۳۱۰ھ اپنے دیوان ''روض القلوب'' میں لکھتا ہے:

فَلَیْسَ فِيْ الْوُجُوْدِ شَيْئٌ یُشْهَدُ
سِوَاهُ فَالْأَشْیَاءُ بِهِ تَوَحَّدَ

''موجودات میں کوئی شے نہیں ہے جس کا مشاہدہ کیا جا سکے، مگر وہی ذات الٰہی ساری اشیاء کے اندر وہی مضمر ہے۔ (یعنی حلول کیے ہوئے ہے۔)''[5]

---

[1] بحوالہ اسلام میں بدعت وضلالت کے محرکات، ص: ۱۹۲۔
[2] تصوف: تحقیق وتجزیہ حکیم نبی احمد خان نعمانی رام پوری، بحوالہ نوائے اسلام دہلی ص: ۱۰ جولائی ۱۹۹۹ء۔
[3] فضائل صوفیہ، ص: ۴۴۔ ۴۵۔
[4] بحوالہ افکار رومی، مولانا عبدالسلام رام پوری، ص: ۱۹۳۔
[5] تصوف کو پہچانیے، از تقی احمد ندوی، ص: ٦۸۔

یہ وہ عقائد وافکار ہیں جو کتاب وسنت کے مخالف کفریہ اور شرکیہ عقائد ہیں، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

ساتواں تقاضا:

ساتواں تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو کہ اس شریعت مطہرہ، شریعت بیضاء کو لے کر آئے، ان کی ذات اقدس پر بکثرت درود وسلام بھیجا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾﴾ (الاحزاب:۵۶)

"یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔"

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ صَلَّ عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا.)) [1]

"جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔"

بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں درود شریف بھیجنا آپ کی قربت کا باعث ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُكُمْ عَلَيَّ صَلَاةً.)) [2]

"قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھے گا۔"

دوسرا اور تیسرا رکن:

نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا ہے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی ہے:

---

[1] صحیح مسلم، رقم: ۹۱۲۔

[2] سنن ترمذی، کتاب الوتر، رقم: ۴۸۴۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۹۰۸۰۔ ابن حبان نے اسے "صحیح" قرار دیا ہے۔

﴿وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۙ۬ حُنَفَآءَ وَ یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ ۟﴾ (البینہ:۵)

''اور انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے لیے عبادت کو خالص کر کے، یکسو ہو کر، اور وہ نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ دیں اور یہی نہایت درست دین ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ۟﴾ (البقرہ:۴۳)

''اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔''

زکوٰۃ وہ مال ہے جو مال داروں سے لے کر فقراء اور ان لوگوں کو دیا جاتا ہے جن کا مصارف زکوٰۃ میں تذکرہ ہے، زکوٰۃ دین اسلام کے اصول وقواعد میں سے ایک ایسا گراں قدر اصول اور ضابطہ ہے جس کے ذریعہ معاشرہ میں وحدت پیدا ہوتی ہے، اور معاشرہ کے افراد ایک دوسرے کے لئے معاون ثابت ہوتے ہیں۔ بایں طور کہ مالدار کے احسان اور کسی برتری کے بغیر اس کے مال میں غریب وفقیر کا بھی حصہ ہوتا ہے۔

چوتھا رکن:

اسلام کا چوتھا رکن ماہِ رمضان المبارک کے روزے رکھنا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۟ۙ﴾ (البقرہ:۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ویسے ہی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم تقویٰ کی راہ اختیار کرو۔''

روزہ دار انسان کے لئے دنیا وآخرت کی ہر بھلائی ہے، اور اس لئے کہ آدمی جب اللہ تعالیٰ کے لئے کھانے پینے اور مباشرت سے رُک جاتا ہے، اور اپنے آپ کو بندگی میں مشغول کر دیتا ہے، تو اللہ اسے تقویٰ و پرہیز گاری کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔

پانچواں رکن:

اسلام کا پانچواں رکن صاحب استطاعت کے لئے بیت اللہ کا حج کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۹۷﴾ (آل عمران:۹۷)

''اور اللہ کی رضا کے لئے بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر فرض ہے، جو وہاں پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں، اور جو انکار کرے گا، تو اللہ تعالیٰ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔''

اسلام مصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام سورۃ العصر کی روشنی میں:

سورۃ العصر بڑی عظیم اور جامع سورت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ایمان و اسلام کے بنیادی قواعد بیان فرمائے ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

((لَوْ لَا اُنْزِلَ الْقُرْآنُ اِلَّا هٰذِهِ السُّوْرَةُ لَكَفَتْهُمْ.)) [1]

''اگر پورا قرآن مجید نازل نہ بھی ہوتا، مگر یہ سورۃ نازل کر دی جاتی تو لوگوں کے لیے کافی تھی۔''

سورۃ العصر میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ الْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۬ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳﴾ (العصر)

''قسم ہے زمانے کی! یقیناً انسان گھاٹے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے، اور ایک دوسرے کو (ایمان اور عمل صالح کی) نصیحت کی، اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔''

اس سورۃ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے زمانے کی قسم کھا کر کہا ہے، بالعموم انسان خسارے اور

---

[1]

گھاٹے میں ہے، سوائے اس شخص کے جس میں چار صفات پائی جائیں گی:

۱: اللہ تعالیٰ نے جن باتوں پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے، ان پر ایمان لائیں۔

۲: عمل صالح کریں، یعنی بھلائی کے جتنے کام ہیں، ان کو بجالائیں، چاہے ان کا تعلق اللہ کے حقوق سے ہو یا بندوں کے حقوق سے اور چاہے وہ واجب ہوں یا مسنون یا مستحب۔

۳: جس ایمان اور عمل صالح کی باتیں اوپر بیان کی گئی ہیں، ان کی وہ آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کریں اور ان پر عمل کی رغبت لائیں۔

۴: اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی بجالانے اور نواہی سے اجتناب میں جو تکلیف اور زحمت اٹھانی پڑے، اس پر ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کریں، نیز ان دیگر تکلیفوں اور مصیبتوں پر بھی ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کریں جو اللہ کی تقدیر کا نتیجہ ہوتی ہیں، اور جنھیں اللہ کے سوا کوئی ٹال نہیں سکتا۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ مِنْ وَرَآءِ كُمْ اَيَّامُ صَبْرٍ، لِلْمُتَمَسِّكِ فِيْهِنَّ يَوْمَئِذٍ بِمَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ.))

''بے شک تمہارے بعد صبر والے دن آئیں گے، اس وقت تمہارے منہج پر قائم رہنے والے کے لیے تم میں سے پچاس آدمیوں کے برابر اجر ہوگا۔''[1]

امام محمد بن عبدالوہاب تمیمی رحمہ اللہ اس سورۃ مبارکہ کی روشنی میں رقمطراز ہیں: اصول الدین والدعوۃ چار ہیں:

(۱) القول یعنی ایمان

(۲) العمل

(۳) الدعوۃ الیہ، یعنی پھر اس ایمان کی طرف دعوت دینا اور

(۴) الصبر علی الاذی فیہ، جو اس راستہ میں مصائب و تکالیف آئیں ان پر صبر کرنا۔ (اصول الدین)

[1] دراء الارتیاب عن حدیث ما انا علیہ والاصحاب، صفحہ: ۱۵۔ یہ حدیث ''حسن لذاتہ'' ہے۔

یادرہے کہ جس آدمی میں یہ چاروں صفات پائی جائیں گی وہ خسارے اور گھاٹے سے بچا رہے گا، اور دونوں جہان میں بڑی کامیابی کا حقدار ٹھہرے گا۔

اسلام کا تصوّرِ عبادت:

اسلام نے جو تصورِ عبادت پیش کیا وہ صرف معبودِ واحد کی عبادت کا تصوّر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی غیر کو شریک کی سزا جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: ۲۱)

''اے لوگو، اپنے ربّ کی عبادت کرو جس نے تمھیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے گزر گئے، تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔''

سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝﴾ (النساء: ۳۶)

''اور اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور رشتہ دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور پہلو سے لگے ہوئے دوست اور مسافر اور غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ۔ بے شک اللہ تعالیٰ اکڑنے والے اور بڑا بننے والے کو پسند نہیں کرتا۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ ربّ العزت نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں، اس لیے کہ وہی خالق ورازق ہے اور اس کے احسانات تمام مخلوقات کو عام اور شامل ہیں۔ اس لیے بندوں پر اس کا حق ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ بنائیں۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا تم جانتے ہو کہ بندوں پر اللہ کا کیا حق ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صرف اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ پھر آپ نے کہا، کیا تم جانتے ہو کہ اگر بندے ایسا کریں تو ان کا اللہ پر کیا حق ہے؟ کہ اللہ انھیں عذاب نہیں دے گا۔ [1]

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانِ اقدس پر ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾

(الکهف: ۱۱۰)

’’آپ کہہ دیجیے کہ میں تو تمھارے ہی جیسا ایک انسان ہوں، مجھے وحی آتی ہے کہ تمھارا معبود صرف ایک ہے، تو جو شخص اپنے رب سے ملنے کا یقین رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے، اور اپنے ربّ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔‘‘

عبادت کی اقسام:

عبادت کی تین اقسام ہیں:

(۱) قولی عبادت (۲) بدنی عبادت اور (۳) مالی عبادت۔

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہم کہتے: جبریل اور میکائیل پر سلامتی ہو، فلاں اور فلاں پر سلامتی ہو، پس رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا کہ: ’’یقیناً اللہ تعالیٰ تو سلامتی والا ہے، پس جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو وہ کہے:

((اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ، اَشْهَدُ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا

[1] صحیح بخاری، کتاب الرقاق، رقم: ۶۵۰۰۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۳۰۴.

اللّٰہُ وَاَشْھَدُأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ.)) ❶

''میری تمام قولی، عملی اور مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں، اے نبی! آپ پر سلام ہو، اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکت نازل ہو، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

نصرت اسلام کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے فتح و کامرانی کا وعدہ کیا ہے، اور فرمایا کہ اگر وہ لوگ اس کے دین کی نصرت کریں گے تو وہ ان کی مدد کرے گا، ارشاد فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝﴾ (محمد:۷)

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا، اور تمھیں ثابت قدمی عطا کرے گا۔''

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا کہ وہ ہر حال میں اپنی جانوں، اموال، اقوال اور افعال کے ذریعہ اس دین حق کی مدد کرتے رہیں جیسے اللہ نے اپنی طاعت و بندگی کے لیے نازل کیا ہے اور جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ان کی آواز پر لبیک کہا، دعوت الی اللہ کے کام میں ان کا ساتھ دیا، اور اُن سے اپنی جانوں کی قربانی دینے کا وعدہ کیا، اسی طرح وہ بھی اللہ اور اس کے رسول کا ہر طرح ساتھ دینے کے لیے تیار رہیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ ۖ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ ۖ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ۝﴾ (الصف:۱۴)

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الاذان، رقم: ۸۳۱۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، رقم: ۴۰۲.

’’اے ایمان والو! اللہ کے مددگار بن جاؤ، جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا کہ دعوت الی اللہ کی راہ میں میری کون مدد کرے گا، حواریوں نے کہا، ہم اللہ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں، پس بنی اسرائیل کی ایک جماعت ایمان لے آئے گی، اور دوسری جماعت کافر ہوگئی، تو ہم نے ایمان والوں کی اُن کے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کی، پس وہ غالب ہوگئے۔‘‘

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: جب حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کی دعوت لوگوں تک پہنچانے کے لیے ہم آپ کی مدد کریں گے، تو انھوں نے انھیں اسرائیلیوں اور یونانیوں کے پاس توحید کی دعوت کے ساتھ بھیجا۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی حج کے دنوں میں اسی طرح کہا کرتے تھے کہ کون ہے جو مجھے پناہ دے، تاکہ میں اپنے رب کا پیغام لوگوں تک پہنچاؤں، اس لیے کہ قریش نے مجھے اس کام سے روک دیا ہے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی مدد کے لیے مدینہ کے اوس وخزرج والوں کے دلوں کو مسخر کردیا، انھوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، آپ کی مدد کی، اور کہا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ آجائیں گے تو ہم ہر طرح آپ کا دفاع کریں گے۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر مہاجرین کے ساتھ ہجرت کرکے وہاں پہنچے تو انھوں نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اسی لیے اللہ اور اس کے رسول نے انھیں ’’انصار‘‘ کا لقب دیا، جو ان کا نام بن گیا۔ [1]

مفسرین لکھتے ہیں کہ اس میں مومنوں کو ان کے ربّ کی جانب سے نصرت وتائید اور فتح و کامرانی کی خوشخبری دی گئی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ دینِ حق کی سربلندی کے لیے متحد ہوکر کوشش کریں، اور نزاع واختلاف سے یکسر دور رہیں۔ وباللہ التوفیق۔

((عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْمَدِينَةَ أُتِيَ بِي إِلَيْهِ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ لِي تَعَلَّمْ كِتَابَ الْيَهُودِ فَإِنِّي لَا آمَنُهُمْ عَلَى كِتَابِنَا.)) [2]

---

[1] تفسیر ابن کثیر، تحت الآیۃ.

[2] سلسلہ احادیث صحیحہ، رقم الحدیث: ۱۸۷۔

''سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب نبی مدینہ تشریف لائے تو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا میں آپ کے (نام آنے والی دستاویز) پڑھتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: ''یہودیوں کا خط (اور زبان) سیکھ لو میں ان کی طرف سے قرآن مجید کے بارے میں مطمئن نہیں ہوں۔''

((قَالَتْ عَائِشَةُ: فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لِحَسَّانَ: إِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَا نَافَحْتَ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ.)) [1]

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسان کے حق میں یہ فرماتے سنا ''روحِ قدس (جبریل امین) تیری تائید کرتا رہے گا جب تک تو اللہ اور اس کے رسول کا دفاع کرتا رہے گا۔''

((عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ ﷺ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ فَابْتَعَثَهُ بِرِسَالَتِهِ ثُمَّ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ، فَوَجَدَ قُلُوْبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهِ يُقَاتِلُوْنَ عَنْ دِيْنِهِ فَمَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ، وَمَا رَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ سَيِّئٌ.)) [2]

''سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً اللہ عزوجل نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو سب سے اچھا پایا، لہٰذا آپ کو اپنی رسالت کے لیے چن لیا اور اپنی رسالت دے کر مبعوث فرمایا، پھر بندوں کے دلوں کو دیکھا تو صحابہ کے قلوب کو سب سے بہتر پایا لہٰذا انھیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معاون بنادیا جو اس کے دین کی خاطر لڑتے ہیں۔ لہٰذا جو مسلمان بہتر سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے اور جس کو مسلمان برا تصور کریں وہ اللہ کے نزدیک بھی بُرا ہے۔''

---

1. سلسلہ احادیث صحیحہ، رقم: ۱۱۸۔ صحیح مسلم، رقم: ۲۴۹۰.
2. مسند احمد: ۱/ ۳۷۹۔ مجمع الزوائد: ۱/ ۱۷۷، ۱۷۸۔ شیخ احمد شاکر نے اسے ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے۔

جولوگ دین اسلام کی مدد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ بھی اُن کی مدد فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ (الحج:۳۸)

''بے شک اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا دفاع کرتا ہے۔''

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (الروم:۴۷)

''اور ہم پر مومنوں کی مدد کرنا واجب ہے۔''

خونِ دل دے کے نکھاریں گے رُخِ برگِ گلاب
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

طائفہ منصورہ کا تاروزِ قیامت موجود رہنا:

اللہ تعالیٰ نے قرآن وسنت کی شکل میں موجود اسلام کی حفاظت کا ذمہ خود لے رکھا ہے، جس کی خاطر کئی ذرائع اور اسباب استعمال کرتا ہے، ان میں سے ایک طائفہ منصورہ کا قیام بھی ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كَذٰلِكَ.)) [1]

''میری اُمت کی ایک جماعت ہر دور میں حق کی بنیاد پر غالب رہے گی، ان کو رسوا کرنے کی کوشش کرنے والا ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا، حتیٰ کہ قیامت آجائے گی اور وہ اسی منشور پر گامزن ہوں گے۔''

جناب جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، قَالَ: فَيَنْزِلُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ فَيَقُوْلُ أَمِيْرُهُمْ: تَعَالَ صَلِّ لَنَا، فَيَقُوْلُ: لَا، إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ أُمَرَاءُ، تَكْرِمَةَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ.)) [2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، رقم: ۴۹۵۰۔ [2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۳۹۵۔

"میری اُمت میں سے ہمیشہ ایک گروہ قیامت تک حق پر قتال کرتا رہے گا۔ پھر عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے تو ان کا امیر کہے گا، آیئے ہمیں نماز پڑھایئے۔ عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: نہیں، تم میں سے ہی کوئی دوسروں پر امیر ہوسکتا ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے اس امت کو یہ اعزاز بخشا ہے۔"

اس حدیث کے بارے میں امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اہل الحدیث ہیں۔ (مسالۃ الاحتجاج بالشافعی ص ۴۵ وسندہ صحیح)

اہل سنت والجماعت کے بڑے بڑے مستند علما کرام نے طائفہ منصورہ والی حدیث کا مصداق اہل الحدیث واصحاب الحدیث کو قرار دیا ہے۔ [1]

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میرے نزدیک وہ (طائفہ منصورہ) اصحاب الحدیث ہی ہیں۔" [2]

امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "اگر یہ طائفہ منصورہ اصحاب الحدیث نہیں ہیں، تو میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں۔" [3]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ آیت کریمہ ﴿يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ (بنی اسرائیل: ۷۱) "یعنی جس دن ہم لوگوں کو ان کے امام سمیت بلائیں گے۔"...... کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

((وَقَالَ بَعْضُ السَّلَفِ: هٰذَا أَكْبَرُ شَرَفٍ لِأَصْحَابِ الْحَدِيْثِ لِأَنَّ إِمَامَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ.)) [4]

"اور بعض سلف کا کہنا ہے: یہ اصحاب الحدیث (اہل حدیث) کے لیے بہت بڑا شرف ہے اس لیے کہ ان کے امام نبی کریم ﷺ ہیں۔"

---

[1] سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۲۲۲۹.

[2] شرف اصحاب الحدیث للخطیب بغدادی، ۴۲.

[3] معرفہ علوم الحدیث للحاکم، ۲.

[4] تفسیر ابن کثیر: ۴/۱۶۴.

اہل سنت والجماعت کے فضائل:

اہل سنت والجماعت کے منہج پر صرف محدثین پورے اترتے ہیں۔اور آج کے دور میں منہج محدثین پر جماعت اہل حدیث کے علاوہ اور کوئی جماعت نہیں، جن کا منہج قرآن وسنت فہم وعمل و عمل صحابہ کرام ہو، باقی لوگوں نے اپنی نسبتیں شخصیات اور علاقوں کی طرف کر رکھی ہیں۔قرآن و سنت میں اہل حدیث واہل سنت والجماعت لوگوں کے بہت فضائل وارد ہوئے ہیں:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر: ۷۱ کی تفسیر میں نقل فرمایا:

اہل حدیث کے لیے اس سے زیادہ فضیلت والی دوسری کوئی بات نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اہل حدیث کا کوئی امام نہیں ہے۔ [1]

علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے تقلید کے رد پر ایک عظیم الشان کتاب: "**الرد علی من أخلد الی الارض و جهل ان الاجتهاد فی كل عصر فرض**" لکھی اور اس میں "**باب فساد التقليد**" باندھا اور حافظ ابن حزم سے بطورِ تائید نقل کیا: "**التقليد حرام**" تقلید حرام ہے۔ (ص: ۱۳۱)

علامہ سیوطی نے دوسری جگہ کہا: یہ کہنا واجب ہے کہ ہر وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے امام سے منسوب ہو جائے، اس انتساب پر وہ دوستی رکھے اور دشمنی رکھے تو یہ شخص بدعتی ہے، اہل سنت والجماعۃ سے خارج ہے، چاہے (انتساب) اصول میں ہو یا فروع میں۔ [2]

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنے مشہور قصیدہ نونیہ میں فرمایا:

"اے اہل حدیث سے بغض رکھنے اور گالیاں دینے والے، تجھے شیطان سے دوستی قائم کرنے کی بشارت ہو۔" [3]

حافظ ابن حبان نے اہل حدیث کی درج ذیل صفت بیان کی:

"وہ حدیثوں پر عمل کرتے ہیں، ان کا دفاع کرتے ہیں اور ان کے مخالفین کا قلع قمع

---

[1] تدریب الراوی: ۲/ ۱۲۶، نوع: ۲۷۔

❶ الكنز المدفون والفلك المشحون، ص: ۱۴۹۔ دین میں تقلید کا مسئلہ، ص: ۴۰۔۴۱۔
❸ الکافیہ الشافیہ، ص: ۱۹۹۔

کرتے ہیں۔''❶

❶ صحیح ابن حبان، الاحسان: ۶۱۲۹۔

امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ''صَاحِبُ الْحَدِيْثِ عِنْدَنَا مَنْ يَسْتَعْمِلُ الْحَدِيْثَ'' ''ہمارے نزدیک اہل حدیث وہ ہے جو حدیث پر عمل کرتا ہے۔''❷

❷ مناقب الامام احمد لابن الجوزی، ص: ۲۰۸۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہم اہل حدیث کا یہ مطلب نہیں لیتے کہ اس سے مراد صرف وہی لوگ ہیں جنھوں نے حدیث سنی، لکھی یا روایت کی ہے بلکہ اس سے ہم یہ مراد لیتے ہیں کہ ہر آدمی جو اس کے حفظ، معرفت اور فہم کا ظاہری و باطنی لحاظ سے مستحق ہے اور ظاہری و باطنی لحاظ سے اس کی اتباع کرتا ہے اور یہی معاملہ اہل قرآن کا ہے۔''

برصغیر کے مغل بادشاہ احمد شاہ بن ناصر الدین محمد شاہ کے دور کے شیخ محمد فاخر الٰہ آبادی (متوفی ۱۷۵۱ء) فرماتے ہیں:

''جمہور کے نزدیک کسی خاص مذہب کی تقلید جائز نہیں، بلکہ اجتہاد واجب ہے۔ تقلید کی بدعت چوتھی صدی ہجری میں پیدا ہوئی۔''❸

❸ رسالہ نجاتیہ، ص: ۴۱، ۴۲۔

مزید فرماتے ہیں:

''مگر اہل حدیث کا مذہب دیگر مذاہب سے زیادہ حق پر ثابت ہے۔''❹

❹ رسالہ نجاتیہ، ص: ۴۱۔

امام قتیبہ بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر تو کسی آدمی کو دیکھے کہ وہ اہل حدیث سے محبت کرتا ہے تو وہ شخص سنت پر چل رہا ہے۔''❺

5 شرف اصحاب الحدیث، ص: ۱۳۴۔

امام ابونعیم الاصبہانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"اور امام شافعی اہل حدیث کے مذہب پر گامزن تھے۔" 6

6 حلیۃ الاولیاء: ۹/ ۱۱۲۔

امام سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ فرشتے آسمان کے اور اہل حدیث زمین کے چوکیدار ہیں۔ 1

1 شرف اصحاب الحدیث، ص: ۶۵۔

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایوب سختیانی، ابن عون، مالک بن انس، شعبہ، یحییٰ بن سعید قطان، عبدالرحمن بن مھدی اور ان کے بعد آنے والے ائمہ اہل حدیث تھے۔ 2

2 مقدمہ صحیح مسلم، ص: ۲۳۔

شیخ سعود الشریم (امام وخطیب مسجد حرام) فرماتے ہیں:

((وَأَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ وَالطَّائِفَةُ الْمَنْصُوْرَةُ، اِسْتَقَرَّ كِتَابَ اللهِ، وَسُنَّةَ رَسُوْلِهِ ﷺ فِيْ سُوَيْدَاءَ قُلُوْبِهِمْ فَمُرَادُ اللهِ وَمُرَادُ رَسُوْلِهِ ﷺ عِنْدَهُمْ قَدْ خَلدا بِهٰذَيْنِ الْوَحْيَيْنِ، فَلَا تَعْقِيْبَ لِأَحَدٍ بَعْدَ اللهِ وَرَسُوْلِهِ.)) 1

"اور اہل السنۃ والجماعت، جو فرقہ ناجیہ اور طائفہ منصورہ ہیں کے دلوں کی گہرائیوں میں قرآن وسنت قرار پاچکے ہیں، اس لیے وہ ہمیشہ فرمان الٰہی اور فرمان رسول ﷺ کو انھیں دونوں وحیوں (قرآن وسنت) سے ہی حاصل کرتے ہیں، لہٰذا اللہ کے فرمان اور حدیث نبوی ﷺ کے بعد رائے زنی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔"

منہج اہل سنت والجماعت

اہل سنت کا مفہوم:

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سنت اس راہ کو کہتے ہیں جس پر چلا گیا ہو، چنانچہ اس میں اس منہج کی اتباع اور تمسک شامل ہے جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین گامزن تھے، خواہ عقائد ہوں یا اعمال واقوال ہوں اور یہی درحقیقت سنت کامل ہے۔''[3]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[3] جامع العلوم والحکم، از ابن رجب: ۱/ ۱۲۰.

''سنت وہ امر ہے جس کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہونے پر شرعی دلیل موجود ہو، خواہ رسول اللہ ﷺ نے اسے خود انجام دیا ہو یا آپ کے زمانہ میں انجام دیا گیا ہو، کیونکہ اس وقت اس عمل کی ضرورت نہ تھی یا کوئی مانع درپیش تھا۔''[1]

اور اس معنی کے اعتبار سے سنت ظاہری و باطنی طور پر نبی کریم ﷺ کے آثار کی اتباع اور سابقین اولین مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے طریقہ کی پیروی کا نام ہے۔[2]

شاعر کہتا ہے:

اَهْلُ الْحَدِيْثِ هُمُوْ أَهْلُ النَّبِيِّ وَاِنْ

لَمْ يَصْحَبُوْا نَفْسَهُ أَنْفَاسَهُ صَحِبُوْا

''اہل حدیث ہی اہل نبی ہیں، اگرچہ وہ نبی ﷺ کی ذات کے ساتھی نہ سہی ان کی بات کے ساتھی تو ضرور ہیں۔''

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''اَهْلُ الْحَدِيْثِ فِي الْفِرَقِ كَالْاِسْلَامِ فِي الْمِلَلِ'' ''فرقوں میں اہل حدیث اسی طرح ہیں جیسے تمام ادیان سے اسلام کا امتیاز ہے۔'' (رد المنطق)

جماعت کا مفہوم:

جماعت کا لغوی مفہوم: ''جماعت'' عربی زبان میں مادۂ ''جمع'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی جمع کرنے، اتفاق کرنے اور اکٹھا ہونے کے ہیں۔ جو تفرقہ واختلاف کی ضد ہے۔

علامہ ابن فارس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جیم، میم اور عین کا مادہ کسی شے کے ملنے اور اکٹھے

ہونے پر دلالت کرتا ہے، کہا جاتا ہے: ''**جمعت الشيء جمعًا**'' یعنی ''میں نے فلاں شے کو اکٹھا کر دیا۔''[3]

---

[1] مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیة: ۳۱۷/۲۱.

[2] مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیة: ۱۵۷/۳ .

[3] معجم المقائیس فی اللغة، از ابن فارس، کتاب جیم، باب ما جاء من کلام العرب فی المضاعف والمطانة، أوله جیم، ص: ۲۲۴.

اور علماء عقیدہ اسلامیہ کی اصطلاح میں ''جماعت'' سے مراد امت کے سلف صالحین، یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین اور قیامت تک ان کی صحیح اتباع اور پیروی کرنے والے وہ جملہ افراد ہیں جنھوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی حق اور صحیح شاہراہ پر اتفاق کیا ہے۔[1]

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''جماعت وہ ہے جو حق کی موافقت کرے، خواہ تنہا آپ ہی کیوں نہ ہوں۔''

جناب نعیم بن حماد رحمہ اللہ (اس کی وضاحت کرتے ہوئے) فرماتے ہیں:

''جب جماعت میں فساد و بگاڑ پیدا ہو جائے، تو آپ پر ضروری ہے کہ فساد و بگاڑ سے پہلے جماعت جس منہج اور عقیدہ پر گامزن تھی اسی پر قائم رہیں، اس صورت میں اگر آپ تنہا ہیں تو تنہا آپ ہی جماعت شمار ہوں گے۔''[2]

علامہ ابوشامہ رحمہ اللہ نے اسے اپنی عظیم کتاب ''**الباعث علی انکار البدع والحوادث**'' کے صفحہ نمبر ۲۲ پر اپنی اس بات پر بطور دلیل نقل کیا ہے۔

''جہاں بھی جماعت کو لازم پکڑنے کا حکم آیا ہے تو اس سے مراد حق کو لازم پکڑنا اور اس کی پیروی کرنا ہے۔ اگرچہ اس کو اختیار کرنے والے تھوڑے اور مخالف زیادہ ہوں۔ کیونکہ حق تو وہ ہے جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی پہلی جماعت تھی اور ان کے بعد آنے والے اہل باطل کی کثرت کو نہیں دیکھا جائے گا۔''

سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي بِأَمْرِ اللهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ عَلَى النَّاسِ.)) [1]

''میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم (اسلام) پر قائم رہے گی، ان کی مدد سے ہاتھ کھینچنے والے یا ان کی مخالفت کرنے والے انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (فیصلہ) آ جائے گا اور وہ بدستور تمام لوگوں پر غالب رہیں گے۔''

سیّدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ كَذٰلِكَ.)) [2]

''میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر غالب رہے گی، ان کی مدد سے ہاتھ کھینچنے والے انھیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے اور وہ ایسے ہی غالب رہیں گے۔''

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اپنے آپ کو سنت نبوی ﷺ تک محدود رکھ۔ جہاں صحابہ ٹھہرے وہاں تو بھی ٹھہر جا۔ جو انھوں نے فرمایا، وہ تو بھی کہہ۔ جس کام سے وہ رکے رہے۔ تو بھی رک جا اور سلف صالحین کے راستے پر چل تیرے لیے وہی کافی ہے جو ان کے لیے کافی

---

[1] دیکھئے: شرح العقيدة الطحاوية، از ابن ابی العز، ص: ۶۸۔ العقيده الواسطية، بشرح محمد خليل هراس، ص: ۶۱۔

[2] اس بات کو امام ابن قیم رحمہ اللہ نے امام بیہقی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے، اپنی کتاب **''اغاثة اللهفان''** (۱/ ۷۰) میں ذکر کیا ہے۔

تھا۔“ [3]

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب حدثنا محمد بن المثنی، حدیث رقم: ۳۶۴۱۔ صحیح مسلم، کتاب الارمارۃ، باب قولہ ﷺ:”لا تزال طائفة من أمتی ظاھرین علی الحق لا یضرھم من خالفھم“، حدیث رقم:۱۰۳۷۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الارمارۃ، باب قولہ ﷺ:”لا تزال طائفة من أمتی ظاھرین علی الحق لا یضرھم من خالفھم“، حدیث رقم:۱۹۲۰۔

[3] الشریعة للآجری، ص:۵۸۔

”لزوم جماعت کے حکم کے الفاظ عام ہیں لیکن مراد خاص ہے کیوں کہ ”جماعت“ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے اجماع کا نام ہے۔ چنانچہ جو شخص اس چیز کو لازم پکڑتا ہے جس پر وہ تھے اور ان کے بعد والے لوگوں سے علیحدہ مؤقف اختیار کرتا ہے تو وہ جماعت کو توڑنے والا نہیں اور نہ ہی وہ جماعت سے الگ ہونے والا ہے۔ لیکن جو شخص ان (صحابہ) سے علیحدہ مؤقف اختیار کرتا ہے تو وہ جماعت کو توڑنے والا ہے۔ صحابہ کے بعد ”الجماعة“ سے مراد ایسے لوگ ہیں جن میں دینداری، عقل اور علم جمع ہوں اور وہ ترک خواہشات کو لازم پکڑیں، خواہ ان کی تعداد کم ہی ہو، نہ کہ اوباش اور گھٹیا لوگ خواہ ان کی تعداد زیادہ ہی ہو۔“ [1]

اہل سنت والجماعت کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر مضبوطی سے قائم اور سابقین اولین مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کے عقیدہ ومنہج پر گامزن ہیں، اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی بابت فرمایا: ((مَا أَنَا عَلَیْهِ وَأَصْحَابِی.)) ”یعنی اہل سنت والجماعت وہ لوگ ہیں جو میرے اور میرے صحابہ کے منہج پر قائم ہیں۔“

اہل السنۃ والجماعت ہی وہ بہترین نمونہ ہیں جو راہ حق کی راہنمائی کرتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل پیرا ہیں۔ حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((اِنَّ مِنْ سَعَادَةِ الْحَدِیْثِ وَالْاَعْجَمِیِّ أَنْ یُّوَفِّقَهُمَا اللّٰهُ لِعَالِمٍ مِّنْ أَهْلِ

السُّنَّةِ.)) [2]

”کسی نوجوان اور عجمی کے لیے باعث سعادت ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اہل سنت کے کسی عالم (سے ملاقات اور استفادہ) کی توفیق عطا فرما دے۔“

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ شہروں اور ملکوں کو زندگی عطا

---

[1] صحیح ابن حبان: ۸/۴۴.

[2] شرح أصول اعتقاد اهل السنة والجماعة، از لالکائی: ۱/۶۶، حدیث نمبر: ۳۰.

کرتا ہے اور وہ اہل سنت ہیں۔ اور جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ اس کے پیٹ میں حلال لقمہ ہی جاتا ہے تو وہ اللہ کی جماعت میں شامل ہے۔“ [1]

ابو منصور عبدالقاہر بن طاہر البغدادی (متوفی ۴۲۹ھ) نے ملک شام وغیرہ کی سرحدوں پر رہنے والے مسلمانوں کے بارے میں کہا: ”وہ سب اہل سنت میں سے اہل حدیث کے مذہب پر ہیں۔“ (اصول الدین، ص: ۳۱۷)

خطیب بغدادی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”شرف أصحاب الحدیث“ میں فرماتے ہیں:

”اگر کسی صاحب رائے کو نفع بخش علوم میں مصروف کر دیا جائے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن کی طلب رکھے تو اس کو انھیں میں کفایت مل جائے گی۔ کیونکہ حدیث میں اصول توحید کی معرفت بھی ہے اور وعد و وعید بھی۔ اس میں صفات ربّ العالمین، جنت و جہنم کی صفات اور جو کچھ اللہ نے ان میں متقی اور گناہ گاروں کے لیے پیدا کر رکھا ہے اور جو اللہ نے سات زمینیں اور آسمان بنائے ہیں وہ سب کچھ ہے اور اس میں نبیوں کے قصے، زاہدوں اور اولیاء کی باتیں، بلیغ لوگوں کے خطبے، فقہاء کا کلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور خطبے بھی موجود ہیں۔ اس میں قرآنِ عظیم کی تفسیر، اس کی خبریں، نصیحت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باتیں اور فتوے ہیں اور اللہ نے اہل حدیث کو ارکانِ شریعت بنایا ہے۔ ان کے ذریعے اللہ

تعالیٰ بدعات کو منہدم کر دیتا ہے۔ وہ اللہ کی خلق میں اس کے امین ہیں۔ وہ نبی معظم ﷺ اور آپ کی اُمت کے درمیان واسطہ کا کام کرتے ہیں۔ وہ سنت کو زبانی یاد کرنے کے لیے بہت محنت کرتے ہیں۔ ان کی روشنیاں ٹمٹماتی ہیں۔ ان کے مناقب بہت ہیں اور عام بھی۔ ہر فرقہ اپنی خواہشات کی طرف سمٹتا ہے اور اپنی رائے کو اچھا سمجھ کر اس کا پہرہ دیتا ہے۔ ماسوائے اہل حدیث کے۔ قرآن ان کی تیاری ہے، سنت ان کی دلیل ہے، نبی کریم ﷺ اُن کے امیر ہیں، رسولِ

❶ حوالہ سابق: ۱/ ۷۲، نمبر: ۵۱.

معظم ﷺ کی طرف ان کی نسبت ہے۔ وہ لوگوں کی رائے کی طرف دیکھتے بھی نہیں۔ جو ان کے خلاف مکر کرتا ہے اللہ اس کو توڑ کر رکھ دیتا ہے۔ جو ان سے دشمنی کرتا ہے اللہ اس کو ذلیل کرتا ہے۔ اے اللہ! ہمیں اہل حدیث میں سے کر دے۔ سنت پر عمل کی توفیق دے اور اہل حدیث کی محبت عطا فرما۔ (قرآن اور) حدیث پر عمل کرنے والوں کرنے کی توفیق دے۔''

جناب ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ سے پوچھا گیا، سنی کون ہے؟ تو انھوں نے فرمایا:

''سنی وہ ہے جس کے سامنے من مانی بے دلیل باتیں بیان کی جائیں تو ان کی طرف بالکل ہی نظر التفات نہ کرے۔'' ❶

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''اہل سنت امت کے سب سے بہتر اور افضل ترین لوگ ہیں جو کہ صراط مستقیم، یعنی حق واعتدال کی راہ پر گامزن ہیں۔'' ❷

اہل سنت لوگوں میں بگاڑ پیدا ہوجانے پر اجنبی کہلائیں گے۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا فَطُوبٰى لِلْغُرَبَاءِ.)) ❸

''اسلام اجنبیت کے عالم میں آیا تھا اور عنقریب پھر اجنبیت سے دوچار ہوگا جس

طرح شروع میں تھا تو خوشخبری (یا جنت) ہے اجنبیوں کے لیے۔‘‘

مسند احمد بن حنبل کی ایک روایت میں سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ ’’غرباء‘‘ اجنبی کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ((اَلنَّزَاعُ [4] مِنَ الْقَبَائِلِ.)) [5]

---

[1] شرح أصول اعقاد أهل السنة والجماعة: ۱/ ۷۲، نمبر: ۵۳.

[2] مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیه: ۳/ ۳۶۸، ۳۶۹.

[3] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الاسلام، بدأ غریبا وسیعود غریبا، حدیث رقم: ۱۴۵.

[4] یعنی وہ اجنبی جو اپنے گھر بار اور کنبہ قبیلہ سے الگ ہو کر دور چلا گیا ہو، مفہوم یہ ہے کہ مہاجرین کے لیے خوشخبری ہو جنھوں نے اللہ کے واسطے اپنے وطنوں سے ہجرت کی ہے، دیکھئے: النهاية فی غریب الحدیث والاثر، از ابن الاثیر: ۵/ ۴۱.

[5] مسند احمد بن حنبل: ۱/ ۳۹۸.

اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر ہجرت کر جانے والے۔‘‘

مسند احمد بن حنبل ہی کی ایک دوسری روایت میں سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ’’غرباء‘‘ (اجنبی) کون لوگ ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’بہت سارے صالح اور نیک لوگ، جن کی نافرمانی کرنے والے فرمانبرداروں کی نسبت زیادہ ہوں گے۔‘‘ [1]

دوسری سند سے مروی ایک روایت میں ہے:

’’لوگوں میں بگاڑ پیدا ہونے پر ان کی اصلاح کرنے والے۔‘‘ [2]

چنانچہ اہل سنت، اہل بدعت، ہوا پرستوں اور گمراہ فرقوں کے درمیان اجنبی ہیں۔

سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((اَهْلُ السُّنَّةِ الْمُتَمَسِّكُوْنَ بِمَا سَنَّةُ اللهُ وَرَسُوْلُهُ وَاِنْ قَلُّوْا وَاَمَّا اَهْلُ الْبِدْعَةِ فَالْمُخَالِفُوْنَ لِاَمْرِ اللهِ وَكِتَابِهٖ وَرَسُوْلِهِ الْعَامِلُوْنَ بِرَاْيِهِمْ وَاَهْوَائِهِمْ وَاِنْ كَثُرُوْا.)) [3]

’’یعنی اہل سنت وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ طریقہ

کو اختیار کرنے والے ہیں خواہ وہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں۔ اور اہل بدعت وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف اپنی رائے اور خواہش نفسی پر عمل کرنے والے ہیں۔ خواہ وہ تعداد میں زیادہ ہی کیوں نہ ہوں۔"

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((وَمِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ مَذْهَبٌ قَدِيْمٌ مَعْرُوْفٌ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ اللّٰهُ اَبَا حَنِيْفَةَ وَمَالِكًا وَالشَّافِعِيَّ وَاَحْمَدَ فَاِنَّهُ مَذْهَبُ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ تَلَقَّوْهُ عَنْ نَبِيِّهِمْ وَمَنْ خَالَفَ ذٰلِكَ كَانَ مُبْتَدِعًا عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ.)) [1]

"یعنی اہل سنت والجماعت قدیم و معروف مذہب ہے جو امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل وغیرہ کی پیدائش سے بھی پہلے صحابہ کرام کا مذہب تھا۔ انھوں نے وہ مذہب نبی کریم ﷺ سے سیکھا تھا اور جو شخص اس کے خلاف کرتا ہے وہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک بدعتی ہے۔"

اہل سنت ہی حاملین علم ہیں: اہل سنت ہی دراصل حاملین علم ہیں، جو اس علم سے غلو پسندوں کی تحریف، باطل پرستوں کی تراش خراش (کاٹ چھانٹ) اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا:

"لوگ (اہل علم) اسناد کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے، لیکن جب فتنہ رونما ہوا، تو کہنے لگے: ((سَمُّوْا لَنَا رِجَالَكُمْ.)) "بیان کرنے والوں کے نام بتاؤ" چنانچہ دیکھا جاتا اگر اہل سنت کی احادیث ہوتیں تو مان لی جاتیں اور اگر اہل بدعت کی ہوتیں تو ناقابل تسلیم قرار دی جاتیں۔" [2]

---

[1] مسند احمد بن حنبل: ۲/۱۷۷، ۲۲۔ احمد شاکر نے اسے "صحیح" قرار دیا ہے۔
[2] مسند احمد بن حنبل: ۴/۱۷۳۔
[3] کنز الاعمال، ص: ۷۷، ج: ۱۴، رقم الحدیث: ۴۴۲۰۹، طبع نشر السنة ملتان۔

اہل سنت وہ لوگ ہیں جن کی جدائی سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے: جناب ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مجھے اہل سنت میں سے کسی کی وفات کی خبر ملتی ہے تو مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میرے جسم کا کوئی حصہ کھو گیا ہو۔''[3]

امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل بدعت کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل حدیث کی مخالفت کرتے ہیں اور زنادقہ کی

---

[1] منہاج السنة: ۱/۲۵۶، طبع مکتبہ سلفیہ لاہور ۱۹۷۶ء۔

[2] صحیح مسلم، المقدمة، باب الاسناد من الدین: ۱/۱۵۔

[3] شرح اصول اعتقاد اہل السنة والجماعة، از لالکائی: ۱/۶۶، نمبر: ۲۹۔

علامت یہ ہے کہ وہ اہل حدیث کو خس و خاشاک کہتے ہیں۔ وہ ان باتوں کے ذریعے حدیث کو باطل کرنا چاہتے ہیں اور قدریہ کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل سنت کو مشبہہ کہتے ہیں۔ جب کہ رافضیوں کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل حدیث کو نوخیز اور کمزور کہتے ہیں۔''[1]

صابونی رحمہ اللہ ''عقیدۃ السلف'' صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۷ میں فرماتے ہیں:

''اور یہ ساری باتیں عصبیت ہیں اور اہل سنت کا صرف ایک نام ہے اور وہ ہے اہل حدیث۔''

پھر فرماتے ہیں:

''میں نے اہل بدعت کو دیکھا ہے کہ وہ ان ناموں کے ساتھ اہل سنت کو موسوم کرتے ہیں جو ان کی توہین پر مبنی ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے ان میں سے کسی کے نام کے ساتھ میل نہیں کھاتے۔ اس طرح اہل بدعت اہل سنت کے ساتھ وہی رویہ اختیار کرتے ہیں جو مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مختلف قسم

کی باتیں کرتے تھے۔ بعض آپ کو جادوگر کہتے تھے، بعض کاہن، بعض شاعر اور بعض آپ کو جھوٹا، بداخلاق اور کذاب کہتے تھے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ ان تمام عیوب سے پاک اور مبرا تھے۔ آپ تو سراسر ایک چنیدہ نبی اور رسول تھے صلی اللہ علیہ وبارك وسلم تسلیما کثیرا۔"

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

سیّدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِفْتَرَقَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰی اِحْدٰی وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً فَوَاحِدَةٌ فِی الْجَنَّةِ وَسَبْعُوْنَ فِی النَّارِ، وَافْتَرَقَتِ النَّصَارٰی عَلَی اثْنَتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً فَاِحْدٰی وَسَبْعُوْنَ فِرْقَةً فِی النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِی الْجَنَّةِ، وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَتَفْتَرِقَنَّ أُمَّتِیْ ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَةً، وَاحِدَةٌ فِی الْجَنَّةِ وَاثْنَتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِی النَّارِ قِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هُمْ؟ قَالَ: اَلْجَمَاعَةُ.)) [1]

"یہود اکہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، ان میں سے ایک جنتی ہے اور ستر جہنمی اور نصاریٰ (عیسائی) بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، ان میں سے صرف ایک جنتی ہے اور اکہتر جہنمی اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! یقینا میری اُمت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی، ان میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا اور بہتر فرقے جہنمی ہوں گے، دریافت کیا گیا، اے اللہ کے رسول! وہ جنتی فرقہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جماعت"۔

سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی جامع ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ:

"صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

((مَا أَنَا عَلَیْهِ وَأَصْحَابِیْ.)) [2]

---

[1] اصل السنة واعتقاد الدین مطبوعه مجلة الجماعه السلفیه ۱۴۰۳ھ۔ عقیدہ السلف صفحہ: ۱۰۵۔ شرح اصول الاعتقاد اهل السنة والجماعة: ۲/ ۱۷۹۔

''جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔''

یہ جماعت فرقہ ناجیہ ہے یعنی جہنم سے نجات پانے والی جماعت، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرقوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کا استثناء کیا اور ارشاد فرمایا:

((كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً.)) [3]

---

[1] سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب افتراق الامم، حدیث رقم: ۳۹۹۲۔ سنن ابو داؤد، کتاب السنة، باب شرح السنة، حدیث رقم: ۴۵۹۶، کتاب السنة، لابن ابی عاصم: ۲۳/۱، حدیث: ۶۳۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

[2] سنن الترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی افتراق هذه الامة، حدیث: رقم ۲۶۴۱۔ سلسلة الصحیحة، رقم: ۱۳۴۸.

[3] من أصول أهل السنة والجماعة، از شیخ صالح بن فوزان الفوزان، ص: ۱۱.

''سارے فرقے جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے'' یعنی صرف ایک جماعت جہنم سے نجات پائے گی۔

اور طائفہ منصورہ ہے یعنی نصرت الٰہی سے سرفراز جماعت، چنانچہ اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر آپ جاہل لوگوں سے سواد اعظم کے بارے میں پوچھیں تو وہ کہیں گے: اس سے مراد لوگوں کی جماعت ہے۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ جماعت سے مراد وہ عالم ہے جو نبی کریم ﷺ کے نقش قدم اور آپ ﷺ کے طریقے کو لازم پکڑنے والا ہو۔ جو اس کے ساتھ ہوں اور اس کی پیروی کریں وہی جماعت ہے۔'' [1]

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((عَلَيْكَ بِآثَارِ مَنْ سَلَفَ وَإِنْ رَفَضَكَ النَّاسُ، وَإِيَّاكَ وَآرَاءَ الرِّجَالِ وَإِنْ زَخْرَفُوهَا لَكَ بِالْقَوْلِ فَإِنَّ الْأَمْرَ يَنْجَلِي وَأَنْتَ عَلَى طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ.)) [2]

''سلف کے آثار و روایات کو لازم پکڑ لو اگرچہ لوگ تمھیں ٹھکرا ہی کیوں نہ دیں۔ لوگوں کی آراء سے بچو، اگرچہ وہ تمھارے لیے بات کو نہایت ہی مزین کر کے

پیش کیوں نہ کریں۔ اس لیے کہ بلاشبہ اس وقت پھر دین حنیف تمھارے لیے نہایت واضح، روشن ہوگا اور تم صراطِ مستقیم پر رہو گے۔''

جناب نوح الجامع بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ سے پوچھا: اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو لوگوں سے اعراض و اجسام (عرض و جوہر) کے بارے گفتگو کرے؟ تو انھوں نے فرمایا:

((مَقَالَاتُ الْفَلَاسِفَةِ، عَلَيْكَ بِالْاَثَرِ وَطَرِيْقَةِ السَّلَفِ، وَاِيَّاكَ وَكُلَّ مُحْدَثَةٍ: فَاِنَّهَا بِدْعَةٌ.)) ❸

---

❶ حلیۃ الاولیاء: ۹/ ۲۳۹۔ ❷ شرفہ أصحاب الحدیث، للخطیب۔

❸ الفقیہ والمتفقہ للخطیب۔

''یہ فلاسفہ کی باتیں ہیں۔ تم حدیث و اثر اور سلف کے طریقے کو لازم پکڑو۔ دین میں ایجاد کی جانے والی بدعات سے بچو، کیونکہ یہ بدعت ہے۔''

اصحاب الحدیث اور اصحاب الرائے کا منہجی فرق:

علامہ شہرستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((ثُمَّ الْمُجْتَهِدُوْنَ مِنَ اَئِمَّةِ الْاُمَّةِ مَحْصُوْرُوْنَ فِي صِنْفَيْنِ لَا يعدوان اِلَى ثَالِثٍ، أَصْحَابِ الْحَدِيْثِ وَأَصْحَابِ الرَّأْيِ، أَصْحَابُ الْحَدِيْثِ وَهُمْ أَهْلُ الْحِجَازِ وَأَصْحَابُ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَأَصْحَابُ مُحَمَّدِ بْنِ اِدْرِيْسَ الشَّافِعِيِّ وَأَصْحَابُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَصْحَابُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَأَصْحَابُ دَاؤُدَ بْنِ عَلِيِّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْاَصْفَهَانِيِّ وَاِنَّمَا سُمُّوْا أَصْحَابَ الْحَدِيْثِ لِأَنَّ عِنَايَتَهُمْ بِتَحْصِيْلِ الْحَدِيْثِ وَنَقْلِ الْأَخْبَارِ وَبِنَاءِ الْأَحْكَامِ عَلَى النُّصُوْصِ وَلَا يَرْجِعُوْنَ اِلَى الْقِيَاسِ الْجَلِيِّ وَالْخَفِيِّ مَا وَجَدُوْا خَبَرًا اَوْ اَثَرًا.. أَصْحَابُ الرَّأْيِ وَهُمْ أَهْلُ الْعِرَاقِ هُمْ أَصْحَابُ أَبِي حَنِيْفَةَ النُّعْمَانِ بْنِ ثَابِتٍ وَمِنْ أَصْحَابِهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ وَأَبُوْ يُوْسُفَ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدٍ

الْقَاضِيُ وَزُفَرُ بْنُ هُذَيْلٍ وَالْحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ اللُّؤْلُوِي وَابْنُ سَمَاعَةَ وَعَافِيَةُ الْقَاضِيُ وَاَبُوْ مُطِيْعِ اَلْبَلَخِيُّ وَالْبِشْرُ الْمَرِيْسِي وَاِنَّمَا سُمُّوْا أَصْحَابَ الرَّأَى لِأَنَّ عَنَايَتَهُمْ بِتَحْصِيْلِ وَجْهِ الْقِيَاسِ وَالْمَعْنَى الْمُسْتَنْبَطِ مِنَ الْأَحْكَامِ وَبِنَاءَ الْحَوَادِثِ عَلَيْهَا، وَرُبَّمَا يُقَدِّمُوْنَ الْقِيَاسَ الْجَلِيَّ عَلَى الْأَخْبَارِ الْآحَادِ.)) [1]

''ائمہ مجتہدین کی صرف دو ہی قسمیں ہیں، اصحاب الحدیث اور اصحاب الرائے، اصحاب الحدیث کا مسکن اور جائے قرار سرزمین حجاز ہے، امام مالک اور ان کے شاگرد، امام شافعی اور ان کے شاگرد، سفیان ثوری اور ان کے رفقاء امام احمد اور ان

[1] الملل النحل: ۱/ ۲۰۶، ۲۰۷.

کے تلامذہ اور امام داؤد بن علی ظاہری کے رفقاء اور ساتھی، انھیں اصحاب الحدیث اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کی توجہ اور عنایت علم حدیث اور اخبار کی طرف ہے اور وہ اپنے احکام کی بنیاد نصوص پر رکھتے ہیں، جب تک کہ حدیث موجود ہو وہ قیاس جلی اور خفی کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

اصحاب الرائے کا مسکن اور جائے قرار عراق ہے اور انھیں اہل الرائے کہا جاتا ہے اور وہ امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ ہیں، انھی میں امام محمد بن حسن، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن محمد، امام زفر بن ہذیل، حسن بن زیاد لؤلوی، ابن سماعہ، قاضی عافیہ، ابو مطیع بلخی اور بشر مریسی وغیرہ ہیں، انھیں اصحاب الرائے کے نام سے اس لیے یاد کیا جاتا ہے کہ ان کی توجہ اور عنایت قیاس پر مرکوز رہی اور انھوں نے اسی پر اپنے مسائل کے استنباط و استخراج کی بنا رکھی اور رکھتے ہیں اور بسا اوقات اس راہ میں خبر آحاد یعنی غیر متواتر احادیث نبویہ پر قیاس جلی کو مقدم کرتے ہیں۔''

علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں:

((وَانْقَسَمَ الْفِقْهُ فِيْهِمْ اِلٰى طَرِيْقَيْنِ طَرِيْقِ أَهْلِ الرَّأْيِ وَالْقِيَاسِ وَهُمْ أَهْلُ

الْعِرَاقِ، وَطَرِيقَةِ أَهْلِ الْحَدِيثِ وَهُمْ أَهْلُ الْحِجَازِ وَكَانَ الْحَدِيثُ قَلِيلًا فِيْ أَهْلِ الْعِرَاقِ لِمَا قَدَّمْنَاهُ فَاسْتَكْثَرُوْا مِنَ الْقِيَاسِ وَمَهَرُوْا فِيهِ فَلِذَلِكَ قِيلَ أَهْلُ الرَّأْيِ وَمُقَدَّمُ جَمَاعَتِهِمُ الَّذِي اِسْتَقَرَّ الْمَذْهَبُ فِيهِ وَفِيْ أَصْحَابِهِ أَبُوْ حَنِيفَةَ.)) [1]

''اور فقہ دو حصوں میں تقسیم ہوگی، پہلی قسم اہل الرائے اور قیاس کی جس کا مرکز عراق ہے، اور دوسری قسم فقہ اہل حدیث کی جس کا مرکز حجاز ہے، اہل عراق میں حدیث کا رواج کم تھا، انھوں نے کثرت سے قیاس ورائے پر اپنا زور صرف کیا اور فن میں وہ ماہر ہوگئے، اس لیے انھیں اہل الرائے کہا گیا اور جس جماعت میں اس مذہب نے

[1] مقدمة ابن خلدون، ص: ۳۸۹.

جڑ پکڑی، ان میں سرفہرست امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ ہیں۔''

اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''باید دانست کہ سلف در استنباط مسائل و فتویٰ بر دو وجہ بودند یکے آنکہ قرآن و حدیث و آثار صحابہ جمع می کردند و ازانجا استنباط نمودند، دریں طریقہ اصل راہِ محدثین است، و دیگر آنکہ قواعد کلیہ کہ جمع از ائمہ تنقیح و تہذیب آں گروہ اندیاد گیرند بملاحظہ ماخذ آنہا پس مسئلہ کہ وارد می شد جواب آں ازھما قواعد طلب می کردند، وایں طریقہ اصل راہِ فقہاء است، وغالب بر بعض سلف طریقہ اولیٰ بود و بر بعض آخر طریقہ ثانیہ.'' [1]

''سلف میں مسائل کے استنباط کے متعلق دو طریقے رائج تھے، پہلا طریقہ یہ تھا کہ قرآن وحدیث اور آثار صحابہ جمع کیے جائیں اور انھیں اصل مان کر ان کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل پر غور کیا جائے، یہ محدثین کا طریقہ ہے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ائمہ کے تنقیح وتہذیب کیے ہوئے قواعد کلیہ کو اصل قرار دے کر ان ہی کے ذریعے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کیا جائے اور اصل ماخذ کی طرف توجہ کی ضرورت نہ سمجھی

جائے یہ فقہاء کا طریقہ ہے، سلف کا ایک بڑا گروہ پہلے طریقے کا پابند ہے اور ایک گروہ دوسرے طریقے کا۔"

ملک شام کی ممتاز ترین شخصیت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ "مجموع الفتاویٰ" (۴/ ۹۶) میں فرماتے ہیں:

"آپ کو علم ہونا چاہیے کہ جو لوگ اہل حدیث پر عیب لگاتے اور ان کے مذہب سے ہٹتے ہیں وہ جاہل، زندیق اور پکے منافق ہیں۔ اسی لیے جب امام احمد رحمہ اللہ کو پتہ چلا کہ ابن قتیلہ کے سامنے مکہ میں محدثین کا تذکرہ ہوا تو اس نے ان کو برا بھلا کہا ہے تو آپ کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: وہ زندیق ہے، وہ

❶ مصفی: ۱/ ۴، بحوالہ تحریک آزادئ فکر، ص: ۱۰۷، ۱۰۸.

زندیق ہے، وہ زندیق ہے اور اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ کیونکہ آپ رحمہ اللہ اس کا مقصد سمجھ گئے تھے۔"

امت کے متقی علماء راسخین فی العلم اسی طرح گمراہ فرقوں، ان کے ٹھکانوں اور گمراہ کرنے والوں کے متعلق لوگوں کو آگاہ کرنے کے موقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔ تاکہ کہیں اچھے لوگ ان کی چالوں اور فریب کاریوں کا شکار نہ ہو جائیں۔

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ مزید رقم طراز ہیں:

((وَهٰذِهِ الطَّبَقَةُ هِيَ الطِّرَازُ الْأَوَّلُ مِنْ طَبَقَاتِ الْمُحَدِّثِيْنَ فَرَجَعَ الْمُحَقِّقُوْنَ مِنْهُمْ بَعْدَ اَحْكَامِهِمْ فَنَّ الرِّوَايَةِ وَمَعْرِفَةِ مَرَاتِبِ الْأَحَادِيْثِ اِلَى الْفِقْهِ فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُمْ مِنَ الرَّأْيِ أَنْ يُّجْمَعَ عَلٰى تَقْلِيْدِ رَجُلٍ مِمَّنْ مَضٰى مَعَ مَا يَرَوْنَ مِنَ الْأَحَادِيْثِ وَالْآثَارِ الْمُنَاقِضَةِ فِيْ كُلِّ مَذْهَبٍ مِنْ تِلْكَ الْمَذَاهِبِ فَأَخَذُوْا يَتَتَبَّعُوْنَ أَحَادِيْثَ النَّبِيِّ ﷺ وَآثَارِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَالْمُجْتَهِدِيْنَ عَلٰى قَوَاعِدَ أَحْكَمُوْهَا فِيْ نُفُوْسِهِمْ... كَانَ عِنْدَهُمْ أَنَّهُ إِذَا وَجَدَ فِي الْمَسْأَلَةِ قُرْآنٍ نَاطِقٍ فَلَا يَجُوْزُ التَّحَوُّلُ مِنْهُ اِلٰى غَيْرِهِ، وَاِذَا كَانَ الْقُرْآنُ مُحْتَمِلًا

لَوُجُوْهٍ فَالسُّنَّةُ قَاضِيَةٌ، عَلَيْهِ، فَإِذَا لَمْ يَجِدُوْا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ أَخَذُوْا سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ سَوَاءٌ كَانَ مُسْتَفِيْضًا دَائِرًا بَيْنَ الْفُقَهَاءِ أَوْ يَكُوْنُ مُخْتَصًّا بِأَهْلِ بَلَدٍ أَوْ أَهْلِ بَيْتٍ أَوْ بِطَرِيْقٍ خَاصَةٍ، وَسَوَاءٌ عَمِلَ بِهِ الصَّحَابَةُ وَالْفُقَهَاءُ أَوْ لَمْ يَعْمَلُوْا بِهِ. وَمَتٰى كَانَ فِي الْمَسْأَلَةِ حَدِيْثٌ فَلَا يُتْبَعُ فِيْهَا خِلَافُ أَثَرٍ مِنَ الْآثَارِ وَلَا اجْتِهَادِ أَحَدٍ مِنَ الْمُجْتَهِدِيْنَ.)) [1]

’’گروہِ محدثین کا سب سے اعلیٰ طبقہ محققین اہل حدیث کا ہے جنھوں نے فن روایت میں پختگی اور مراتب حدیث میں پوری معرفت حاصل کر کے فقہ کی طرف توجہ کی، لیکن انھوں نے ماضی کے بزرگوں میں سے کسی خاص شخص کی تقلید پر اتفاق نہیں کیا، کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ہر مروجہ مذہب میں متناقض احادیث اور آثار موجود ہیں، اس لیے انھوں نے احادیث رسول اور آثار صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کے قواعد وضوابط کی روشنی میں غور وفکر کیا، اس سلسلے میں ان کا طریقہ یہ رہا کہ اگر زیر بحث مسئلے میں کوئی نص قرآنی مل جاتی تو پھر کسی دوسری چیز کی طرف توجہ نہ کرتے اور اگر نص قرآنی چند معانی کی محتمل ہوتی تو اس کا فیصلہ سنت رسول کے ذریعے فرماتے اور اگر نص قرآنی نہیں پاتے تو سنت رسول کو لیتے، سنت چاہے درجۂ مستفیض کی ہوتی، جس کا چلن فقہاء کے درمیان عام ہوتا یا کسی شہر یا کسی گھرانے یا کسی خاص طریقے سے معنون ہوتی، جس پر صحابہ اور فقہا نے عمل کیا ہو یا نہیں کیا ہو، انھیں ان امور سے کوئی بحث نہیں ہوتی۔

اور جب بھی پیش آمدہ مسئلے میں کوئی حدیث دستیاب ہو جاتی تو اس کے خلاف کسی اثر یا کسی مجتہد کے کسی اجتہاد کی اتباع نہیں کرتے۔‘‘

مورخ اسلام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اگر صاحب الرائے نفع بخش علوم میں مشغول ہو جائے اور رب العالمین کے رسول

---

[1] حجة اللہ البالغۃ: ۱/ ۱۴۹.

کی سنتوں کا طلب گار ہو جائے تو وہ دوسری چیزوں سے بے نیاز ہو جائے گا، اس لیے کہ علم حدیث اصول توحید کی معرفت، وعد و وعید کے تمام وجوہات اور رب العالمین کے جملہ صفات کو حاوی ہے، جس کے اندر جنت اور دوزخ کی صفتوں، متقیوں، فاسقوں اور فاجروں کے لیے جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے اس کا بیان ہے، اس میں زمین و آسمان کی تمام مخلوقات، نبیوں کے قصے، زاہدوں کے اخبار، اولیاء کے حالات، اہل فصاحت و بلاغت کے مواعظ، فقہاء کے کلام، رسول اللہ ﷺ کے خطبوں اور معجزات کا بیان ہے، جس میں قرآن مجید کی تفسیر، قیامت کے احوال، حکمت سے لبریز ذکر و اذکار اور صحابہ کے اقوال سے مستنبط احکام ومسائل محفوظ ومذکور ہیں۔

جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اہل حدیث کو شریعت کے ارکان و اساطین کے منصب سے سرفراز فرمایا ہے اور جن کے ہاتھوں ہر طرح کی بدعت وضلالت کی دیوار منہدم ہوئی ہے، وہ اللہ کی خلافت کے امین و پاسباں ہیں، نبی اور ان کی امتی کے درمیاں واسطہ ہیں، ان کے ارشادات کے حفظ واتقان کے مجاہد ہیں، ان کے انوار وازہار کھل رہے ہیں اور ان کے فضائل کا چشمہ جاری ہے، ہر جماعت کسی نہ کسی نفسانیت کی شکار اور کسی نہ کسی رائے کے دام میں گرفتار ہے، لیکن جماعت اہل حدیث وہ جماعت ہے جس کا زادراہ کتاب اللہ ہے، سنت ان کی دلیل، رسول اللہ ان کی جماعت اور انہی کی طرف ان کی نسبت ہے، وہ آراء اور ظن وتخمین کی طرف توجہ نہیں کرتے، جس نے انھیں تکلیف پہنچائی یا ان کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی کمر توڑ دی اور جس نے ان سے عداوت مول لی تو اللہ تعالیٰ نے اسے رسوا کر دیا۔“

حضرت امام عبداللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ فرماتے ہیں کہ:

((اَلدِّيْنُ لِاَهْلِ الْحَدِيْثِ وَالْكَلَامُ وَالْحِيَلُ لِاَهْلِ الرَّأْيِ وَالْكِذْبُ

لِلرَّافِضَةِ.)) ❷

''یعنی دین (اسلام) اہل حدیث کے پاس ہے۔ باتیں بنانا اور حیلہ سازی کرنا اہل الرائے کی عادت ہے اور جھوٹ بولنا رافضیوں کا کام ہے۔''

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ ''امام الکلام'' میں فرماتے ہیں:

((مَنْ نَظَرَ بِنَظَرِ الْاِنْصَافِ وَغَاصَ فِي بِحَارِ الْفِقْهِ وَالْأُصُوْلِ مُتَجَنِّبًا عَنِ الْاِعْتِسَافِ، يَعْلَمُ عِلْمًا يَقِيْنِيًا أَنَّ أَكْثَرَ الْمَسَائِلِ الْفَرْعِيَّةِ وَالْأَصْلِيَّةِ الَّتِي اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِيْهَا . فَمَذْهَبُ الْمُحَدِّثِيْنَ فِيْهَا أَقْوَى مِنْ مَذَاهِبِ غَيْرِهِمْ

❶ شرف أصحاب الحديث بحواله منهاج الفرقة الناجية، ص: ۱۴.

❷ المنتقى من منهاج الاعتدال، ص: ۴۸۰.

وَإِنِّي كُلَّمَا أَسِيْرُ فِي شُعَبِ الْاِخْتِلَافِ أَجِدُ قَوْلَ الْمُحَدِّثِيْنَ فِيْهِ قَرِيْبًا مِنَ الْاِنْصَافِ، فَلِلّٰهِ دَرُّهُمْ عَلَيْهِ شُكْرُهُمْ. كَيْفَ لَا! وَهُمْ وَرَثَةُ النَّبِيِّ ﷺ وَنُوَّابُ شَرِيْعَتِهِ صِدْقًا، حَشَرَنَا اللّٰهُ فِي زُمْرَتِهِمْ، وَأَمَاتَنَا عَلَى حُبِّهِمْ وَسِيْرَتِهِمْ.))

''جو نظر انصاف رکھتا ہے اور کتب فقہ واصول کے سمندروں میں غوطہ زن ہوتا ہے وہ یقیناً جان لے گا کہ بیشتر فروعی واصولی مسائل میں علماء کا اختلاف ہے۔ لہٰذا محدثین کرام کا نکتہ نظر ہی اوروں کے نقطہ نظر سے قوی تر ہوتا ہے۔ میں جب بھی اختلافی مسائل سے گزرتا ہوں تو مجھے محدثین کا فیصلہ ہی انصاف کے قریب ترین نظر آتا ہے۔ بخدا ان کا کیا کہنا، اللہ ہی ان کو جزا دے گا۔ وہ کیوں نہ دے یہی تو سچے وارث نبی ہیں اور شریعت کے کھرے نمائندے۔ اللہ ہمارا حشر ان کے ساتھ کرے اور ان کی محبت وسیرت پر ہی ہمیں دنیا سے اٹھائے۔''

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اہل الرای اور اہل الحدیث کا فرق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

((لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُمْ مِنَ الْأَحَادِيْثِ وَالْآثَارِ مَا يَقْدِرُوْنَ بِهِ عَلَى اِسْتِنَادِ الْفِقْهِ

عَلَى الْأُصُوْلِ الَّتِيْ اِخْتَارَهَا اَهْلُ الْحَدِيْثِ...الخ.)) ❶

''یعنی اہل الرای کے پاس احادیث نبویہ اور آثار صحابہ کا اتنا علم نہیں تھا جس سے یہ لوگ اہل حدیث کے اختیار کردہ اصول پر فقہی مسائل استنباط کر سکتے اور نہ ان لوگوں کے دلوں میں اتنی وسعت و ہمت ہی تھی کہ وہ تمام علماء کے اقوال پر نظر کر سکتے اور نہ ان کے سینوں میں اتنی فراخی تھی کہ وہ اقوال اہل علم کو جمع کر کے ان پر بحث ونظر کرتے۔''

شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے تہتر (۷۳) فرقوں میں سے ملت واحدہ ناجیہ کے بارہ میں یہی فیصلہ صادر فرمایا ہے۔ پس یہی لوگ بامراد اور فائز المرام ہوں گے: ((وَلَا اِسْمَ لَهُمْ اِلَّا

❶ حجۃ اللہ البالغہ: ۱/ ۱۵۲.

اِسْمٌ وَاحِدٌ وَهُوَ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ.)) ❶

❶ غنیۃ الطالبین۔

اور ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں: ((وَهُمُ الْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ فَحَفِظَ اللّٰهُ الدِّيْنَ بِهِمْ.)) یعنی ''اہل حدیث ہی فرقہ ناجیہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے انھی لوگوں کو حفاظت دین کے لیے منتخب فرمایا ہے۔''

فضیلۃ الشیخ حافظ محمد اسماعیل اسد فرقہ واریت اور تقلید ص ۲۴ میں رقمطراز ہیں کہ:

''قطان اور امام حاکم نے فرمایا کہ اگر محدثین کا کثیر طائفہ حفاظت اسناد پر کار بند نہ ہوتا تو اسلام کے راستے متروک ہوجاتے نیز بے دین اور بدعتی لوگ احادیث وضع کرنے اور اسانید بدل دینے پر قادر ہوجاتے۔'' ❶

❷ الظفر المبین، ص: ۳۸۔

باب نمبر ۸:

اسلام کی اخلاقی تعلیمات

اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

ا: حقوق وفرائض:

ایک انسان پر اللہ ربّ العزت کے متعلق یا رسول اللہ ﷺ کے متعلق جو فرائض عائد ہوتے ہیں، ایسے ہی ایک انسان پر دوسرے انسان کی نسبت جو فرائض عائد ہوتے ہیں، ادا کرنے والے کی نسبت سے انھیں فرائض اور جس کے متعلق وہ ادا کیے جائیں، اس کی نسبت انھیں حقوق کہا جاتا ہے۔

حقوق وفرائض ایک نظر میں

(ا) اللہ تعالیٰ کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (ا) اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم کے ساتھ بات کرنا۔ (۲) صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا۔ (۳) صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ (۴) صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا۔ (۵) حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے دعا صرف اللہ تعالیٰ سے کرنا۔ (۶) نذر نیاز اور منت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ماننا۔ (۷) صرف اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرنا۔ (۸) صرف ربِ کائنات کی رضا اور خوشنودی تلاش کرنا۔ (۹) اللہ تعالیٰ سے امید رکھنا۔ (۱۰) اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا۔ (۱۱) اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا۔ (۱۲) اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا۔ (۱۳) اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کی اطاعت نہ کرنا۔ (۱۴) طاغوت کی اطاعت سے بچنا۔ (۱۵) شیطان کی عبادت نہ کرنا۔ (۱۶) نماز کی پابندی کرنا۔ (۱۷) زکوٰۃ ادا کرنا۔ (۱۸) رمضان کے روزے رکھنا۔ (۱۹) بیت اللہ کا حج کرنا۔ (۲۰) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا۔ (۲۱) شرک سے بچنا۔ (۲۲) کفر اختیار کرنے سے بچنا۔ (۲۳) اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرنا۔

(۲) نبی کریم ﷺ کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) رسول اللہ ﷺ پر ایمان۔ (۲) نواقض ایمان بالرسول سے اجتناب۔ (۳) آپ ﷺ کی ذات اقدس پر طعن اور گستاخی سے بچنا۔ (۴) آپ ﷺ کی شریعت میں طعن سے بچنا۔ (۵) اطاعت رسول ﷺ۔ (۶) اتباع رسول ﷺ۔ (۷) اختلافی امور میں نبی اکرم ﷺ کی طرف رجوع۔ (۸) رسول کریم ﷺ کی کسی معاملہ میں مخالفت نہ کی جائے۔ (۹) ''ترک احداث'' بدعات کا چھوڑنا۔ (۱۰) رسول اللہ ﷺ سے خیر خواہی۔ (۱۱) رسول اللہ ﷺ سے محبت۔ (۱۲) رسول اللہ ﷺ کی عزت وتعظیم کرنا۔ (۱۳) رسول اللہ ﷺ پر بکثرت درود وسلام پڑھنا۔ (۱۴) بارگاہ رسالت میں قربت کی راہ اختیار کرنا۔

(۳) دین اسلام کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔ (۲) دین اسلام پر حسبِ استطاعت عمل کرنا۔

(۴) قرآنِ حکیم کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) قرآنِ حکیم پر ایمان لانا۔ (۲) قرآنِ حکیم کو سمجھنا اور غور وفکر کرنا۔ (۳) قرآنِ حکیم کی تلاوت کرنا۔ (۴) آداب تلاوت کا ملحوظ رکھنا۔ (۵) قرآنِ حکیم کی تعلیمات کو لوگوں تک پہنچانا۔ (۶) قرآنِ حکیم کی تعلیمات پر عمل کرنا۔ (۷) قرآنِ حکیم کے مطابق فیصلہ کرنا۔

(۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دل وجان سے محبت کرنا۔ (۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کی طرح ایمان لانا۔ (۳) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اقتداء کرنا۔ (۴) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت واحترام کرنا۔ (۵) صحابہ کرام کے بارے میں سب وشتم سے گریز۔ (۶) اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے رحمت وبخشش کی دعا کرنا۔

(۶) اہل علم کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) اہل علم سے نرم لہجے میں بات کرنا۔ (۲) اہل علم کا احترام کرنا۔ (۳) اہل علم کی صحبت اختیار کرنا۔ (۴) اہل علم کی طرف، طلب علم کے لیے سفر کرنا۔ (۵) عدم علم ہر اہل علم سے مسئلہ دریافت کرنا۔

(۷) عام مسلمانوں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) السلام علیکم کہنا۔ (۲) دعوت قبول کرنا۔ (۳) مسلمان بھائی کی خیر خواہی کرنا۔ (۴) مریض کی عیادت کرنا۔ (۵) مسلمان چھینکنے والا ''الحمد للہ'' کہے تو ''یرحمک اللہ'' کہنا۔ (۶) جنازہ پڑھنا۔ (۷) صلہ رحمی کرنا۔ (۸) دکھ تکلیف نہ پہنچانا۔ (۹) عزت و آبرو کی حفاظت کرنا۔ (۱۰) مسلمان بھائی کی غیبت نہ کرنا۔ (۱۱) اللہ کے لیے محبت کرنا۔ (۱۲) مسلمان بھائی کو حقیر نہ سمجھنا۔

(۸) والدین کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) والدین کا ادب واحترام کرنا۔ (۲) والدین کا حکم ماننا۔ (۳) والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ (۴) والدین کی ضروریات زندگی کا خیال رکھنا۔ (۵) والدین کو گالی دینے سے پرہیز کرنا۔ (۶) والدین کے لیے مغفرت کی دعا کرنا۔

(۹) اولاد کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) نیک اولاد کی دعا کرنا۔ (۲) اولاد کو قتل نہ کرنا۔ (۳) اولاد کا اچھا نام رکھنا۔ (۴) اولاد کی اچھی تربیت کرنا۔ (۵) نماز کی تلقین کرنا۔ (۶) اولاد کے ساتھ شفقت سے پیش آنا۔ (۷) دین اسلام کا علم سکھلانا۔ (۸) عدل ومساوات قائم رکھنا۔ (۹) اولاد کے لیے حسب استطاعت مال ودولت چھوڑنا۔

(۱۰) حقوقِ زوجین:

اور وہ یہ ہیں: خاوند کے حقوق: (۱) خاوند کو خوش رکھنا۔ (۲) خاوند کا حکم ماننا۔ (۳) خاوند کے مال کی حفاظت کرنا۔ (۴) خاوند کی شکر گزاری۔

بیوی کے حقوق: (۱) بھلائی کرنا۔ (۲) گالی گلوچ سے اجتناب۔ (۳) اچھا سلوک کرنا۔

(۴) مار پیٹ نہ کرنا۔(۵) وقت دینا۔(٦) جہنم کی آگ سے بچانا۔(۷) بیوی پر خرچ کرنا۔ (۸) مہر ادا کرنا۔(۹) بیوی کو گھر کی زینت بنانا۔(۱۰) پیار ومحبت کا اظہار۔(۱۱) صلاح ومشورہ کرنا۔(۱۲) عزت واحترام کرنا۔

(۱۱) مساجد کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) مساجد کی تعمیر۔(۲) مساجد میں نماز پڑھنا۔(۳) مساجد کو صاف رکھنا۔ (۴) مساجد میں آواز بلند نہ کرنا۔(۵) مساجد کی آبادکاری۔

(۱۲) بندے کے اللہ پر حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) مغفرت۔(۲) نصرت۔(۳) راضی ہوجانا۔(۴) محنت وعمل کی قدر دانی۔

(۱۳) ہمسایوں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) اچھا برتاؤ۔(۲) اسلامی تعلیمات کی تبلیغ۔(۳) خندہ پیشانی سے پیش آنا۔(۴) جو اپنے لیے پسند کرو وہی اُن کے لیے۔(۵) زیادتی پر صبر کرنا اور (٦) پڑوسی کے حقوق کا تحفظ۔

(۱۴) قریبی رشتہ داروں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) صلہ رحمی کرنا۔(۲) حسن سلوک سے پیش آنا۔(۳) عدل وانصاف کرنا۔(۴) رشتہ داروں سے تعاون کرنا۔(۵) ایک دوسرے کو تکلیف دہ باتیں نہ کہنا، اور احسان نہ جتلانا۔

(۱۵) بہن بھائیوں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) اللہ کے لیے محبت کرنا۔(۲) قطع تعلقی سے اجتناب۔(۳) خندہ پیشانی سے ملنا۔(۴) خیر خواہی کا جذبہ۔(۵) بے جا ٹھٹھا مذاق سے پرہیز۔(٦) وفاداری کرنا اور (۷) غائبانہ دعا کا اہتمام۔

(۱٦) یتیموں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) یتیموں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ (۲) مال کی حفاظت کرنا۔ (۳) یتیموں کی کفالت کرنا۔

(۱۷) محتاجوں، غربا اور مساکین کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) کھانا کھلانا۔ (۲) اُن پر خرچ کرنا۔ (۳) اُن کے جمیع حقوق کا تحفظ اور (۴) اُنھیں ضروریاتِ زندگی مہیا کرنا۔

(۱۸) عمر رسیدہ لوگوں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) سماجی معاملات میں تکریم کا حق۔ (۲) معمر افراد کی تکریم اللہ کی تعظیم کا حصہ ہے۔ (۳) عمر رسیدہ افراد کی تکریم علامتِ ایمان ہے۔ (۴) معمر افراد کا وجود باعثِ برکت سمجھنا۔ (۵) سہولیاتِ زندگی کی فراہمی میں ترجیح کا حق۔ (۶) استطاعت سے زیادہ بوجھ سے استثنا کا حق۔

(۱۹) معذوروں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) خصوصی توجہ کا حق۔ (۲) قانونِ معاشرت کے نفاذ میں استثنا کا حق۔ (۳) جہاد اور دفاعی ذمہ داریوں سے استثنا کا حق۔

(۲۰) حکمرانوں اور رعایا کے حقوق:

رعایا کا فرض ہے کہ وہ اپنے اولی الامر کی ہر بھلائی کے کام میں اطاعت کرے، اور نافرمانی سے بچے اور حکمرانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی رعایا پر ظلم نہ کریں، روزگار کے مواقع میسر کریں، اور ہر وہ کام کریں جو ایک حکمران کا فرض بنتا ہے کہ وہ ملک وقوم کی خاطر سرانجام دے۔

(۲۱) خدام اور مزدوروں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) عادلانہ اور منصفانہ معاشی نظام کا قیام۔ (۲) کھانا کھلانا۔ (۳) خادم اور مزدور کا علاج کرانا۔ (۴) وقت پر اُجرت ادا کرنا۔ (۵) ظلم و زیادتی نہ کرنا۔ اور (۶) غلطی سے درگزر کرنا۔

(۲۲) مہمانوں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) کھانا کھلانا۔ (۲) مہمانوں کی عزت کرنا۔

(۲۳) مسافروں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) کھانا کھلانا۔ (۲) مالی معاونت کرنا۔ (۳) مسافر کو ہر وہ سہولت میسر کرنا جو اُس کے سفر کے لیے مفید ہو۔ اور (۴) اُنھیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا۔

(۲۴) جان اور مال کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) جان (نفس) کے حقوق۔ (۲) تزکیۂ نفس۔ (۳) تزکیۂ نفس کے ذرائع۔ (۴) اللہ کی طرف رجوع کرنا اور توبہ کرنا۔ (۵) اللہ کو ہر وقت ہر حال میں یاد رکھنا۔ (۶) اپنے نفس کو خواہشات کا بندہ بنانے سے بچانا۔ (۷) اپنے نفس کے خلاف جہاد کرنا۔ (۸) زینت اختیار کرنا۔ (۹) مناسب کھانا۔ اور (۱۰) منہ کو صاف رکھنا۔

(۲) مال کے حقوق: (۱) حلال کمانا۔ (۲) زکوٰۃ ادا کرنا۔

(۲۵) اسلام میں اقلیتوں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) اچھے طریقے سے اسلام کی دعوت دینا۔ (۲) غیر مسلموں کے معبودوں کو برا نہ کہنا۔ (۳) اہل کتاب سے نکاح جائز۔ (۴) بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنا۔ (۵) ظلم زیادتی نہ کرنا۔ (۶) اہل کتاب کا کھانا جائز۔ (۷) کافر مشرکین کو ہدیہ دینا۔ (۸) اہل کتاب اگر سلام کہیں تو جواب دینا۔ (۹) احسان کرنا۔ (۱۰) غیر مسلموں کو پناہ کا وعدہ اور عہد کا پورا کرنا۔ (۱۱) نجی زندگی اور شخصی رازداری کا حق۔ (۱۲) مذہبی آزادی کا حق۔ (۱۳) اقتصادی اور معاشی آزادی کا حق۔ (۱۴) روزگار کی آزادی کا حق۔ (۱۵) تحفظ اور سلامتی کا حق۔ (۱۶) ناجائز قتل و غارت سے اجتناب۔

(۲۶) جانوروں کے حقوق:

اور وہ یہ ہیں: (۱) جانوروں پر ظلم نہ کیا جائے۔ (۲) جانوروں کو آگ میں نہ جلایا جائے۔ (۳) موذی جانوروں کو قتل کرنا جائز ہے۔

(۲۷) دنیا کا پہلا دستوری معاہدہ (میثاق مدینہ)

مدینہ منورہ میں قیام امن و امان کی خاطر رسول مکرم ﷺ نے ایک تابناک کارنامہ سر انجام دیا جسے ''مواخات'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی ایک اور عہد و پیمان کرایا جس کی ذریعے ساری جاہلی اور قبائلی کشمکش کی بنیاد ڈھادی، اور دورے جاہلیت کے رسم و رواج کے لیے کوئی گنجائش نہ چھوڑی۔ یہ دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور تھا جس نے مختلف مذاہب کے قبائل اور جماعتوں کو ایک نظام کے تحت انسانیت کے بہترین مقاصد کے لیے متحد کر دیا، اس میں ہر گروہ کے تمام جائز حقوق کی حفاظت کے ساتھ سب کو اجتماعی امن و سکون اور تعمیر و ترقی کی راہ پر لگانے کا ذکر ہے، کوئی مقنن ریفامر اس طرح کا نقشہ حقوق پیش نہیں کر سکتا۔ معروف محقق ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی مرحوم نے اسے بالکل بجا طور پر دنیا کا سب سے پہلا تحریر دستور قرار دیا۔

(عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمران، ص ۷۶)

پہلے دستور کی دفعات:

ابو محمد عبد الملک بن ہشام نے اس کی (۵۳) دفعات ذکر کی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ دستوری معاہدہ اللہ کے نبی محمد (ﷺ) اور قریش و یثرب کے اُن لوگوں کے مابین ہے جو مومن ہیں، اطاعت گزار ہیں، جو اُن کے تابع ہیں، جو اُن کے ساتھ شامل ہو جائیں اور ان کے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیں۔

۱: یہ سب مسلمان دوسرے لوگوں کے مقابلے میں ایک علیحدہ سیاسی وحدت (امت) ہوں گے۔

۲: قریشی مہاجر اسلام سے پہلے کے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کیا کریں گے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کیا کریں گے، تاکہ مومنوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہو۔

۳: بنی عوف کے لوگ اپنے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کیا کریں گے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کر کے اُنہیں رہائی دلایا کریں گے، تاکہ مومنوں کا برتاؤ آپس میں نیکی اور انصاف کی بنیاد پر مستحکم ہو۔

۴: بنی حارث اپنے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کرنے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کرنے کے

پابند ہوں گے، تاکہ اہل ایمان کے باہمی تعلقات نیکی اور انصاف کے مطابق اُستوار ہوں۔

۵: بنوساعدا اپنے دستور کے مطابق خوں بہا کی ادائیگی اور اپنے گروہ کے قیدیوں کا فدیہ دے کر انہیں آزاد کرانے کے ذمے دار ہوں گے، تاکہ مومنوں کے تعلقات نیکی اور انصاف کی بنیاد پر قائم ہوں۔

۶: بنوجشم اپنے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ دے کر آزاد کرائیں گے، تاکہ مسلمانوں میں نیکی اور انصاف کی بنیاد پر باہمی خیرسگالی وخیرخواہی کی فضا قائم ہو۔

۷: بنونجار اپنے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کی رہائی کے لیے فدیہ کی ادائیگی کے ذمے دار ہوں گے، تاکہ اہل ایمان کے باہمی روابط بھلائی اور انصاف کی بنیاد پر مضبوط ہوں۔

۸: بنوعمرو بن عوف اپنے دستور کے مطابق خوں بہا کی ادائیگی اور فدیہ دے کر اپنے قیدیوں کی رہائی کے پابند ہوں گے، تاکہ مومنوں کا باہمی اعتماد نیکی اور انصاف کی بنیاد پر مستحکم ہو۔

۹: بنونبیت اپنے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کرنے اور اپنے گروہ کے قیدیوں کا فدیہ ادا کر کے رہائی دلانے کے ذمے دار ہوں گے، تاکہ اہل ایمان کا باہمی میل جول بھلائی اور انصاف کا آئینہ دار ہو۔

۱۰: بنواوس اپنے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کر کے رہائی دلایا کریں گے، تاکہ مومنوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور اور انصاف پر مبنی ہو۔

اہل ایمان کی ذمے داریاں:

۱۱: اہل ایمان میں سے اگر کوئی شخص مفلس اور قلاش ہے یا قرض کے بوجھ تلے بری طرح دبا ہوا ہے، تو اُس کے مومن دوست ایسے شخص کو لازمی طور پر امداد دیں گے تاکہ اُس کے حق کا خوں بہا یا فدیہ بخوبی ادا ہو سکے۔

۱۲: کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی اجازت کے بغیر اُس کے مولیٰ (معاہداتی بھائی) سے معاہدہ نہیں کرے گا۔

۱۳: اہل تقویٰ اور اہل ایمان ہر اُس شخص کی مخالفت متحد ہو کر کریں گے جو سرکشی، ظلم، زیادتی اور گناہ کا مرتکب ہو۔ ایسے شخص کے خلاف تمام اہل ایمان کے ہاتھ ایک ساتھ اُٹھیں گے، خواہ وہ اُن میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

۱۴: کوئی مومن کسی مومن کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کرے گا اور نہ کسی مومن کے خلاف کسی کافر کو امداد دی جائے گی۔

۱۵: اللہ تعالیٰ کا ذمہ وعہد ایک ہی ہے۔ اہل اسلام کا ایک معمولی درجے کا فرد بھی کسی شخص کو پناہ دے کر سب پر پابندی عائد کر سکے گا۔ اہل ایمان دوسروں کے مقابلے میں آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

۱۶: یہودیوں میں سے جو اس معاہدے میں شریک ہوں گے، اُنہیں برابر کی حیثیت حاصل ہوگی۔ ایسے لوگوں پر ظلم ہوگا اور نہ اُن کے خلاف کسی کو مدد دی جائے گی۔

۱۷: اہل اسلام کی صلح ایک ہی ہوگی۔ اللہ کی راہ میں جنگ کے موقع پر کوئی مسلمان دوسرے مسلمانوں کو چھوڑ کر دشمن سے صلح نہیں کرے گا اور یہ صلح سب مسلمانوں کے لیے برابر اور یکساں ہونی چاہیے۔

۱۸: وہ تمام گروہ جو ہمارے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیں گے باری باری اُنہیں آرام کا موقع دیا جائے گا۔

۱۹: مومنوں کو اللہ کی راہ میں جو جانی نقصان اٹھانا پڑے اُس کا بدلہ وہ سب مل کر لیں گے۔

۲۰: بلاشبہ متقی مومن سب سے اچھے اور سب سے سیدھے راستے پر ہیں۔

۲۱: اس معاہدے میں شریک کوئی مسلمان مشرک قریش کے مال وجان کو پناہ نہیں دے گا، اور اس سلسلے میں وہ کسی مسلمان کی راہ میں رُکاوٹ نہیں کھڑی کرے گا۔

۲۲: جو شخص کسی مومن کو قتل کرے گا اُس کا ثبوت ملنے پر اُس سے قصاص لیا جائے گا۔ ہاں اگر

مقتول کا وارث خوں بہا لینے پر راضی ہو جائے تو قاتل قصاص سے بچ سکتا ہے۔ تمام اہل ایمان پر لازم ہوگا کہ وہ مقتول کے قصاص کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں۔ اس کے سوا اُن کے لیے کوئی صورت جائز نہیں ہوگی۔

۲۳: کسی ایسے مسلمان کے لیے جو اس عہد نامے کو تسلیم کر چکا ہے اور اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے جائز نہ ہوگا کہ وہ ایسے شخص کو پناہ دے جو نئی بات نکالنے والا اور فتنہ انگیزی کرنے والا ہو۔ جو ایسے شخص کی حمایت کرے گا یا اُسے پناہ دے گا وہ قیامت کے دن اللہ کی لعنت اور غضب کا مستوجب ہوگا، جہاں کوئی فدیہ اور ہدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

۲۴: اس عہد نامے کی پابندی کرنے والے لوگوں کے درمیان جب کسی معاملے میں اختلاف پیدا ہو جائے، تو وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف رجوع کریں گے۔

یہودیوں کے حقوق:

۲۵: یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر جب تک جنگ کرتے رہیں گے تو وہ اپنے حصے کے جنگی اخراجات بھی خود ہی برداشت کریں گے۔

۲۶: بنی عوف کے یہودی، مسلمانوں کے ساتھ ایک سیاسی وحدت متصور ہوں گے۔ یہودی اپنے دین پر رہنے کے مجاز ہیں اور مسلمان اپنے دین پر۔ خواہ موالی ہوں یا اصل، لیکن ظلم اور جرم کے مرتکب افراد اپنی ذات اور اپنے گھرانے کے سوا کسی اور کو مصیبت میں نہیں ڈالیں گے۔

۲۷: بنو نجار کے یہودیوں کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

۲۸: بنو حارث کے یہودیوں کے وہی حقوق ہوں گے جو بنو عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

۲۹: بنو ساعد کے یہودیوں کے حقوق بھی وہی ہوں گے جو بنو عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

۳۰: بنو جشم کے یہودیوں کے حقوق بھی وہی ہوں گے جو بنو عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

۳۱: بنو اوس کے یہودیوں کے بھی وہی حقوق ہیں جو بنو عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

۳۲: بنو ثعلبہ کے یہودی بھی اُنہی حقوق کے مستحق ہوں گے جن کے بنو عوف کے یہودی ہیں، مگر

جو ظلم اور جرم کا ارتکاب کرے گا اُس کی مصیبت اور اُس کا وبال صرف اُس کی ذات اور اُس کے گھرانے پر ہوگا۔

۳۳: جفنہ، بنوثعلبہ کی شاخ ہیں، لہٰذا جفنہ کے یہودیوں کے حقوق بنوثعلبہ کے یہودیوں کے حقوق کے برابر ہوں گے۔

۳۴: وفا شعاری کی صورت میں یہودِ بنی شطیبہ کے حقوق وہی ہوں گے جو یہودِ بنی عوف کے ہیں۔

۳۵: بنوثعلبہ کے موالی کے حقوق وہی ہوں گے جو اصل کے ہیں۔

۳۶: یہودیوں کے تمام موالی کے وہی حقوق ہوں گے جو اصل کے ہیں۔

قیامِ امن اور دفاع کی مشترکہ ذمے داریاں:

۳۷: معاہدے کا کوئی فریق بھی محمد (ﷺ) کی اجازت کے بغیر کسی سے جنگ کرنے یا جنگ کے ارادے سے نکلنے کا مجاز نہیں۔

۳۸: زخم کا بدلہ لینے میں کوئی رُکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔ خونریزی کے مرتکب کی ذمے داری اُس کی ذات اور اُس کے گھر پر عائد ہوگی۔ مظلوم کے ساتھ اللہ ہے۔

۳۹: یہودی اپنے خرچ کے ذمے دار ہوں گے اور مسلمان اپنے خرچ کے ذمے دار ہوں گے۔

۴۰: اس معاہدے کے شریک کسی فریق کے خلاف اگر کوئی جنگ کرے گا تو تمام شرکا ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ آپس میں مشورہ کریں گے۔ ایک دوسرے کی خیر خواہی اور وفا شعاری کا رویہ اختیار کریں گے اور عہد شکنی سے اجتناب کریں گے۔

۴۱: کسی شخص کو حلیف کی بدعملی کا ذمے دار نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ مظلوم کی ہر حالت میں مدد کی جائے گی۔

۴۲: یہودی جب تک مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کرتے رہیں گے، وہ جنگ کے اپنے مصارف خود برداشت کریں گے۔

۴۳: معاہدے میں شریک تمام فریقوں کے لیے یثرب کا میدان مقدس و محترم ہوگا۔

۴۴: پناہ حاصل کرنے والے کے ساتھ وہی برتاؤ ہوگا جو پناہ دینے والے کے ساتھ ہو رہا ہو، نہ اُسے نقصان پہنچایا جائے گا اور نہ وہ عہد شکنی کرے گا۔

۴۵: کسی عورت کو اُس کے خاندان والوں کی اجازت کے بغیر پناہ نہیں دی جائے گی۔

۴۶: اس معاہدے میں شریک افراد یا گروہوں کے درمیان کوئی نئی بات، معاملہ یا جھگڑا پیدا ہو جائے، جس سے فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو تو اللہ تعالیٰ اور محمد (ﷺ) کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ عہد نامے کی اس دستاویز میں جو کچھ درج ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں پسندیدہ ہے اور وہ چاہتا ہے کہ پوری احتیاط اور وفا شعاری کے ساتھ اس کی پابندی کی جائے۔

۴۷: نہ قریش کو پناہ دی جائے گی اور نہ اُن کے کسی معاون کو۔

۴۸: یثرب پر حملے کی صورت میں معاہدے کے شرکا یعنی مسلمانوں اور یہودیوں پر لازم ہوگا کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔

۴۹: اگر یہودیوں کو صلح کر لینے اور اس میں شرکت کی دعوت دی جائے گی تو وہ اُسے قبول کریں گے۔ اسی طرح اگر یہودی مسلمانوں کو شرکت کی دعوت دیں گے تو اُسے قبول کرنا بھی ان پر لازم ہوگا۔ لیکن اس کا اطلاق ایسی جنگ پر نہ ہوگا جو خالص دین کے لیے ہو۔

۵۰: معاہدے میں شریک ہر شخص اور گروہ پر یثرب کے اُسی حصے کی ذمے داری ہوگی جو اُس کے سامنے یعنی بالمقابل ہوگا۔

۵۱: اوس کے یہودیوں کو خواہ وہ مولیٰ ہوں یا اصل وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس معاہدے کو قبول کرنے والوں کو حاصل ہیں۔

۵۲: اس عہد نامے کے حکم میں ظالم اور خطا کار داخل نہیں۔ جو جنگ کے لیے نکلے وہ بھی اور جو گھر میں بیٹھا رہے وہ بھی اس کا حقدار ہوگا۔

۵۳: اللہ تعالیٰ اُس کا حامی و نگہبان ہے جو اس اقرار و عہد میں مخلص اور سچا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ بھی اس کے حامی ہیں۔

انسانی حقوق کا عالمی چارٹر

(خطبۂ حجۃ الوداع)

خطبۂ حجۃ الوداع ابدی حیات، انسانی تہذیب وتمدن کے اصول، حقوق انسانی کے تحفظ، عالمی امن کی تدابیر، بھائی چارہ ورواداری کی تعلیم، عدل وانصاف کا قیام، اخوّت ومساوات کی ہدایات، انسان کی معاشی بہتری وترقی اور خوشحالی اور معاشرتی پاکیزگی وطہارت کا جامع، عملی، مثالی منشور ومجموعۂ قوانین ہے۔ابی داؤد وغیرہم میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

جیسا کہ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''عرفہ کے دن جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے قصوا نامی اونٹنی پر کجاوہ رکھنے کو کہا، وادی کے درمیان آئے، لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا: تحقیق تمہارے خون، تمہارے اموال تم پر حرام ہیں، جس طرح تمہارا یہ دن، اس مہینہ اور اس شہر میں حرمت والا ہے۔ جاہلی سارے کام میرے قدموں کے نیچے روندے گئے، جاہلیت کے خون ختم۔ اور پہلا خون جو میں معاف کرتا ہوں ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ہے، یہ بچہ بنو سعد میں دودھ پلایا جارہا تھا کہ ھذیل نے اسے قتل کردیا۔ جاہلیت کے سود ختم، اور ہمارے سودوں میں سے پہلا سود جو میں ختم کرتا ہوں عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے، عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے، اور اسی کے حکم سے ان کی شرم گاہوں کو حلال بنایا ہے، ان کی بھی ذمہ داری ہے کہ تمہارے بستروں پر کسی کو جگہ نہ دیں؟ اگر ایسا کریں تو ان کو معمولی سزا دو۔ اور ان کے لیے تمہارے اوپر ان کی خوراک اور لباس۔ حالات کے مطابق میں تم میں اللہ کی کتاب چھوڑے جارہا ہوں۔ اگر تم نے اُسے قابو کیا تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے، اور تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب

دو گے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے پہنچا دیا (ذمہ داری) ادا کی، اور خیر خواہی کی۔ آپ نے شہادت کی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا، اسے لوگوں کی طرف حرکت دی، اور تین بار فرمایا، اے اللہ! تو گواہ رہ، اے اللہ! تو گواہ رہ۔"[1]

فقہ الحدیث:

مذکورہ حدیث سے درج ذیل مسائل اخذ ہوتے ہیں۔

۱: بطلان نظریہ اشتراکیت فی الاموال اور فردی ملکیت کا احترام۔

۲: جاہلی امور اور سود کے خاتمے کا اعلان۔

۳: عورتوں کے حقوق کا تحفظ۔

۴: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کے لیے حجتِ قاطعہ کتاب اللہ ہے۔

۵: منصب رسالت کا تحفظ۔

۶: اللہ تعالیٰ کا عرش پر علو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ یوم النحر:

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ذوالحجہ کو ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: آپ نے کہا حرمت میں کون سا دن بڑا ہے؟ لوگوں نے کہا ہمارا یہی دن، آپ نے فرمایا، حرمت میں کون سا مہینہ بڑا ہے؟ لوگوں نے کہا، یہی ماہ، آپ نے فرمایا، حرمت میں کون سا شہر عظیم ہے، لوگوں نے کہا ہمارا یہی شہر، آپ نے فرمایا: تو تمہارے خون، تمہارے مال تم پر اسی طرح حرام ہیں، جس طرح اس دن کی حرمت اس شہر میں اور اس مہینہ میں ہے۔[2]

حجۃ الوداع کے موقعہ پر ایک اور خطبہ:

سیّدنا سلیمان بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرماتے ہوئے سنا ہے:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم: ۲۹۵۰۔

❷ مسند أحمد: ۳/۳۱۳، رقم: ۱۴۳۶۴۔ شیخ شعیب ارناؤط نے اس کی سند کو شیخین کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔

''اے لوگو! کون سا دن زیادہ حرمت والا ہے، تین بار فرمایا، لوگوں نے کہا، حج اکبر کا دن، آپ نے فرمایا، پس تمہارے خون، مال، اور عزتیں تمہارے درمیان حرام ہیں۔ اس دن اس ماہ اور اس شہر کی حرمت کی طرح۔ خبردار! ہر قصور کرنے والا اپنے قصور کا خود ذمہ دار ہے، والد کا قصور اولاد پر نہیں، اور اولاد کا قصور والد پر نہیں، خبردار! شیطان ناامید ہوگیا ہے کہ اس شہر میں اس کی عبادت کی جائے، البتہ بعض چیزوں میں اس کی اطاعت ہوگی، جنہیں تم معمولی سمجھو گے، وہ اسی پر راضی ہوجائے گا۔ خبردار! جاہلیت کے خون موقوف ہیں۔ پہلا خون جو میں معاف کرتا ہوں حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے جسے ہذیل نے قتل کیا تھا جب کہ وہ بنولیث میں مدت رضاعت پوری کررہا تھا، خبردار! جاہلیت کے سود وضع کردیئے گئے ہیں، اب تم اصل مال لے سکتے ہو۔ نہ دوسروں پر زیادتی کرو۔ اور نہ تم پر زیادتی ہو۔ اے امت! کیا واقعی میں تمہیں تبلیغ کرچکا ہوں؟ تین بار فرمایا، لوگوں نے جواب دیا، ہاں۔ آپ نے تین بار فرمایا: اے اللہ! گواہ رہ۔'' ❶

مستنبط مسائل:

اس خطبہ سے درج ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

۱: قصاص و دیت اور دیگر قانونی معاملات میں مساوات کا حق۔

۲: جزیرۃ العرب میں کفر و شرک سے ابلیس کی مایوسی۔

۳: مسلمانوں کی معمولی کوتاہیوں پر ابلیس کا راضی ہونا۔

۴: داعی پہلے اپنی حالت سنوارے۔

۵: اہمیت تبلیغ دین۔

آپ کا ایک اور خطبہ:

سیّدنا ابوحُرّہ رقاشی اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ ''میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی

❶ سنن ابن ماجه، کتاب المناسک، رقم: ۳۰۵۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

باگ پکڑے ہوئے تھا، ایام تشریق کا درمیان تھا، لوگوں کو آپ سے ہٹا رہا تھا، آپ نے ارشاد فرمایا، اے لوگو! جانتے ہو تم کس ماہ میں ہو؟ اور کس دن میں؟ اور کون سے شہر میں؟ لوگوں نے جواب دیا، حرمت کے دن میں، حرمت کے شہر میں اور حرمت کے مہینہ میں۔ فرمایا: تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں اس دن، اس مہینہ اور اس شہر کی حرمت کی طرح تم پر قیامت تک کے لیے حرام ہیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: میری بات سنو اور حیات دوام حاصل کرو۔ خبردار! ظلم نہ کرو، ظلم نہ کرو، ظلم نہ کرو، کسی مسلمان کا مال اس کی مرضی کے بغیر حلال نہیں ہے۔ خبردار! خون، مال اور دور جہالت سے آمدہ مطالبے قیامت تک میرے اس قدم کے نیچے ہیں۔ پہلا خون میں جو معاف کرتا ہوں۔ ربیعہ بن حارث کا خون ہے یہ بنولیث میں مسترضع تھا، ہذیل نے اسے قتل کر دیا۔ خبردار! جاہلی سود ختم کر دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق سب سے پہلے عباس بن عبدالمطلب کا سود وضع کیا جا رہا ہے۔ تمہیں اصل مال ملے گا۔ نہ ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ خبردار! زمانہ اسی ہیئت پر آ پہنچا ہے۔ جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڏ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ﴾ (التوبه: ۳۶)

"مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک اس کی کتاب میں بارہ ماہ ہے، اسی دن سے جس دن کہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان میں چار مہینے حرمت کے ہیں۔"

یہ سیدھا نظام ہے ان میں کسی پر زیادتی نہ کرو۔ شیطان مایوس ہو چکا ہے کہ نمازی اس کی عبادت کریں گے، ہاں! وہ لڑانے میں تمہارے پیچ رہے گا۔ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو ان کے تم پر حقوق ہیں، اور تمہارے لیے ان پر حق ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر کسی کو نہ بیٹھنے دیں، اور تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے گھروں میں کسی کو نہ آنے دیں۔ اگر ان کی نافرمانی کا

خطرہ محسوس کرو تو انہیں سمجھاؤ اور بستر الگ کرلو۔ اور معمولی سزا دو۔ حالات کے مطابق ان کی روزی اور لباس مرد پر ہے، تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے، اور اللہ کے حکم سے ان کی شرمگاہیں حلال کی ہیں۔ خبردار! جس کے پاس کسی کی امانت ہو وہ اس کی واپس کردے آپ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور فرمایا: خبردار! کیا میں پہنچا چکا ہوں خبردار! کیا میں پہنچا چکا ہوں؟ خبردار! کیا میں پہنچا چکا ہوں؟ پھر ارشاد فرمایا: حاضر غائب کو پہنچا دیں۔ کئی پہنچائے ہوئے سننے والے سے زیادہ سعادت مند ہوتے ہیں۔ [1]

مستنبط مسائل:

مذکورہ خطبہ سے درج ذیل مسائل ماخوذ ہیں:

۱: خون و مال اور عزت کا تحفظ

۲: آپ کی سنت کی اتباع میں زندگی ہے جس میں ظلم کی کوئی گنجائش نہیں۔

۳: عدل وانصاف کرنا حکم الٰہی ہے۔

۴: زمانہ گھوم کر پھر اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

۵: اداء امانت کا حکم۔

۶: راویٔ حدیث کے لیے فقیہ ہونا شرط نہیں ہے۔

وسط ایام تشریق کا ایک اور خطبہ:

امام احمد رحمہ اللہ ابونضرۃ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ مجھے ایک صحابی نے حدیث بیان کی جس نے ایام تشریق کے وسط کا خطبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا!

> ''اے انسانو! تمہارا رب ایک ہے تمہارا باپ ایک ہے، خبردار کسی عربی کو عجمی پر، اور کسی عجمی کو عربی پر، اور کسی کالے کو سرخ پر، اور کسی سرخ کو کالے پر تقوی کے سوا کوئی برتری نہیں ہے، کیا میں پہنچا چکا ہوں؟ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے) جواب دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا چکے۔ پھر فرمایا، یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے کہا، حرمت

❶ مسند أحمد: ۵/۷۳، رقم: ۲۰۶۹۵۔ شیخ شعیب ارناؤط نے اسے "صحیح لغیرہ" کہا ہے۔

والا دن، پھر فرمایا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے کہا حرمت والا مہینہ، پھر فرمایا: یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے کہا، حرمت والا شہر، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے خون اور تمہارے مال حرام کیے ہیں، جس طرح تمہارے اس دن کی اس ماہ اور شہر میں حرمت ہے۔ کیا میں تمہیں پہنچا چکا؟ لوگوں نے جواب دیا، آپ نے پہنچا دیا ہے، فرمایا، حاضرین میرا یہ پیغام ان تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔" ❶

امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اس میں مزید الفاظ یہ ہیں۔ "اے لوگو! جس کے پاس کوئی امانت ہے وہ اس کے مالک کو پہنچا دے۔ اے لوگو! شیطان مایوس ہو چکا ہے کہ آخر زمانہ تک ان بلاد میں اس کی عبادت کی جائے، وہ تمہاری معمولی غلطیوں پر راضی ہوگا۔ اپنے دین کے بارے میں معمولی سمجھے ہوئے برے کاموں سے محتاط رہو۔" ❷

امام طبرانی، عداء بن خالد سے روایت کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے دن آپ ممبر پر چڑھے اللہ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا: "یقیناً اللہ فرماتا ہے اے لوگو! ہم نے تم کو مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہیں کنبے اور قبائل بنایا، تاکہ ایک دوسرے کو پہچان لو۔ تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ پس کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر اور کالے کو سرخ پر اور سرخ کو کالے پر کوئی برتری نہیں ہے۔ سوا تقویٰ کے۔ اے جماعت قریش! تم دنیا کو اپنی گردنوں پر لاد کر نہ آنا جب کہ دوسرے لوگ اعمال آخرت کے ساتھ آئیں گے۔ میں تم سے اللہ کا عذاب نہیں روک سکوں گا۔ ❸

❶ مسند أحمد: ۵/۴۱۱ رقم: ۲۳۴۸۹۔ مجمع الزوائد، رقم: ۵۶۲۲۔ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی "صحیح" کے راوی ہیں۔

❷ مسند بزار، رقم: ۱۱۴۱۔

❸ طبرانی کبیر: ۱۸/ ۱۲۔۱۳۔

نیز امام طبرانی، ابوقبیلہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے موقعہ پر لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔ پس تم اپنے رب کی عبادت کرو۔ پانچ نمازیں قائم کرو، رمضان کے روزے رکھو، حکام وقت کی اطاعت کرو، پھر اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ❶

مستنبط مسائل:

مذکور حدیث سے درج ذیل مسائل اخذ ہوتے ہیں۔

۱: حقوق اللہ کی پاسداری۔

۲: انسانوں میں تقویٰ کے سوا کسی دوسری بات میں تفاضل نہیں ہے۔

۳: ایمانی اخوت افضل ہے۔

۴: عمل کے مقابلہ میں نسب کی کوئی حیثیت نہیں۔

۵: عمل کے بغیر نسب غیر مفید ہے۔

۶: سلسلۂ نبوت آپ پر ختم ہے۔

۷: حکام وقت کی اطاعت کا حکم۔

۸: شیطان کا اپنی عبادت سے مایوس ہونا۔

۹: معمولی کوتاہی سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔

❶ طبرانی کبیر: ۲۲/۱۶۱۷۔مجمع الزوائدرقم:۵٦۴۷۔علامہ ہیثمی نے اس کے رواۃ کو ''ثقہ'' قرار دیا ہے۔

آداب

رہنے سہنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، بولنے چالنے، کھانے پینے، رہنے سہنے، سونے جاگنے اورنہانے دھونے سے متعلقہ مفید اصول وضوابط کو آداب کہا جاتا ہے، انھی آداب کی پابندی اور عدم پابندی سے انسان کے مہذب اورغیر مہذب ہونے کی نشاندہی ہوتی ہے۔

آداب ایک سرسری نظر میں

(۱) اللہ تعالیٰ کے آداب:

اور وہ یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ پر توکل و بھروسہ کرنا۔ (۲) اللہ تعالیٰ کا شکر۔ (۳) توبہ و استغفار کرنا۔

(۲) رسول اللہ ﷺ کے آداب:

اور وہ یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ (۲) رسول اللہ ﷺ کا احترام کرنا۔

(۳) قرآن مجید کے آداب:

اور وہ یہ ہیں: (۱) قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔ (۲) اُس کو سمجھنا۔ (۳) اُس پر عمل کرنا اور (۴) اُس کی دعوت کو عام کرنا۔

(۴) علم سیکھنے اور سکھانے کے آداب:

اور وہ یہ ہیں: (۱) نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

(۵) رشتہ داری کے آداب:

اور وہ یہ ہیں: (۱) والدین کے آداب۔ (۲) اولاد کی تعلیم و تربیت کے آداب۔ (۳) میاں بیوی کے آداب وحقوق۔ (۴) عزیز واقارب کے ساتھ تعلقات کے آداب۔

(۶) دوستوں ودیگر انسانوں کے ساتھ تعلقات کے آداب:

اور وہ یہ ہیں: (۱) دوست احباب کے ساتھ میل جول کے آداب۔ (۲) فقراء، غرباء اور مساکین کے آداب۔ (۳) انسانوں کے درمیان صلح کرانے کے آداب۔

(۷) مجلس وگفتگو کے آداب:

اور وہ یہ ہیں: (۱) آدابِ مجلس۔ (۲) آدابِ گفتگو۔ (۳) مزاح (خوش طبعی) کے آداب۔

(۸) کھانے کے آداب:

اور ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہیں:

(۱) مہمان اور مہمان نوازی کے آداب۔ (۲) میانہ روی بلند اخلاق لوگوں کی نشانی ہے۔

اچھے اخلاق

انسان کے ذاتی کردار کی اچھائیوں کو اچھے اخلاق اور برائیوں کو برے اخلاق کہا جاتا ہے، اچھائی کو اپنا ضروری ہوتا ہے اور برائی سے بچنا ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہیں:

(۱) تزکیہ نفس:

تزکیہ نفس کا مطلب ہے اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کرنا۔ گناہوں سے اپنے آپ کو بچانا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ انسان جب گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو اپنے لیے واجب کر لیتا ہے۔ جس کا نتیجہ دنیا اور آخرت کی بربادی کی شکل میں نکلتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلی قوموں کو گناہوں کی وجہ سے تباہ و برباد کیا ہے۔

(۲) نیکیوں کی طرف جلدی کرنا

نیکی چونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رضا کا سبب ہے، اور انسان ہر وقت ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محتاج ہے۔ اسی وجہ سے ضروری ہے کہ نیکی کی طرف توجہ دی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ﴾ (البقرہ:۱۴۸)

''کہ تم نیکیوں کے لیے جلدی کرو۔''

کیونکہ نیکی دنیا اور آخرت میں مفید ہے۔

(۳) نیک لوگوں کی صحبت:

طبعی طور پر انسان کو کسی نہ کسی سے محبت ضرور ہوتی ہے۔ یہ محبت اگر اچھے لوگوں کے ساتھ ہو تو اس کا انجام بھی بہت اچھا ہے۔ لیکن اگر محبت بُرے لوگوں کے ساتھ ہو تو انجام بھی برا ہوتا ہے۔ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ وَكِيرِ الْحَدَّادِ، لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ إِمَّا تَشْتَرِيهِ أَوْ تَجِدُ رِيحَهُ، وَكِيرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ أَوْ ثَوْبَكَ، أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً.)) [1]

''اچھے اور بُرے دوست کی مثال ایسے ہے کہ جیسے ایک کستوری بیچنے والا اور دوسرا بھٹی میں آگ بھڑکانے والا ہے۔ کستوری والا تجھے کستوری کا تحفہ دے گا، یا تو اس سے کستوری خریدے گا یا پھر کم از کم تو اس سے بہترین خوشبو پائے گا۔ اور بھٹی کو بھڑکانے والا تیرا بدن یا کپڑے جلائے گا یا اس سے تو بدبو پائے گا۔''

(۴) مسکراتے ہوئے دیکھنا، بولنا اور ملنا:

ایک مسلمان کی اچھی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بھائی سے اچھے انداز کے ساتھ ملے یعنی کھلے ہوئے اور مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ۔ یہ عمل بھی اللہ کے نزدیک قابل قدر ہے۔ چنانچہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((عن ابی ذر، قَالَ: قَالَ لِيَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا، وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ.)) [2]

''سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: نیکی میں کسی چیز کو حقیر نہ سمجھو اگرچہ تو اپنے بھائی سے کشادہ پیشانی کے ساتھ ملے۔''

(۵) شرم وحیاء:

شرم وحیاء زندہ قوموں، اور سلیم طبع لوگوں کی علامت ہے۔ اس لیے کہ جو قومیں مردہ ضمیر ہو جاتی ہیں ان میں شرم وحیاء نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اس لیے شریعت اسلامیہ شرم وحیاء کو خاص اہمیت دیتی ہے۔ بلکہ شرم وحیاء کو ایمان کا ایک حصہ قرار دیتی ہے۔

((عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال: اَلْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّوْنَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب البیوع، رقم: ۲۱۰۱.

[2] صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، رقم: ۲۶۹۰.

شُعْبَةٌ مِنَ الْاِیْمَانِ.)) ❶

"نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایمان کی ساٹھ سے اوپر شاخیں ہیں۔ اور حیا بھی ایمان کا حصہ ہے۔"

(۶) مصیبت زدہ سے اظہارِ ہمدردی:

مصیبت زدہ شخص کو تسلی دینا، زندہ قوموں کی علامات میں سے ایک علامت ہے کہ ان کو ایک دوسرے کے درد کا احساس ہے۔ یہ کام بہت بڑے اجر وثواب کا باعث ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔ کہ جس نے اپنے مصیبت زدہ بھائی سے تعزیت کی تو اس کو اسی (مصیبت زدہ) کے برابر ثواب ملے گا۔ مصیبت پر صبر کرنے والے کا ثواب جنت اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ تو یہی اجر وثواب تعزیت کرنے والے کو مل جائے گا۔ جس سے اس کو ایک خاص عزت و تکریم حاصل ہوگی۔ چنانچہ حدیثِ نبوی ﷺ ہے کہ:

((مَا مِنْ مُؤْمِنٍ یُعَزِّی أَخَاهُ بِمُصِیبَةٍ إِلَّا کَسَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ مِنْ حُلَلِ الْکَرَامَةِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ.)) ❷

"جو کوئی مومن اپنے کسی بھائی کی مصیبت پر اسے تسلی دیتا ہے تو اللہ رب العزت اسے روز قیامت کرامت (عزت وتکریم) والے لباسوں میں سے ایک لباس پہنائے گا۔"

(۷) یتیم کے سر پر ہاتھ رکھنا:

اچھے معاشرے کے اوصاف حمیدہ میں سے یہ بھی ہے کہ وہ کمزور لوگوں کا خیال کرتے ہیں۔ تاکہ ان کی زندگی بھی اچھی گزر سکے، اور وہ معاشرے کے باعزت افراد میں شامل ہو جائیں، اور ان کا احساس کمتری ختم ہو جائے۔ معاشرے کے کمزور افراد میں سے ہی ایک یتیم بھی

❶ صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم: ۹.

❷ سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، رقم: ۱۶۰۱۔ سنن الکبری للبیهقی: ۴/۵۹۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے "حسن" کہا ہے۔

ہے۔یتیم وہ بچہ ہے کہ جس کے والدین بچپن میں فوت ہوجائیں۔اب یہ بچہ چونکہ انتہائی شفقت کرنے والوں سے محروم ہوجاتا ہے، اور اپنے آپ کو بے آسراء اور بے سہارا محسوس کرتا ہے جس سے یہ بچہ بسا اوقات مشکلات کا شکار ہوجاتا ہے۔اب ایسے موقع پر معاشرہ کی ذمہ داری ہے کہ اس بچے کا سہارا بنیں اس کی مشکلات اور پریشانیوں کو ختم کرنے کے لیے سرتوڑ کوشش کریں تاکہ اس کی مشکلات ختم ہوجائیں، اور یہ اچھی زندگی گزار سکے۔اللہ تعالیٰ نے یتیم کا خیال کرنے کی خوب تاکید فرمائی ہے۔ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿١٢٧﴾﴾ (النساء:۱۲۷)

''اور وہ آپ سے عورتوں کے بارے حکم دریافت کرتے ہیں۔آپ کہہ دیں کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں اجازت دیتا ہے کہ جو تمہیں قرآن پاک میں سنایا جاتا ہے یتیم عورتوں کے بارے میں۔جنہیں تم نہیں دیتے ان کا مقرر کردہ حق مہر۔اور ان کو نکاح میں لینا بھی نہیں چاہتے ہو اور بے بس بچوں کے بارے میں۔اور یہ کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف پر قائم رہو، اور جو تم بھلائی کرو گے۔اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے۔''

(۸) مسلمانوں کی عزت کی حفاظت:

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی عزت کا محافظ ہے۔اس پر یہ حق اسلام نے لازم قرار دیا ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: الْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ، وَالْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ: يَكُفُّ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ، وَيَحُوطُهُ مِنْ وَرَائِهِ.)) [1]

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، رقم:۴۹۱۸۔سلسلة الصحیحة، رقم:۹۲۶۔

”سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن مومن کا آئینہ ہے، اور مومن مومن کا بھائی ہے۔ اس کے مال کا (نقصان ہوتا ہوتو) بچاؤ کرتا ہے، اور اس کی غیر موجودگی میں اس کی (عزت کی) حفاظت کرتا ہے۔“

(۹) امانت و دیانت داری:

اچھی اور مہذب قوموں کے اچھے اوصاف میں سے ایک وصف امانت و دیانت داری کا بھی ہے۔ یہ خوبی کسی بھی قوم کے اچھے ہونے کی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر خوب زور دیا ہے کہ وہ امانت و دیانت داری کو ہمیشہ اپنا شعار بنائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝﴾ (الانفال:۲۷)

”اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو، اور نہ ہی جانتے بوجھتے ہوئے اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔“

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

لیکن جو اس امانت کو اہمیت نہ دیں ان کے لیے انتہائی وعیدیں ہیں، بلکہ ایسے لوگوں کو جہنمی قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

((عن خولة الانصارية رضی اللہ عنہا قالت: سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم يقول: إِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُونَ فِي مَالِ اللهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) [1]

”سیدہ خولہ الانصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بلاشبہ کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناجائز تصرف کرتے ہیں، پس ایسے لوگوں کے لیے قیامت کے دن جہنم کی آگ ہے۔“

---

[1] صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، رقم:۳۱۱۸.

(۱۰) پردہ پوشی:

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی عزت کا محافظ ہوتا ہے۔ اس لیے ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کرے اور کوئی ایسا کام نہ کرے کہ جس سے اس کی عزت پر حرف آتا ہو اور نہ کوئی ایسا کام کرے کہ جو اس کی عزت نفس مجروح کر سکتا ہو۔ وہ امور جو کسی بھی انسان کی عزت نفس کو مجروح کرنے کا باعث بنتے ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ کسی بھی انسان کے عیبوں کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا ہے چونکہ یہ چیز ایک انسان کے لیے شرمندگی کا باعث ہے اس لیے شریعت اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتی بلکہ ایک مسلمان پہ اس بات کو لازم کرتی ہے کہ وہ اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کرے۔

((عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيْهِ، رَدَّ اللّٰهُ عَنْ وَجْهِهِ النَّارَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) [1]

”سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کی عزت کا دفاع کیا، اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کے چہرے سے جہنم کی آگ دور کر دے گا۔“

(۱۱) چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا احترام:

کسی بھی معاشرے کی اچھی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ اس معاشرے میں بچوں سے پیار اور بڑوں کا احترام کیا جاتا ہو۔ جس معاشرہ میں بڑوں کا احترام نہ ہو۔ ایسے معاشرے بربادی کے دھانے پر پہنچ جایا کرتے ہیں کیونکہ بڑوں کے تجربات مفید ہوتے ہیں۔ اگر مفید کام کو چھوڑا جائے تو نقصان کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس نقصان سے بچانے کے لیے شریعت زبردست تاکید فرماتی ہے کہ بڑوں کا احترام کیا جائے۔

((عن عبداللہ ابن عمرو یرویہ، قال ابن السرح: عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيْرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا.)) [2]

---

[1] سنن ترمذی، ابواب البر الصلة، رقم: ۱۹۳۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

[2] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، رقم: ۴۹۴۳۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

''سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے، اور ہمارے بڑوں کا حق نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں۔''

(۱۲) دعوت قبول کرنا:

دعوت کو قبول کرنا چاہیے کیونکہ دعوت کو قبول کرنا پیار اور محبت کا باعث بھی ہے، اور ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق بھی۔

((عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال: حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ. . . وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ.)) [1]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ جب وہ تجھ کو دعوت دے تو اس کی دعوت کو قبول کر۔''

لیکن یہ دعوت کا قبول کرنا مباح اور جائز کاموں میں ہوگا۔ ناجائز اللہ کے حرام کردہ کاموں کی دعوت قطعاً قبول نہ کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے کہ:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ﴾

(المائدہ:۲)

''نیکی اور تقویٰ کے کاموں پر ایک دوسرے کا ساتھ دیں، لیکن گناہ اور زیادتی کے کاموں پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون مت کرو۔''

(۱۳) سلام کرنا اور اس کا طریقہ وآداب:

سلام، اسلامی شعائر میں سے ایک ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''السلام علیکم'' کہنے والا مسلمان ہے۔ اس سے مسلمانوں والا سلوک کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ

[1] صحیح مسلم، کتاب السلام، رقم: ۲۱۶۲.

اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ (النساء: ۹۴)

''اے ایمان والو جب تم زمین میں سفر کیا کرو، توتم ایسے فرد کو جو تم کو سلام پیش کرے، یہ نہ کہا کرو کہ تو مومن نہیں ہے۔''

((عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: عَشْرٌ۔ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ: عِشْرُونَ۔ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ، فَقَالَ: ثَلَاثُونَ.)) [1]

''سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: ''السلام علیکم'' آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا۔ تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس۔ پھر دوسرا آدمی آیا، اور اس نے عرض کیا: ''السلام علیکم ورحمته اللہ۔'' آپ ﷺ نے جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیس۔ پھر ایک اور آیا تو اس نے کہا ''السلام علیکم ورحمته اللہ وبرکاته۔'' آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا اور وہ بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیس۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے عرض کیا: ''السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته ومغفرته'' تو آپ نے فرمایا: چالیس، اور پھر فرمایا: ''اس طرح انسان ایک دوسرے پر فضیلت لے جاتے ہیں۔'' [2]

(۱۴) وعدہ پورا کرنا:

باضمیر اور اچھی قوموں کی علامت ہے کہ وہ قومیں ایفائے عہد کرتی ہیں۔ یعنی اپنے عہد و

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کیف السلام؟ رقم: ۵۱۹۵۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] سنن ابوداؤد، کتاب الأدب، رقم: ۵۱۹۶.

پیمان کو پورا کرتی ہیں۔ دین اسلام میں اس کی طرف خوب توجہ دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے۔

﴿وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۝۳۴﴾ (بنی اسرائیل: ۳۴)

''کہ تم اپنے عہدوں کو پورا کرو۔ کیونکہ معاہدوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔''

اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندوں کی علامت بھی یہی ہیں کہ وہ اپنے عہد و پیمان کو پورا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

﴿وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ﴾ (البقرہ: ۱۷۷)

''کہ اللہ کے بندے وہ ہیں جب کوئی معاہدہ کرتے ہیں تو اس کو پورا کرتے ہیں۔''

(۱۵) وقت کی پابندی:

وقت کی پابندی اچھی اور منظم قوموں کی پہچان ہے کہ وہ اپنا کام ہر ایک منظم طریقہ کے مطابق کرتی ہیں۔ تنظیم کسی بھی قوم کے اچھا ہونے کی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وقت کی پابندی کو خاص اہمیت دی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝۱۰۳﴾ (النساء: ۱۰۳)

''پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے رہو، اور جب اطمینان پاؤ تو نماز قائم کرو۔ یقیناً نماز مومنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے۔''

(۱۶) نرم مزاجی:

کسی بھی انسان کی اچھی اور بہت ہی عالی شان صفات میں سے نرم مزاجی بھی ہے۔ یہ ایسی عظیم صفت ہے کہ جس کی بدولت انسان دنیا اور آخرت کی بلندیوں کو پالیتا ہے۔ چونکہ شریعت اسلامیہ کا مقصد بھی انسان کی دنیا اور آخرت کی فلاح و کامیابی ہے۔ اسی وجہ سے شریعت اسلامیہ نے نرم مزاجی کی انتہائی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ:

﴿وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا﴾ (بنی اسرائیل:۲۸)

''اگر آپ اُن لوگوں سے پہلو تہی کیجیے، اپنے اپنے رب کی جانب سے اس روزی کی خواہش کرتے ہوئے جس کی آپ کو امید ہو، تو ان سے کوئی اچھی بات کہہ دیجیے۔''

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: خَدَمْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَشْرَ سِنِينَ بِالْمَدِينَةِ وَأَنَا غُلَامٌ لَيْسَ كُلُّ أَمْرِي كَمَا يَشْتَهِي صَاحِبِي أَنْ أَكُونَ عَلَيْهِ، مَا قَالَ لِي: فِيهَا أُفٍّ قَطُّ؟ وَمَا قَالَ لِي: لِمَ فَعَلْتَ هَذَا؟ أَوْ أَلَّا فَعَلْتَ هَذَا.)) [1]

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی مدینہ منورہ میں دس سال تک خدمت کی، جبکہ میں ایک نوخیز لڑکا تھا۔ میرے سب کام اس معیار کے نہیں ہوتے تھے جیسے میرے حبیب ﷺ کی خواہش ہوتی تھی۔ (اس کے باوجود) آپ ﷺ نے مجھے کبھی اُف تک نہیں کہا، اور نہ یوں کہا: تو نے یہ کیوں کیا؟ اور اس طرح کیوں نہیں کیا؟۔''

(۱۷) زبان کی حفاظت کیجئے:

اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں سے ایک نعمت زبان بھی ہے۔ یہ ایک ایسی عظیم نعمت ہے کہ جس پر دنیا اور آخرت کی کامیابی کا انحصار ہے۔

((عن عقبة بن عامر قال: قلت : يا رسول الله! ما النجاة؟ قال: اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلَى خَطِيئَتِكَ.)) [2]

''سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

---

[1] سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الحلم واخلاق النبی ﷺ، رقم:۴۷۷۴۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] سنن الترمذی، کتاب الزھد، رقم:۲۴۰۶۔ سلسلة الصحيحة، رقم:۸۸۸.

نجات کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اپنی زبان پر کنٹرول رکھیں، اپنے گھر میں رہو، اور اپنے گناہوں پر روؤ۔''

(۱۸) سچ بولنا:

اخلاق حسنہ میں سے سچ بولنا ہے۔ سچ بولنے کا مطلب ہے، واقعہ کے مطابق گفتگو کرنا۔ سچ بولنا اللہ تعالیٰ کی عظیم صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے۔

﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝﴾ (النساء:۸۷)

''اللہ سے بڑھ کر سچی بات کس کی ہوسکتی ہے؟''

یعنی اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر سچ بولنے والا ہے۔ سچ بولنے کی تاکید فرماتا ہے۔ سچوں کی تعریف کرتا ہے، اور سچ بولنے والوں کا ساتھ دینے کا حکم ارشاد فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝﴾ (التوبہ:۱۱۹)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈر جاؤ اور سچوں کا ساتھ دو۔''

(۱۹) تحائف دینا:

کسی بھی قوم کے اچھے اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تحفے تحائف کا تبادلہ کرتے ہیں۔ اس فعل سے کسی بھی قوم میں آپس میں محبت پیدا ہو جاتی ہے، اور جب محبت پیدا ہو جاتی ہے تو معاشرہ امن وسکون اور پیار ومحبت کا گہوارہ بن جاتا ہے، اسی وجہ سے شریعت اسلامیہ نے اس کی خوب ترغیب دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ۝﴾ (النساء:۸۶)

''اور جب تم کو کوئی تحفہ دیا جائے تو تم اس سے بہتر تحفہ دو، یا اسی جیسا واپس کر دو۔ اس لیے کہ تحفہ وتحائف کے تبادلے سے پیار اور محبت پیدا ہوتی ہے۔''

چنانچہ:

((عن ابی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ تَهَادُوْا تَحَابُّوا.)) ❶

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: آپس میں ہدیہ لیا دیا کرو اس سے باہمی محبت پیدا ہوگی۔"

(۲۰) مشکوک باتوں سے پرہیز:

معاشرے میں شر وفساد کا منبع مشکوک باتوں پر عمل پیرا ہونا اور مشکوک باتوں پر یقین کرنا ہے۔ اس کی وجہ سے کسی بھی شخص کے لیے نفرت اور عداوت کے جذبات پیدا کر لیے جاتے ہیں کہ جنکا نتیجہ بالآخر لڑائی اور فساد کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ تو گویا لڑائی اور فساد کی جڑ مشکوک باتوں پر عمل کرنا ہے۔ اس وجہ سے شریعت نے شکوک وشبہات والی باتوں سے روکا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَا لَا يُرِيْبُكَ.)) ❷

"جو باتیں شک میں ڈالیں انھیں چھوڑ دو اور جو شک میں نہ ڈالیں انھیں اختیار کرو۔"

(۲۱) صبر کرنا:

کسی بھی کامیابی کے حصول کے لیے تکلیفیں اور مشکلات برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ جب تک کوئی انسان مشکلات سے کھیلنا نہ سیکھے، اور ان پر صبر کرنے کی قوت اپنے اندر پیدا نہ کرے، اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا۔ عرب لوگ کہتے ہیں "جس نے صبر کیا وہ کامیاب ہوا۔" دنیا اور آخرت کی کامیابی کے لیے لازم ہے کہ صبر کا مظاہرہ کیا جائے اور صبر کے دامن کو کبھی بھی ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے کامیابی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا

❶ ادب المفرد للبخاری، باب قبول الهدية، رقم: ۵۹۴۔ سنن الکبریٰ بیهقی: ۶/۱۶۹۔ مؤطا مالک: ۲/۹۰۸، رقم: ۱۶.

❷ سنن الترمذی، کتاب صفة القيامة والرقائق والورع، رقم: ۲۵۱۸۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴾ (الانفال: ۴۶)

''اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو، آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے، اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور صبر کرو۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

((عَنْ صُھَیْبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ: عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ، اِنَّ اَمْرَہٗ کُلَّہٗ خَیْرٌ، وَلَیْسَ ذَاکَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، اِنْ اَصَابَتْہُ سَرَّآءُ شَکَرَ، فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ وَاِنْ اَصَابَتْہُ ضَرَّآءُ صَبَرَ، فَکَانَ خَیْرًا لَّہٗ.)) [1]

''سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، بیشک اس کے ہر معاملے میں اس کے لیے خیر ہے، اور یہ صرف مومن ہی کے لئے ہے۔ اگر اسے خوشی پہنچے تو وہ شکر ادا کرتا ہے جو اس کے لیے خیر (وبرکت) ہے۔ اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، جو اس کے لیے خیر ہے۔''

(۲۲) اصلاح کرنا:

کسی بھی معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے اصلاح کا ہونا ضروری ہے۔ اصلاح کا مطلب ہے لوگوں کے درمیان ناراضگی کو ختم کرنا، اور ہر بُری عادت، رسم و رواج کا خاتمہ کرنا۔ جس بھی معاشرے سے بُری عادات ختم ہو جائیں گی یقیناً ایسا معاشرہ کامیاب معاشرہ ہوگا، اور جس گھر، شہر اور ملک سے نفرت اور عداوت ختم ہو جائے گی، وہ گھر، شہر اور ملک کامیابی کی راہ پر گامزن ہو جائے گا۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے صلح کے حکم پر زور دیا ہے۔ ارشادات ربانی ہیں:

﴿وَ اِنِ امْرَاَۃٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِھَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَآ اَنْ یُّصْلِحَا بَیْنَھُمَا صُلْحًا وَ الصُّلْحُ خَیْرٌ وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ

[1] صحیح مسلم، کتاب الزھد، رقم: ۲۹۹۹۔

تَتَّقُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا ﴿۱۲۸﴾ (النساء:۱۲۸)

''اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی بد دماغی، اور بے پرواہی کا خوف ہو، تو آپس میں جو صلح کر لیں اس پر کوئی گناہ نہیں، صلح بہت بہتر چیز ہے، طمع ہر نفس میں شامل کر دی گئی ہے، اگر تم اچھا سلوک کرو، پرہیز گاری کرو، تو تم جو کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس کو پوری طرح جانتا ہے۔''

(۲۳) عدل وانصاف:

کسی بھی معاشرے کی بقا اور ترقی کے لیے عدل وانصاف انتہائی ضروری ہے۔ جب تک کسی بھی معاشرے میں عدل وانصاف قائم نہ ہوگا۔ اس وقت تک وہ معاشرہ انارکی اور انتشار کا شکار ہوگا اور ترقی اور فلاح وبہبود کے راستے مسدود ہو جائیں گے۔ کیونکہ لوگ عدم تحفظ کا شکار ہو جائیں گے۔ جس کی وجہ سے لوگ چین وسکون کے ساتھ اپنے کام کاج سر انجام نہ دے سکیں گے جس سے ترقی کا سفر رک ہو جائے گا۔ جس کا نتیجہ معاشرے کی تباہی اور بربادی کی شکل میں سامنے آئے گا۔ اس لیے کہا جاتا ہے۔ کہ کوئی بھی ملک کفر کی بنیاد پر تو باقی رہ سکتا ہے لیکن ظلم کی بنیاد پر باقی نہیں رہ سکتا۔ اسی وجہ سے شریعت اسلامیہ ظلم وناانصافی کو بہت برا جانتی ہے۔ کہ جس کا اندازہ مندرجہ ذیل حدیث سے لگایا جاسکتا ہے۔

((عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ''اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ، اِذَا حَكَمُوْا عَدَلُوْا، وَاِذَا عَاهَدُوْا وَفُوْا، وَاِنْ اسْتَرْحَمُوْا رَحِمُوْا، فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ مِنْهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُمْ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ.)) [1]

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حاکم قریش سے ہوں گے، جب وہ فیصلہ کریں گے تو انصاف کریں گے، اور جب وعدہ کریں گے تو پورا کریں گے، اور جب رحم وشفقت طلب کیے جائیں گے تو رحم وشفقت کریں گے، ان میں سے جو ایسا نہیں کرے گا اس پر اللہ کے تمام فرشتوں اور تمام

---

[1] مسند ابی داؤد، طیالسی، رقم:۲۲۴۷۔ مستدرک حاکم: ۴/۵۰۱۔ حاکم نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

لوگوں کی لعنت ہو۔ان کا کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل۔''

(۲۴)صدقہ وخیرات کرنا:

کسی بھی معاشرے کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس معاشرہ کے خوشحال اور صاحب حیثیت لوگ وہاں کے کمزور وغریب لوگوں پر صدقہ اور خیرات کو اپنا شعار بناتے ہیں۔ کیونکہ معاشرہ میں کچھ کمزور لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی ضروریات زندگی کو پورا نہیں کر پاتے۔ ایسے لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنا صاحب ثروت لوگوں کی ذمہ داری ہے۔ تا کہ وہ کمزور لوگ اپنی ضروریات کو پورا کرسکیں اور معاشرے وکمیونٹی کے اندر کسی حد تک استحکام و اعتدال پیدا ہوسکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ۝۱۹ وَ فِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝۲۰﴾

(المعارج: ۱۹ تا ۲۰)

''ان کے مالوں میں ایک حصہ متعین ہے۔(صدقہ وخیرات کے لیے) سوال کرنے اور نہ کرنے والوں کے لیے، تا کہ کمزور لوگ اپنی ضروریات زندگی بہتر انداز میں پوری کرسکیں۔''

برے اخلاق

(۱) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید ہونا:

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید اور مایوس ہونا قطعاً اہل ایمان اور اہل اسلام کا طریقہ نہیں ہے، بلکہ گمراہ اور کافر قوم کا طریقہ ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ۝﴾ (الحجر: ۵۶)

''سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا: گمراہوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون نا اُمید ہوسکتا ہے۔''

علاوہ ازیں سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گناہوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ یہ بھی ہے:

((اَلْقُنُوْطُ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ.)) [2]

''(بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید ہو جانا ہے۔''

(۲) اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنا:

اللہ تعالیٰ کے تمام بنی آدم، بلکہ تمام مخلوقات پر بے پایاں انعامات واحسانات ہیں، جو شخص

[2] طبراني كبير، رقم: ۸۶۹۵، ۸۶۹۷، ۸۶۹۸۔ مجمع الزوائد: ۱۰۴/۱۔ علامہ ہیثمی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ان انعامات واحسانات کی پاسداری اور خیال کرتے ہوئے اللہ کا شکر کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے تمام اُمور میں کامیابی اور مزید ترقی عطا فرمائے گا، اور اس کے برعکس اگر وہ اللہ کی ناشکری کرنے پہ اُتر آیا جو کہ ایک بہت بڑا جرم اور گناہ ہے، تو اللہ تعالیٰ اُسے تمام انعامات سے محروم کر کے عذاب

میں مبتلا کر دے گا۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَ لَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ۝۷﴾ (ابراھیم:۷)

''اور جب تمہارے رب نے یہ خبر دی کہ اگر تم شکر گزاری کرو گے، تو بے شک میں تمھیں زیادہ دوں گا، اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔''

(۳) اللہ تعالیٰ کی ذات پر جھوٹ باندھنا:

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس پر افتراء پردازی یعنی جو بات اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی، لیکن اُسے اللہ کی طرف منسوب کرنا، یقیناً بہت بڑا گناہ اور ظلم ہے، اور اللہ تعالیٰ کو اذیت وتکلیف پہنچانا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ۝۶۸﴾ (العنکبوت:۶۸)

''اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یا جب حق اُس کے پاس آ جائے، تو وہ اُسے جھٹلائے، کیا ایسے کافروں کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے؟''

(۴) سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنا:

رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر افترا پردازی یعنی جو بات رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمائی، وہ آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنا، انسان کو جہنم میں لے جاتا ہے۔ چنانچہ سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلٰى أَحَدٍ، مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.)) [1]

''مجھ پر جھوٹ بولنا عام جھوٹ باندھنے کے مترادف نہیں ہے۔ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔''

(۵) اطاعت رسول اللہ ﷺ پر تقلید کو ترجیح دینا:

نبی مکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری تمام بنی آدم پر فرض اور لازم ہے، اس لیے کہ وہ انسانی ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ (النساء:۱۳)

''اور جو اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے گا، تو وہ اُسے جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اُن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی۔''

(۶) رسول اللہ ﷺ کی شان کو گھٹانا یا بڑھانا:

اللہ تبارک وتعالیٰ کے تمام انبیاء ورسل علیہم السلام انتہائی معظم ومکرم اور درجہ کے اعتبار سے تمام بنی آدم ودیگر مخلوقات سے بلند تر ہوتے ہیں، لیکن کسی اُمتی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی نبی یا رسول یعنی سیّدنا آدم علیہ السلام سے لے کر آخر الزماں پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ تک، کسی نبی یا رسول کے مقام ومرتبہ میں غلو اور مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہوئے اُنھیں ''مقامِ عبودیت'' سے ''مقام اُلوہیت'' تک پہنچا دے، یا اللہ کا بیٹا قرار دے، یا پھر اُن سے متعلق ''عالم الغیب'' اور ''نورٌ من نور اللہ'' کا عقیدہ قائم کر لے۔

یاد رہے کہ کسی بھی نبی یا رسول کے مقام کو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مقام سے بڑھانا یا کم کرنا اپنے ایمان کو خراب کرنے کے مترادف ہے۔ چنانچہ نصاریٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ

❶ صحيح بخاري، كتاب الجنائز، باب مَا يُكْرَهُ مِنَ النِّيَاحَةِ عَلَى الْمَيِّتِ، رقم: ۱۲۹۱۔ صحيح مسلم، المقدمة، باب تغليظ الكذب على رسول الله ﷺ، رقم: ۵۔

اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾ (المائدہ: ۷۲)

''یقیناوہ لوگ کافر ہوئے جنھوں نے کہا کہ بے شک ''اللہ'' مسیح ابن مریم ہی ہیں، اور مسیح نے کہا: اے بنی اسرائیل! تم لوگ اللہ کی عبادت کرو، جو میرا اور تم سب کا رب ہے۔ بے شک جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے گا، تو اللہ نے اُس پر جنت حرام کردی ہے، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔''

نیز ایک دوسرے مقام پر یہود ونصاریٰ کا ردّ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۣابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾﴾ (التوبہ: ۳۰)

''اور یہود نے کہا کہ عزیز اللہ کے بیٹے ہیں، اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں، یہ اُن کے منہ کی بکواس ہے، اُن لوگوں کے قول کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا تھا، اللہ اُنھیں ہلاک کردے، کس طرح حق سے پھرے جارہے ہیں۔''

غلو (زیادتی) چاہے انبیاء ورسل علیہم السلام کی عظمت وشان میں ہو یا دیگر دینی معاملات میں بہرحال ناجائز اور غلط ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ﴾

(النساء: ۱۷۱)

''اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو، اور اللہ کی شان میں حق بات کے علاوہ کچھ نہ کہو۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ

قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٧٧﴾

(المائدہ:۷۷)

''آپ کہہ دیجیے کہ اے اہل کتاب! تم لوگ اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو، اور اُن لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو، جو اس سے پہلے خود گمراہ ہو گئے، اور بہتوں کو گمراہ کیا، اور راہِ راست سے بھٹک گئے۔''

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے بھی غلو کرنے والوں کی بڑی سخت مذمت فرمائی ہے۔

چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ. قَالَهَا ثَلَاثًا.)) [1]

''غلو کرنے والے ہلاک ہوگئے۔ رسول اکرم ﷺ نے تین مرتبہ یہی کلمات دھرائے۔''

نیز سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُوْلُوْا: عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ.)) [2]

''میری تعریف میں مبالغہ مت کرنا جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ کی تعریف میں مبالغہ کیا تھا۔ میں ایک بندہ ہوں، لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔''

(۷) رسول اللہ ﷺ کو اپنی جان اور مال سے زیادہ محبوب نہ سمجھنا:

نبی مکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا ایمان کا اوّلین تقاضا ہے، اور جو شخص اپنے والدین، اپنی اولاد اور مال و دولت سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا اور تمام اُمور میں اُنھیں اپنا فیصل مانتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اُس کی ایسی محبت کے بدلہ میں اُس کے تمام

[1] صحیح بخاري، کتاب العلم، باب هلک المتنطعون، رقم: ۶۷۸۰.

[2] صحیح بخاري، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللّٰه تعالیٰ: ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا﴾ (مریم: ۱۶) رقم: ۳۴۴۵.

گناہوں کو معاف کر کے اُسے جنت میں داخل کر دیتا ہے، اور یہی ایک سچے اور پکے مومن و مسلمان کی علامت ہے، اس کے برعکس جو شخص رسول اللہ ﷺ سے سچے دل سے محبت نہیں کرتا، اور انہیں اپنا مقتدیٰ اور پیشوا نہیں مانتا، وہ قطعاً صاحب ایمان نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۱﴾ (آل عمران: ۳۱)

''آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور اللہ بڑا معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔''

نیز سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ.)) [1]

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اُسے اپنے والدین، اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ میں محبوب نہ ہو جاؤں۔''

(۸) رسول اللہ ﷺ کا نامِ نامی سن کر درود وسلام نہ پڑھنا:

ہر مؤمن ومسلمان کا فریضہ ہے کہ جب نبی مکرم ﷺ کے اسم مبارک کی آواز اُس کے کانوں تک پہنچے تو اُسے فوراً نبی مکرم پر تحفۂ، گلدستہ درود وسلام پیش کرنا چاہیے۔ مؤمن ومسلمان تو کجا، خود اللہ تعالیٰ اور اُس کے تمام فرشتے بھی نبی مکرم ﷺ کو درود کے گلدستے اور سلام کے تحائف بھیجتے رہتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

[1] صحیح بخاري، کتاب الإیمان، باب حب الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم، من الإیمان، رقم: ۱۵۔ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم: ۱۶۹.

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ

سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٥٦﴾ (الاحزاب:٥٦)

''بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود وسلام بھیجو۔''

جو لوگ نبی مکرم ﷺ پر درود وسلام پیش کرتے ہیں۔ اُن کے لیے پیغامِ مسرت ہے۔ چنانچہ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلوٰةً وَاحِدَةً، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيْئَاتٍ، وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ.)) [1]

''جس نے میری ذات پر ایک مرتبہ درود بھیجا۔ اللہ تعالیٰ اُس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرمائے گا، دس گناہ معاف فرمائے گا، اور دس درجات بلند فرمائے گا۔''

(۹) روزِ قیامت کا مذاق اُڑانا اور انکار کرنا:

قیامت کا دن صرف دین اسلام میں نہیں، بلکہ تمام اَدیانِ عالم میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ اُس دن عدل وانصاف اور دیانت داری کا ترازو، قائم کیا جائے گا، جس میں ہر عمل، محنت، مشقت اور کاوش کا مقدارِ اخلاص کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجیے کہ قیامت کا دن تمام بنی آدم کے دنیاوی اَعمال کے نتیجہ کا دن ہے جس میں ہر آدمی کو اپنے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔

اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ، اس کے تمام رسل علیہم السلام، تمام آسمانی کتابوں اور فرشتوں پر ایمان لانا فرض ہے، ٹھیک اُسی طرح قیامت کے دن پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ جیسے اُن میں سے کسی ایک کے انکار سے کفر لازم آتا ہے، اسی طرح روزِ قیامت کا مذاق اُڑانے یا انکار کرنے سے بھی کفر لازم آتا ہے۔ لٰہذا جو شخص روزِ قیامت کا تمسخر کرے یا

[1] سنن نسائي، كتاب السهو، باب الفضل فی الصلوٰة على النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، رقم: ۱۲۹۵۔ علامہ البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

انکار کرے، تو اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اِذَا قِیْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ السَّاعَةُ لَا رَیْبَ فِیْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِیْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ ﴿۳۲﴾ وَ بَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ قِیْلَ الْیَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا وَ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ﴿۳۴﴾﴾

(الجاثیہ: ۳۱ تا ۳۴)

''اور جب کہا جاتا تھا کہ بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے، اور قیامت کی آمد میں کوئی شبہ نہیں ہے، تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا چیز ہے؟ ہم اُسے ایک ظن محض سمجھتے ہیں، اور ہم اُس پر بالکل یقین نہیں کرتے ہیں۔ اور اُن کے اعمال کی برائیاں اُن کے سامنے ظاہر ہوگئیں اور جس عذاب کا وہ مذاق اُڑا رہے تھے اس نے اُنھیں گھیر لیا اور اُن سے کہا جائے گا کہ آج ہم تمھیں اُسی طرح بھول جائیں گے، جس طرح تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا تھا اور تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے، اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔''

(۱۰) عذابِ قبر کا انکار کرنا:

عذابِ قبر دین اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور اس کے برحق ہونے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ جو لوگ اس عقیدہ کے برحق نہ ہونے کا اعتقاد رکھتے ہوئے اس کا انکار کرتے ہیں، ان کا یہ عمل قرآن وسنت کی تعلیم کے صریح مخالف ہے۔

''عذابِ قبر'' برحق ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَ یُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ ۙ وَ یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ﴿۲۷﴾﴾ (ابراهیم: ۲۷)

''اللہ ایمان والوں کو دُنیا کی زندگی میں اور آخرت میں حق بات، یعنی کلمہ طیبہ پر ثابت قدم رکھتا ہے، اور اللہ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے، اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

اس آیت کی تفسیر سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا أُقْعِدَ الْمُؤْمِنُ فِي قَبْرِهِ أَتَاهُ مَلَكَانِ أَزْرَقَانِ ثُمَّ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ (ابراھیم:۲۷.)) [1]

''مؤمن جب اپنی قبر میں بٹھایا جاتا ہے، تو اُس کے پاس دو فرشتے نیلی آنکھوں والے آتے ہیں۔ وہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور نبی مکرم جناب محمد رسول اللہ (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں تو یہ اُس فرمانِ الٰہی کی تعبیر ہے جو سورۂ ابراہیم میں ہے کہ؛ اللہ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں ٹھیک بات یعنی توحید پر مضبوط رکھتا ہے۔''

اور آلِ فرعون کو صبح وشام عذاب دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۚ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۚ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾﴾ (المومن:۴۵تا۴۶)

''پس اسے اللہ تعالیٰ نے تمام بدیوں سے محفوظ رکھ لیا جو انہوں نے سوچ رکھی تھیں، اور فرعونیوں کو برے عذاب نے گھیر لیا، وہ لوگ صبح وشام نارِ جہنم پر پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت آئے گی، (اللہ کہے گا) فرعونیوں کو سب سے سخت عذاب میں داخل کرو۔''

اور کفار کو موت کے وقت ہی سے عذاب ملنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس کی دلیل اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَ لَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

[1] صحیح بخاري، کتاب الجنائز، رقم: ۱۳۶۹۔ مسند احمد: ۲۹۱/۴.

غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٩٣﴾ (الانعام:۹۳)

''اور اگر آپ دیکھیں جب ظالم لوگ موت کی سختیاں جھیل رہے ہوتے ہیں، اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے کہتے ہیں کہ، آج ہاں اپنی جانیں نکالو تمھیں ذلت ورسوائی کا عذاب اس لیے دیا جائے گا کہ تم اللہ کے بارے میں ناحق باتیں کہتے تھے اور تم اللہ کی آیات سے تکبر کرتے تھے۔''

مزید فرمایا:

﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿٥٠﴾ (الانفال:۵۰)

''کاش کہ آپ دیکھتے جب کہ فرشتے کافروں کی روح نکالتے ہیں، اُن کے چہروں اور اُن کی پیٹھوں پر ضربیں لگاتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ چکھو تم جلنے کا عذاب۔''

عذابِ قبر کے برحق ہونے پر رسول اللہ ﷺ کے فرامین مندرجہ ذیل ہیں۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

((أَنَّ يَهُودِيَّةً دَخَلَتْ عَلَيْهَا فَذَكَرَتْ عَذَابَ الْقَبْرِ فَقَالَتْ لَهَا أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةُ (رضی اللہ عنہا) رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَقَالَ: نَعَمْ! عَذَابُ الْقَبْرِ، قَالَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَعْدُ صَلَّى صَلَاةً إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ زَادَ غُنْدَرٌ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ.)) [1]

''ایک یہودی عورت اُن کے پاس آئی، اُس نے عذابِ قبر کا ذکر چھیڑ دیا اور کہا کہ اللہ تجھ کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھے۔ اس پر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عذابِ قبر کے بارے میں دریافت کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے اُس کا جواب یہ دیا کہ ہاں، عذابِ قبر حق ہے۔ نیز سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر میں نے کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی نماز ایسی پڑھی ہو اور اُس میں

[1] صحیح بخاري، کتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر، رقم: ۱۳۷۲.

عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ نہ مانگی ہو۔ اور امام غندر رحمہ اللہ نے اس روایت میں "عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ" کے الفاظ زائد بیان کیے ہیں۔"

اور سیّدنا ایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَسَمِعَ صَوْتًا۔ فَقَالَ: يَهُوْدُ تُعَذَّبُ فِي قُبُوْرِهَا.)) [1]

"رسول اللہ ﷺ (ایک روز) سورج غروب ہونے کے بعد (گھر سے) نکلے تو ایک آواز سنی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود کو اُن کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔"

قرآن وحدیث میں عذابِ قبر کے متعلق جو بتایا گیا ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے، مگر اس کی کیفیت اور تفصیلات میں نہیں پڑنا چاہیے، کیونکہ یہ برزخی معاملہ ہے لہٰذا جتنا بتایا گیا ہے اس پر بعینہ ایمان لانا ضروری ہے، عذاب قبر کا انکار راہِ اسلام سے فرار ہے۔

صاحبِ شرح عقیدہ طحاویہ رقمطراز ہیں:

"رسول اللہ ﷺ سے عذابِ قبر اور قبر کی نعمتوں، ان لوگوں کے لیے جو ان کے اہل ہیں، کے ثبوت کے بارے میں متواتر احادیث مروی ہیں، اسی طرح قبر میں دو فرشتوں کے سوال کے اثبات پر عقیدہ رکھنا اور ایمان لانا واجب ہے۔ ہم اس کی کیفیت پر کلام نہیں کرتے، اس لیے کہ ان امور کی واقفیت عقل کا کام نہیں ہے، اس لیے کہ اس دنیا میں یہ معمول نہیں اور شریعت ایسے امور زیر بحث نہیں لاتی جو عقلاً محال ہوں، ہاں کبھی ایسے اُمور شرع میں زیر بحث آتے ہیں جن سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ روح کا جسم کی طرف لوٹنا اس طرح نہیں جیسے دنیا میں لوٹانے کا معمول

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الجنة، وصفة نعيمها وأهلها، رقم: ٧٢١٥.

ہے، بلکہ روح کے اعادہ کا معاملہ دُنیا میں اعادے کی طرح نہیں۔" [1]

امام آجری نے ''الشریعۃ'' میں باب یوں باندھا ہے:

''اَلتَّصْدِیْقُ وَالْاِیْمَانُ بِعَذَابِ الْقَبْرِ ...... ''عذاب قبر کی تصدیق اوراس پر ایمان کا بیان''

پھر اس کے بعد عذابِ قبر کے متعلق احادیث بیان کیں اور فرمایا:

((مَا أَسْوَأُ حَالِ مَنْ کَذَّبَ بِھٰذَا الْأَحَادِیْثِ لَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِیْدًا وَخَسِرَ خُسْرًا مُبِیْنًا .))

''جس شخص نے ان احادیث کو جھٹلایا وہ کس قدر برے حال والا ہے، وہ تو یقینا بہت دور بھٹک گیا اور واضح نقصان اٹھانے والا بن گیا۔'' [2]

علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

((وَاعْلَمْ اَنَّ سُؤَالَ مُنْکَرٍ وَنَکِیْرٍ لِلْمَیِّتِ فِیْ الْقَبْرِ عَنْ رَبِّهٖ وَدِیْنِهٖ حَقٌّ لِوُرُوْدِ الْأَحَادِیْثِ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم .)) [3]

''یقین کرلو کہ منکر ونکیر کا میّت سے قبر میں اس کے رب اور اس کے دین کے بارے میں سوال کرنا حق ہے، اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں احادیث مروی ہیں۔''

علامہ محمد بن احمد السفارینی رقمطراز ہیں:

((وَعَذَابُ الْقَبْرِ وَاِحْیَاءُ الْمَوْتٰی وَقُبُوْرِهِمْ وَمَسْئَلَةُ مُنْکَرٍ وَنَکِیْرٍ لَهُمْ ثَابِتٌ وَوَاجِبُ الْقَوْلُ بِهٖ وَاَنَّهٗ یُعَذَّبُ بَعْدَ اَنْ تُرَدَّ الرُّوْحُ اِلَیْهِ فَعَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ .)) [4]

---

[1] شرح العقیدہ الطحاویۃ: ۲/ ۲۰۹، بتحقیق شعیب الارناؤط وعبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ.

[2] الشریعۃ: ۲/ ۱۸۶ .

[3] شرح بدء الأمالی، ص: ۳۵۳ .

[4] لوائح الأنوار السنیۃ: ۲/ ۱۵۰ .

''عذاب قبر اور قبروں میں مردوں کو زندہ کرنا اور منکر ونکیر کا ان سے سوال کرنا ثابت

ہے۔اس کا قائل ہونا واجب ہے اور اعادۂ روح کے بعد اس کو عذاب دیا جاتا ہے، سو عذاب قبر حق ہے۔''

امام ابوالحسن الاشعری رقمطراز ہیں:

((وَاخْتَلَفُوْا فِیْ عَذَابٍ فَمِنْهُمْ مَنْ نَفَاهُ وَهُمُ الْمُعْتَزِلَةُ وَالْخَوَارِجُ وَمِنْهُمْ مَنْ اَثْبَتَهُ وَهُمْ اَكْثَرُ اَهْلِ الْاِسْلَامِ.)) [1]

''عذاب قبر کے متعلق اختلاف کی نوعیت یہ ہے کہ معتزلہ اور خوارج نے اس کا انکار کیا ہے اور اہل اسلام کی اکثریت اس کی قائل ہے۔''

(۱۱) تقدیر کو جھٹلانا:

عذابِ قبر کی طرح ''مسئلہ تقدیر'' بھی بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔جس طرح عذابِ قبر کے برحق ہونے پر ایمان لانا واجب ہے، اسی طرح تقدیر پر ایمان لانا بھی واجب اور ضروری ہے۔ نیز سلف وخلف رحمہم اللہ کا یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص تقدیر الٰہی کو پوری صداقت سے قبول کرتا ہے یعنی جس میں کسی قسم کا کوئی تردّد نہ ہو، تو وہ سچا اور پکا مؤمن ہے۔ لہٰذا جو شخص تقدیر الٰہی میں متردد (شک کرتا) ہے اُسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝۴۹ وَمَاۤ اَمْرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ۝۵۰ ﴾ (القمر: ۴۹تا۵۰)

''ہم نے ہر چیز کو ٹھیک اندازے کے مطابق پیدا کیا ہے، اور ہمارا حکم صرف ایک دفعہ (کا ایک کلمہ) ہی ہوتا ہے، جیسے آنکھ کا جھپکنا۔''

مزید برآں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبولیت انفاق کو ایمان بالقدر سے معلق کرتے ہوئے فرمایا:

((لَوْ أَنَّ اللّٰهَ عَذَّبَ أَهْلَ سَمٰوَاتِهِ وَأَهْلَ أَرْضِهِ: عَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَهُمْ، وَلَوْ

[1] مقالات الاسلامیین: ۲/۱۱۶.

رَحِمَهُمْ كَانَتْ رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْ أَعْمَالِهِمْ وَلَوْ أَنْفَقْتَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا فِيْ

سَبِیْلِ اللّٰہِ مَا قَبِلَہُ اللّٰہُ مِنْکَ حَتّٰی تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ، وَتَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَکَ لَمْ یَکُنْ لِیُخْطِئَکَ، وَأَنَّ مَا أَخْطَأَکَ لَمْ یَکُنْ لِیُصِیْبَکَ، فَلَوْ مِتَّ عَلٰی غَیْرِ ھٰذَا لَدَخَلْتَ النَّارَ.)) [1]

''اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمان وزمین (میں رہنے) والوں کو عذاب دے، تو وہ اُن کے لیے ظالم نہیں ٹھہرے گا اور اگر اُن پر رحمت کرے، تو یہ اُن کے لیے اُن کے اعمال سے بہتر ہے، اگر تم اُحد پہاڑ یا اُحد پہاڑ کی مثل سونا راہِ الٰہی میں خرچ کردو۔ تو اللہ تعالیٰ اُسے اس وقت تک قبول نہیں فرمائے گا، جب تک وہ (اچھی یا بری) تقدیر پر ایمان نہیں لے آتا اور اُسے یہ یقین نہ ہوجائے کہ جو کچھ اُسے مل گیا، وہ کسی صورت میں اس سے ضائع نہیں ہوسکتا تھا، اور جو کچھ نہیں ملا وہ کسی صورت میں اس کو نہیں مل سکتا تھا، اگر تم اس عقیدے کو تسلیم کیے بغیر مر گئے، تو تمہیں ضرور آگ میں داخل کیا جائے گا۔''

(۱۲) صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو گالی دینا:

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے محبت کرنا، نہ صرف جزوِ ایمان بلکہ عین ایمان ہے۔ کیونکہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، آپ کے دین کو تقویت پہنچائی، آپ سے خیرخواہی کی الغرض کہ ہر میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورے خلوص کے ساتھ دیا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی ہوگیا۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾﴾ (المجادلہ: ۲۲)

''اللہ اُن سے راضی ہوگیا، اور وہ اُس سے راضی ہوگئے، وہی اللہ کی جماعت کے

[1] سنن أبي داؤد، کتاب السنۃ، باب فی القدر: ۴۶۹۹۔ علامہ البانی نے اس روایت کو ''صحیح'' کہا ہے۔

لوگ ہیں، آگاہ رہیے کہ اللہ کی جماعت کے لوگ ہی کامیاب ہونے والے ہیں۔''

ایک دوسرے مقام پر مہاجرین و انصار صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝﴾ (التوبہ: ۱۰۰)

''اور مہاجرین و انصار میں سے وہ اوّلین لوگ، جنھوں نے ہجرت کرنے اور ایمان لانے میں دوسروں پر سبقت کی۔ اور وہ دوسرے لوگ، جنھوں نے اُن سابقین کی اخلاص کے ساتھ پیروی کی، اللہ اُن سب سے راضی ہو گیا، اور وہ سب اللہ سے راضی ہو گئے، اور اللہ نے اُن کے لیے ایسی جنتیں تیار کی ہیں، جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اُن میں وہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے، یہی عظیم کامیابی ہے۔''

جس شخص نے ان سے محبت کی، گویا اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی۔ اور اس کے برعکس یعنی جس شخص نے صحابہ کو گالی دی یا ان سے بغض رکھا گویا اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی یا بغض رکھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

((لَا تَسُبُّوْا أَصْحَابِيْ، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ.)) [1]

''میرے اصحاب کو گالی مت دو، اگر کوئی اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مد (پیمانہ) غلہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا، اور نہ اُن کے نصف مد کے برابر۔''

علاوہ ازیں جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سب وشتم کا نشانہ بنائے، اُس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت برستی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

[1] صحیح بخاري، کتاب فضائل أصحاب النبی، باب قول النبی: {لو کنت متخذا خلیلا}، رقم: ۳۶۷۳.

((مَنْ سَبَّ أَصْحَابِيْ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ.)) [1]

''جس نے میرے صحابہ کو گالی دی، اُس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔''

اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا:

((إِنَّمَا فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّي، يُؤْذِيْنِي مَا آذَاهَا وَيُنْصِبُنِي مَا أَنْصَبَهَا.)) [2]

''فاطمہ میرا ایک حصہ ہے، جس نے اُسے تکلیف پہنچائی یا کمزور کیا، (گویا) وہ مجھے تکلیف پہنچاتا ہے اور کمزور بناتا ہے۔''

اور اسی طرح جو کوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کے جہنم میں جانے کا عقیدہ رکھتا ہو، اُس کا یہ عقیدہ قطعاً بے بنیاد اور غلط عقیدہ ہے۔ اور اس کی دلیل سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے، جس میں سیّدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا ایک غلام اُن کی شکایت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، اور آپ سے عرض کی: اے اللہ کے رسول! حاطب ضرور جہنم میں داخل ہوگا۔ غلام کی یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كَذَبْتَ لَا يَدْخُلُهَا فَإِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَةَ.)) [3]

''تو نے جھوٹ بولا، وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا، کیونکہ وہ تو بدر اور حدیبیہ میں شریک ہوا ہے۔''

(۱۳) اہل بیت کا احترام نہ کرنا:

اہل بیت کا احترام اور اُن سے محبت کرنا اُسی طرح ایمان کا جزو ہے، جس طرح کہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت اور اُن کا احترام کرنا جزوِ ایمان ہے، اور کوئی شخص اُس وقت تک سچا

---

[1] صحيح الجامع الصغير، رقم: ۶۲۸۵۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۲۳۴۰۔

[2] سنن ترمذي، كتاب المناقب، باب ما جآء فى فضل فاطمة رضى الله عنها، رقم: ۳۸۶۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[3] سنن ترمذي، كتاب المناقب، رقم: ۳۸۶۴۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

مسلمان اور مؤمن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ صدق دل سے اہل بیت کا احترام نہ کرے، لیکن

افسوس کہ بعض لوگ اپنے آپ کو مؤمن و مؤحد کہنے کے باوجود ''مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم'' میں دخل اندازی اور پھر مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہوئے گمراہی کا شکار ہیں۔ بہرحال اہل بیت کا احترام اور ان سے محبت کرنا، ایمان کا جزو ہے۔ نیز جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت سے محبت کرتے تھے، تو پھر کون بدبخت ہے جو اہل بیت سے محبت نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج اور اولاد کے حق میں دُعا بھی فرمائی ہے، چنانچہ سیّدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس سوال پر (کہ ہم آپ کی ذات پر کس طرح درود بھیجیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ.)) [1]

''اے اللہ! محمد اور آپ کی ازواجِ (مطہرات) اور آپ کی اولاد پر رحمت نازل فرما۔''

علاوہ ازیں سیّدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین یعنی سیّدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو دیکھا تو فرمانے لگے:

((أَللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُمَا.)) [2]

''اے اللہ! میں ان دونوں یعنی حسن و حسین سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان دونوں سے محبت فرما، اور اُس سے بھی محبت فرما جو اُن دونوں سے محبت کرتا ہے۔''

معلوم ہوا حسنین اور دیگر اہل بیت رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا، محبت الٰہی کا ایک بہت بڑا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ اور جو شخص ان سے محبت نہیں کرتا، وہ محبت الٰہی کا قطعاً مستحق نہیں ہوسکتا، بلکہ گناہ گار ہوتا ہے۔

---

[1] صحیح بخاري، کتاب الدعوات، باب هل یصلی علی غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۶۳۶۰۔

[2] سنن ترمذي، کتاب المناقب، رقم: ۳۷۶۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''حسن'' کہا ہے، اور ابن حبان نے اس کو ''صحیح'' کہا ہے۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۵۹۲۴۔

(۱۴) اُمر بالمعروف ونہی عن المنکر نہ کرنا:

''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' اچھے کاموں کا حکم دینا اور برے کاموں سے بچنے کی تلقین کرنا دین اسلام کا نہایت اہم فریضہ ہے، جو لوگ اخلاص کے ساتھ اس فریضہ کی ادائیگی میں ہمہ تن مشغول ہیں۔ وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑے اجر وثواب کے مستحق ہیں۔ اور جو لوگ اس میں کوتاہی یا اس کی تبلیغ سے اعراض کرتے ہیں یا صرف گناہ کی بات کا حکم دیتے ہیں۔ وہ بلاشبہ گناہ کے مرتکب ہیں۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۴﴾ (آل عمران: ۱۰۴)

''اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہو جو بھلائی کی طرف بلائے، اچھے کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے، اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔''

(۱۵) حدود اللہ کا مذاق اُڑانا:

دین اسلام ایک عالم گیر دین ہے، اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے لیے جہاں عقائد، اعمال اور اخلاق وغیرہ کے متعلق بیان کیا ہے، وہاں انسانی معاشرہ کی اصلاح اور اسے امن کا گہوارہ بنانے کے لیے شرعی سزاؤں اور حدود کا تعین بھی فرمایا ہے، تاکہ ظالم کے ظلم، فاسق کے فسق، مجرم کے جرم کو روکا جاسکے۔

چنانچہ ان میں سے چند مثال کے طور پر درج ذیل ہیں تاکہ اس بات کی پوری وضاحت ہو جائے کہ ان خطرناک جرائم کی سزائیں عادلانہ حکمت اور مصالح امن کے عین مطابق ہیں۔

زنا:

یہ جرم ان جرائم میں سے ایک ہے جن کی مضرتیں انسانی تمدن اور نظامِ امن پر حملہ آور ہو کر تہذیب ومعاشرت کی متاع تاراج کر ڈالتی ہیں۔ چنانچہ اس کے لیے سزا بھی سخت رکھی گئی کہ اس کا مرتکب اگر شادی شدہ ہے تو اسے سنگسار کیا جائے، اور اگر غیر شادی شدہ ہے تو اسے سو (۱۰۰) کوڑے لگائے جائیں۔

قذف:

کسی شریف مرد یا عورت پر زنا کی تہمت اور جھوٹا الزام لگانے سے خاندانی عداوت کا شاخسانہ اُٹھ کھڑا ہوتا ہے، اور انتقامی جذبے کی آگ بھڑک کر جنگ و جدال کی نوبت آ جاتی ہے، علاوہ ازیں زوجین کے ازدواجی تعلقات بھی ایک بے بنیاد شبہ کی بناء پر ناخوش گوار ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اس کے مرتکب کو اسّی (۸۰) کوڑے لگانے کا حکم صادر ہوا۔

چوری:

چوری بھی انسانوں کے لیے ہلاکت و تباہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے لیے سزا بھی سخت ترین تجویز کی گئی کہ ایسے مجرم کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

رہزنی وقزاقی:

ڈاکہ، رہزنی وقزاقی ایسی ظالمانہ حرکتوں سے لوگوں کا سکون برباد ہو جاتا ہے، اور کوئی شخص بھی جان و مال اور عصمت کو محفوظ نہیں پاتا، اور ان کی حفاظت کی فوری تدبیر سے بالکل قاصر و مجبور ہوتا ہے۔ لہٰذا اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے جلاوطنی اور قتل کی سزا رکھی گئی۔

شراب نوشی:

شراب نوشی انسانیت کو عقل سے معطل اور تعقل و تفکر سے محروم کر دیتی ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شرابی سے عالم بدمستی میں وہ حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جو انسانیت کے لیے ننگ و عار اور امن اجتماعی کے لیے مفسدہ عظیم بن جاتی ہیں۔ چنانچہ ایسے جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے جرم کی نوعیت کے مطابق (۴۰) یا (۸۰) کوڑے سزا متعین کی گئی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے کسی شخص کو بھی ان حدود میں تنسیخ و ترمیم کرنے کا حق دیا ہے اور نہ تغیر و تبدل کا۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ﴾ (البقرہ:۱۸۷)

''یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے قریب نہ جاؤ۔''

اور جو لوگ حدود اللہ کو پھلانگتے اور ان سے تجاوز کرتے ہیں، وہ ظالم ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ (البقرہ: ۲۲۹)

''یہ اللہ کی حدود ہیں، انھیں تجاوز نہ کرو اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہی لوگ ظالم ہیں۔''

حدود اللہ سے تجاوز کرنا اپنے نفس پر ظلم کرنے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ﴾ (الطلاق: ۱)

''اور جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز کرے گا، وہ اپنے نفس پر ظلم کرے گا۔''

نیز حدود اللہ سے تجاوز کرنا جہنم میں جانے کا سبب ہے، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ (النساء: ۱۴)

''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، اور اس کی (مقرر کردہ) حدود سے تجاوز کرے گا، اُسے اللہ آگ میں داخل کرے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اس کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔''

ان مذکورہ بالا تمام قرآنی آیات سے معلوم ہوا کہ حدود اللہ کو پھلانگنا اور اُن سے تجاوز کرنا سراسر زیادتی اور ظلم ہے، بلکہ حدود اللہ سے تجاوز کرنے والا شخص جہنمی ہے۔

جو لوگ حدود اللہ کی حفاظت کرتے ہیں، وہ نیک بشارت کے مستحق ہیں، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مؤمنین کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (التوبہ: ۱۱۲)

''(مؤمنین) برائی سے روکنے والے، اور اللہ کے حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اور آپ مؤمنوں کو خوشخبری دے دیجیے۔''

لیکن انتہائی افسوس ناک بات یہ ہے کہ ہمارے ملک ''پاکستان'' میں فحاشی وعریانی کو فروغ دینے کی سازش کے تحت اور عورتوں کے حقوق کے استحصال کی خاطر ''تحفظِ خواتین ایکٹ'' بنایا گیا ہے، جو اللہ سے بغاوت اور کتاب وسنت میں موجود حدود اللہ سے سراسر تجاوز ہے۔ ہم بطورِ ثبوت اور نمونہ ''تحفظ خواتین ایکٹ'' ۲۰۰۶ء کا مختصر تقابلی جائزہ پیش کر دیتے ہیں۔

حدود اللہ: حدود اللہ میں ترمیم و تنسیخ کا اختیار اللہ نے کسی کو نہیں دیا۔ (الاحزاب:۳۶)

تحفظ خواتین ایکٹ ۲۰۰۶ء: ایکٹ میں حدود زنا اور تہمت میں ترمیم و تنسیخ کر کے اللہ کی بغاوت کی گئی ہے۔ (ایکٹ نمبر ۴۵، بابت ۱۸۶۰، دفعہ ۳۶۷)

حدود اللہ: اسلام میں حد زنا کی تقسیم شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی گئی ہے۔ (صحیح بخاری)

تحفظ خواتین ایکٹ ۲۰۰۶ء: ایکٹ میں زنا بالرضا اور زنا بالجبر کی باطل اصطلاح گھڑی گئی ہے۔

حدود اللہ: اسلام میں زانیہ (عورت) اور زانی (مرد) کی سزا سو کوڑے مقرر ہے۔ (سورۂ نور:۲)......شادی شدہ کے لیے سزا سنگسار مقرر کی گئی ہے۔'' (صحیح مسلم)

تحفظ خواتین ایکٹ ۲۰۰۶ء: ایکٹ میں زیادہ سے زیادہ زنا کی سزا ۵ سال قید اور ۱۰ ہزار روپے جرمانہ مقرر کی گئی ہے۔ (ایکٹ نمبر ۴۵، بابت ۱۸۶۰، نئی دفعہ ۴۹۶ ب)

حدود اللہ: اسلام میں حد زنا کے نفاذ کے لیے ۴ گواہ مقرر ہیں۔ (سورۂ نور:۴)

تحفظ خواتین ایکٹ ۲۰۰۶ء: ایکٹ میں زنا کی سزا کے لیے ۵ گواہ مقرر کیے گئے ہیں۔

(ایکٹ نمبر ۵، بابت ۱۸۹۸، دفعہ ۲۰۳ الف)

حدود اللہ: اسلام میں ملزم کے اعتراف پر حد زنا قائم کردی جاتی ہے۔ (صحیح بخاری)

تحفظ خواتین ایکٹ ۲۰۰۶ء: ایکٹ میں ملزم کے اعتراف کو ویسے ہی نکال دیا گیا ہے۔ (ایکٹ ترمیم نمبر ۲۵)

حدود اللہ: اسلام میں قذف (تہمت زنا) کی سزا ۸۰ کوڑے اور قاذف ہمیشہ کے لیے گواہی نہیں دے سکتا ہے۔ (النور: ۴)

تحفظ خواتین ایکٹ ۲۰۰۶ء: ایکٹ میں زیادہ سے زیادہ تہمت زنا کی سزا ۵ سال قید اور ۱۰ ہزار جرمانہ ہے۔

(ایکٹ ترمیم نمبر ۴۵، بابت ۱۸۶۰، نئی دفعہ ۴۹۶ ج)

حدود اللہ: اسلام میں جرم ثابت ہونے پر حد کے نفاذ میں کوئی معافی نہیں دے سکتا۔ (صحیح بخاری)

تحفظ خواتین ایکٹ ۲۰۰۶ء: ایکٹ میں صوبائی حکومت اور صدر مجرم کو معافی دینے کے مجاز ہیں۔ (دفعہ ۴۹۶ ب، دفعہ ۴۹۶ ج)

تحفظ خواتین کی آرگنائزیشن دنیا کی خواتین کو کھلم کھلا عریانی کی ضلالت، عورت کا عورت سے شادی کرنا، خاوند کی محبت کی جگہ بوائے فرینڈ کا عارضی ساتھ، گھر کی جگہ بازارِ حُسن، گود میں اولاد کی جگہ کتیا کے بچے، اللہ تعالیٰ سے تعلق کے بجائے کلب میں ڈانس، شربِ زم زم کی جگہ شراب نوشی، اپنی عزت وعصمت کی حفاظت کی جگہ ماڈلز اور اداکاری، قرآن مجید کی تلاوت کی جگہ عریاں ناچ و ڈانس، صحت وتندرستی کی جگہ بیماری اور ایڈز کی طرف دھکیل رہی ہیں۔ اور یورپ، امریکہ اور انڈیا وغیرہ ممالک میں تو عورت سے عورت غیر فطری طریقے سے اپنی شہوت کی

آگ بجھاتی ہیں اور ہمارا ئٹس آرگنائزیشن اس کے لیے فخریہ قانون دلاتی پھر رہی ہیں۔

(۱۶) مسلمان کو کافر کہنا:

کسی شخص کے لیے یہ قطعاً جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو کافر قرار دے، کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے، جبکہ اُس میں کفر والی کوئی ایسی بات نہ پائی جاتی ہو، تو وہ خود کفر کا مرتکب ہوجاتا ہے۔ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيهِ: يَا كَافِرُ فَقَدْ بَآءَ بِهِ أَحَدُهُمَا .)) [1]

"جب کوئی شخص اپنے بھائی سے یہ کہتا ہے: اے کافر! تو ان دونوں میں سے ایک کافر ہوگیا۔"

(۱۷) مسلمان کو ناحق تکلیف پہنچانا:

مؤمن و مسلمان مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی شرعی سبب کے تکلیف و ایذا پہنچانا، قطعی طور پر حرام ہے۔ اور اس میں ہر وہ کام اور بات داخل ہے، جس سے مؤمن و مسلمان کی دل آزاری ہو۔ خواہ وہ بے عزتی کے حوالہ سے ہو یا کسی اور حوالہ سے۔ اور جو لوگ کسی کو ناحق ایذا پہنچاتے ہیں، وہ دنیا میں تو بدنام ہوکر رہتے ہیں، آخرت میں بھی ان کا شمار بدترین لوگوں میں ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾﴾ (الاحزاب:۵۸)

"اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر کسی قصور کے ایذا پہنچاتے ہیں، وہ بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اُٹھاتے ہیں۔"

اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهِ.)) [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب من کفر أخاه من غیر تأویل فهو کما قال، رقم: ۶۱۰۳.

[2] صحیح بخاري، کتاب الأدب، باب لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحشًا ولا متفحِّشًا، رقم: ۶۰۳۲.

''اللہ کے نزدیک روزِ قیامت سب سے بدتر لوگ وہ ہوں گے، جن کے شر سے ڈرتے ہوئے لوگ اُن سے ملنا چھوڑ دیں۔''

(۱۸) مسلمان سے قطع کلامی کرنا:

مسلمانوں کے مابین قطع کلامی اور بگاڑ پیدا کرنا شیطان کا اہم ترین منصوبہ ہے۔ بہت سے لوگ جو شیطانی قدموں کے مقلد ہیں، اپنے مسلمان بھائیوں سے کنارہ کشی اختیار کر بیٹھتے ہیں۔ اور بعض اوقات تو رنجشوں اور ناراضگیوں کا سلسلہ ایک عرصہ تک قائم رہتا ہے، بلکہ بعض سخت طبیعت کے لوگ تو اپنے بھائی سے ہم کلام نہ ہونے، اور کبھی اُس کے گھر نہ جانے کی قسم کھا بیٹھتے ہیں، کبھی اُسے راہ چلتے دیکھ لیں تو اُس سے اعراض کر لیتے ہیں۔

بہر حال ایسا رویہ اور عمل اسلامی معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے کا انتہائی خطرناک ذریعہ ہے۔ اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے اس سے متعلق سخت وعید بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَّهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ.)) [1]

''کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے، جس نے تین دن سے زیادہ چھوڑا اور اسی حال میں مر گیا، تو وہ جہنم میں جائے گا۔''

(۱۹) بلاوجہ لعنت کرنا:

اکثر لوگ غصے کے وقت اپنی زبانوں پر قابو نہیں رکھتے، اور بلاوجہ لعنت و ملامت کرنا شروع کر دیتے ہیں، انسانوں، چوپایوں، جمادات، ایام اور گھڑیوں، بلکہ بعض اوقات تو اپنی ذات اور اپنی اولاد تک پر لعنتیں بھیج ڈالتے ہیں، اور اس طرح شوہر، بیوی پر، اور بیوی، شوہر پر۔

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، رقم: ۴۹۱۴۔ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۷۶۵۹۔ المشکوٰۃ، رقم: ۵۰۳۵۔

بہر حال بلا وجہ لعن وطعن کا یہ معاملہ انتہائی خطرناک ہے، جیسا کہ سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا لَعَنَ صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ إِلَى السَّمَآءِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُ السَّمَآءِ دُوْنَهَا، ثُمَّ تَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ، فَتُغْلَقُ أَبْوَابُهَا دُوْنَهَا، ثُمَّ تَأْخُذُ يَمِيْنًا وَشِمَالًا، فَإِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ إِلَى الَّذِيْ لُعِنَ، فَإِنْ كَانَ لِذَالِكَ أَهْلًا وَإِلَّا رَجَعَتْ إِلَى قَائِلِهَا.)) [1]

’’جب بندہ کسی پر لعنت کرتا ہے، تو وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے، اُس کے لیے آسمان کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، پھر وہ زمین کی جانب گرتی ہے، تو اُس کے لیے زمین کے دروازے (بھی) بند کردیئے جاتے ہیں، پھر وہ دائیں بائیں چکر کاٹتی ہے، جب اُسے کوئی راستہ نہیں ملتا تو جس پر لعنت کی گئی ہو، اُس کی جانب پلٹتی ہے، اگر وہ اُس کا مستحق ہو تو فبھا، وگرنہ کہنے والے کی جانب پلٹ آتی ہے۔‘‘

(۲۰) زکوٰۃ ادا نہ کرنا:

زکوٰۃ ادا نہ کرنا سخت وعید کا سبب اور بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ ہے، کیوں کہ زکوٰۃ دینِ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ زکوٰۃ مال داروں کے ذمہ فقراء کا حق ہے، اور مال داروں پر لازم ہے کہ اس حق کو مستحقین تک پہنچائیں۔ جو لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی سے بھاگتے ہیں، ان کے متعلق قرآنِ مجید اور احادیث میں بڑی سخت وعید اور آخرت میں دردناک عذاب کی وعید بیان ہوئی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳۴﴾ (التوبہ: ۳۴)

’’اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں، اور اُسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں

[1] سنن ابي داؤد، کتاب الأدب، باب في اللعن، رقم: ۴۹۰۵۔ صحيح الجامع الصغير، رقم: ۱۶۷۲.

کرتے تو آپ انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجیے۔''

اور جو لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے، قیامت کے روز ان کا مال گنجا سانپ بن کر ان کو ڈسے گا۔ جیسا کہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مَالُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ لَهُ زَبِيبَتَانِ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كَنْزُكَ.)) [1]

''جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا، اور اُس نے اُس کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے روز اُس کا مال ایسے گنجے سانپ کی شکل اختیار کر کے جس کی آنکھوں پر دو (سیاہ) نقطے ہوں گے، اُس کے گلے کا طوق بن جائے گا، پھر اُس کے دونوں جبڑے چیر کر کہے گا: میں تیرا مال اور خزانہ ہوں۔''

(۲۱) طاقت کے باوجود حج نہ کرنا:

حج دین اسلام کا پانچواں رکن اور عظیم ترین اسلامی شعار ہے، جو شخص سامانِ سفر اور زادِ راہ رکھتا ہو، اُس پر لازم ہے کہ فریضہ حج کی ادائیگی کرے۔ اور جو شخص طاقت کے باوجود اس فریضہ کی ادائیگی نہیں کرتا، وہ بہت بڑے جرم اور گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ ﴿٩٧﴾﴾ (آل عمران: ۹۷)

''اور اللہ کی رضا کے لیے بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر فرض ہے، جو وہاں پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں۔ اور جو کوئی کفر کرے، تو اللہ تعالیٰ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔''

ملاحظہ:...... اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں طاقت کے باوجود حج نہ کرنے کو ''کفر'' سے تعبیر کیا ہے۔

---

[1] صحیح بخاري، کتاب الزکوۃ، باب اثم مانع الزکوۃ، رقم: ۱۴۰۳.

علاوہ ازیں امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا مقصد ہے کہ میں لوگوں کو مختلف شہروں میں بھیجوں۔ وہ دیکھیں جو لوگ باوجود مال رکھنے کے حج نہیں کرتے، ان پر جزیہ لگادیں، وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ مسلمان نہیں ہیں۔'' (تفسیر ابن کثیر: ۱۰/۵۲۰)

(۲۲) بلا عذر رمضان کے روزے ترک کرنا:

رمضان المبارک کے روزے رکھنا دین اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن اور انتہائی عظیم الشان فریضہ ہے۔ جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سابقہ امتوں کی طرح اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی فرض کیا ہے۔ اور جو شخص بلا عذرِ شرعی روزہ خوری کرے، اُس کے لیے بڑی سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ روزہ کی فرضیت بیان کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ (البقرہ: ۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں، ویسے ہی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تا کہ تم تقویٰ کی راہ اختیار کرو۔''

اور جو لوگ بلا عذرِ شرعی روزہ چھوڑ دیتے ہیں، ان کے لیے بڑی سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ سیّدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ؟ إِذَا رَجُلَانِ، فَأَخَذَا بِضُبْعَيَّ، فَأَتَيَابِيْ جَبَلًا وَعْرًا، فَقَالَا لِيْ: اِصْعَدْ، حَتّٰى إِذَا كُنْتُ فِيْ سَوَاءِ الْجَبَلِ، فَإِذَا أَنَا بِصَوْتٍ شَدِيْدٍ، فَقُلْتُ: مَا هٰذِهِ الْأَصْوَاتُ؟ قَالَ: هٰذَا عَوَاءُ أَهْلِ النَّارِ، ثُمَّ انْطُلِقَ بِيْ؛ فَإِذَا أَنَا بِقَوْمٍ مُّعَلَّقِيْنَ بِعَرَاقِيْبِهِمْ مُشَقَّقَةً أَشْدَاقُهُمْ، تَسِيْلُ أَشْدَاقُهُمْ دَمًا، فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ؟ فَقِيْلَ: هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يُفْطِرُوْنَ قَبْلَ تَحِلَّةِ صَوْمِهِمْ.))[1]

[1] صحیح ابن حبان، رقم: ۷۴۴۸۔ ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

”میں سویا ہوا تھا، اور میرے پاس دو آدمی آئے، انھوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑا اور مجھے ایک مشکل چڑھائی والے پہاڑ پر لائے، اور دونوں نے کہا: اس پر چڑھیں۔ میں نے کہا: میں نہیں چڑھ سکتا۔ انھوں نے کہا: ہم آپ کے لیے سہولت پیدا کر دیں گے۔ پس میں چڑھ گیا، یہاں تک کہ میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا، جہاں میں نے شدید چیخ و پکار کی آوازیں سنیں۔ میں نے پوچھا: یہ آوازیں کیسی ہیں؟ انھوں نے بتایا: یہ جہنمیوں کی چیخ و پکار ہے۔ پھر وہ میرے ساتھ آگے بڑھے، جہاں میں نے چند لوگ اُلٹے لٹکے ہوئے دیکھے، جن کے منہ چیرے ہوئے ہیں اور ان سے خون بہہ رہا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ وقت سے پہلے افطار کیا کرتے تھے۔“

(۲۳) کفار کی پیروی کرنا:

نیک لوگوں کے راستے یعنی صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر کفار کے راستے کی پیروی کرنا انتہائی خطرناک اور مہلک گناہ ہے۔ صاحبِ بصیرت اور شریعت اسلامیہ سے واقف کوئی شخص اس کھلی حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ آج مسلمانوں کی اکثریت نے بہت ساری چیزوں میں کفار کی پیروی شروع کر رکھی ہے۔ سیرت، عادات و اطوار، گفتار و کردار اور چھوٹی بڑی بہت سی چیزوں میں ہم نے اہل مشرق کے ”ملاحدہ“ اور اہل مغرب کے ”لادینوں“ کی تقلید کو اپنایا ہوا ہے۔ بہر حال مسلمانوں کے لیے کسی کافر کی پیروی قطعی ناجائز اور حرام ہے۔ اور اس کی دلیل اللہ تبارک وتعالیٰ کا وہ ارشاد ہے، جس میں مسلمانوں کو نماز کے دوران دعائیہ کلمات سکھائے گئے ہیں۔

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝﴾ (الفاتحہ: ۵ تا ۷)

”(اے اللہ!) ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا، ان کی راہ پر نہیں، جن پر تیرا غضب نازل ہوا، اور نہ ان کی جو گمراہ ہوئے۔“

نیز رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو ”نمازِ وتر“ میں جو دعا مانگنے کے لیے

کلمات سکھائے، ان میں اوّل کلمات یہ تھے:

((اَللّٰھُمَّ اھْدِنِی فِیْمَنْ ھَدَیْتَ.)) ❶

''اے اللہ! مجھے ان لوگوں کی راہ پر چلا، جنھیں تو نے راہ دکھائی۔''

ان پر دو دلیلوں سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نیک اور صالح بندوں کا راستہ الگ ہے یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار کا راستہ الگ ہے۔

(۲۴) سود خوری:

سود خوری کبیرہ گناہوں میں سے ایک بہت بڑا گناہ ہے، تاہم اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مقدس میں سود خوروں کے علاوہ کسی دوسرے سے اعلانِ جنگ نہیں فرمایا۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: ۲۷۸ تا ۲۷۹)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور جو سود لوگوں کے پاس باقی رہ گیا ہے، اگر ایمان والے ہو، تو اُسے چھوڑ دو۔ اگر تم نے ایسا نہیں کیا، تو اللہ سے اور اُس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

بہر حال تجارت اور ملکی سطح پر غور و فکر کرنے والے شخص کے لیے ان تباہ کاریوں اور ہلاکت آفرینیوں کا ادراک قطعاً مشکل نہیں، جو صرف اور صرف سودی لین دین کی پیدا کردہ ہیں۔ جن میں افلاس، قرضوں کی ادائیگی سے عاجزی، اقتصادی ڈھانچے میں کمزوری اور معاشرے میں غربت و مفلسی اور امارت کے تعلق سے طبقاتی کشمکش کا وجود میں آنا وغیرہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اور ایسے میں نتیجتاً ملک کا بہتر سرمایہ چند افراد کے ہاتھوں میں گردش کرتا رہتا ہے، لیکن اس کھلی حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہے کہ سود خوروں میں اکثر لوگ محرومیوں کی عبرت ناک تصویر بن کے رہ جاتے ہیں۔ اور شاید یہ اس برے انجام کی ایک جھلک ہے، جو سود خوروں کے اللہ تعالیٰ

❶ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل المدینة، رقم: ۳۳۲۷.

کے ساتھ اعلانِ جنگ کی انتہائی سخت وعید اور تنبیہ کی صورت میں موجود ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے فرمانِ عالی شان کے مطابق سودی کاروبار میں شرکت کرنے والے تمام افراد لعنت کے مستحق ہیں۔ چنانچہ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ؛

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ آكِلَ الرِّبَا ، وَمُوكِلَهُ، وَكَاتِبَهُ، وَشَاهِدَيْهِ، وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ.)) [1]

''رسول مکرم ﷺ نے سود کھانے والوں، کھلانے والوں، لکھنے والوں اور گواہی دینے والوں سب پر لعنت فرمائی ہے، بلکہ فرمایا کہ یہ سب برابر کے گناہ گار ہیں۔''

معلوم ہوا کہ سودی کاروبار میں معاونت کرنے والے جملہ اُمور قطعاً ناجائز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بنک میں ملازمت کرنا بھی حرام ہے۔

یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ سود کی حرمت تمام افراد کے لیے عام ہے، چاہے کوئی سرمایہ دار ہو، یا فقیر، مسکین، یا کوئی بھی شخص اس حرمت کے حکم سے خالی نہیں ہے۔

امر واقع شاہد ہے کہ کتنے ہی سرمایہ داروں، اور بڑے بڑے تاجروں کو سود نے مفلس بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((دِرْهَمُ رِبًا يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ يَعْلَمُ، أَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِيْنَ زَنْيَةً.)) [2]

''جو آدمی سود جاننے کے باوجود اُس کا ایک درہم کھاتا ہے (وہ اُس کے لیے چھتیس مرتبہ کے زنا سے زیادہ بھاری اور سخت ہے۔''

سود کھانے والے حضرات اس حدیث پر ذرا غور فرمائیں، اور سود کا کم سے کم وبال یہ ہے کہ سود والا مال گنتی میں کتنا ہی زیادہ ہوجائے، مگر اُس کی برکت قطعی طور پر ختم ہوجاتی ہے، جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب لعن آکل الربا ومؤکلہ، رقم: ۴۰۹۳۔

[2] مسند أحمد: ۲۲۵/۵، رقم: ۲۱۹۵۷۔ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۳۳۷۵۔ سلسلة الأحادیث الصحیحة، رقم: ۱۰۳۳۔

((مَا أَحَدٌ أَكْثَرَ مِنَ الرِّبَا إِلَّا كَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهِ إِلَى قِلَّةٍ.)) [1]

''سودی مال خواہ کتنا ہی زیادہ ہو، مگر اس کا انجام سوائے کمی کے کچھ نہیں ہوتا۔''

(۲۵) رشوت لینا اور دینا:

رشوت لینا اور دینا کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی آدمی کو اُس کے حق سے محروم کرنے یا کوئی ناجائز اور غیر قانونی کام نکلوانے کی غرض سے حاکم یا جج صاحبان یا کسی بھی صاحبِ عہدہ کو رشوت دینا، اور اُس کا رشوت کو قبول کرنا، انتہائی گھٹیا جرم ہے، اس لیے کہ اس قسم کے کام فیصلوں میں ناانصافی کرنے، صاحب حق پر ظلم و ستم ڈھانے، اور کرۂ ارض پر فتنہ بپا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٨٨﴾﴾ (البقرہ:۱۸۸)

''اور تم اپنے اموال آپس میں ناحق نہ کھاؤ، اور نہ معاملہ حکام تک اس غرض سے پہنچاؤ، تاکہ لوگوں کے مال کا ایک حصہ ناجائز طور پر جانتے ہوئے کھا جاؤ۔''

اور رسول مکرم ﷺ نے فیصلے میں رشوت دینے اور لینے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے، جیسا کہ سیّدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

((لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ فِي الْحُكْمِ.)) [2]

''رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں پر لعنت کی ہے جو فیصلہ کرتے یا کراتے ہوئے رشوت لیں یا دیں۔''

افسوس کہ دورِ حاضر میں رشوت کا دائرہ وسیع پیمانے پر پہنچ چکا ہے، ملازمت پیشہ افراد تو اپنی

---

[1] سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا، رقم: ۲۲۷۹۔ مستدرک حاکم: ۳۷/۲، رقم: ۲۳۹۰۔ حاکم اور علامہ البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] سنن الترمذي، کتاب الأحکام، باب ماجاء فی الراشی والمرتشی فی الحکم، رقم: ۱۳۳۶۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

ماہانہ تنخواہ سے کہیں زیادہ رشوت سے کما لیتے ہیں، اور ان کے بیشتر معاملات رشوت کے لین دین سے شروع ہوتے ہیں، اور اسی پر اختتام پذیر ہوتے ہیں۔ یہ مرض ملازمین کی تباہی کا ایک بہت بڑا محرک ہے، اچھا عہدہ صرف اُسی شخص کو نصیب ہوتا ہے جو کسی اہلکار کی مٹھی گرم کرے، جو ایسا نہ کر سکے وہ اچھے عہدے سے بالکل محروم رہتا ہے۔ اور اس کے برعکس جو لوگ بذریعہ رشوت اپنے معاملات چلاتے ہیں، یہ رشوت کے ذریعے تو بڑے بڑے عہدوں پہ فائز ہوتے ہیں، اور پھر اپنے منصب کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے لوگوں کی حق تلفی کرتے ہیں، اور کہیں پہلے فارغ ہو کر واپس چلے جاتے ہیں۔

اس طرح کے ظالم اور سخت دل لوگوں کا رسول اللہ ﷺ کی اس بددعا کا نشانہ اور ہدف بنتے ہوئے رحمت الٰہیہ سے دھتکار دیا جانا کچھ بعید از عقل یا تعجب خیز نہیں ہے۔ چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ.)) [1]

''رشوت دینے اور لینے والے (دونوں پر) اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔''

(۲۶) زمین پر ناجائز قبضہ کرنا:

جب انسان کے دل سے اللہ تعالیٰ کا خوف ختم ہو جائے، تو انسان کی نفسی اور ذہنی قوت اُس کے لیے وبالِ جان بن جاتی ہے، اس لیے کہ وہ اُس نفسی اور ذہنی قوت کو لوگوں پر ظلم ڈھانے اور ان کے اموال پر قبضہ کرنے میں استعمال کرتا رہتا ہے۔ ان مظالم میں سے ایک بہت بڑا ظلم دوسروں کی زمینوں اور جائیدادوں پر ناجائز قبضہ اور انھیں غصب کرنا ہے، جبکہ اس گناہ کی اسلام میں بڑی بھیانک سزا مقرر ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِلٰى سَبْعِ أَرْضِيْنَ.)) [2]

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الاحكام، باب التغليظ في الحيف والرشوة، رقم: ۲۳۱۳۔ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۵۱۱۴.

[2] صحيح بخاري، كتاب المظالم، باب إثم من ظلم شيئًا من الأرض، رقم: ۲۴۵۴.

''جس شخص نے ناحق کسی کی زمین کا تھوڑا سا حصہ بھی دبا لیا، تو قیامت کے روز اُسے سات زمینوں تک دھنسایا جائے گا۔''

(۲۷) سفارش کے عوض تحفہ قبول کرنا:

یقیناً کسی شخص کا لوگوں کے درمیان صاحب مقام و مرتبہ ہونا، اُس پر اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے، بشرطیکہ اُس کا شکر بجالائے، شکر بجالانے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے اس مقام و مرتبہ کو لوگوں کو نفع پہنچانے میں صرف کرے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے عموم سے ظاہر ہوتا ہے۔

((مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ.)) ❶

''تم میں سے جو شخص اپنے کسی بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو، تو ضرور پہنچائے۔''

جو شخص اپنے مقام و مرتبہ کے سبب اپنے کسی بھائی کو فائدہ پہنچائے، جس میں شرعاً کوئی قباحت نہ ہو، تو وہ اللہ کے ہاں اجر و ثواب کا مستحق ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا.)) ❷

''تم سفارش کر دیا کرو، تمھیں اس کا ثواب مل جائے گا۔''

(۲۸) سرکاری خزانے میں خرد برد کرنا:

سرکاری خزانہ یعنی بیت المال میں قوم کے فقراء اور غرباء کا حق ہوتا ہے، اور اسے ملکی کاموں پر بھی صرف کیا جاتا ہے، اور جو کوئی اس میں خرد برد کرے، وہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے بیت المال میں خورد برد کرنے سے نہ صرف غربا اور فقراء کی حق تلفی ہوتی ہے، بلکہ ملکی ضروریات کو پورا کرنے میں بھی حرج ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ایسے شخص کے بارے میں بڑی سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ سیّدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول

❶ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرقیة من العین والنملة والحمة والنظرة، رقم: ۵۷۲۷۔

❷ صحیح بخاري، کتاب الأدب، باب تعاون المؤمنین بعضهم بعضًا، رقم: ۶۰۲۷، ۶۰۲۸۔

معظم ﷺ نے انھیں ارشاد فرمایا:

((قُمْ عَلٰی صَدَقَةِ بَنِیْ فُلَانٍ، وَانْظُرْ لَا تَأْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِبَکْرٍ تَحْمِلُهُ عَلٰی عَاتِقِکَ لَهُ رُغَاءٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِصْرِفْهَا عَنِّیْ۔ فَصَرَفَهَا عَنْهُ.)) [1]

''تم جاؤ اور فلاں قبیلے کی زکوٰۃ جمع کر کے لاؤ۔ (لیکن ایک بات کا خیال رکھنا) قیامت کے روز ایسی حالت میں نہ آنا کہ تمھاری گردن پر جوان اُونٹ ہو جو بلبلا رہا ہو۔ سیّدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے اس ذمہ داری سے سبکدوش کر دیجیے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں سبکدوش فرما دیا۔''

(۲۹) یتیم کا مال کھانا:

ہر مسلمان کا، بلکہ ہر آدمی کا فریضہ ہے کہ وہ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک ان سے شفقت اور مہربانی کا سا معاملہ کرے، بالخصوص جو شخص ان کے مال کی سرپرستی اور نگہداشت کے لیے مقرر ہو تو اُس پر بالا ولیٰ لازم ہے کہ وہ ان سے اچھا سلوک کرے۔ اور جو شخص اچھا سلوک کرنے کی بجائے یتیم بچوں کا مال ناجائز طریقے سے ہڑپ کر جائے، تو وہ شخص نہایت سخت گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے، اور اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا۠﴾ (النساء: ۱۰)

''جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب بھڑکتی آگ کا مزہ چکھیں گے۔''

اور سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَرْبَعٌ: حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَا یُدْخِلَهُمُ الْجَنَّةَ، وَلَا یُذِیْقَهُمْ نَعِیْمَهَا: مُدْ مِنُ

---

[1] مسند أحمد: ۵/ ۲۸۵، رقم: ۲۲۴۶۱۔ شیخ شعیب ارناؤط نے اسے ''صحیح لغیرہ'' کہا ہے۔ مسند البزار، رقم: ۳۷۴۳۔

الْخَمْرِ، وَ آكِلُ الرِّبَا، وَ آكِلُ مَالِ الْيَتِيمِ بِغَيْرِ حَقٍّ، وَالْعَاقُّ لِوَالِدَيْهِ.)) [1]

''اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ وہ چار آدمیوں کو جنت میں داخل نہیں کرے گا، اور نہ وہاں کی نعمتوں کا انھیں مزہ چکھائے گا، (وہ چار قسم کے لوگ مندرجہ ذیل ہیں:)

۱: مسلسل شراب پینے والا یعنی عادی شرابی۔ ۲: سود کھانے والا۔ ۳: یتیم کا مال ناجائز طریقے سے کھانے والا۔ ۴: اپنے والدین کی نافرمانی کرنے والا۔''

(۳۰) حرام مال کھانا:

باطل طریقے سے کسی کا مال ہڑپ کرنا قطعی ناجائز وحرام اور مہلک ترین گناہِ کبیرہ ہے، جو شخص اس گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں اُس کی کوئی دُعا قبول نہیں ہوتی، اور مزید یہ کہ ایسا شخص قیامت کے روز جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ (البقرہ:۱۸۸)

''اور تم اپنے اموال آپس میں ناحق نہ کھاؤ۔''

اور سیّدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ ﴿يَٰٓأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝﴾ (المؤمنون:۵۱) وَقَالَ: ﴿يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقْنَٰكُمْ﴾ (البقرۃ:۱۷۲) ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ، أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبِّ يَا رَبِّ! وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ

---

[1] مستدرک حاکم، رقم:۲۳۰۷۔ امام حاکم نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

لِذٰلِکَ؟.)) [1]

''اے لوگو! اللہ پاک ہے، پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو بھی اُسی بات کا حکم دیا ہے، جس کا اپنے رسولوں کو حکم دیا تھا:

''اے میرے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، بے شک میں تمہارے عملوں کو خوب جانتا ہوں۔''

اور اہل ایمان سے کہا: ''اے ایمان والو! ہماری عطا کردہ پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔''

پھر آپ نے ایک آدمی کا تذکرہ کیا جو ایک طویل سفر طے کرتا ہے اور بکھرے بال، پراگندہ حالت والا ہوتا ہے، اور آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر صدا لگاتا ہے: اے میرے پالنہار! اے میرے پروردگار! حالانکہ اُس کا کھانا حرام، اُس کا پینا حرام، اُس کا پہننا حرام، (حتی کہ) اُس کی ساری غذا حرام ہوتی ہے، پھر بھلا اُس کی دُعا کیسے مقبول ہوگی؟''

(۳۱) ناپ تول میں کمی کرنا:

ایک دوسرے پر رحم دلی، اور ہمدردی اسلامی اخوت کا فریضہ، اور اُس کا اہم ترین تقاضا ہے۔ اور اسلامی اخوت ہی نہیں، انسانی اخوت بھی اس کا تقاضا کرتی ہے کہ لوگوں کے ساتھ برتاؤ میں اخلاص رکھنا چاہیے، اور آپس میں ناپ تول اور پیمائش میں قطعی طور پر کمی نہیں کرنی چاہیے۔ لہٰذا جو لوگ ناپ تول میں کمی کرتے ہیں، وہ جرم عظیم کے مرتکب ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے مقدر میں ''ہلاکت'' لکھ رکھی ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مختلف مقامات پر مختلف انداز میں ناپ تول میں کمی کرنے سے منع فرمایا ہے، جن میں سے چند ایک مقامات ہم ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔

﴿وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝۳۵﴾ (بنی اسرائیل:۳۵)

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، رقم: ۱۰۱۵.

’’اور جب ناپو تو پیمانہ بھر کر دو، اور درست ترازو سے وزن کرو، یہی بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔‘‘

(۳۲) دھوکہ، فریب دینا:

اسلامی اور انسانی اخوت کا تقاضا ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان سے اچھا اور مخلصانہ برتاؤ رکھے۔ جس میں کسی قسم کی دھوکہ دہی ہو، اور نہ فریب کاری۔ اور اس کے برعکس جو شخص کسی کے ساتھ دھوکہ اور فریب دہی کرتا ہے، وہ گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے، چنانچہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا .)) [1]

’’جس نے ہمیں دھوکہ دیا، وہ ہم میں سے نہیں۔‘‘

(۳۳) دھوکے سے بولی بڑھانا:

ویسے تو دھوکے کی بہت ساری صورتیں ہیں، لیکن ان میں سے ایک اہم اور بڑی صورت یہ بھی ہے کہ ’’انسان دھوکے سے اپنے مال کی بولی بڑھائے۔‘‘

’’بیع نجش‘‘ عقدِ بیع کی ایک قسم ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ ایک ایسا آدمی جو سودے کا خریدار نہیں ہے، لیکن قیمت میں اضافہ کر کے بولی دیتا ہے، تاکہ دوسرے شخص کو دھوکے میں ڈال کر اُسے مہنگے داموں سودا خریدنے پر آمادہ کرے۔ ایسے لوگ اکثر طور پر دکانداروں سے ملے ہوتے ہیں۔ اس طرح کسی کو دھوکہ دے کر خرید و فروخت کرنا سخت ممنوع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ’’بیع نجش‘‘ سے منع فرمایا ہے:

((لَا تَنَاجَشُوْا .)) [2] ...... ’’بیع نجش مت کرو۔‘‘

(۳۴) خیانت کرنا:

امانت میں خیانت کرنا، بہت بڑا گناہ ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس فعلِ بد کے

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ’’ من غشنا فلیس منا ‘‘ رقم: ۲۸۳ .

[2] صحیح بخاري، کتاب البیوع، باب لا یبیع علی بیع أخیه . . . الخ۔ رقم: ۲۱۳۹ .

ارتکاب سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَخُونُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ وَتَخُونُوٓا۟ أَمَٰنَٰتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝٢٧ ﴾ (الانفال:۲۷)

''اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو، اور جانتے ہوئے اپنے پاس موجود امانتوں میں خیانت نہ کرو۔''

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا ائْتُمِنَ خَانَ.)) [1]

''منافق کی تین نشانیاں ہیں: (۱) جب بات کرے جھوٹ بولے۔ (۲) جب وعدہ کرے، تو خلاف ورزی کرے۔ (۳) اور جب اُس کے پاس (کوئی) امانت رکھی جائے، تو خیانت کرے۔''

(۳۵) ظلم کرنا:

کسی پر ظلم وستم کرنا بہت بڑا گناہ ہے، اور خصوصاً انسان پر ظلم کرنا، اس کی عزت وتکریم مجروح کرنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا جو لوگ کسی پر ظلم وستم ڈھاتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دردناک عذاب کے مستحق ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ إِنَّمَا ٱلسَّبِيلُ عَلَى ٱلَّذِينَ يَظْلِمُونَ ٱلنَّاسَ وَيَبْغُونَ فِى ٱلْأَرْضِ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝٤٢ ﴾ (الشوری:۴۲)

''الزام ان لوگوں پر ہے، جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں، اور زمین میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں، انہی کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کی مذمت میں ارشاد فرمایا:

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق، رقم: ۳۳.

((اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ.)) [1]

''ظلم کرنے والے کے لیے قیامت کے روز اندھیرے ہوں گے۔''

معلوم ہوا قیامت کے روز ظالم نور سے محروم ہوگا۔ اندھیرے پر اندھیرا یعنی ان اندھیروں میں وہ دھکے کھاتا اور سرگرداں پھرے گا۔

(i) حاکم وقت کا رعایا پر ظلم کرنا:

حاکم وقت کا رعایا پر ظلم کرنا بہت بڑا جرم ہے۔ چنانچہ سیّدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْ عَبْدٍ یَسْتَرْعِیہِ اللّٰہُ رَعِیَّۃً فَلَمْ یَحُطْھَا بِنُصْحِہٖ [إِلَّا] لَمْ یَجِدْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ.)) [2]

''جس آدمی کو اللہ تعالیٰ عوام کا نگہبان بنائے، اور وہ ان کی خیر خواہی نہ کرے، تو وہ جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔''

(ii) جانوروں پر ظلم کرنا:

جانور بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی کسی بھی مخلوق پر ظلم کرنا، بہت بڑا جرم ہے اور جو شخص اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے، وہ اوّلاً: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کا مستحق ہے، اور ثانیاً: یہ کہ ایسا جرم انسان کو جہنم میں لے جانے کا سبب ہے۔ چنانچہ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ عَلَیْہِ حِمَارٌ قَدْ وُسِمَ فِيْ وَجْھِہٖ فَقَالَ لَعَنَ اللّٰہُ الَّذِی وَسَمَہٗ.)) [3]

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک گدھا گذرا جس کے منہ کو داغا گیا تھا، تو آپ نے

---

[1] صحیح بخاري، کتاب المظالم، باب الظلم ظلمات یوم القیامة، رقم: ۲۴۴۷۔

[2] صحیح بخاري، کتاب الأحکام، باب من استرعی رعیة فلم ینصح، رقم: ۷۱۵۰۔

[3] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینه، باب النهی عن ضرب الحیوان فی وجهه وسمه فیه، رقم: ۵۵۵۲۔

فرمایا: اللہ اُس پر لعنت کرے جس نے اسے داغا ہے۔''

نیز سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((دَخَلَتِ امْرَأَةٌ النَّارَ فِي هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ.)) [1]

''ایک عورت ''بلی'' کی وجہ سے جہنم میں گئی۔ اُس نے بلی کو باندھ دیا، اور اُسے کھانا دیا، نہ اُسے چھوڑا کہ وہ چل پھر کر زمین کے کیڑے مکوڑے کھالیتی۔''

(۳۶) احسان جتلانا:

کسی کے ساتھ نیکی کر کے احسان جتلانا بہت بڑا گناہ ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ ﴾

(البقرہ: ۲۶۴)

''اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور اذیت پہنچا کر ضائع نہ کرو۔''

(۳۷) غیبت:

کسی کی غیبت کرنا گناہِ کبیرہ ہے، اور اس گناہ کا ارتکاب کرنا گویا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے غیبت سے منع فرمایا ہے، نیز اپنے بندوں کو غیبت سے متنفر کرنے کے لیے ایک ایسی مثال بیان فرمائی، جس سے بلاشک وشبہ دل میں کراہت غیبت پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ ﴾ (الحجرات: ۱۲)

''اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا

---

[1] صحیح بخاري، کتاب بدء الخلق، باب إِذَا وقع الذباب فی شراب أحدکم فیلغمسه ... الخ، رقم: ۳۳۱۸۔

گوشت کھانا گوارہ کرے گا،تم اُسے بالکل گوارا نہیں کرو گے۔‘‘

غیبت کیا ہے؟اس کی تعریف کے لیے رسول مکرم ﷺ کا ارشاد ملاحظہ ہو:

((اَتَدْرُونَ مَا الْغِیبَۃُ؟ قَالُوا: اللّٰہُ وَرَسُولُہُ اَعْلَمُ۔ قَالَ: ذِکْرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکْرَہُ۔ قِیلَ: اَفَرَاَیْتَ اِنْ کَانَ فِیْ اَخِی مَا اَقُولُ؟ قَالَ: اِنْ کَانَ فِیہِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَہُ وَاِنْ لَمْ یَکُنْ فِیہِ فَقَدْ بَھَتَّہُ.)) [1]

’’کیا تم جانتے ہو،’’غیبت‘‘ کسے کہتے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کا ایسی بات کے ساتھ ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو، غیبت ہے۔‘‘ کسی نے کہا: اگر میرے بھائی میں وہ عیب پایا جاتا ہو تو؟ فرمایا: جو عیب تم بیان کر رہے ہو، اگر وہ اُس میں پایا جاتا ہے تو تم نے اُس کی غیبت کی، اور اگر وہ اُس میں نہیں پایا جاتا، تو تم نے اُس پر بہتان تراشا۔‘‘

(۳۸) چغل خوری:

چغل خوری بھی بڑے گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ ہے، اس لیے کہ فساد کی غرض سے ایک دوسرے کی باتیں بطورِ چغلی بیان کرنا، ہمیشہ سے انسانی تعلقات کی خرابی اور دلوں میں بغض وعداوت کی آگ جلانے کا ذریعہ اور سبب رہا ہے۔ لہٰذا چغل خوری کا ارتکاب جنت میں داخل نہ ہونے اور عذاب قبر میں مبتلا ہونے کا سبب ہے، اللہ تعالیٰ نے چغل خور کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝١٠ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ ۝١١﴾

(القلم: ۱۰ تا ۱۱)

’’اور آپ ہر زیادہ قسم کھانے والے ذلیل انسان کی بات نہ مانیں۔ جو عیب جوئی کرنے والا، چغلی کھانے والا ہے۔‘‘

[1] صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الغیبۃ، رقم: ۶۵۹۳.

اور سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ.)) [1]

''چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

(۳۹) پڑوسیوں سے بدسلوکی:

پڑوسیوں سے بدسلوکی کرنا اور انہیں ستانا انتہائی سنگین جرم ہے، اور جو شخص اِس جرم کا مرتکب ہے، اُس کا دل ایمان کی حلاوت اور چاشنی سے خالی ہے، اللہ تعالیٰ نے پڑوسیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝۳۶﴾ (النساء: ۳۶)

''اور اللہ کی عبادت کرو، اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ، اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اور رشتہ داروں اور یتیموں، مسکینوں، رشتہ دار پڑوسی، اجنبی پڑوسی، پہلو سے لگے ہوئے دوست، مسافر، غلام اور لونڈیوں کے ساتھ حسن سلوک کرو، بے شک اللہ اکڑنے والے اور بڑا بننے والے کو پسند نہیں کرتا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پڑوسیوں سے حُسنِ سلوک کرنے کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے، اور ان سے بدسلوکی کرنے اور انہیں ستانے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ سیّدنا ابوشریح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُحْسِنْ إِلٰى جَارِهٖ.)) [2]

''جو شخص اللہ اور آخرت کے روز پر ایمان رکھتا ہے، اُسے اپنے پڑوسی کے ساتھ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب مایکرہ من النمیمۃ، رقم: ۶۰۵۶۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الحث علی اکرام الجار والضیف، رقم: ۱۷۶۔

حسن سلوک کرنا چاہیے۔''

(۴۰) مزدور کو پوری اجرت نہ دینا:

مزدور کو اُس کی پوری اُجرت (خواہ مخواہ) وقت پر ادا نہ کرنا، بڑا سخت گناہ ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے مزدور کو اُس کی اجرت جلد از جلد ادا کرنے کی ترغیب دی ہے، چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَعْطُوا الْأَجِيْرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ.)) [1]

''مزدور کو اُس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اُس کی مزدوری ادا کرو۔''

(۴۱) قرض ادا نہ کرنا:

طاقت کے باوجود قرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا، انتہائی سخت گناہ ہے، قرض دراصل ایک امانت ہے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے امانت کی ادائیگی کا بڑا سختی کے ساتھ حکم فرمایا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾ (النساء:۵۸)

''بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اُن کے مالکوں تک پہنچا دو۔''

ہمارے معاشرے میں جہاں دوسری بہت سی خرابیاں پھیلی ہوئی ہیں، وہاں ایک خرابی قرض کی ادائیگی میں مجرمانہ غفلت برتنے کی بھی ہے، رسول اللہ ﷺ نے قرض کے ہیبت ناک انجام سے ڈراتے ہوئے فرمایا:

((مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ أَدَائَهَا أَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ، وَمَنْ أَخَذَ يُرِيْدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللّٰهُ.)) [2]

''جو کوئی لوگوں سے بطورِ قرض مال لے اور اُسے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، تو اللہ

---

[1] سنن ابن ماجه، كتاب الرهن، باب أجر الأجير، رقم:۲۴۴۳۔ مشكوة المصابيح، رقم:۲۹۸۷۔ إرواء الغليل، رقم:۱۴۹۸۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الاستقراض، باب من أخذ أموال الناس يريد ادائها واتلافها، رقم:۲۳۸۷۔

تعالیٰ اُسے ادئیگی کی طاقت بخش دیتا ہے، اور جو کوئی لوگوں سے قرض ہڑپ کرنے کے ارادے سے لے، تو اللہ تعالیٰ اُسے ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔''

(۴۲) چوری کرنا:

کسی کا مال چرانا انتہائی سنگین جرم اور بڑا گناہ ہے، شریعتِ اسلامیہ نے اِس جرم کی بڑی سخت سزا مقرر فرمائی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالسَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾﴾ (المائدہ:۳۸)

''چور اور چورنی کے ہاتھ کاٹ دیا کرو، یہ اُن کے کیے کا بدلہ اور اللہ کی طرف سے عذاب کے طور پر، اور اللہ قوت وحکمت والا ہے۔''

نیز جو شخص چوری کرتا ہے، وہ اُس وقت مؤمن نہیں رہتا، جیسا کہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَلَا يَسْرِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ.)) [1]

''اور جب چور چوری کرتا ہے، تو وہ مؤمن نہیں رہتا۔''

(۴۳) ڈاکہ ڈالنا:

زبردستی کسی کا مال چھیننا اور راہ گیر مسافروں کو لوٹنا بڑا سخت گناہ ہے اور جو شخص اِس گناہ کا مرتکب ہے، اُس کے لیے دنیا ور آخرت دونوں میں دردناک عذاب کی وعید ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾﴾ (المائدہ:۳۳)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب مایحذر من الحدود، رقم: ۶۷۷۲.

''جولوگ اللہ اور اُس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں، اور زمین میں فساد پھیلانے میں لگے رہتے ہیں، اُن کا بدلہ یہ ہے کہ اُنہیں قتل کر دیا جائے، یا اُنہیں سولی پر چڑھا دیا جائے، یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیے جائیں، یا اُنہیں جلاوطن کر دیا جائے، یہ رسوائی اُن کے لیے دنیا میں ہے اور آخرت میں انہیں عذاب عظیم دیا جائے گا۔''

واضح ہو کہ یہ آیت، آیتِ ''محاربہ'' کہلاتی ہے، اُس کا شرعی اصطلاح میں اطلاق کفر، ڈاکہ زنی اور لوٹ مار وغیرہ پر ہوتا ہے، نیز جو شخص ڈاکہ ڈالتا اور لوٹ مار کرتا ہے، وہ ایمان سے باہر ہو جاتا ہے، یعنی کامل مؤمن نہیں رہتا، جیسا کہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ.)) [1]

''جب بھی کوئی لوٹنے والا لوٹتا ہے کہ لوگ ترستی ہوئی نگاہ سے اُسے دیکھ رہے ہوں، تو وہ مؤمن نہیں رہتا۔''

(۴۴) جوا کھیلنا:

جوا کھیلنا گناہِ کبیرہ اور حرام ہے، خواہ وہ تاش پتوں کی صورت میں ہو، شطرنج کی صورت میں ہو، چوسر کی صورت میں ہو، میچ فکسنگ کی صورت میں ہو، پرچی بانڈز کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں، بہر صورت ہر قسم کا جوا حرام ہے، اس لیے کہ یہ ایک شیطانی فعل ہے جو معاشرے کا امن وسکون خراب کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں لڑائی جھگڑا اور نفرت پیدا کرنے کا سبب بھی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ''جوئے'' کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دیا ہے۔

چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ (المائدہ: ۹۰)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب مایحذر من الحدود، رقم: ٦٧٧٢۔

''اے ایمان والو! بے شک شراب، جوا، وہ پتھر جن پر بتوں کے نام سے جانور ذبح کیے جاتے ہیں، اور فال نکالنے کے تیر، ناپاک ہیں، اور شیطان کے کام ہیں۔ پس تم اُن سے بچو، شاید کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿٩١﴾﴾

(المائدہ: ۹۱)

''بے شک شیطان شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض پیدا کرنا چاہتا ہے، اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دینا چاہتا ہے، تو کیا تم لوگ (اب) باز آ جاؤ گے۔''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَیَّ الْخَمْرَ وَالْمَیْسِرَ وَالْكُوْبَةَ.)) [1]

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھ پر شراب، جوا اور شطرنج حرام قرار دیا ہے۔''

مذکورہ بالا تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ جوا کھیلنا حرام ہے، بلکہ جوا کھیلنا تو کجا اُس کے کھیلنے کی دعوت دینا بھی باعث گناہ ہے، جس کی تلافی صدقہ کرنا ہے۔ اِس کی دلیل وہ حدیث ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ.)) [2]

''جو شخص اپنے ساتھی سے کہے: آؤ جوا کھیلیں، تو اُسے چاہیے کہ صدقہ کرے، (تاکہ وہ اُس گناہ کا کفارہ بن سکے)''

(۴۵) شراب نوشی:

ہر قسم کی شراب اور نشہ آور چیزوں کا استعمال قطعی حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، اللہ تعالیٰ نے

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الأشربه، باب الأوعیة، رقم: ۳۶۹۶۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب من لم یر اکفار من قال: ذلک متأولا أو جاھلا، رقم: ۶۱۰۷۔

شراب نوشی سے اجتناب کرنے کا قطعی حکم فرمایا ہے، اور اُس کے حرام ہونے پر قوی اور پختہ دلیل مندرجہ ذیل ارشاد الٰہی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝٩٠ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ۝٩١ ﴾ (المائدہ: ۹۰ تا ۹۱)

''اے ایمان والو! بے شک شراب، جوا، وہ پتھر جن پر بتوں کے نام سے جانور ذبح کیے جاتے ہیں، اور فال نکالنے کے تیر ناپاک ہیں، اور شیطان کے کام ہیں، پس تم اُن سے بچو شاید کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ بے شک شیطان شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض پیدا کرنا چاہتا ہے، اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دینا چاہتا ہے، تو کیا تم لوگ (اب) باز آجاؤ گے۔''

حدیث میں شراب نوشی کرنے والے کے لیے بڑی سخت وعیدہ وارد ہوئی ہے، چنانچہ سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَهْدًا لِمَنْ يَشْرَبُ الْمُسْكِرَ أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَمَا طِينَةُ الْخَبَالِ؟ قَالَ: عَرَقُ أَهْلِ النَّارِ أَوْ عُصَارَةُ أَهْلِ النَّارِ.)) [1]

''اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لیے اپنے اوپر عہد کر رکھا ہے کہ جو نشہ آور اشیاء استعمال کرتے ہیں، اُنہیں ''طینۃ الخبال'' میں سے ضرور پلائے گا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ''طینۃ الخبال'' کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جہنم کا پسینہ اور اُن کی گندگیوں کا نچوڑ۔''

اور سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الأشربه، باب بیان أن کل مسکر خمر وأن کل خمر حرام، رقم: ۵۲۱۷.

((وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ مُسْكِرًا ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاتُهُ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا ، وَإِنْ مَاتَ دَخَلَ النَّارَ ، فَإِنْ تَابَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ ،وَإِنْ عَادَ فَشَرِبَ فَسَكِرَ ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةٌ أَرْبَعِيْنَ صَبَاحاً فَإِنْ مَاتَ دَخَلَ النَّارَ ، فَإِنْ تَابَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ ،وَإِنْ عَادَ فَشِرَبَ فَسَكِرَ ، لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةٌ أَرْبَعِيْنَ صَبَاحاً ، فَإِنْ مَاتَ دَخَلَ النَّارَ ، فَإِنْ تَابَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِ ، وَإِنْ عَادَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ رَدْغَةِ الْخَبَالِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! وَمَا رَدْغَةُ الْخَبَالِ ؟ قَالَ : عُصَارَةُ اَهْلِ النَّارِ .)) [1]

’’جس شخص نے شراب نوشی کی اور نشہ میں مست ہو گیا، پس چالیس روز تک اُس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی، اور اگر اِس حال میں مر گیا، تو (سیدھا) جہنم میں جائے گا، اور اگر توبہ کر لی، تو اللہ تعالیٰ اُسے معاف فرما دے گا، اگر دوبارہ شراب نوشی کی اور نشہ میں مست ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ اُس کی مزید چالیس روز تک کوئی نماز قبول نہیں کرے گا، اور اگر اسی حالت میں مر گیا تو (سیدھا) واصل جہنم ہو گا، اور اگر توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا، اور اگر پھر اُس نے شراب نوشی کی تو اللہ تعالیٰ اُس کی مزید چالیس روز تک کوئی نماز قبول نہیں فرمائے گا، اگر اسی حالت میں مر گیا، تو واصل جہنم ہو گا اور اگر توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا، اگر (چوتھی بار) پھر شراب نوشی کی تو پھر اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اُسے روزِ قیامت ’’ردغة الخبال‘‘ میں سے پلائے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ردغة الخبال کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جہنم (کے زخموں کی گندگیوں) کا نچوڑ ہے۔‘‘

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الأشربه، باب من شرب الخمر، لم تقبل له صلوة، رقم: ۳۳۷۷۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

(۴۶)تمباکونوشی:

اسلام نے جہاں دیگر نشہ آور چیزوں کا استعمال ناجائز اور حرام قرار دیا ہے، وہاں تمباکونوشی یعنی حقہ وسگریٹ وغیرہ کا استعمال بھی ناجائز اور حرام قرار دیا ہے، کیونکہ تمباکونوشی کا استعمال انسان کو بدنی اور مالی نقصانات سے دوچار کردیتا ہے، جوکہ اسلامی تعلیمات کے صریح مخالف ہے۔

چنانچہ پروفیسر ڈائمنڈ انسانوں کی بیس ہزار مختلف حالتوں پر بڑی دیر تک ایک لمبی مدت تحقیق اور ریسرچ کرتے رہے، اُن میں سے اسراف (فضول خرچی) کرنے والے، اعتدال کی راہ والے اور برائیوں سے باز رہنے والے بھی تھے۔ پروفیسر صاحب نے جان ہوپکنز یونیورسٹی میں اُن میں سے ہر ایک کی فائل کھولی اور اس میں اس شخص کی عادات، صحت اور اس کی بیماریوں سے متعلق سب کچھ درج کردیا۔ اس کی تحقیقات کا آغاز ۱۹۱۹ء میں ہوا اور یہ ۱۹۴۰ء میں جاکر مکمل ہوئیں۔ اس پوری جدوجہد اور کاوش کا نتیجہ مندرجہ ذیل نکلا:

''تمباکونوشی انسانی زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالتی ہے، اور تمباکو کی استعمالی مقدار کے مطابق اس کی زندگی میں کمی کردیتی ہے، اس سے گریز کرنے والے اعتدال کی راہ والوں سے عمروں کے اعتبار سے زیادہ لمبی زندگی پاتے ہیں اور اعتدال والے تمباکونوشی میں اسراف کرنے والوں سے زیادہ طویل زندگی پاجاتے ہیں۔'' [بحوالہ تمباکونوشی مضرصحت، ص:۳۹]

تمباکونوشی کے بدنی نقصانات:

۱: نظر کا کمزور ہوجانا۔

۲: دل کمزور اور دل کی دھڑکن کا نظام بے ترتیب ہوجانا۔

۳: پٹھوں میں کھچاؤ اور کمزوری کا آجانا۔

۴: کھانسی، بلغم اور گلے کا گھٹنا جیسی بیماریوں کا پیدا ہوجانا۔

۵: بھوک میں کمی آجانا۔

۶: سرطان کی بیماری لگ جانا۔

۷: سینے کی بیماریاں پیدا ہوجانا۔

۸: مردانہ قوت میں کمی واقع ہوجانا۔

۹: غذا سے مکمل طور پر فائدہ نہ پہنچنا۔

۱۰: خون کے خلیے خراب ہوجانا۔

تمباکونوشی کے مالی نقصانات:

۱: مال کا ضیاع۔

۲: مقروض ہوجانا۔

علاوہ ازیں تمباکونوشی آدمی کے منہ کو بدبودار بنا دیتی ہے۔ اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ تمباکو یعنی سگریٹ وحقہ نوشی، کی بدبو لہسن اور پیاز سے کم مکروہ نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَكَلَ ثَوْمًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا ، أَوْ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا أَوْ لِيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ.)) [1]

''جس نے لہسن یا پیاز کھایا ہو، اُسے چاہیے کہ ہم سے، اور ہماری مسجد سے جدا رہے، اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔''

اس حدیث نبوی سے معلوم ہوا کہ جب لہسن یا پیاز کھانے والا آدمی بدبو کی وجہ سے مسجد یا اسلامی اجتماعات میں شرکت نہیں کرسکتا، تو تمباکونوشی کرنے والا آدمی بطریق اولیٰ مسجد یا اسلامی اجتماعات میں شرکت نہیں کرسکتا، کیونکہ تمباکونوشی کی بدبو لہسن یا پیاز سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

ہیروئین کی تباہی، ہلاکت:

گزشتہ لوگ افیون اور بھنگ جیسی نشہ آور اشیاء کا استعمال کرتے تھے، لیکن اب ہیروئن نے نسل انسانی میں تباہی مچا رکھی ہے، ایسی گھٹیا اور رذیل عادت کی ابتدا اسکول وکالج، یونیورسٹی یا محلے سے ہوتی ہے۔ ایک بار کسی نے کش لگوا دیا، تو بس عمر بھر کے لیے تباہی و ہلاکت مسلط ہوگئی۔ انتہائی افسوس ناک بات تو یہ ہے کہ پہلے اس نشہ کا استعمال صرف لڑکے کرتے تھے، لیکن اس جدید دور میں لڑکیاں بھی اُن کے شانہ بشانہ ہیروئن اور دیگر نشہ آور چیزوں کا استعمال کرتی ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الأذان، رقم: ۸۵۵.

واضح رہے کہ جدید نشہ آور چیزوں کے استعمال سے بڑی تیزی کے ساتھ بیماریاں لاحق بھی ہوتی ہیں، اور ساتھ ساتھ اثر انداز بھی بہت جلد ہوتی ہیں۔ (امراضِ عامہ)

افیون کا استعمال:

افیون کا استعمال انسانی صحت کے لیے انتہائی مضر ہے۔ جو لوگ افیون کا استعمال کرتے ہیں، ان کے اعصاب ڈھیلے پڑ جاتے ہیں، اور وہ عمومی طور پر بے ہوشی کی کیفیت میں مبتلا رہتے ہیں۔ چنانچہ افیون کے استعمال سے آدمی اپنی دُنیا بھول کر خیالاتی اور تصوراتی دنیا میں بھٹکتا رہتا ہے، نیز پست ہمتی اور بے شعوری اس کا مقدر بن جاتی ہے، حتیٰ کہ وہ معاشرے کے لیے ناسور بن جاتا ہے۔

حشیش کے نقصانات:

حشیش بھنگ کا دوسرا نام ہے، اور یہ بھی انسانی صحت کے لیے انتہائی مضر ہے، اور اس کے استعمال سے خون کی کمی، بے ہمتی اور ذہنی انتشار لاحق ہو جاتا ہے، جو مجموعی اعتبار سے انسانی صحت پر انتہائی بُری طرح اثر انداز ہوتے ہیں، جس سے انسان کی صحیح فکر اور سوچ مفقود ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں حشیش کے کثرتِ استعمال سے آدمی بے قابو ہو جاتا ہے اور آخر کار موت کا شکار ہو جاتا ہے۔

(۴۷) زنا کاری:

بیوی یا لونڈی کے علاوہ کسی اور سے جنسی خواہش پوری کرنا، بڑا سنگین جرم ہے، کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ عزت اور نسل کی حفاظت شریعت کے اہم ترین مقاصد میں سے ہے، بنابریں شریعت نے زنا کو حرام قرار دیا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝۳۲﴾

(بنی اسرائیل: ۳۲)

"زنا کے قریب نہ جاؤ، بلاشبہ وہ بڑی بے شرمی کا کام ہے، اور بُرا راستہ ہے۔"

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَ الَّذِیۡنَ لَا یَدۡعُوۡنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ وَ لَا یَقۡتُلُوۡنَ النَّفۡسَ الَّتِیۡ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَ لَا یَزۡنُوۡنَ ۚ وَ مَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ یَلۡقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ یُّضٰعَفۡ لَہُ الۡعَذَابُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَ یَخۡلُدۡ فِیۡہٖ مُہَانًا ﴿۶۹﴾﴾ (الفرقان:۶۸تا۶۹)

''اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے، اور جس جان کو اللہ نے حرام کیا ہے، اُسے ناحق قتل نہیں کرتے، اور نہ وہ زنا کرتے ہیں، اور جو کوئی ایسا کرے گا، وہ اپنے گناہوں کا بدلہ پائے گا، قیامت کے دن اُس کا عذاب دہرا کر دیا جائے گا، اور وہ اُسی میں ہمیشہ کے لیے ذلیل وخوار بن کر رہے گا۔''

مرتکب زنا ایمان سے خالی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا زَنَی الرَّجُلُ خَرَجَ مِنْهُ الْاِیْمَانُ کَانَ عَلَیْهِ کَالظُّلَّةِ، فَاِذَا أَقْلَعَ رَجَعَ اِلَیْهِ الْاِیْمَانُ(.)) [1]

''جب کوئی بندہ زنا میں مشغول ہوتا ہے، تو اُس سے ایمان نکل کر سائبان کی طرح اُس کے سر پر ہو جاتا ہے، پس جب وہ (زنا سے) جُدا ہوتا ہے، تو اُس کا ایمان پھر واپس آ جاتا ہے۔''

زنا کی وجہ سے اُس شخص کا معاملہ انتہائی خطرناک بن جاتا ہے، جو بڑھاپے اور قبر کے قریب پہنچ جانے کے باوجود زنا کا ارتکاب کرتا ہو، چنانچہ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ثَـلَاثَةٌ لَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَلَا یُزَکِّیهِمْ، قَالَ أَبُو مُعَاوِیَةَ وَلَا یَنْظُرُ إِلَیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِیمٌ: شَیْخٌ زَانٍ، وَمَلِکٌ کَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَکْبِرٌ.)) [2]

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب السنه، باب الدلیل علی زیادة الایمان ونقصانه، رقم: ۴۶۹۰۔ سنن ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء لا یزنی الزانی وھو مؤمن، رقم: ۲۶۲۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار، رقم: ۲۹۶۔

''تین افراد ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت نہ کلام فرمائے گا، نہ انہیں پاک کرے گا، اور نہ ہی ان کی طرف نظر فرمائے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، (اور وہ تین افراد مندرجہ ذیل ہیں)''

۱۔ بوڑھا آدمی جو زنا کرتا ہے۔ ۲۔ جھوٹ بولنے والا بادشاہ۔

۳۔ متکبر فقیر۔

(۴۸) لواطت:

مَردوں سے جنسی خواہش پوری کرنا یا عورتوں کو غیر فطری راستے سے آنا، انتہائی قبیح گناہ اور غیر اخلاقی جرم ہے، اور ایسا مجرم روز قیامت اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت سے محروم ہوگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قومِ لوط کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ؗ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ۬ وَ تَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ﴾ (العنکبوت:۲۸ تا ۲۹)

''اور ہم نے لوط کو نبی بنا کر بھیجا، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: تم ایسی برائی کرتے ہو کہ تم سے پہلے دنیا والوں میں سے کسی نے بھی نہیں کی۔ کیا تم مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو، راہ چلتے مسافروں کو لوٹتے ہو اور اپنی مجلسوں میں بے حیائی کے کام کرتے ہو۔''

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلٰى رَجُلٍ أَتٰى رَجُلًا أَوِ امْرَأَةً فِي الدُّبُرِ.)) [1]

''اللہ تعالیٰ ایسے مرد کو (روزِ قیامت) نظرِ رحمت سے نہیں دیکھے گا، جو کسی مرد کے پاس شہوت سے آتا ہے، یا عورت کے پاس غیر فطری راستے سے آتا ہے۔''

[1] سنن ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی کراھیة ایتان النسآء فی أدبارھن، رقم: ۱۱۶۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

شریعت اسلامیہ نے ایسے فعل کے مرتکب کی سزا قتل قرار دی ہے، نیز جس کے ساتھ یہ فعل کیا گیا ہے، اس کی رضامندی سے واقع ہوا ہو، تو بھی اُسے قتل کر دیا جائے گا، جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ وَجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ.)) [1]

''جس کسی کو تم قوم لوط کا عمل کرتے پاؤ، تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر ڈالو۔''

شریعت اسلامیہ نے اس فعل بد کی جو سزا مقرر کی ہے، اُس کی حکمت بالکل واضح ہے کہ معاشرہ بے راہ روی کا شکار نہ ہو، اور اس فعل سے لگنے والی موذی اور جان لیوا بیماری کی بیخ کنی ہو، آج کل امریکہ، انگلینڈ اور انڈیا جیسے ممالک میں یہ بیماری بہت زیادہ پھیل رہی ہے۔

(۴۹) مشت زنی:

مشت زنی یعنی ہاتھ سے جنسی خواہش پوری کرنا، انتہائی گھٹیا اور غلط کام ہے۔ جنسی خواہشات کی تسکین یا تو بیوی کے ساتھ جائز ہے یا پھر لونڈی کے ساتھ، علاوہ ازیں اس کے جائز ہونے کی اور کوئی جائز صورت نہیں ہے، مشت زنی اِن دونوں صورتوں سے باہر ہے، لہٰذا جو شخص اِس کا مرتکب ہوگا، یقیناً وہ حد سے بڑھ جانے والا اور ملامت کا مستحق ٹھہرے گا، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝﴾ (المومنون:۵تا۷)

''اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں اور مملوکہ عورتوں کے، ایسی صورت میں وہ لوگ لائق ملامت نہیں ہیں، جو لوگ اِس کے سوا کچھ اور چاہیں گے، وہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔''

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب فیمن عمل عملَ قوم لوط، رقم: ۴۴۶۲۔ سنن ترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء فی حد اللوطی، رقم: ۱۴۵۶۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

(۵۰) تکبّر:

دوسروں کو حقیر اور گھٹیا سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو بڑا معزز اور پُروقار سمجھنا کبیرہ گناہ ہے، اور ایسے شخص کا ٹھکانہ بہت بُرا ہے، نیز تکبّر اللہ تعالیٰ کی محبت سے دوری اور جنت میں داخل نہ ہونے کا سبب ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴾ (النحل: ۲۳)

''بے شک اللہ تکبر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔''

(۵۱) کپڑا ٹخنوں سے نیچے رکھنا:

چادر، شلوار، قمیص اور عمامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانا، بڑا سخت گناہ ہے، چنانچہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الإِزَارِ فِي النَّارِ.)) [1]

''تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہو، وہ جہنم میں ہوگا۔''

(۵۲) حسد کرنا:

کسی سے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت یا فضل پر حسد کرنا بہت بڑا گناہ ہے، اور حسد آدمی کے دین کو بالکل اُسی طرح مونڈھ کے رکھ دیتا ہے، جس طرح بیماری آدمی کے بالوں کو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہود کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (النساء: ۵۴)

''اللہ نے اپنے فضل سے لوگوں کو جو دیا ہے، اُس پر حسد کرتے ہیں۔''

اور سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاءُ الْأُمَمِ قَبْلَكُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ، هِيَ الْحَالِقَةُ، لَا أَقُولُ تَحْلِقُ الشَّعَرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّينَ.)) [2]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب ما اسفل من الکعبین فھو فی النار، رقم: ۵۷۸۷۔

[2] سنن ترمذی، کتاب صفة القیامة والرقاق والورع، باب: ۶۵، رقم: ۲۵۱۰۔ صحیح الأدب المفرد، رقم: ۱۹۷.

(۵۳) جھوٹ بولنا:

بات کرتے وقت جھوٹ بولنا انتہائی گھٹیا حرکت اور بڑا سخت گناہ ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝﴾ (النحل:۱۰۵)

''جھوٹ تو وہ لوگ گھڑتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے، اور وہی لوگ جھوٹے ہیں۔''

ویسے تو جھوٹ کے بہت سے ذیلی عنوان باندھے جاسکتے ہیں، لیکن ہم چند ایک عنوانات پر اکتفا کرتے ہیں، بتوفیق اللہ تعالیٰ وبعونہ.

❀ بدگمانی:

بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے ۔جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيْثِ.)) [1]

''بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔''

❀ جھوٹی گواہی:

کسی لالچ یا تعلق داری (وغیرہ) کی وجہ سے جھوٹی گواہی دینا بھی بڑا سنگین جرم ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹی گواہی دینے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝﴾ (الحج:۳۰)

''پس تم لوگ گندگی یعنی بتوں کی عبادت اور جھوٹی بات کہنے سے بچو۔''

❀ جھوٹا خواب بیان کرنا:

لوگوں پر برتری حاصل کرنے، مالی فوائد سمیٹنے، کسی سے کوئی عداوت ہے تو

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ﴿یایھا الذین أمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا﴾ (الحجرات:۱۲)۔ رقم:۶۰۶۶۔ صحیح مسلم، کتاب البروالصلۃ، باب تحریم الظن والتجسس، رقم:۶۵۳۶۔

اُسے خوف میں مبتلا کرنے یا کسی اور مقصد کے حصول کے لیے کوئی ایسا خواب بیان کرنا جو دیکھا نہ ہو، انتہائی سخت گناہ ہے۔

حدیث میں جھوٹا خواب بیان کرنے والے کے لیے بڑی سخت وعید وارد ہوئی ہے، چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ أَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ وَلَنْ يَفْعَلَ.)) [1]

''جس شخص نے ایسا خواب بیان کیا جو اُس نے دیکھا ہی نہیں، قیامت کے روز اُسے مکلف کیا جائے گا کہ جو کے دو دانوں کو گرہ لگائے، اور وہ یہ ہرگز نہیں کر پائے گا۔''

❁ لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنا:

لوگوں کو محض ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنا بھی بڑا سخت گناہ ہے، بلکہ موجب ہلاکت ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

((وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ.)) [2]

''اُس آدمی کے لیے ہلاکت ہے، جو (محض) لوگوں کو ہنسانے کے لیے باتوں میں جھوٹ بولتا ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے، اُس کے لیے ہلاکت ہے۔''

ہمارے ممالک کے ڈراموں اور اسٹیج شو میں لوگوں کو جھوٹ بول کر ہنسایا جاتا ہے اور غلو، لغو، فضول جھوٹ، گندے اخلاق، طنزیہ باتوں کے علاوہ لوگوں میں بے ہودہ باتوں کی ترویج کی جاتی ہے۔

❁ جھوٹی قسم کھانا:

جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا، خواہ وہ کسی بھی معاملہ میں ہو بڑا سخت گناہ ہے، اور ایسا شخص

---

[1] صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب من کذب فی حلمه، رقم: ۷۰۴۲۔

[2] سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی التشدید فی الکذب، رقم: ۴۹۹۰۔ سنن ترمذی، کتاب الزهد، باب فیمن تکلم بکلمة یضحک بها الناس، رقم: ۲۳۱۵۔ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۷۱۳۶۔

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور اُس کی نظرِ رحمت سے محروم ہوگا، نیز ایسا شخص دردناک عذاب کا مستحق ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾ (آل عمران:۷۷)

"بے شک جو لوگ اللہ سے کیے ہوئے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے میں کوئی معمولی قیمت قبول کر لیتے ہیں، آخرت میں اُن کو کوئی حصہ نہیں ملے گا، اور اللہ اُن سے بات نہیں کرے گا، اور قیامت کے دن اُن کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے گا بھی نہیں، اور نہ اُنہیں پاک کرے گا، اور اُن لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔"

یعنی جو لوگ دنیا کی حقیر سی رقم اور معمولی قیمت پر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد و پیمان کا پاس نہیں رکھتے، اُنہیں آخرت کی نعمتوں اور وہاں کے اجر میں کوئی حصہ نہیں ملے گا، بلکہ اُن کے لیے دردناک عذاب ہوگا، قسم کی تین انواع ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں۔

1۔یمین لغو 2۔یمین غموس 3۔یمین معلقہ۔

(۱) یمین لغو:

دورانِ گفتگو ارادے کے بغیر بےساختہ قسم کھانا "یمین لغو" کہلاتا ہے، مثلاً اللہ کی قسم! تم اِسے پی لو، اللہ کی قسم! تم اسے پڑھ لو، وغیرہ، ایسی قسم پر نہ کوئی گرفت ہوتی ہے اور نہ کوئی کفارہ، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝﴾ (البقرہ:۲۲۵)

"اللہ تمہاری لغو قسموں پر تمہارا مواخذہ نہیں کرے گا، لیکن اُن (قسموں) پر تمہارا مواخذہ کرے گا، جو تم نے دل سے کھائی ہوں گی، اور اللہ مغفرت کرنے والا اور بڑا بردبار ہے۔"

(۲) یمین غموس:

جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا ''یمین غموس'' کہلاتا ہے، اور ایسی قسم پر بڑا سخت مواخذہ ہوگا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ لَا تَتَّخِذُوْۤا اَیْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَیْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَ تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ وَ لَكُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۹۴﴾

(النحل: ۹۴)

''اور تم لوگ ایسی قسموں کو آپس میں دھوکہ دہی کا ذریعہ نہ بناؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کا قدم اسلام پر جمنے کے بعد (تمہارے اس برتاؤ کی وجہ سے) پھسل جائے، اور اللہ کی راہ سے روکنے کی وجہ سے تمہیں سزا بھگتنی پڑے، اور (آخرت میں) تمہارے لیے بڑا عذاب ہے۔''

نیز رسول اللہ ﷺ نے ایسی قسم کو بڑے گناہوں میں شمار کیا ہے، جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْكَبَائِرُ الاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَالْيَمِينُ الْغَمُوْسُ.)) [1]

''کبیرہ گناہ (یہ ہیں کہ) اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی کی ناحق جان لینا اور جھوٹی قسم کھانا۔''

(۳) یمین معلقہ:

مستقبل میں کرنے والے کام سے متعلق قسم کھانا ''یمین معلقہ'' کہلاتا ہے، جیسے اللہ کی قسم! میں فلاں کام نہیں کروں گا، اللہ کی قسم! میں فلاں سے ہم کلام نہیں ہوں گا، وغیرہ۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ قسم سے متعلق حکمِ الٰہی یہ ہے کہ مسلمان جب قسم کھائے تو اُسے پورا کرے، لیکن اگر قسم ایسی ہو جو کسی عملِ صالح کی راہ میں رکاوٹ بن رہی ہو، تو ایسی قسم توڑ دی

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب الیمین الغموس، رقم: ۶۶۷۵۔

جائے گی اور اُس نیک وصالح کام کو پورا کیا جائے گا، اور قسم کا کفارہ ادا کیا جائے گا، اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ (البقرہ: ۲۲۴)

''اور تم لوگ اپنی قسموں میں اللہ کو (اس طرح) نشانہ نہ بناؤ، تاکہ لوگوں کے ساتھ بھلائی، تقویٰ اور اُن کے درمیان اصلاح کا کام نہ کرو، اور اللہ خوب سننے اور خوب جاننے والا ہے۔''

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَأَی غَیْرَهَا خَیْراً مِنْهَا ، فَلْیَأْتِ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ، وَلْیُکَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِهٖ.)) [1]

''جو کوئی قسم کھائے، اور بعد میں اُس سے بہتر کوئی دوسری صورت نظر آئے، تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کردے، اور وہی کرے جو بہتر ہے۔''

(۵۴) دیوثیت:

اپنے اہل وعیال میں اخلاقی بُرائی دیکھ کر خاموشی اختیار کرنا یا اُسے برداشت کرلینا، اپنی اور اپنے خاندان کی بدنامی کا باعث بننے کے ساتھ ساتھ وہ شخص گناہِ کبیرہ کا مرتکب بھی ہے، اور اِس پر مستزاد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص پر جنت حرام قرار دی ہے، چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ثَلَاثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْعَاقُّ، وَالدَّیُّوْثُ الَّذِیْ یُقِرُّ فِیْ أَهْلِهِ الْخُبْثَ.)) [2]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ندب من حلف یمیناً فرأی غیرھا خیرا منھا أن یأتی الذی ھو خیر ویکفر عن یمینه، رقم: ۴۲۷۳.

[2] مسند احمد، ۱۳۴/۲، رقم، ۶۱۱۸۔ شعب الایمان، رقم: ۱۰۷۹۹۔ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۳۰۵۲۔ سنن نسائی، کتاب الزکاۃ، باب المنان بما أعطی، رقم: ۲۵۶۲۔

''تین آدمیوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کردی ہے،

۱......ہمیشہ شراب پینے والا۔

۲......والدین کی نافرمانی کرنے والا۔

۳......اور دیوث جو اپنے اہل وعیال میں بے حیائی کو برداشت کرتا ہے۔''

(۵۵) حلالہ کرنا یا کروانا:

عورت تیسری طلاق کے بعد خاوند پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے۔ البتہ اگر وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے، جو کہ شرعی اور دائمی ہو، اور وہ خاوند اپنی مرضی سے اُسے طلاق دے یا فوت ہو جائے، تو عدت پوری کرنے کے بعد وہ عورت اپنے پہلے خاوند سے نکاح کرنے کی مجاز ہوگئی، اس کے برعکس اگر دوسرے مرد سے نکاح عارضی طور پر کیا جائے، تاکہ ایک یا دو دن گذر جانے کے بعد طلاق دے کر پہلے مرد کے لیے اُسے حلال کردے، اِسے حلالہ کہتے ہیں، اور ایسا کام کرنے یا کروانے والے دونوں پر لعنت کی گئی ہے، چنانچہ سیّدنا علی وحارث رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

((إِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْمُحِلَّ وَالْمُحَلَّلَ لَہُ.)) [1]

''یقینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے اور کروانے والے (دونوں) پر لعنت فرمائی ہے۔''

(۵۶) کنجوسی کرنا:

صلہ رحمی، جہاد یا اللہ کی راہ میں کسی بھی خیر کے کام میں خرچ کرنے میں کنجوسی برتنا بھی بڑا سخت گناہ ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اس سے بچنے کے لیے پناہ طلب کی ہے، نیز کنجوسی کرنا اللہ تعالیٰ کو بھلا دینے کے مترادف ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] سنن ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجآء فی المحلل و المحلل له، رقم: ۱۱۱۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

﴿اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝﴾ (التوبہ:٦٧)

"منافق مرد اور منافق عورتیں سب کا حال ایک ہے، سبھی بُرائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں، اور اللہ کو بھول گئے، تو اللہ بھی انہیں بھول گیا، بے شک منافقین ہی فاسق لوگ ہیں۔"

(۵۷) فضول خرچی:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو رزق کی نعمت سے مالا مال کیا ہے، لہٰذا اُسے چاہیے کہ وہ اِس نعمت کو اعتدال اور میانہ روی سے استعمال میں لائے، تا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بن سکے، اِس کے برعکس جو شخص اِس نعمت کا استعمال اعتدال اور میانہ روی کی بجائے، اس میں فضول خرچی اور اسراف کرتا ہے، تو وہ ناشکرا ہے، بلکہ ناشکری میں شیطان کی مانند ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝﴾ (بنی اسرائیل: ۲۶ تا ۲۹)

"اور رشتہ داروں کا، مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو اور فضول خرچی نہ کرو، بے شک فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہوتے ہیں، اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے، اگر تم اُن لوگوں سے پہلو تہی کرو، اپنے رب کی جانب سے اس روزی کی خواہش کرتے ہوئے جس کی تمہیں امید ہے، تو ان سے کوئی اچھی بات کہہ دو اور اپنے ہاتھ کو (بخل کی وجہ سے) اپنی گردن سے باندھا ہوا نہ رکھو، اور نہ

(فضول خرچ بن کر) اُسے بالکل ہی کھول دو کہ پھر ملامت کیا ہوا درماندہ بیٹھ جائے۔''

(۵۸) دنیا کی حرص:

عارضی چیز عارضی ہوتی ہے، خواہ وہ بظاہر کتنی ہی حسین اور خوبصورت نظر کیوں نہ آئے، یہی حال دنیا کا ہے کہ یہ بظاہر تو اپنی دلکشیوں اور اپنی زینتوں کی وجہ سے بہت خوبصورت نظر آتی ہے، جب کہ حقیقت میں یہ ایک دھوکہ اور فریب ہے، اور سادہ لوح انسان اس فریبی دنیا کے حرص کا شکار ہے۔ لیکن یاد رہے کہ جو شخص صرف دنیا کا حریص ہے، اُسے دنیا میں تو اپنی محنت کا صلہ مل جائے گا، لیکن آخرت میں اُسے سوائے آگ کے اور کچھ نہیں ملے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (هود: ۱۵ تا ۱۶)

''جو شخص دنیا کی زندگی اور اُس کی زینت چاہتا ہے، تو ہم دنیا میں اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے دیتے ہیں، اور اس میں اُن کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی، یہی وہ لوگ ہیں، جنہیں آخرت میں عذابِ نار کے سوا کچھ بھی نہیں ملے گا، اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا ہوگا، ضائع ہو جائے گا، اور جو کچھ وہاں کرتے رہے تھے (ایمان کے بغیر) بےکار ہی تھا۔''

(۵۹) مردوں کا سونے کے زیور پہننا:

مردوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے سونا حرام کیا ہے، خواہ وہ انگوٹھی کی شکل میں ہو یا خواہ وہ زنجیر کی شکل میں ہو، خواہ کسی اور شکل میں ہو، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

((رَاٰى خَاتَمًا مِّنْ ذَهَبٍ فِيْ يَدِ رَجُلٍ فَنَزَعَهٗ فَطَرَحَهٗ وَقَالَ يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ اِلَى جَمْرَةٍ مِّنْ نَّارٍ فَيَجْعَلُهَا فِيْ يَدِهٖ.)) [1]

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم خاتم الذھب، رقم: ۲۰۹۰۔

''رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی، تو آپ ﷺ نے اسے اتار پھینکا اور فرمایا: تم میں سے کوئی ایک آگ کا انگارہ پکڑتا ہے، اور اسے اپنے ہاتھ میں پہن لیتا ہے۔''

(۶۰) خودکشی کرنا:

خودکشی ایک ایسا جرم ہے جس کے کرنے سے انسان یہ سمجھتا ہے کہ میں مصیبتوں اور پریشانیوں سے بچ گیا ہوں، لیکن حقیقت میں وہ ہمیشہ کی مصیبت میں اپنے آپ کو گرفتار کر لیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٢٩﴾ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿٣٠﴾﴾

(النساء: ۲۹ تا ۳۰)

''اے ایمان والو! آپس میں مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ، مگر یہ کہ تمہاری آپس کی رضا مندی سے خرید وفروخت ہو، اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان ہے، اور جو شخص یہ (نافرمانیاں) سرکشی اور ظلم کرے گا، تو عنقریب ہم اس کو آگ میں داخل کریں گے، اور یہ اللہ پر آسان ہے۔''

صحیح مسلم کی روایت میں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے، اور اس کو سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

((قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا، وَمَنْ شَرِبَ سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ تَرَدّٰى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَرَدّٰى فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا.)) [1]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ان من قتل نفسه بشیئ، رقم: ۱۰۹.

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے آپ کو تیز دھاری دار آلے کے ساتھ قتل کیا تو وہ تیز دھاری دار آلہ اس کے ہاتھ میں ہوگا، اور مسلسل جہنم کی آگ میں اس کے ساتھ اپنے پیٹ کو چاک کرتا رہے گا۔ اور جس شخص نے زہر پی کر اپنے آپ کو قتل کیا تو وہ ہمیشہ ہمیشہ تک جہنم کی آگ میں زہر پیتا رہے گا، اور جس نے کسی پہاڑ سے گر کر خودکشی کی تو وہ اسی طرح جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پہاڑ سے گر کر خودکشی کرتا رہے گا۔''

(۶۱) دوسروں کو دعوت عمل دینا اور خود بدعمل ہونا:

یہ ایک ایسا عمل ہے جس سے بچنے والا انسان بہت خوش قسمت ہے، جو جیسی دعوت دیتا ہے ویسا ہی عمل کرتا ہے، لیکن اس کے برعکس دوسروں کو دعوتِ عمل دینا، اور خود بے عمل اور بدعمل ہونا، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝﴾ (الصف: ۲ تا ۳)

''اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو، جس پر خود عمل نہیں کرتے، یہ بات اللہ کو بہت ہی زیادہ ناپسند ہے، کہ تم وہ بات کہو جس پر خود عمل نہیں کرتے۔''

(۶۲) لوگوں کے گھروں میں بلا اجازت جھانکنا:

بغیر اجازت کسی کے گھر تانک جھانک کرنا گناہ کا کام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا﴾ (النور: ۲۷)

''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو۔''

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اجازت لیے بغیر کسی کے گھر میں داخل ہونا جائز نہیں ہے، اجازت لینا اس لیے ضروری ہے کہ بلا اجازت داخلے میں گھر والوں کی (کسی بھی طرح کی)

بے پردگی کا امکان ہوتا ہے، یہی علت رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں مذکور ہے:

((اَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ فِیْ جُحْرٍ فِیْ بَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ، وَمَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ مِدْرًی یَحُکُّ بِہٖ رَاْسَہٗ، فَلَمَّا رَآہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: لَوْ اَعْلَمُ اَنَّکَ تَنْتَظِرُنِیْ لَطَعَنْتُ بِہٖ فِیْ عَیْنِکَ، وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِنَّمَا جُعِلَ الْاِذْنُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ.)) [1]

''ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے دروازے کے سوراخ سے جھانکا، اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ایک آلہ تھا، جس کے ساتھ آپ ﷺ اپنا سر کھجا رہے تھے، جب اس کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا، تو فرمایا: اگر مجھے علم ہوتا کہ تو مجھے دیکھ رہا ہے، تو میں اس کو تیری آنکھوں میں چبھو دیتا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اجازت کا حکم اس دیکھنے ہی کی وجہ سے تو مقرر کیا گیا ہے۔''

(۶۳) دو آدمیوں کا تیسرے آدمی کو چھوڑ کر سرگوشی کرنا:

یہ بھی ایک سنگین گناہ ہے، اور شیطان کے لیے ذریعہ فساد ہے، جس کے ذریعے سے یہ مسلمانوں میں اختلاف، باہمی عداوت اور بغض کے بیج بوتا ہے، مثال کے طور پر تین آدمیوں میں سے دو آدمی علیحدگی میں کوئی سرگوشی کرتے ہیں، خواہ وہ ان کے فائدے کے لیے ہو، لیکن شیطان تیسرے آدمی کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ شاید یہ میرے خلاف کوئی منصوبہ بنا رہے ہیں، وغیرہ، ایسے خیالات ڈال کر وہ ان پر حملہ آور ہو جاتا ہے، اسی لیے نبی مکرم ﷺ نے اس فعل سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا کُنْتُمْ ثَلَاثَۃً فَلَا یَتَنَاجٰی اثْنَانِ دُوْنَ الْآخَرِ حَتّٰی تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ مِنْ اَجْلِ اَنْ یُّحْزِنَہٗ.)) [2]

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم تین ہو تو تیسرے کے بغیر دو آپس میں سرگوشی نہ کرو، تا آنکہ اور لوگ آ جائیں، کیونکہ ایسا کرنا، یعنی دو آدمیوں کا علیحدہ ہو

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الادب، باب تحریم النظر فی بیت غیرہ، رقم: ۵۶۳۸۔

[2] صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم المناجات الاثنین، رقم: ۴۹۹۶۔

کر مشورہ کرنا اس تیسرے آدمی کو غمزدہ کرنے کا باعث ہے۔“

(۶۴) فحاشی و عریانی پر مبنی فلمیں دیکھنا:

نبی مکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے:

((أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ، وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ، وَّلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ.)) [1]

”یقیناً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرد مرد کے ستر (شرمگاہ) کو نہ دیکھے، اور عورت عورت کے ستر (شرمگاہ) کو نہ دیکھے، اور مرد مرد کے ساتھ برہنہ ایک کپڑے میں نہ لیٹے، اور نہ عورت عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں برہنہ لیٹے۔“

اس حدیث مبارکہ میں اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرد و عورت کو ایک ایسا اصول بتایا ہے، جس کی وجہ سے وہ بہت سی ایسی بُرائیوں اور گناہوں سے بچ سکتے ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا ہو سکتے ہیں، تو اس حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے مرد کو مرد کی شرمگاہ اور عورت کو عورت کی شرمگاہ دیکھنے سے منع کیا ہے، لیکن مرد کے لیے غیر محرم عورت کے سر تا پاؤں کسی بھی حصے کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے، اسی طرح ہمارے معاشرے میں پیش کیے جانے والے ڈرامے اور فلمیں، ان میں اس چیز کا خصوصاً اہتمام ہوتا ہے، مرد کے سامنے عورت بے پردہ اور آدھی سے زیادہ برہنہ ہوتی ہے، اور ان فلموں میں ایسا کردار ادا کیا جاتا ہے، جس سے نوجوان نسل خواہ مرد ہو یا عورت وہ شہوت سے مغلوب ہو کر وہی کچھ کرتے ہیں جو انہوں نے دیکھا ہوتا ہے۔ اس لیے حدیث نبوی ﷺ میں سَتر دیکھنے کی ممانعت ہے۔ اور ان کا برہنہ ہو کر مردوں کے ساتھ خلوت نشینی اور بدکرداری کا اظہار کرنا، وہ تو اس سے بھی سنگین جرم ہے۔ اور ایسی عورتوں اور مردوں کو جو اپنے ستر کی حفاظت نہیں کرتے، ان کے انہی اعضاء پر جہنم کی آگ لگائی جائے گی، ظاہراً تو دیکھنے والوں کے لیے لذت بھرا منظر ہوتا ہے، لیکن اخروی عذاب کے مقابلہ

[1] صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب تحریم العوالی الصورات، رقم: ۷۶۸۔

میں یہ انتہائی گھٹیا اور شرمناک فعل ہوتا ہے۔

(۶۵) حقیقی والد کی بجائے کسی دوسرے کی طرف نسبت کرنا:

کچھ لوگ رسمی کاغذات میں جھوٹے انساب کا اندراج کرا لیتے ہیں اور کچھ لوگ ایسا اس لیے کرتے ہیں کہ ان کے باپ نے انہیں بچپن ہی میں چھوڑ دیا ہوتا ہے، لہٰذا وہ ناراضگی اور نفرت جتانے کے لیے اپنی ولدیت بدل ڈالتے ہیں، جبکہ یہ سب حرام ہے اور اس کام کی حرمت شریعت میں وارد ہوئی ہے، حتیٰ کہ جو شخص ایسا کرتا ہے، اس پر جنت حرام ہو جاتی ہے۔ چنانچہ نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنِ ادَّعیٰ اِلیٰ غَیْرِ اَبِیْهِ وَهُوَ یَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَیْهِ حَرَامٌ.)) [1]

''جو شخص اپنے حقیقی باپ کی بجائے دوسرے کی طرف منسوب ہو، اور اسے اس بات کا علم بھی ہو تو اس پر جنت حرام ہے۔''

(۶۶) بالوں کو سیاہ خضاب لگانا:

بالوں کو سیاہ خضاب لگانے کے بارے میں صحیح اور راجح بات یہی ہے کہ یہ حرام ہے کیونکہ نبی ﷺ کی حدیث میں اس فعل کو کرنے کی زبردست وعید آئی ہے، فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

((یَکُوْنُ قَوْمٌ یَخْضِبُوْنَ فِی آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ کَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ، لَا یَرِیْحُوْنَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ.)) [2]

''آخری زمانے میں ایسے لوگ آئیں گے، جو کالے رنگ کا خضاب استعمال کریں گے، جس کی کیفیت کبوتر کے پیٹ کی مانند ہوگی، یہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پاسکیں گے۔''

(۶۷) خوبصورتی کے لیے چہرے کے بال اکھاڑنا:

خوبصورتی کے لیے بال اکھاڑنا، خواہ مرد ہو یا عورت، یہ ایسا کام ہے جس کے کرنے والے

[1] صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۳۲۶، ۴۳۲۷۔

[2] سنن ابی داؤد، باب ماجاء فی خضاب السواد، رقم: ۴۲۱۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

کو ملعون قرار دیا گیا ہے، کیونکہ یہ تخلیق خداوندی کو تبدیل کرنے کے مترادف ہے، اور جو اللہ کی خلقت میں تبدیلی کرتا ہے، گویا کہ وہ شراکت کا اعتراف کرتا ہے، اس لیے نبی اکرم ﷺ نے اس فعل سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ نبی مکرم ﷺ کی حدیث ہے:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ ،وَالنَّامِصَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ.)) [1]

''اللہ تعالیٰ نے خوبصورتی کے لیے جسم میں رنگ بھرنے وبھروانے والی پر بال اکھاڑنے واکھڑوانے والی پر اور دانتوں میں فاصلہ کرنے والی پر لعنت کی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی کرتی ہیں۔''

(۶۸) داڑھی کا مذاق اڑانا:

داڑھی رکھنا فرض اور سنت نبوی ﷺ ہے۔ جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَحْفُوْا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوْا اللُّحیٰ.)) [2]

''داڑھیوں کو معاف کردو، (بڑھاؤ) اور مونچھیں کتر واؤ۔''

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا:

((جُزُّوْا الشَّوَارِبَ، وَأَرْخُوْا اللُّحیٰ، خَالِفُوْا الْمَجُوْسَ.)) [3]

''مونچھوں کو کاٹو، اور داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مجوسیوں کی مخالفت کرو۔''

(۶۹) پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا:

پیشاب کے قطرے یا چھینٹے کپڑوں پر پڑ جانے کی وجہ سے بھی انسان سزا کا مستحق ہو جاتا ہے، اور عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ جیسا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

---

1. صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب تحریم الواصلة والمستوصلة، رقم: ۵۵۷۳.
2. صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل الفطرة، رقم: ۶۰۰.
3. صحیح مسم، کتاب الطهارة، رقم: ۲۶۰.

((مَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى قَبْرَيْنِ فَقَالَ: أَمَا إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ.)) [1]

''رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے قریب سے گزرے، وہ دونوں قبر والے قبر میں عذاب دیے جا رہے تھے اور عذاب بھی کسی بڑے (گناہ) کی وجہ سے نہیں دیا جا رہا تھا۔ ان دونوں میں سے ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔''

(۷۰) عورتوں کا باریک، تنگ اور چھوٹا لباس پہننا:

آج کے دور میں اسلام دشمنوں نے ہمارے خلاف بہت سے محاذ جنگ کھول رکھے ہیں، ان میں سے ایک محاذ کپڑوں کے نت نئے فیشنوں اور ڈیزائنوں کا ہے، اس کے علاوہ چھوٹا، باریک، شفاف اور تنگ لباس جو کہ بے پردگی و بے حیائی کا باعث ہے، لیکن ہمارے معاشرے کی مائیں اور بہنیں سمجھ بوجھ کے باوجود فیشن اور بے حیائی کو فروغ دیتی ہیں، لیکن اس سلسلہ میں نبی کائنات ﷺ کی ایک حدیث ہے، جس میں سخت وعید ہے، چنانچہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا.)) [2]

''میری امت کے دو قسم کے افراد ایسے ہیں، جو کہ جہنمی ہیں، جنہیں میں ابھی تک نہیں دیکھ سکا، یعنی وہ ابھی تک ظاہر نہیں ہوئے ایک وہ جن کے ہاتھوں میں گائے کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے، جنہیں وہ لوگوں پر برسایا کریں گے، دوسری

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الطهارہ، باب الدليل على نجاسة البول، رقم: ۲۹۲.

[2] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزينة، باب النساء الكاسيات، رقم: ۵۵۸۲.

وہ عورتیں ہیں جنھوں نے لباس تو پہنا ہوگا، لیکن لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی اور خود مردوں کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی، ان کے سر لمبی گردنوں والی اونٹنیوں کی کوہانوں کی مانند ہوں گے، یہ عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوسکیں گی، بلکہ جنت کی خوشبو تک نہ پاسکیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو سالہا سال کی مسافت کی دوری سے محسوس ہوجائے گی۔''

(۷۱) مردوں کا عورتوں کی اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا:

فطرت الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ مرد اپنی مردانگی کی حفاظت کرے، اور عورت اپنی نسوانیت کی حفاظت کرے، جو لوگ اللہ کی اس فطرت میں تبدیلی کرنا چاہتے ہیں، خواہ مرد ہو یا عورتیں، ایسے لوگ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

((لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ.)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر، اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

(۷۲) عورت کا خوشبو لگا کر باہر نکلنا:

عورتوں کا خوشبو لگا کر گھر سے باہر نکلنا شرعاً حرام ہے، اور جو عورتیں ایسا کام کرتی ہیں، ان کے بارے میں نبی مکرم ﷺ فرماتے ہیں۔

((اَيُّمَا امْرَأَةٍ اسْتَعْطَرَتْ ثُمَّ مَرَّتْ عَلَى الْقَوْمِ لِيَجِدُوْا رِيْحَهَا فَهِيَ زَانِيَةٌ.)) [2]

''جو عورت عطر استعمال کرے، پھر لوگوں کے پاس سے گزرے تاکہ وہ اس کی خوشبو کو پالیں تو وہ زانیہ ہے۔''

---

[1] صحیح بخاری، کتاب للباس، باب المتشبهين بالنساء، رقم: ۵۸۸۵۔

[2] مسند أحمد: ۴/۴۱۴، رقم: ۱۹۷۱۱۔ شیخ شعیب نے اسے ''جید الاسنادہ'' کہا ہے۔

(۷۴) عورت کا محرم کے بغیر سفر کرنا:

عورت کا اپنے محرم کے بغیر سفر کرنا شرعاً ممنوع وحرام ہے۔ جیسا کہ نبی مکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے۔ سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا یَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ تُسَافِرُ مَسِیرَةَ یَوْمٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ.)) [1]

''کسی بھی ایسی عورت کے لیے جو کہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے، اس کے لیے ایک دن اور ایک رات جتنی مسافت کا سفر کرنا حلال (جائز) نہیں ہے، مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو۔''

اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ میں اس کی وضاحت نبی ﷺ کی زبان اقدس سے یوں ہوئی ہے:

''کسی بھی ایسی عورت کے لیے جو کہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے تین دن یا اس سے زائد سفر حلال (جائز) نہیں ہے مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا والد ہو، یا اس کا بیٹا، یا اسکا خاوند ہو یا اس کا بھائی ہو، یا کوئی بھی محرم ہو۔'' [2]

مذکورہ بالا ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عورت اپنے محرم کے بغیر کہیں بھی سفر نہیں کر سکتی۔ اور مزید یہ کہ جس مرد سے اسکا نکاح شرعاً جائز نہیں ہے، وہ اس کا محرم ہے، شریعت کے ایسے باعزت اور سنہری اُصول ہیں کہ اگر ہم ان پر عمل کریں تو بہت سے فتنوں اور فساد سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

(۷۵) مرد وعورت کا مصنوعی بال لگوانا:

مرد وعورت کا مصنوعی بال لگوانا شرعاً ممنوع ہے، چنانچہ سیّدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الحج، باب سفر المرأة مع محرم، رقم: ۳۲۶۸۔

[1] صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم: ۳۲۷۰.

مروی ہے:

((جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ لِي ابْنَةً عُرَيِّسًا أَصَابَتْهَا حَصْبَةٌ فَتَمَرَّقَ شَعْرُهَا أَفَأَصِلُهُ ؟ فَقَالَ: لَعَنَ اللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ.)) [1]

ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی، اور عرض کرنے لگی کہ میری بیٹی کی شادی ہے، اور بیماری کی وجہ سے اس کے بال جھڑ گئے ہیں، کیا اس کو مصنوعی بال لگا دوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے (مصنوعی بال) لگانے والی اور لگوانے والی پر لعنت کی ہے۔''

(۷۶) بغیر عذر کے خاوند کا بستر ترک کرنا:

انسان خطاؤں کا پتلا ہے، بسا اوقات اس سے ایسا فیصلہ ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے میاں بیوی کا اختلاف ہو جاتا ہے یا کوئی ایسی بات ہو جائے جو کہ ناراضگی کا باعث ہو تو ایسی حالت میں بھی عورت کو اپنے خاوند کے تابع رہنا چاہیے، اور اس کی بات ماننے سے انکار نہیں کرنا چاہیے، اور بالخصوص اگر خاوند عورت کو بستر پر بلائے، اور وہ نہ جائے تو ایسی عورتوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ.)) [2]

''جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے، اور وہ انکار کر دے، اور وہ شوہر رات بھر ناراض رہے تو صبح ہونے تک فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔''

(۷۷) بلا عذر شرعی عورت کا طلاق مانگنا:

طلاق یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو شریعت نے ناپسند کیا ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے بڑے

---

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم فصل الواصلة المستوصلة، رقم: ۵۵۶۵.

[2] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها، رقم: ۵۱۹۳.

بڑے فساد بپا ہوتے ہیں۔ خاندان ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں بچے دھتکار دیئے جاتے ہیں، لیکن اس وقت عورت اور مرد دونوں ندامت اور پریشانی کا شکار ہوتے ہیں۔ لیکن اس وقت اسکا کوئی حل نہیں ہوتا۔ انہی وجوہات کی بناء پر نبی کریم ﷺ نے بلا عذر طلاق طلب کرنے والی عورت کے بارے میں فرمایا:

((عَنْ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ مَرْفُوعاً: اَیُّمَا امْرَأَۃٍ سَأَلَتْ زَوْجَھَا الطَّلَاقَ مِنْ غَیْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَیْھَا رَائِحَۃُ الْجَنَّۃِ.)) [1]

''سیّدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو عورت اپنے شوہر سے بلا وجہ طلاق طلب کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔''

(۷۸) غیر محرم عورت سے مصافحہ کرنا (ہاتھ ملانا):

غیر محرم عورت سے مصافحہ کرنا یہ شرعی طور پر ناجائز اور حرام ہے، خواہ وہ غیر محرم عورت رشتے دار ہو یا غیر رشتے دار۔ اپنے ملک اور علاقے سے تعلق رکھنے والی ہو یا کسی غیر ملک یا کسی غیر علاقے سے تعلق رکھنے والی ہو، نوجوان ہو یا بوڑھی ہر حال میں غیر محرم عورت سے ہاتھ ملانا درست نہیں، جیسا کہ نبی کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

((لَاَنْ یُّطْعَنَ فِیْ رَأْسِ اَحَدِکُمْ بِمِخْبَطٍ مِنْ حَدِیْدٍ خَیْرٌ لَّهُ مِنْ أَنْ یَّمُسَّ اِمْرَأَۃً لَا تَحِلُّ لَهُ.)) [2]

''تم میں سے کسی کے سر میں لوہے کی میخ ٹھونک دی جائے تو یہ چیز اس سے بہتر ہے کہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال نہیں ہے۔ (نامحرم عورت کو چھوئے)''

اور مزید آپ ﷺ کا فرمان اس مسئلہ کو اُجاگر کر رہا ہے:

((اِنِّیْ لَا اُصَافِحُ النِّسَاءَ.)) [3]

---

[1] صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۲۷۰۶.
[2] صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۵۰۴۵.
[3] صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۲۵۱۵.

''بے شک میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔''

((اِنِّیْ لَا اَمُسُّ اَیْدِیَ النِّسَاءِ.)) ❶

''میں بیعت لیتے ہوئے عورتوں کے ہاتھوں کو نہیں چھوتا۔''

اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مزید اس بات کو درج ذیل حدیث سے واضح فرما رہی ہیں:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: وَلَا وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ غَيْرَ أَنَّهُ يُبَايِعُهُنَّ بِالْكَلَامِ.)) ❷

''سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (بیعت لیتے ہوئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک کسی بھی عورت سے نہیں چھوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بس کلام کے ذریعہ بیعت لیا کرتے تھے۔''

(۷۹) غیر محرم عورت کو دیکھنا:

غیر محرم عورت کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا حرام وممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۳۰﴾ (النور: ۳۰)

''مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہی ان کے لیے پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کریں یقیناً اللہ تعالیٰ سب سے خبر دار ہے۔''

رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((فَزِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ.)) ❸

---

❶ معجم کبیر للطبرانی: ۲۴/ ۲۳۲۔ معجم اوسط، رقم: ۶۲۲۷۔ مجمع الزوائد: ۶/ ۳۲، رقم: ۹۸۷۰۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۵۲۹۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب كيفية بيعة النساء، رقم: ۴۸۳۴۔

❸ صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، رقم: ۶۲۴۲۔

''یعنی اجنبی عورتوں کو دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے۔''

لہٰذا غیر محرم عورتوں کو قصداً دیکھنا یا نگاہ شہوت سے دیکھنا گناہ کا باعث ہے، اوراسی طرح نبی کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث اس طرح ہے:

((یَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْأُولَى وَلَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ.)) [1]

''اے علی! تو نظر کے پیچھے نظر مت لگا یعنی کہ لگا تار دیکھے جانا پس تیرے لیے پہلی (نظر) جائز ہے، اور دوسری (نظر) تیرے لیے جائز نہیں ہے۔''

یعنی کہ پہلی دفعہ اگر اچانک کسی عورت پر نظر پڑ گئی ہے تو اس کا تو کوئی گناہ نہیں لیکن اگر اس کے باوجود آدمی دیکھتا رہے تو پھر اس کے دیکھنے پر گناہ ہوگا، اب یہ دیکھنا شہوتاً ہو تب بھی اور اگر قصداً ہو تو وہ بالاٰلی گناہ میں شامل ہے۔ اس لیے مومن مردوں کے لیے اور مومن عورتوں کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ وہ اپنی نظروں کو جھکا کر رکھیں۔

(۸۰) دورانِ حیض عورت سے جماع کرنا:

دورانِ حیض عورت سے جماع کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ ۖ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ۖ﴾ (البقرہ: ۲۲۲)

''لوگ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیجیے کہ وہ گندگی ہے، حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔''

اس فعل کی قباحت اور شناعت کا ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

((مَنْ أَتَى حَائِضًا أَوْ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا أَوْ كَاهِنًا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ.)) [2]

---

[1] سنن ترمذی، باب ما جاء فی نظرۃ المفاجاۃ، رقم: ۲۷۷۷۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن'' کہا ہے۔

[2] سنن ترمذی، کتاب الطھارۃ، باب ما جاء فی کراھیۃ آتیان الحائض، رقم: ۱۳۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

''جو شخص حائضہ عورت سے جماع کرے یا بیوی کی دبر میں جماع کرے، یا کسی کاہن کے پاس جائے تو اس نے محمد ﷺ پر نازل کردہ شریعت کا انکار کر دیا۔''

لٰہذا مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ حالت حیض میں عورت سے جماع نہیں کرنا چاہیے۔

(۸۱) عورت کی غیر فطری جگہ میں جماع کرنا:

یہ ایک کبیرہ گناہ ہے اور اس فعل کا مرتکب وہی آدمی ہوتا ہے جس کا ایمان کمزور ہوتا ہے۔ اور یہ ایک گھٹیا، فطرت سے ہٹ کر اور بدنما فعل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص پر لعنت فرمائی ہے۔ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَلْعُوْنٌ مَنْ اَتٰی اِمْرَأَتَهُ فِيْ دُبُرِهَا .)) [1]

''جو شخص اپنی بیوی کی دبر میں جماع کرتا ہے وہ معلون ہے۔''

لٰہذا معلوم ہوا کہ عورت کی غیر فطری جگہ یعنی دبر میں جماع کرنا ایک کبیرہ گناہ ہے، اور اس کا مرتکب ملعون ہے۔

(۸۲) عدل وانصاف برقرار نہ رکھنا:

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ عدل وانصاف قائم رکھا جائے، حتیٰ کہ بیویوں کے درمیان بھی عدل کرنے کا حکم فرمایا:

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء: ۱۲۹)

''تم سے یہ تو کبھی نہ ہو سکے گا کہ اپنی تمام بیویوں میں ہر طرح عدل کرو، گو تم اس کی کتنی ہی خواہش و کوشش کر لو، اس لیے بالکل ہی ایک طرف مائل ہو کر دوسری کو ادھر ادھر لٹکی ہوئی نہ چھوڑو، اور اگر تم اصلاح کرو اور تقویٰ اختیار کر لو تو بے شک اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت ورحمت والا ہے۔''

---

[1] صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۵۸۸۹.

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ فَمَالَ إِلَى إِحْدَاهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَائِلٌ.)) [1]

''جس شخص کی دو بیویاں ہوں، اور وہ ان دونوں میں سے ایک کی طرف زیادہ جھکاؤ اختیار کرے تو وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا (ٹیڑھا) ہوگا۔''

(۸۳) پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا:

پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا انتہائی سخت گناہ ہے، اور ایسے گناہ کا مرتکب لعنت الٰہیہ اور دردناک عذاب کا مستحق ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾ (النور: ۲۳)

''جو لوگ پاک دامن، بے خبر، ایمان دار عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں تو دنیا اور آخرت میں ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ اور ان کو بہت بڑا عذاب دیا جائے گا۔''

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے:

((اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَأَكْلُ الرِّبٰو وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ.)) [2]

''سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے پرہیز کرو، عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! وہ کون سی ہیں؟ فرمایا: شرک کرنا، جادو کرنا، جس کا قتل کرنا جائز نہ ہو اس کو ناحق مار ڈالنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جہاد کے دن پیٹھ پھیرنا، پاک دامن بھولی بھالی ایمان والی عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔''

[1] سنن ابی داؤد، کتاب فی القسم من النساء، رقم: ۲۱۳۳۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔
[2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الکبائر واکبرھا، رقم: ۲۶۲.

باب نمبر ۹:

عیسائیت اور اسلام کا تقابل

انبیاء کرام علیہم السلام وہ عظیم، پاک باز اور پارسا ہستیاں ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ اپنی رشد و ہدایت کے لیے مبعوث فرماتا ہے، اور انھیں ان صفات حمیدہ سے متصف فرماتا ہے جو ان کے شایان شان ہوتے ہیں۔ ان کا تقدس وحرمت بیان کرتا ہے۔ ان کی شانِ اقدس میں ادنیٰ سی گستاخی کو بھی کفر قرار دیتا ہے۔ چہ جائیکہ انھیں عیسائیت کی بائبل مقدس، ڈاکو، زانی، شرابی، بت پوجنے والے قرار دے۔ العیاذ باللہ!

ذیل کی سطور میں ہم ایسے واقعات کو زیر قلم بحث لائیں گے کہ جن میں بائبل مقدس نے انبیاء کرام علیہم السلام کی عظیم ہستیوں کی شان میں گستاخی کی ہے اور ساتھ میں فلسفہ اسلام بھی ذکر کر دیں گے۔ تا کہ اسلام اور عیسائیت کی تعلیمات کا تقابل بھی ہو جائے۔ یہ تمام حوالہ جات پاکستان بائبل سوسائٹی (لاہور) کی شائع کردہ بائبل مقدس (Revised version 2000) سے ماخوذ ہیں۔ عیسائیت کی تعلیمات انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت و احترام کی حفاظت نہیں کر سکتیں وہ پوری دنیا کو کیا اخلاقیات سکھا سکتی ہے۔

(۱) خدا کا پچھتاوا:

کتاب پیدائش باب نمبر ٦، آیت نمبر ٦۔۵ میں ہے کہ:

”اور خداوند نے دیکھا کہ زمین پر انسان کی بدی بہت بڑھ گئی اور اس کے دل کے تصور اور خیال سدا بُرے ہی ہوتے ہیں۔ تب خداوند زمین پر انسان کو پیدا کرنے سے ملول ہوا اور دل میں غم کیا۔“

اسی طرح کتاب سموئیل اوّل باب نمبر ۱۵ آیت نمبر ۱۱ میں ہے کہ:

”مجھے افسوس ہے کہ میں نے ساؤل کو بادشاہ ہونے کے لیے مقرر کیا کیونکہ وہ میری

پیروی سے پھر گیا اور اُس نے میرے حکم نہیں مانے۔‘‘

اس کے علاوہ اسی کتاب سموئیل اوّل باب ۱۵ آیت نمبر ۳۵ میں بھی ہے کہ ’’اور خداوند ساؤل کو بنی اسرائیل کا بادشاہ کر کے ملول ہوا۔‘‘

اسلام:...... بائبل کی ان خودساختہ آیات میں جو تصور اور عقیدہ بیان ہوا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے کیے پر پچھتا تا ہے، افسوس کرتا ہے، بعض دفعہ جیسا کہ اُس نے ساؤل کو بادشاہ بنانے پر کیا۔ جبکہ قرآنِ مقدس میں ہے:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۶﴾ (آل عمران:۲۶)

’’آپ کہہ دیجیے کہ اے میرے اللہ! حقیقی بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہتا ہے بادشاہی عطا کرتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے، بادشاہی چھین لیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے ذلیل بنا دیتا ہے، تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔‘‘

یعنی اللہ تعالیٰ مالک کل، مالک مطلق اور مالک حقیقی ہے۔ اپنے ملک میں جسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے، ایجاد کرتا ہے، ختم کرتا ہے، مارتا ہے، زندہ کرتا ہے، عذاب یا ثواب دیتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں اور نہ کوئی اُسے روک سکتا ہے، وہ جسے چاہتا ہے، بادشاہ بنا دیتا ہے، اس لیے کہ حقیقی بادشاہت اسی کے ہاتھ میں عزت و ذلت ہے، اور اسی کے ہاتھ میں تمام بھلائیاں ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کمزور ہے:

کتاب قضاۃ باب نمبر ۱ آیت نمبر ۱۹ میں ہے کہ:

’’اور خداوند یہوداہ کے ساتھ تھا۔ سو اس نے کوہستانیوں کو نکال دیا پر وادی کے باشندوں کو نکال نہ سکا کیونکہ ان کے پاس لوہے کے رتھ تھے۔‘‘

اسلام:...... بائبل کی نظر میں اللہ تعالیٰ اتنا کمزور ہے کہ وہ لوہے کے رتھوں پر غالب نہیں آ سکتا یا اس کے چاہنے والوں کو ان کے مخالفین پر غالب نہیں کر سکتا۔

جبکہ اسلام کی نظر میں اللہ تعالیٰ بڑا قوی اور غالب آنے والا ہے۔ اصحاب فیل کی ہلاکت کا واقعہ اس کا بین ثبوت ہے۔ چنانچہ جب ابرہہ حبشی اپنی طاقت کے نشے میں چور خانہ کعبہ کو گرانے کے لیے آگے بڑھا، تو اللہ کے حکم سے چھوٹی چھوٹی ابابیل چڑیاں اپنی چونچوں میں اور پنجوں میں کنکر لیے آئیں، اور اس کو اور اس کی فوج کو مارنے لگیں۔ روایات میں آیا ہے کہ ان کی کنکروں کی چوٹ سے ان کے جسم میں کھجلی ہونے لگی، اور کھجلاتے ہی ان کے جسموں کا گوشت گرنے لگا اور سب وادئ محسر اور اس کے آس پاس ہلاک ہو گئے۔ ابرہہ جان بچا کر بھاگا، مگر وہ یمن پہنچنے کے بعد مر گیا۔

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝١ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝٢ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝٣ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝٤ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝٥﴾ (الفیل)

''اے پیغمبر! کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا۔ کیا اس نے (خانۂ کعبہ کے خلاف) ان کی سازش کو ناکام نہیں بنا دیا۔ اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیے، جو ان پر پتھریلی مٹی کی کنکریاں برساتے تھے۔ پس اللہ نے انھیں کھاتے ہوئے بھس کے مانند بنا دیا۔''

اس سورۂ مبارکہ میں اللہ ربّ العزت نے اہل قریش پر احسان جتاتے ہوئے رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا آپ نے اللہ کی قدرت، اس کی عظمت شان، بندوں پر اس کی رحمت اور اس کی توحید اور اس کے پیغمبر کی صداقت کے دلائل کا اصحاب فیل کے واقعے میں نظارہ نہیں کیا، کہ اس نے خانۂ کعبہ کے خلاف اصحاب فیل کی سازش کو کس طرح ناکام بنا دیا، اور ان کو ہلاک و برباد کرنے کے لیے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیے جو سمندر کی طرف سے آئے تھے، اہل مکہ نے (جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے تھے) انھیں اپنی آنکھوں سے

نظارہ کیا کہ ابرہہ کی فوج پر آئے اور اپنی چونچوں اور پنجوں میں موجود کنکریوں کو ان پر برسانے لگے، اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے اور وہ کھائے ہوئے بھوسے کی مانند ہو گئے۔

(۳) آدم وحوا علیہما السلام کی شان میں گستاخی:

کتاب پیدائش باب نمبر ۲ آیت نمبر ۲۵ میں ہے کہ:

''اور آدم اور اس کی بیوی دونوں ننگے تھے اور شرماتے نہ تھے۔''

اسلام:...... بائبل کی اس آیت میں آدم وحوا علیہما السلام کی شان میں گستاخی کی گئی ہے۔ جبکہ قرآن مجید کی روشنی میں ہے کہ اللہ نے ابلیس کو جنت سے یا فرشتوں کے زمرے سے نکال دیا، اور آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حوا کے لیے جنت کی تمام نعمتوں اور پھلوں کو حلال بنا دیا، صرف ایک درخت کے کھانے سے انھیں روک دیا، اور تنبیہ کر دی کہ دیکھو اگر اس کے قریب جاؤ گے تو اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہو جاؤ گے۔ شیطان نے جب انھیں اس حال میں دیکھا تو اس کے حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور ان کے ساتھ مکر وفریب کی سوچ لی، تاکہ وہ جن نعمتوں سے بہرہ مند ہو رہے ہیں، اور جو خوبصورت لباس زیب تن کیے ہوئے ہیں ان سے چھن جائے، چنانچہ اس نے اللہ کے خلاف افتراء پردازی کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے رب نے تمہیں اس درخت سے اس لیے روکا ہے کہ اگر ان سے کھا لو گے تو تم فرشتے بن جاؤ گے، پھر کھانے پینے کی محتاج نہیں رہے گی یا تمہیں موت نہیں آئے گی اور جنت خلد میں رہو گے اور ابلیس مردود نے انہیں اپنی صداقت کا یقین دلانے کے لیے ذاتِ باری تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ میں تم دونوں کا انتہائی خیر خواہ ہوں، اسی لیے تو یہ راز الٰہی تم پر فاش کر دیا ہے۔

شیطان مردود نے دونوں کو دھوکہ دے کر بلندی سے پستی میں پہنچا دیا۔ چنانچہ جب ان دونوں نے اس شجرۂ ممنوعہ کو شیطان کے دھوکے میں آ کر کھا لیا، تو اس نافرمانی کا انجام فوراً ہی ان کے سامنے آ گیا کہ ان کے لباس ان کے جسموں سے الگ ہو گئے، تو جنت کے درختوں کے پتے لے لے کر اپنے جسموں پر چپکانے لگے تاکہ اپنی پردہ پوشی کریں۔

﴿وَ يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۹ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝۲۰ وَ قَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝۲۱ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ﴾ (الاعراف ۱۹ تا ۲۲)

’’اور اے آدم! تو اور تیری بیوی جنت میں اقامت پذیر ہو جاؤ اور جہاں سے چاہو کھاؤ، اور اس درخت کے قریب نہ جاؤ، ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے تو شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ پیدا کیا، تا کہ ان کے بدن کا جو حصہ (شرمگاہ) ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا اسے دونوں کے سامنے ظاہر کر دے، اور کہا کہ تمہارے رب نے تمہیں اس درخت سے اس لیے روکا ہے کہ کہیں تم دونوں فرشتہ نہ بن جاؤ، یا جنت میں ہمیشہ رہنے والوں میں سے نہ بن جاؤ اور ان دونوں کے سامنے خوب قسمیں کھائی کہ میں تم دونوں کا بے حد خیر خواہ ہوں۔ چنانچہ اُس نے دونوں کو دھوکہ دے کر اپنے جال میں پھانس لیا، پس جب دونوں نے اس درخت کو چکھا تو ان کی شرمگاہیں دکھائی دینے لگیں اور دونوں اپنے جسموں پر جنت کے پتے چسپاں کرنے لگے۔‘‘

(۴) سیّدنا نوح علیہ السلام شراب پیتے تھے:

کتاب پیدائش باب نمبر ۹ آیت نمبر ۲۰ تا ۲۵ میں ہے کہ:

’’اور نوح کاشتکاری کرنے لگا اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا اور اس نے اس کی مے پی اور اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا اور کنعان کے باپ حام نے اپنے باپ کو برہنہ دیکھا اور اپنے دونوں بھائیوں کو باہر آ کر خبر دی۔ تب سم اور یافت نے ایک کپڑا لیا اور اسے اپنے کندھوں پر دھرا اور پیچھے کو الٹے چل کر گئے اور

اپنے باپ کی برہنگی ڈھانکی۔ سوان کے منہ اُلٹی طرف تھے اور انھوں نے اپنے باپ کی برہنگی نہ دیکھی۔ جب نوح اپنی مے کے نشہ سے ہوش میں آیا تو جو اس کے چھوٹے بیٹے نے اس کے ساتھ کیا تھا اسے معلوم ہوا اور اس نے کہا کہ کنعان ملعون ہو۔ وہ اپنے بھائیوں کے غلاموں کا غلام ہوگا۔"

اسلام:...... بائبل میں ہے کہ نوح علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر نے شراب پی لی اور انھیں نشہ ہوگیا۔ حالانکہ قرآنِ مقدس کی تعلیم ہے کہ:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُّوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُونَ ﴿٩١﴾﴾ (المائدہ: ۹۰ تا ۹۱)

"اے اہل ایمان! بے شک شراب اور جوا، اور وہ پتھر جن پر بتوں کے نام سے جانور ذبح کیے جاتے ہیں، اور فال نکالنے کے تیر ناپاک ہیں، اور شیطان کے کام ہیں، پس تم ان سے بچو شاید کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ بے شک شیطان شراب اور جوا کی راہ سے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض پیدا کرنا چاہتا ہے، اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دینا چاہتا ہے، تو کیا تم لوگ اب باز آ جاؤ گے۔"

فائدہ:...... مذکورہ بالا آیت کریمہ شراب اور جوا کی حرمت کو بطور تاکید بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کئی اسالیب اختیار کیے ہیں:

"اِنَّمَا" کا لفظ ابتدائے جملہ میں استعمال کیا، بتوں کی پرستش کے ساتھ دونوں کا ذکر کیا، دونوں کو "رِجس" یعنی گندی چیز قرار دیا، دونوں کے استعمال کو شیطانی عمل قرار دیا، ان سے اجتناب کرنے کا حکم دیا اور آخر میں دونوں کے استعمال کے بدترین نتائج کا ذکر کیا۔ اور سورۂ توبہ کی آیت (۲۱۹) میں ارشاد فرمایا:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

وَ اِثۡمُهُمَاۤ اَكۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِهِمَا ؕ وَ يَسۡـَٔلُوۡنَكَ مَاذَا يُنۡفِقُوۡنَ ؕ قُلِ الۡعَفۡوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَتَفَكَّرُوۡنَ ۙ﴿۲۱۹﴾ ﴾ (البقرہ: ۲۱۹)

''لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے، اور لوگوں کے لیے کچھ منافع بھی ہیں، اور اُن کے گناہ اُن کے نفع سے زیادہ بڑے ہیں اور آپ سے لوگ پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں، آپ کہہ دیجیے کہ جو (تمہاری ضروری اخراجات سے) زیادہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنی آیتوں کو تمہارے لیے کھول کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم غور و فکر کرسکو۔''

اس آیت میں بیان ہوا کہ شراب تین مراحل سے گزر کر سورۂ مائدہ کی اس آیت کے نزول کے بعد قطعی طور پر حرام ہوگئی۔ وہاں شراب اور جوا کی خرابیاں بھی بیان کردی گئی ہیں۔ اس آیت میں شراب اور جوا کے ساتھ ساتھ بتوں کی پرستش اور قرعہ کے تیروں کے ذریعہ قسمت معلوم کرنے کے عمل کو بھی حرام قرار دیا گیا۔ آیت میں شراب اور جوا کے ساتھ ساتھ بتوں پرستش اور قرعہ کے تیروں کے ذریعہ قسمت معلوم کرنے کے عمل کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ آیت میں شراب اور جوا کے دینی اور دنیوی مفاسد کو بھی بیان کردیا گیا ہے، کہ یہ دونوں چیزیں مسلمانوں کے درمیان عداوت پیدا کرتی ہیں اور نماز اور ذکر الٰہی سے روکتی ہیں، پھر آخر میں ﴿فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَهُوۡنَ﴾ کے ذریعہ زجر و توبیخ کی انتہا کردی گئی ہے، کہ اب بھی تم لوگ ان کے استعمال سے رُک جاؤ گے، یا کسی اور حکم کا انتظار کرو گے۔ چنانچہ سیّدنا عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ: ''اے اللہ ہم رُک گئے۔''[1]

(۵) حضرت ہارون علیہ السلام نے سونے کا بچھڑا بنایا اور اسے معبود قرار دیا:

کتاب ''خروج'' باب نمبر ۳۲ آیت نمبر ۱ تا ۶ میں ہے کہ:

''اور جب لوگوں نے دیکھا کہ موسیٰ نے پہاڑ سے اترنے میں دیر لگائی تو وہ ہارون

[1] مسند احمد: ۲/ ۳۵۱۔

کے پاس جمع ہو کر اس سے کہنے لگے کہ اٹھ ہمارے لیے دیوتا بنا دے جو ہمارے آگے آگے چلے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اس مرد موسیٰ کو جو ہم کو ملک مصر سے نکل کر لایا کیا ہو گیا۔ ہارون نے ان سے کہا تمہاری بیویوں اور لڑکوں اور لڑکیوں کے کانوں میں جو سونے کی بالیاں ہیں ان کو اتار کر میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ سب لوگ ان کے کانوں سے سونے کی بالیاں اتار اتار کر ان کو ہارون کے پاس لے آئے اور اس نے اُن کو اُن کے ہاتھوں سے لے کر ایک ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا جس کی صورت چھینی سے ٹھیک کی۔ تب وہ کہنے لگے اے اسرائیل یہی تیرا وہ دیوتا ہے جو تجھ کو ملک مصر سے نکال کر لایا۔ یہ دیکھ کر ہارون نے اس کے آگے ایک قربان گاہ بنائی اور اُس نے اعلان کر دیا کہ کل خداوند کے لیے عید ہوگی اور دوسرے دن صبح سویرے اٹھ کر انھوں نے قربانیاں چڑھائیں اور سلامتی کی قربانیاں گزرانیں۔ پھر ان لوگوں نے بیٹھ کر کھایا پیا اور اُٹھ کر کھیل کود میں لگ گئے۔''

ایک جگہ لکھا ہے کہ ہارون پر خدا کا عذاب آنے والا تھا:

''اور خداوند ہارون سے ایسا غصہ تھا کہ اسے ہلاک کرنا چاہا پر میں نے اُس وقت ہارون کے لیے بھی دعا کی۔ اور میں نے تمہارے گناہ کو یعنی اس بچھڑے کو جو تم نے بنایا تھا لے کر آگ میں جلایا۔ پھر اسے کُوٹ کُوٹ کر ایسا پیسا کہ وہ گرد کی مانند باریک ہو گیا اور اُس کی اُس راکھ کو ندی میں جو پہاڑ سے نکل کر نیچے بہتی تھی ڈال دیا۔'' (استثناء باب نمبر ۹ آیت نمبر ۲۱۔۲۲)

اسلام:...... معاذ اللہ جو انبیاء کرام توحید کی دعوت دینے اور بت پرستی سے منع کرنے آئے تھے بائبل میں انھیں بت بنانے والا ابتلایا جا رہا ہے۔ حالانکہ بات اس کے برعکس ہے۔

چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام باذن اللہ چالیس دنوں کے لیے کوہِ طور پر چلے گئے تو شیطان نے بنی اسرائیل کو شرک میں مبتلا کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ مصر کے دورِ غلامی میں غیر اللہ کی عبادت اور شرکیہ اعمال کے ایسے عادی بن گئے تھے کہ فرعون سے نجات حاصل کرنے کے بعد بھی جب

بھی کوئی موقع میسر آتا تو فوراً ہی شرکیہ امور کی طرف لپکتے تھے، جبھی تو انھوں نے کوہ سینا کی طرف آتے ہوئے راستہ میں ایک قوم کو بت پرستی کرتے دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ہمارے لیے بھی کوئی معبود بنا دو۔

اور جب موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے لگے تو شیطان کے بہکاوے میں آ گئے اور اس بچھڑے کی پرستش شروع کر دی جو سامری نے قبطیوں کے زیورات سے ان کے لیے بنایا تھا۔ یہ زیورات بنی اسرائیل کے پاس عاریۃً آ گئے تھے، لیکن قبطیوں کے ہلاک ہونے کے بعد ان کے مالک بن گئے تھے۔ سامری نے اس بچھڑے میں وہ مٹی ڈال دی جو جبرائیل کے گھوڑے کے کھر کے نیچے سے اس نے لی تھی۔ چنانچہ سامری نے انھیں دھوکہ دیا اور کہا کہ یہی ہمارا وہ معبود ہے جس نے ہمیں فرعون سے نجات دلائی تھی۔ چنانچہ اُن سب نے اس کی یہ بات مان لی، اور ہارون علیہ السلام کے لاکھ سمجھانے کے باوجود اس بچھڑے کی عبادت کرنے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس بت پرستی کی خبر کوہِ طور پر ہی دے دی تھی۔ جب مدت پوری ہونے کے بعد واپس آئے تو مارے غصّہ کے اللہ کی طرف سے دی گئی تختیوں کو زمین پر ڈال دیا، اور ہارون علیہ السلام کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے اور ان کی زجر و توبیخ کرنے لگے کہ آپ کے رہتے ہوئے ایسا کیوں ہوا؟ تو انھوں نے اپنی مجبوری بتائی کہ ان کی ہزار کوششوں کے باوجود بنی اسرائیل کے لوگ شرک پر جمے رہے، بلکہ ان کی سرکشی کا عالم یہ ہو گیا کہ قریب تھا سب مل کر مجھے قتل کر دیتے۔

جب موسیٰ علیہ السلام کو ہارون علیہ السلام کی براءت کا یقین ہو گیا تو اللہ سے اپنی اور اپنے بھائی کی مغفرت کے لیے دعا کی:

﴿وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِن بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ ۚ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا ۘ اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ ﴿١٤٨﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا قَالُوا لَئِن لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿١٤٩﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ

بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْۢ بَعْدِیْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَ اَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَ اَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَ كَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ ۖؗ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ وَ لَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِاَخِیْ وَ اَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ ۖؗ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾

(الاعراف:۱۴۸۔۱۵۱)

''اور موسیٰ کی قوم نے ان کے کوہ طور پر چلے جانے کے بعد اپنے زیورات سے بچھڑے کا جسم بنایا جس سے ایک آواز نکلتی تھی، کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا کہ وہ ان سے نہ باتیں کرتا ہے اور نہ ہی ان کی رہنمائی کرتا ہے، انھوں نے اسے اپنا معبود بنالیا، اور وہ سراسر ظالم تھے۔ اور جب وہ اپنے گناہ پر پشیمان ہوئے اور انھیں معلوم ہوگیا کہ وہ تو گمراہ ہوگئے، تو کہا کہ اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمیں معاف نہ کردیا تو ہم یقینا خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔ اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف غصّہ کی حالت میں افسوس کرتے ہوئے واپس ہوئے، تو کہا کہ تم لوگوں نے میرے جانے کے بعد میری بڑی بڑی نیابت کی ہے، اپنے رب کا حکم (تورات) آنے سے پہلے تم یہ حرکت کر بیٹھے، اور انھوں نے تختیوں کو ایک طرف ڈال دیا، اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے، ان کے بھائی نے کہا، اے میرے بھائی! لوگوں نے مجھے کمزور سمجھ لیا تھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کردیتے، پس دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دو، اور مجھے ظالموں میں سے نہ بناؤ، موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو معاف کردے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کردے، اور تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔''

(۶) سیّدنا یعقوب علیہ السلام پر ایک وقت میں دو سگی بہنوں سے شادی کا الزام:

کتاب پیدائش باب نمبر ۲۹ آیت نمبر ۱۵ تا ۳۰ میں ہے کہ:

''تب لابن نے یعقوب سے کہا چونکہ تو میرا رشتہ دار ہے تو کیا اس لیے لازم ہے کہ تو

میری خدمت مفت کرے؟ سو مجھے بتا کہ تیری اجرت کیا ہوگی اور لابن کی دو بیٹیاں تھیں بڑی کا نام لیاہ اور چھوٹی کا نام راخل تھا۔ لیاہ کی آنکھیں چندھی تھیں پر راخل حسین اور خوبصورت تھی اور یعقوب راخل پر فریفتہ تھا۔ سو اس نے کہا کہ تیری چھوٹی بیٹی راخل کی خاطر میں سات برس تیری خدمت کروں گا۔ لابن نے کہا اسے غیر آدمی کو دینے کی جگہ تو تجھی کو دینا بہتر ہے۔ تو میرے پاس رہ۔ چنانچہ یعقوب سات برس تک راخل کی خاطر خدمت کرتا رہا پر وہ اسے راخل کی محبت کے سبب سے چند دنوں کے برابر معلوم ہوئے اور یعقوب نے لابن سے کہا کہ میری مدت پوری ہوگئی۔ سو میری بیوی مجھے دے تاکہ میں اس کے پاس جاؤں تب لابن نے اس جگہ کے سب لوگوں کو بلا کر جمع کیا اور ان کی ضیافت کی اور جب شام ہوئی تو اپنی بیٹی لیاہ کو اس کے پاس لے آیا اور یعقوب اس سے ہم آغوش ہوا اور لابن نے اپنی لونڈی زلفہ اپنی بیٹی لیاہ کے ساتھ کر دی کہ اس کی لونڈی ہو۔ جب صبح کو معلوم ہوا کہ یہ تو لیاہ ہے تب اس نے لابن سے کہا کہ تو نے مجھ سے یہ کیا کیا؟ کیا میں نے جو تیری خدمت کی وہ راخل کی خاطر نہ تھی؟ پھر تُو نے کیوں مجھے دھوکہ دیا۔ لابن نے کہا ہمارے ملک میں یہ دستور نہیں کہ پہلوٹھی سے پہلے چھوٹی کو بیاہ دیں تو اس کا ہفتہ پورا کر دے پھر ہم دوسری بھی تجھے دے دیں گے جس کی خاطر تجھے سات برس اور میری خدمت کرنی ہوگی۔ یعقوب نے ایسا ہی کیا کہ لیاہ کا ہفتہ پورا کیا تب لابن نے اپنی بیٹی راخل بھی اسے بیاہ دی اور اپنی لونڈی بلہاہ اپنی بیٹی راخل کے ساتھ کر دی کہ اس کی لونڈی ہو۔ سو وہ راخل سے بھی ہم آغوش ہوا اور وہ لیاہ سے زیادہ راخل کو چاہتا تھا اور سات برس اور ساتھ رہ کر لابن کی خدمت کی۔''

اسلام:...... دو سگی بہنوں سے شادی کرنا ناجائز و حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَیۡنَ الۡاُخۡتَیۡنِ اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۲۳﴾﴾

(النساء:۲۳)

”اور دو بہنوں کو جمع کرنا، الا یہ کہ جو (عہد جاہلیت میں) گزر چکا، بے شک اللہ مغفرت کرنے والا، بے حد رحم کرنے والا ہے۔“

اور بائبل میں بھی دوسرے مقام پر دو سگی بہنوں کے ساتھ نکاح حرام قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے:

”تو اپنی سالی سے بیاہ کر کے اسے اپنی بیوی کی سوکن نہ بنانا کہ دوسری جیتے جی اس کے بدن کو بھی بے پردہ کرے۔“ (احبار باب نمبر ۱۸ آیت نمبر ۱۸)

(۷) سیّدنا یعقوب کے بیٹے یہوداہ کا اپنی ماں سے زنا کرنا:

کتاب پیدائش باب ۳۵ آیت ۲۲ میں ہے کہ:

”اور اسرائیل کے اس ملک میں رہتے ہوئے یوں ہوا کہ روبن [1] نے جا کر اپنے باپ کی حرم بلہاہ [2] سے مباشرت کی اور اسرائیل [3] کو یہ معلوم ہو گیا۔“

اسلام:...... یہاں اس آیت کا بائبل سے پتا چلا کہ یعقوب علیہ السلام کے بیٹے نے اپنی ماں سے مباشرت کی اور یعقوب علیہ السلام کو پتا بھی چل گیا، لیکن انھوں نے اپنے بیٹے روبن کو کسی قسم کی سرزنش نہ کی اور نہ ہی اپنی بیوی کو۔ حالانکہ بظاہر اس شریعت کی رو سے زنا کی سزا آگ میں جلایا جائے۔ جیسا کہ لکھا ہے:

”اور قریباً تین مہینے کے بعد یہوداہ کو یہ خبر ملی کہ تیری بہو تمر نے زنا کیا اور اسے چھنالے کا حمل بھی ہے۔ یہوداہ نے کہا کہ اسے باہر نکال لاؤ کہ وہ جلائی جائے۔“

(کتاب پیدائش باب ۳۸ آیت ۲۴)

فائدہ:...... یہاں یہ علیحدہ بات ہے کہ یہوداہ نے اپنی بہو کو جلایا نہیں۔ کیونکہ وہ زنا خود

---

[1] روبن یعقوب کا بڑا بیٹا تھا جو اس کی بیوی لیاہ سے پیدا ہوا۔

[2] بلہاہ یعقوب کی بیوی راخل کی لونڈی تھی اور جس سے یعقوب نے اپنی بیوی راخل کے کہنے پر شادی کر لی تھی اور اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے تھے۔ جس کی تصریح کتاب پیدائش باب ۳۰ آیت ۱ تا ۷ میں موجود ہے۔

[3] اسرائیل یعقوب کا لقب تھا۔ (دیکھئے: کتاب پیدائش باب ۳۵ آیت ۱۰)

یہوداہ نے کیا تھا۔

اس کے علاوہ باپ کی بیوی سے مباشرت کرنے والے پر لعنت کی گئی ہے۔

جیسا کہ لکھا ہے کہ:

''لعنت اس پر جو اپنے باپ کی بیوی سے مباشرت کرے۔ کیونکہ وہ اپنے باپ کے دامن کو بے پردہ کرتا ہے اور سب لوگ کہیں آمین۔'' (استثناء باب ۲۷ آیت ۲۰)

البتہ آخری وقت میں اپنے اس بیٹے کے لیے بددعا کرتے ہیں جس کی تصریح کتاب پیدائش باب ۴۹ آیت ۲ تا ۴ میں موجود ہے، جیسا کہ لکھا ہے کہ:

''اے یعقوب کے بیٹو جمع ہو کر سنو اور اپنے اسرائیل کی طرف کان لگاؤ۔ اے روبن تو میرا پہلوٹھا میری قوت اور میری شہزوری کا پہلا پھل ہے۔ تو میرے رعب کی اور میری طاقت کی شان ہے تو پانی کی طرح بے ثبات ہے۔ اس لیے تجھے فضیلت نہیں ملے گی کیونکہ تو اپنے باپ کے بستر پر چڑھا تو نے اسے نجس کیا۔ روبن میرے بچھونے پر چڑھ گیا۔''

(۸) سیّدنا داؤد علیہ السلام کا بت سبع سے زنا کرنا:

کتاب سموئیل دوم باب ۱۱ آیت ۲ تا ۵ میں ہے کہ:

''اور شام کے وقت داؤد اپنے پلنگ پر سے اٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا اور چھت پر سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی۔ تب داؤد نے لوگ بھیج کر اس عورت کا حال دریافت کیا اور کسی نے کہا کیا وہ العام کی بیٹی بت سبع نہیں جو حتی اور یاہ کی بیوی ہے اور داؤد نے لوگ بھیج کر اسے بلا لیا۔ وہ اس کے پاس آئی اور اس نے اس سے صحبت کی (کیونکہ وہ اپنی ناپاکی سے پاک ہو چکی تھی) پھر وہ اپنے گھر چلی گئی اور وہ عورت حاملہ ہو گئی۔ سو اس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں۔''

اسلام:...... بائبل کی تعلیم یہ ہے کہ سیّدنا داؤد علیہ السلام زانی تھے، معاذ اللہ! جبکہ قرآنِ کریم

کی روشنی میں سیّدنا داؤد علیہ السلام بڑے نیک، پارسا، اللہ کے پیغمبر تھے۔ چھوٹی لغزش پر بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ داؤد علیہ السلام کے پاس دو آدمی دروازے سے داخل ہونے کے بجائے دیوار پر چڑھ کر اس محراب میں داخل ہو گئے جس میں وہ اللہ کی عبادت کرتے تھے، ان دونوں کو اچانک اپنے سامنے دیکھ کر گھبرا گئے تو انھوں نے کہا کہ گھبرایئے نہیں، ہمارے درمیان جھگڑا ہے، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، آپ کے پاس آئے ہیں تاکہ عدل وانصاف کے مطابق ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجیے، کسی پر زیادتی نہ کیجیے اور صحیح راستے کی طرف ہماری رہنمائی کیجیے۔ پھر وہ شخص جو اپنے آپ کو مظلوم سمجھتا تھا، کہنے لگا کہ میرے اس مسلمان بھائی کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں، اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے یہ کہتا ہے کہ تم مجھے اپنی دنبی دے دو تاکہ اپنی دنبی کے ساتھ اسے ملا لوں، اور اپنی چرب زبانی کی وجہ سے مجھ پر غالب آ کر دنبی لے لی ہے۔ سیّدنا داؤد علیہ السلام نے کہا: اس نے تمھاری دنبی مانگ کر تم پر زیادتی کی ہے، اس لیے ننانوے دنبوں کے رہتے ہوئے تمھاری دنبی زبردستی لینے کی اسے ضرورت نہیں تھی۔ مزید کہا کہ بہت سے شرکاء اسی طرح اخوت وصداقت کا پاس نہیں رکھتے، اور زیادتی کر بیٹھتے ہیں۔ حالانکہ برادری کا تقاضا تو یہ ہے کہ اپنے بھائی کو اپنے آپ پر ترجیح دیں۔ البتہ جو لوگ ایمان وتقویٰ والے ہوتے ہیں وہ ایسی زیادتی نہیں کرتے ہیں، اور ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ دونوں کے واپس چلے جانے کے بعد داؤد علیہ السلام کے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ قضیہ اللہ کی طرف سے ان کا امتحان تھا، اس لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کرنے لگے اور ان کے دل پر خشیت کا ایسا غلبہ ہوا کہ سجدے میں گر کر رونے لگے اور پوری طرح اپنے رب کی طرف متوجہ ہو گئے، تو اللہ نے انھیں معاف کر دیا۔ مزید فرمایا کہ داؤد کو ہم سے بہت قربت تھی، اور وہ جنت میں اونچے درجات پر فائز ہوں گے۔

﴿وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝٢١ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ۝٢٢ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۣ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً

وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَ عَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ قَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَ ظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَ خَرَّ رَاكِعًا وَّ اَنَابَ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ (ص: ۲۱۔۲۵)

(۹) سیّدنا سلیمان علیہ السلام کی والدہ زانیہ تھیں:

یاد رہے کہ بائبل کے مطابق یہی بت سبع جس سے داؤد نے زنا کیا حضرت سلیمان کی والدہ ہیں۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ:

''پھر داؤد نے اپنی بیوی بت سبع کو تسلی دی اور اس کے پاس گیا اور اس سے صحبت کی اور اس کے ایک بیٹا ہوا اور داؤد نے اس کا نام سلیمان رکھا اور وہ خداوند کا پیارا ہوا۔'' (کتاب سموئیل ۲۔ باب ۱۲ آیت ۲۴)

اس کے علاوہ انجیل متی باب ۱ آیت ۶ میں ہے کہ:

''اور داؤد سے سلیمان اس عورت سے پیدا ہوا جو پہلے اوریاہ کی بیوی تھی۔''

اسلام:...... یعنی نعوذ باللہ سلیمان جیسے پیغمبر کی والدہ زانیہ تھیں۔ حالانکہ پیغمبر کی عزت و ناموس بیوی زانیہ نہیں ہوئی، اور یہ ہرگز مناسب نہیں تھا کہ کسی نبی کی بیوی زانیہ ہوتی۔ جیسا کہ بائبل نے بیان کیا ہے، نعوذ باللہ!

﴿اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَ الْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾﴾

(النور: ۲۶)

''خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ہیں، پاک باز عورتیں پاک باز مردوں کے لیے اور پاک باز مرد پاک باز عورتوں کے لیے ہیں، وہ پاک باز مرد اور عورتیں، ان خبیث مردوں اور عورتوں کی بہتان تراشی سے

بالکل ہی بری ہیں، ان کے لیے (اللہ کی) مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔"

(۱۰) سیّدنا داؤد علیہ السلام کی شان میں مزید گستاخی:

کتاب "سلاطین اوّل" باب ا آیت ا تا ۴ میں ہے کہ:

"اور داؤد بادشاہ بڈھا اور کہن سال ہوا اور وہ اسے کپڑے اڑھاتے پر وہ گرم نہ ہوتا تھا۔ سو اس کے خادموں نے اس سے کہا کہ ہمارے مالک بادشاہ کے لیے ایک جوان کنواری ڈھونڈی جائے جو بادشاہ کے حضور کھڑی رہے اور اس کی خبرگیری کیا کرے اور تیرے پہلو میں لیٹ رہا کرے تاکہ ہمارے مالک بادشاہ کو گرمی پہنچے۔ چنانچہ انھوں نے اسرائیل کی ساری مملکت میں ایک خوبصورت لڑکی تلاش کرتے کرتے شونمیت ابی شاگ کو پایا اور اسے بادشاہ کے پاس لائے اور وہ لڑکی بہت شکیل تھی۔ سو وہ بادشاہ کی خبرگیری اور اس کی خدمت کرنے لگی لیکن بادشاہ اس سے واقف نہ ہوا۔"

اسلام:...... زنا کی تہمت اور پھر ایک پیغمبر کی ذات اقدس پر بہت بڑی گستاخی ہے، بعض لوگوں نے نبی داؤد علیہ السلام کے متعلق ایک غلطی بیان کی ہے کہ ان کی ننانوے بیویاں تھیں، اور ایک آدمی کے پاس صرف ایک بیوی تھی جس پر داؤد علیہ السلام کی نگاہ پڑ گئی، اس کا شوہر میدان جنگ میں مارا گیا تو آپ نے اس عورت سے نکاح کر لیا۔ اس روایت میں حالانکہ صرف ایک نظر پڑ جانے کی وجہ سے اس سے نکاح کا ذکر ہے، مگر یہ بھی ان کی شان میں گستاخی ہے، کجا یہ کہ زنا کا ذکر کیا جائے۔

چنانچہ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ اپنی کتاب "الفصل" میں رقمطراز ہیں کہ یہ یہود و نصاریٰ کا قول ہے جو داؤد علیہ السلام پر سراسر بہتان ہے اور منصب رسالت کے بالکل خلاف ہے۔ پھر انھوں نے اس کی بھرپور تردید کی ہے۔ حافظ ابن حزم کے اس قول کی تائید حافظ ابن کثیر کے قول سے بھی ہوتی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ مفسرین نے یہاں ایک قصہ بیان کیا ہے جس کا اکثر حصہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے۔ اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بھی ثابت نہیں۔

(۱۱) سیّدنا داؤد عَلَیْہِ السَّلام کی بیوی کا مہر ۱۰۰ سو عضو تناسل کی کھالیں:

ساؤل بادشاہ کی بیٹی میکل جب داؤد کی بیوی بنی تو ساؤل نے جو دراصل داؤد کو مروانا چاہتا تھا، نے اپنی بیٹی کا مہر اپنے دشمن فلستیوں کے عضو تناسل کی سو کھلڑیاں [1] مقرر کیا۔ لیکن داؤد نے دو سو کھلڑیاں اسے لا کر دیں۔ جس کی تصریح ''سموئیل اوّل'' باب ۱۸ آیت ۲۵ تا ۲۷ میں موجود ہے۔

جیسا کہ لکھا ہے:

> ''تب ساؤل نے کہا تم داؤد سے کہنا کہ بادشاہ مہر نہیں مانگتا۔ وہ فقط فلستیوں کی سو کھلڑیاں چاہتا ہے۔ تا کہ بادشاہ کے دشمنوں سے انتقام لیا جائے۔ ساؤل کا یہ ارادہ تھا کہ داؤد کو فلستیوں کے ہاتھ سے مروا ڈالے۔ جب اس کے خادموں نے یہ باتیں داؤد سے کہیں تو داؤد بادشاہ کا داماد بننے کو راضی ہو گیا اور ہنوز دن پورے بھی نہیں ہوئے تھے کہ داؤد اٹھا اور اپنے لوگوں کو لے کر گیا اور اور دو سو فلستی قتل کر ڈالے اور داؤد ان کی کھلڑیاں لایا اور انھوں نے ان کی پوری تعداد میں بادشاہ کو دیا تا کہ وہ بادشاہ کا داماد ہو اور ساؤل نے اپنی بیٹی میکل اسے بیاہ دی۔''

اسلام:...... اسلام کی رو سے، دولت، سونا، چاندی، زمین اور دیگر چیزیں مہر تو دی جا سکتی ہیں، پر ایسے مہر کا نہ اسلام میں تصوّر ہے اور نہ عقل سلیم اس کو مانتی ہے۔ بائبل میں انبیاء علیہم السلام کی کردار کشی کے ایسے سینکڑوں واقعات موجود ہیں۔

(۱۲) سیّدنا عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلام کی نسبی توہین اور گستاخی:

''انجیل لوقا'' باب ۳ آیت ۲۳ تا ۳۸ میں یسوع مسیح کے نسب کو نوح سے بھی ملایا گیا ہے

---

[1] یعنی عضو تناسل کی کھالیں۔ اس کے علاوہ کتاب ''پیدائش'' باب ۱۷ آیت ۱۰۔۱۱ میں بھی کھلڑی سے مراد عضو تناسل کی کھال ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ ''اور میرا عہد ہے جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے اور جسے تم مانو گے سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کیا کرنا۔ اور یہ اس عہد کا نشان ہوگا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔''

یعنی نوح یسوع مسیح کے اجداد میں سے ہیں۔

عہد نامہ قدیم کی کتاب ''پیدائش'' کے باب ۹ آیت ۲۰۔۲۱ میں لکھا ہے کہ:

''اور نوح کاشتکاری کرنے لگا اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا اور اس نے اس کی مے پی اور اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا۔''

یعنی نوح شرابی تھے اور ایک بار تو نشہ میں ایسے مست ہو گئے کہ اپنے کپڑے بھی اتار دیے۔

''انجیل متی'' باب ۱ آیت ۱ تا ۱۶ میں یسوع مسیح کا نسب نامہ بیان کیا گیا ہے۔ جسے ہم یہاں مختصراً بیان کریں گے۔

''یعقوب سے یہوداہ اور اس کے بھائی پیدا ہوئے اور یہوداہ سے فارص اور زراح تمر سے پیدا ہوئے .... اور سلمون سے بوعز راحب سے پیدا ہوا اور بوعز سے عوبید روت سے پیدا ہوا اور عوبید سے یسی پیدا ہوا اور یسی سے داؤد بادشاہ پیدا ہوا اور داؤد سے سلیمان اس عورت سے پیدا ہوا جو پہلے اوریاہ کی بیوی تھی اور سلیمان سے رجعام پیدا ہوا............اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا۔ یہ اس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا جو مسیح کہلاتا ہے۔''

یعقوب نے ایک وقت میں دو بہنوں سے بیاہ کیا۔ جن میں ایک کا نام لیاہ اور دوسری کا نام راخل تھا۔ حالانکہ ''کتاب احبار'' باب ۱۸ آیت ۱۸ میں ایک وقت میں دو بہنوں سے شادی کرنے سے منع کیا ہے۔ لہٰذا زنا کا ارتکاب لازم آئے گا۔ یہوداہ جو کہ یسوع مسیح کے اجداد میں سے ہیں۔ وہ لیاہ کی اولاد ہیں۔

اسی طرح یعقوب پر زنا کا الزام آتا ہے اور یہوداہ پر زنا کی پیداوار کا الزام لازم آتا ہے۔ غور فرمائیں اس نبی کی کردارکشی پر۔

یہوداہ نے اپنی بہو تمر سے زنا کیا اور فارص اور زارح پیدا ہوئے۔ [1] جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ حالانکہ شریعت میں بہو سے صحبت کرنے پر دونوں کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ [2] لہٰذا

---

[1] تفصیل کے لیے کتاب ''پیدائش'' باب ۳۸ آیت ۶ تا ۳۰ دیکھیں۔

[2] ''احبار'' باب ۲۰ آیت ۱۲۔

زنا کا ارتکاب لازم آئے گا لہٰذا یہوداہ زانی قرار پاتے ہیں اور فارص اور زارح دونوں زنا کی پیداوار اور فارص یسوع مسیح کے اجداد میں سے ہیں۔

بوعز بھی یسوع مسیح کے اجداد میں سے ہیں اور بوعز کی ماں کا نام راحب تھا جو کہ ایک کسبی [1] عورت تھی جس کی تصریح کتاب ''یشوع'' باب ۲ آیت ۱ میں موجود ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ:

''تب نون کے بیٹے یشوع نے شطیم سے دو مردوں کو چپکے سے جاسوس کے طور پر بھیجا اور ان سے کہا کہ جا کر اس ملک کو اور یریحو کو دیکھو بھالو۔ چنانچہ وہ روانہ ہوئے اور ایک کسبی کے گھر میں جس کا نام راحب تھا آئے اور وہیں سوئے۔

اس کے علاوہ اسی کتاب ''یشوع'' باب ۶ آیت ۲۵ میں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔

یعنی بوعز جو کہ یسوع مسیح کے اجداد میں سے ہیں ایک فاحشہ۔ جسم فروش کے بیٹے تھے۔

عوبید کی ماں رُوت شادی سے پہلے بوعز کے ساتھ رات بھر لیٹی رہی۔ [2] پھر بعد میں دونوں کی شادی ہو جاتی ہے حالانکہ شادی سے پہلے وہ اسے بیٹی بھی کہتا تھا۔ [3] اور پھر عوبید پیدا ہوا۔ جس کی تصریح ''روت'' باب ۴ آیت ۱۷ میں موجود ہے کہ:

''سو انھوں نے اس کا نام عوبید رکھا۔ وہ یسی کا باپ تھا جو داؤد کا باپ ہے۔''

عوبید بھی یسوع مسیح کے اجداد میں سے ہیں۔

داؤد نے اپنی فوج کے جرنیل حتی اور یاہ کی بیوی بت سبع کو اپنے محل کی چھت سے ننگے نہاتے ہوئے دیکھ لیا تھا سو داؤد نے اپنے پاس بلوا لیا اور اس سے زنا کیا اور پھر بعد میں اس کے شوہر کو دھوکے سے قتل کرا دیا اور پھر اسی عورت سے سلیمان پیدا ہوا۔

متی کی انجیل کے مطابق یسوع مسیح سلیمان بن داؤد کی نسل سے ہیں۔ [4]

---

[1] فاحشہ۔ جسم فروش۔ طوائف۔

[2] کتاب ''روت'' باب ۳ آیت ۷۔

[3] کتاب ''روت'' باب ۲ آیت ۸ اور باب ۳ آیت ۱۰۔

[4] انجیل متی باب ۱ آیت ۱ تا ۱۶۔

اسلام:...... بائبل کی ان روایات کی روشنی میں داؤد علیہ السلام زانی ہیں، بت سبع زانیہ اور سلیمان علیہ السلام ان کی اولاد۔ (معاذ اللہ)

یہ ہے یسوع مسیح علیہ السلام کا نسب نامہ جو کہ بزعم نصاریٰ اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ اختلاف انجیل متی اور لوقا کی روشنی میں اکیس تک پہنچ جاتے ہیں۔

قرآن مجید کی روشنی میں سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے بذریعہ جبریل مریم علیہا السلام کے رحم میں عیسیٰ علیہ السلام کی روح پھونک دی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ التحریم آیت (۱۲) میں ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝۱۲﴾ (التحریم: ۱۲)

''اور مریم بنت عمران کی مثال دی ہے جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی، تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی، اور مریم نے اپنے رب کی شریعت اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی، اور وہ طاعت گزار بندوں میں سے تھی۔''

اور سورۃ الانبیاء میں ارشاد فرمایا:

﴿وَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَ جَعَلْنٰهَا وَ ابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۹۱﴾ (الانبیاء: ۹۱)

''اور وہ عورت جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی، تو ہم نے اس کے بطن سے اپنی روح کو پھونک کے ذریعہ پہنچا دیا، اور اسے اور اس کے بیٹے کو جہان والوں کے لیے نشانی بنادی۔''

جب مریم علیہا السلام اپنے بچے عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں اٹھائے اپنی قوم کے پاس آئیں۔ لوگوں نے ان کی گود میں بچہ دیکھ کر غم و حیرت سے ملے جلے جذبہ کا اظہار کیا، کیونکہ مریم بہت ہی بڑے خاندان کی بیٹی تھیں۔ لوگوں نے ان پر نکیر کرتے ہوئے کہا، اے مریم! تو نے بہت برا کیا ہے کہ ناجائز بچہ اٹھائے چلی آ رہی ہو۔ مزید ڈانٹتے ہوئے کہا، اے ہارون کی بہن! تیرا باپ تو کوئی

بدکار آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں زانیہ عورت تھی۔ یعنی مراد موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون ہیں، اس لیے کہ مریم ان ہی کی نسل سے تھیں یا اس لیے کہ لوگ مریم کو ہارون علیہ السلام کی طرح عابدہ اور صالحہ سمجھتے تھے، اسی لیے ان کا نام لے کر انھیں عار دلایا۔

سیّدہ مریم علیہا السلام نے بچے کی طرف اشارہ کرکے لوگوں سے کہا کہ اس سے پوچھ لو، تو لوگوں نے کہا کہ ہم لوگ گود کے بچہ سے کیسے بات کریں؟ عیسیٰ علیہ السلام ان کی بات سن کر بول پڑے، اور کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے ازل میں فیصلہ کیا ہے کہ وہ انجیل دے گا اور مجھے نبی بنائے گا اور میں جہاں بھی رہوں گا اس نے مجھے صاحب خیر و برکت اور صاحب دعوت بنایا ہے، میں اپنے ربّ کا پیغام لوگوں تک پہنچاتا رہوں گا۔

﴿فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ○ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ○ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ○ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا ○ وَّ جَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَ اَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ○ وَّ بَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَ لَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ○ وَ السَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَ يَوْمَ اَمُوْتُ وَ يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ○﴾ (مریم:۲۷۔۳۳)

مفسرین لکھتے ہیں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے پہلی مرتبہ بات کی تو اپنے آپ کو اللہ کا بندہ بتایا، اور اس کا بیٹا ہونے کا انکار کیا۔

(۱۳) عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے حواری پطرس کو شیطان کہنا:

کتاب ''انجیل متی'' باب ۱۶ آیت ۲۱ تا ۲۳ میں ہے کہ:

''اس وقت سے یسوع اپنے شاگردوں پر ظاہر کرنے لگا کہ اسے ضرور ہے کہ یروشلم کو جائے اور بزرگوں اور سردار کاہنوں اور فقیہوں کی طرف سے بہت دکھ اٹھائے اور قتل کیا جائے اور تیسرے دن جی اٹھے۔ اس پر پطرس اس کو الگ لے جا کر ملامت کرنے لگا کہ اے خداوند خدا نہ کرے۔ یہ تجھ پر ہرگز نہیں آنے کا۔

اس نے پھر کر پطرس سے کہا اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو تو میرے لیے ٹھوکر کا باعث ہے کیونکہ تو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کا خیال رکھتا ہے۔''

سمجھ میں نہیں آتا کہ کبھی یسوع مسیح کا حواری (شاگرد) یسوع پر لعنت و ملامت کرتا ہے اور کہیں یسوع اپنے شاگرد پطرس کو شیطان کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ پطرس کا شمار یسوع کے بارہ شاگردوں میں ہوتا ہے اور یہ بارہ شاگرد یسوع کی آمد ثانی کے وقت میں بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصار کریں گے جس کی تصریح انجیل متی باب ۱۹ آیت ۲۸ میں موجود ہے۔

جیسا کہ لکھا ہے:

''یسوع نے ان سے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب ابن آدم نئی پیدائش میں اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا تو تم بھی جو میرے پیچھے ہو لیے ہو بارہ تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کرو گے۔''

گویا ان بارہ شاگردوں (حواریوں) کے حق میں کامیابی اور نجات کی گواہی دی جارہی ہے۔ جن میں پطرس بھی شامل ہے۔ گویا یسوع کے نزدیک کامل ترین اور کامیاب بس یہی لوگ تھے۔ جنھیں یسوع نے بشارت دی اور ان کا حال یہ ہے کہ یسوع کی گرفتاری کے وقت یسوع کا ساتھی ہونے سے ہی انکار کر دیا اور یسوع پر لعنت و ملامت تک کی اور درجہ بالا عبارت میں یسوع پطرس کو شیطان کہہ کر دھتکار رہے ہیں۔ کامیابی اور نجات کا کیا اعلیٰ معیار ہے۔

(۱۴) پطرس حواری کا یسوع مسیح پر لعنت کرنا:

کتاب ''انجیل متی'' باب ۲۶ آیت ۵۷ تا ۵۸ میں لکھا ہے کہ:

''اور یسوع کے پکڑنے والے اس کو کائفا نام سردار کاہن کے پاس لے گئے جہاں فقیہہ اور بزرگ جمع ہو گئے تھے اور پطرس دور دور اس کے پیچھے پیچھے سردار کاہن کے دیوان خانہ تک گیا اور اندر جا کر پیادوں کے ساتھ نتیجہ دیکھنے کو بیٹھ گیا۔''

پھر اسی کتاب ''انجیل متی'' باب ۲۶ آیت ۶۹ تا ۷۴ میں لکھا ہے کہ:

''اور پطرس باہر صحن میں بیٹھا تھا کہ ایک لونڈی نے اس کے پاس آ کر کہا تُو بھی یسوع گلیلی کے ساتھ تھا۔ اس نے سب کے سامنے یہ کہہ کر انکار کیا کہ میں نہیں جانتا تو کیا کہتی ہے اور جب وہ ڈیوڑھی میں چلا گیا تو دوسری نے اسے دیکھا اور جو وہاں تھے ان سے کہا یہ بھی یسوع ناصری کے ساتھ تھا۔ اس نے قسم کھا کر پھر انکار کیا کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا۔ تھوڑی دیر کے بعد جو وہاں کھڑے تھے انھوں نے پطرس کے پاس آ کر کہا بے شک تو بھی ان میں سے ہے کیونکہ تیری بولی سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اس پر وہ لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا اور فی الفور مرغ نے بانگ دی۔''

اسلام:......اب ایک طرف تو پطرس کو کامیابی اور نجات کی گارنٹی دی جارہی ہے تو دوسری طرف اسے شیطان کہہ کر دھتکارا جارہا ہے۔ جب کامل ترین شاگردوں کے ایمان اور کردار کی یہ حالت ہے تو پھر باقی قوم کے ایمان کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں۔

ذرا غور کیجیے کہ جب یہودی یسوع کو پکڑ کر سردار کاہن کی عدالت میں لے جاتے ہیں تاکہ یسوع کو سزا دلوائیں تو یہی پطرس جس کا شمار یسوع مسیح کے بارہ حواریوں میں ہوتا ہے یہ بھی سردار کاہن کے دیوان خانہ تک جاتے ہیں تاکہ عدالت کا فیصلہ سن سکے۔ لیکن افسوس کہ جب یہودی پطرس کو پہچان کر اس سے پوچھتے ہیں کہ کیا تو بھی یسوع کا ساتھی ہے تو وہ انکار کردیتا ہے کہ میرا یسوع سے کوئی تعلق نہیں ہے اور پھر دوبارہ پوچھنے پر وہ قسم کھا کر انکار بھی کرتا ہے اور یسوع مسیح پر لعنت بھی کرتا ہے۔ افسوس کہ اتنے قریبی حواری کا یسوع سے محبت وعقیدت کا یہ حال ہے تو باقی قوم کی عقیدت، محبت اور ایمان کا آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت کی مثال دینے سے دنیا ہمیشہ قاصر رہے گی۔ اللہ کی قسم! ان کی عقیدت ومحبت کے واقعات سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

مزید برآں قرآن مجید کی رو سے عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ان کی آواز پر لبیک کہا، دعوت الی اللہ کے کام میں ان کا ساتھ دیا، اور اُن سے اپنی جانوں کی قربانی دینے کا وعدہ کیا، اسی

طرح وہ بھی اللہ اور اس کے رسول کا ہر طرح کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں۔

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ۝۱۴ ﴾ (الصف:۱۴)

''اے ایمان والو! اللہ کے مددگار بن جاؤ، جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا کہ دعوت الی اللہ کی راہ میں میری کون مدد کرے گا، حواریوں نے کہا، ہم اللہ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں، پس بنی اسرائیل کی ایک جماعت ایمان لے آئی اور دوسری جماعت کافر ہوگئی، تو ہم نے ایمان والوں کی اُن کے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کی، پس وہ غالب ہوگئے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''کہ جب حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کی دعوت لوگوں تک پہنچانے کے لیے ہم آپ کی مدد کریں گے تو انھوں نے انھیں اسرائیلیوں اور یونانیوں کے پاس دعوت توحید کے ساتھ بھیجا۔ [تفسیر ابن کثیر، تحت الآیۃ]

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اسلام مصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہم گوشوں کو واضح کر دیا گیا ہے، اس کے امتیازات کو بیان کر دیا گیا ہے کہ اسلام ہی انسانیت کا حل ہے اور اس کے مقابلے میں ادیان وفرق اور خاص کر عیسائیت کے خودساختہ عقائد اور ناپائیدار دستور میں تغیر وتبدل کو بھی بیان کر دیا گیا ہے، جو کہ اس کے نقص کی دلیل ہے جس کی بناء پر وہ تمام بنی نوع انسان کے لیے قابل عمل نہیں ہوسکتا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وآله صحبه وسلم